قال اللہ تعالیٰ

فجعلنہا نکالا لما بین یدیہا وموعظۃ للمتقین

الحمد للہ کہ کتاب موسوم بہ

مراۃ الجہاد

(جلد اول)

جسمیں مسئلہ جہاد پر ہر پہلو سے نہایت ہی محققانہ بحث کی گئی ہے
اور ضمناً رسالہ جہاد مؤلفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا جواب بھی دیا گیا ہے

(از تالیف لطیف)

مولوی سید وزارت حسین
صاحب احمدی، اورینی، بھگلپوری
(بنگال)



باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی اُنکے اپنے مطبع انوار احمدیہ قادیان

تعداد اشاعت ۷۰۰ | میں چھپکر شائع ہوئی | قیمت فی جلد ۲عہ

الحمد للہ کہ کتاب مسمّٰی بہ

مرآۃ الجہاد

(جلد اول)

جس میں مسئلہ جہاد پر نہایت ہی محققانہ بحث کی گئی ہے

اور مخالفین مسئلہ جہاد ... کا جواب بھی دیا گیا ہے

(از تالیف لطیف)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تحقیق پدید

ڈیڈیکیشن

چونکہ حضرت امام ہمام مسیح موعود و مہدی دوران مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان مد اللہ الرحمٰن کی ان تھک کوششوں نے مسئلہ جہاد کی غلط فہمیوں کی رفع کرنے میں کار آمد نتیجے ظاہر کیے ہیں اور اس عاجز نے بھی اس کتاب کو اسی غرض سے شائع کیا ہے اسلیے یہ کتاب حضور موصوف کے نام نامی سے ڈیڈیکیٹ کیجاتی ہے*

عاجز سید وزارت حسین اوریسی

قوم و ملک اور گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہو! ایک نظر ادھر بھی

اس کتاب کا بہت بڑا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ جہاد کی غلط فہمیاں جو بدقسمتی سے قوم و ملک میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے پھیلی ہوئی ہیں جنکی وجہ سے ہندوستان افغانستان اور افریقہ کے بعض حصوں میں اکثر بے امنی پھیل جاتی ہے۔ وحشیانہ کاروائیاں وقوع میں آجاتی ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کو بڑی ہمدردی سے کام لینے کی ضرورت پیش آجایا کرتی ہے۔ دفع ہوں۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس کتاب کی کثرت سے اشاعت ہو۔ خصوصاً سرحدی علاقوں اور افریقہ میں خوب شائع کی جاوے۔ خوش قسمتی سے افریقہ کے بعض حصوں میں بھی اردو زبان اب سمجھی جانے لگی ہے۔ زیادہ کامیابی کے لئے پشتو اور افریقی زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہوں اور شائع کئے جاویں مگر یہ سب کچھ ہو نہیں سکتا بغیر قومی توجہ کے۔ لہذا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ اے قوم و ملک اور گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہو! اٹھو اور ہمت چست باندھو اور کوشش کرو کہ یہ سب باتیں پوری ہو جاویں اور مسئلہ جہاد کی غلط فہمیاں جن کی وجہ سے بسا وقت بعض وحشی قوموں کی طرف سے نقض امن و امان میں خلل کا احتمال لگا رہتا ہے کافی حصہ پر رفع ہو جاویں۔ اور یہی ان غلط فہمیوں کے پھیلنے کا مخالفوں اور متعصب قوموں کو موقع ہے۔

اے قوم کے خیرخواہو! اے ملک کے دلدادہ! اے گورنمنٹ برطانیہ کے بہی خواہو! یہ ہے موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ع + گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں + میں تو اپنی کوشش میں تمہارے پہنچانے کو تیار بیٹھا ہوں اور کان لگائے ہوئے ہوں کہ کب تم مجھے آواز دیتے ہو۔ اگر آپ نے پہلی توجہ کی تو اس کتاب کی دوسری جلد بھی بہت جلد شائع کر دونگا۔ اور مجھے امید ہوتی ہے دوسری جلد کے ساتھ ہی بلکہ اس سے پہلے ہی مجھے پہلی جلد کی سیکنڈ ایڈیشن بھی چھاپنی پڑیگی

وما علینا الا البلاغ۔ فقط۔

المعـــــــــروض

سید وزارت حسین احمدی ادریسی (مؤلف کتاب)

فہرست مضامین مراۃ الجہاد

مضامین　　　　　　صفحات

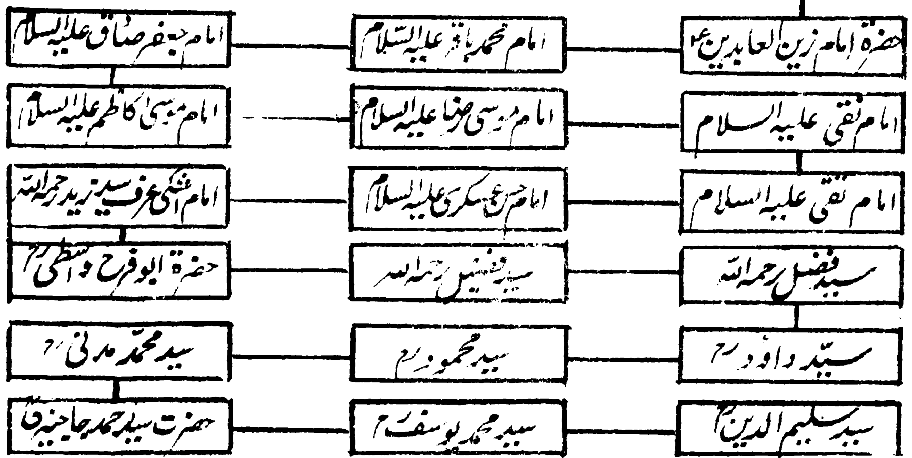
نسب نامہ مؤلف کتاب قرائتُ الجہاد عفی عنہ

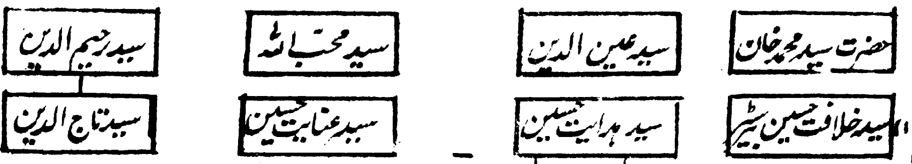
گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرۃ فاطمۃ الزہرا ..... حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ

حضرۃ امام حسین علیہ السلام





غلط نامہ کتاب مرأة الجہاد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	ذرہ ذرہ	ذرّہ ذرّہ
۲	۱۴	سوسائیٹی ہین	سوسائیٹی مین
۳	۶	رکوع ۲۳۳	رکوع ۳۳۳
〃	۱۱	س شوریٰ	مس شوریٰ
〃	۱۹	منکم	×
۴	۱۵	تھی	تھے
۵	۲۱	مادون	مادّون
〃	۲۲	قوی	قویٰ
۶	۱۹	من	غرض
〃	۲۱	اور عمل	×
۱۹	۲	جبکی	جبکے
〃	〃	وحشیانہ تہی	وحشیانہ تھے
〃	۲۵	جلد ۲۱	جلد ۲
〃	〃	صفحہ ۵۰۳ تا ۹۰۳	صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۹
۲۰	۱	اوصاف	صاف
〃	۵	کرگئے	کرگئین
〃	۱۸	مشقت	شفقت
۲۱	۲۳	بہت سی	بہت سے
۲۲	۱۲	مثلاً	مثالاً
۲۳	۳	سہتین	سہتی
۲۹	۲	۱۷۰	۱۷۷
[illegible]	۱۰	پنڈت جی	تب بھی پنڈت جی
۳۲	۷	ایک غلطی بھی	ایک غلطی یہہ بھی
۳۴	۲۱	رہ سکتا ہے	رہ سکتی ہے
۳۵	۲۰	ایسا	ایسا ہلکا
۳۷	۱۵	لیا تہا	لیا تہا خرچ پر لیا تہا
〃	۲۰	۵۲ھ	۵۱ھ
〃	۲۴	۵۳ھ	۵۲ھ
۴۱	۲	کی ظل	کے ظل
۴۲	۱۰	ہو سکتا	ہو سکتی
〃	۱۹	تین باتین	باتین
۴۳	۸	بہلے	پہلے
۴۵	۲۱	۵۳ھ	(ناسخ التواریخ)
۴۷	۹	عکاسہ	عکاشہ
۴۸	۲۰	ہچکچا تہا	ہچکچاتا تہا
۵۰	۱	نہ رہیگا ؂	نہ رہیگا ؂ (ابن ہشام
〃	〃	〃	صفحہ ۴۴۴ - ابن الاطہر
〃	〃	〃	جلد ۲ - صفحہ ۹۷ -)
〃	۱۵	تھی	تھے
۵۱	۱۸	دھندلکے مین چلی آتی تہی	دھندلکو مین چلی جاتی تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۷	۲	مسلمان ذمی	مسلمان اور ذمی	۱۴۸	۱۰	مین مین	مین
〃	۳	خلیفہ بادشاہ وقت	خلیفہ یا بادشاہ وقت	۱۴۹	۶	لکھکر	لکہکر
〃	۴	جماعت	عمارت	۱۵۰	۸	فرما چکے	لکھہ چکے
۱۱۹	۶	امیر معاویہؓ کو	امیر معاویہ جب مصر کے	〃	۱۰	کی ہین، تاکہ	کی ہین، دکھلانا چاہتے
۱۲۱	۶	صحابی	صابی	〃	〃	〃	ہین تاکہ۔
〃	۱۲	الھم	الھمۃ	〃	〃	پنڈت جی	پنڈت جی نے
۱۲۳	۱۹	متصم	معتصم	〃	۱۹	پنڈت جی کے	پنڈت جی
۱۲۴	۲۳	بھی	یہی	〃	۲۰	تو خالی کرد	مگر صحیح یہ ہے تو خالی کرد
۱۲۹	۳	کتابت آجکل	کتابت۔ کتابت آجکل	۱۵۱	۷	بیخ دین	بیخ و بن
۱۳۰	۶	اُنکو اپنے	اُنکے اپنے	〃	۱۸	تجھے	تجھسے
〃	۲۴	صفحہ ۱۸۲	صفحہ ۱۸۴	۱۵۲	۲۱	ایک جملہ اُدھر کا اور	ایک جملہ اُدھر کا
۱۳۱	۴	ہندوستان نے	ہندون نے	〃	〃	ایک جملہ اُدھر کا۔	〃
۱۳۶	〃	مضروت	مضروب	۱۵۳	۶	ٹھنڈی	ٹھنڈا
۱۴۱	۱۰	عنی عنہ نے)	عنی عنہ)	〃	۱۴	فکر مین	فکر مین ہوے
〃	۱۲	اُنہون نے	اُنکو جنہون نے	۱۵۸	۱۹	آیت	آیت مین
۱۴۳	۱۰	حکم	حکم ہے	۱۵۹	۵	یہہ کہ	یہہ
۱۴۴	۸	جنگ مین	جنگ	〃	۸	دوا دھوڑے	جنکے دوا دھوڑے
۱۴۵	۲	میرا	میرے	〃	۲۳	پہلے	بھلے
۱۴۸	۳	سلہ	(دیکھو پریچنگ آف اسلام“	۱۶۱	۶	سلہ	(دیکھو قاضی بدرالدین محمد بن احمد
〃	〃	〃	ڈی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ صاحب	〃	〃	〃	عینی کی شرح ہدایہ۔ جلد ۲ صفحہ
〃	〃	〃	ضمیمہ نمبرا۔ اور ڈی جہاد“	〃	〃	〃	۷۸۹ و ۷۹۰)
〃	〃	〃	مصنفہ مولوی چراغ علی صاحب ضمیمہ۔)	〃	۲۱	عہد	عہدہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲	۹	جو ہیں	جیوں ہی
۵۸	۲۵	لڑائی کو نکلنے مین	لڑائی کے لئے نکلنے مین
۵۹	۱۳	عضل او قارہ	عضل اور قارہ
۶۱	۱۲	سلہ	سـہ
۶۲	۱۶	وہان	وہ اُن
۶۵	۲۱	پہلے	پہلی
۶۶	۳	ہو جانا ہے	ہو جاتی ہے
〃	۱۰	امن ہوا	امن ہوئی
〃	۲۳	سـہ	سلہ
۶۷	۱۰	اتنی	جو اتنی
۶۷	۱۴	کرنے لگی	کرنے لگے
〃	〃	چاہئے	چاہی
۶۹	۸	سردار مذہبا	سرداراور قدسیا
۷۳	۵	صلح کی شرائط یہ ٹھہری	صلح کی شرائط یہ ٹھہرے
〃	۱۹	بنو بکر	بنوبکر
۷۴	۱۲	ابو عار	ابو عمار
۷۷	۲	اپنا	نیا
۷۹	۱۳	مکاری	حرامکاری
۸۷	۹	کی وجوہ	کے وجوہ
۸۹	۲۱	پہونچے	پہونچایا
۹۰	۲۱	ہی	رہا
۹۱	۱۰	اسی کی	اسی کتاب کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲	۱۹	اباد	اباد
۹۷	۶	عمر	عمیر
〃	۷	شر	شرجیل
۹۸	۲۲	سلطنت	سلطنت فارس
۹۹	۶	موک	پرموک
〃	۹	العتم	العنم
۱۰۰	۱۳	بادعیس	بادغیس
۱۰۳	۱۵	ہونگے	ہونگی
۱۰۵	۸	یمنون	یمنعون
۱۰۷	۱۳	علاقہ	علامہ
۱۰۹	۸	نکریت	تکریت
〃	۱۰	القسطاط	الفسطاط
〃	۲۱	ابن فلکان	ابن خلکان
۱۱۰	۴	سلہ	(مقریزی-جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)
۱۱۱	۹	زردشتیون	توزردشتیون
〃	۲۴	جلد ۱۴	جلد ۴
〃	۲۵	مبرگ	تامبرگ
۱۱۳	۲	ثبوت صلح کل	طریق صلح کل
〃	۱۸	شہدکی	شہد کے
۱۱۴	۲۲	بڑے درجہ	پہلے درجہ
۱۱۵	۲۵	ابو دہیانہ-۱:۱۰-	ابو دھیانہ-۱:۱۰-
〃	۶	-۱۹	-۱۸-۱۹

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۳	۳	(یعنی دہتی)	(یعنی دہلی)
〃	۲۱	حافظ ہوتے	حافظ ہوتے ہیں
۲۳۴	۱۳	کام کیا ہے	کام لیا ہے
۲۳۵	۱۱	خانی	خافی
۲۳۶	۷	سلہ	(ترجمہ سیر المتاخرین جلد
〃	〃	〃	صفحہ ۴۲ و ۴۲۱)۔
〃	۱۰	سلہ	(الفنسٹن صاحب کی تاریخ ہند
〃	〃	〃	صفحہ ۶۹ و ۷۰)۔
〃	۲۱	اور جب	×
۲۳۷	۴	سلہ	(ہسٹری آف انڈیا۔ پنڈت
〃	〃	〃	سری پرشاد شاستری صاحب
〃	〃	〃	صفحہ ۱۳۵)۔
〃	۱۰	کسی جلد کے	کسی مقالہ کے
〃	۱۱	حوالے مطابق	حوالے کے مطابق
۲۳۸	۲	توڑی جانیکا بھی	بلنے کا بھی
۲۳۹	۱۳	پنڈت جی نے	پنڈت جی
〃	۲۱	فتح کیا ہے	فتح کیا
۲۴۳	۸	شکست	شکستہ
۲۴۴	۱۲	یورپ	پورب
۲۴۵	۳	مسائل شبلی،	رسائل شبلی، الندوہ
〃	۸	ہین	ہیں
۲۴۸	۶	قوموں کے	قوموں کے
۲۴۸	۲۱	سیویلینیزیشن	سیویلیزیشن
۲۴۹	۴	کر سکا	کر سکتا
〃	۱۳	بھیجتا	بھیجنا
۲۵۰	۱	نہیں ہے	نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے
۲۵۱	۲۰	آبادنی	آبادانی
۲۵۳	۲	آر	آریو!
۲۵۴	۱۵	مسلمان تھا	مسلمان تھے
〃	۲۱	کیا جاتا ہے	کی جاتی ہے
۲۵۴	۱۸	مندرین توڑین	مندر توڑے
۲۵۵	۸	ثنوی و معنوی	ثنوی معنوی
〃	۱۱	کیونکر	کیون
۲۵۶	۸	گشت	گشتت
۲۵۷	۱۲	اسلام لانے	اسلام لانے سے
۲۵۸	۱۴	معاوضہ	معارضہ
۲۵۹	۱۰	مٹنکے	اُنکے
۲۶۰	۲	چلنے والا	نہ چلنے والا
۲۶۲	۲۳	لڑکا	لڑاکا
۲۶۴	۴	سہا	سبھا
۲۶۵	۱۳	(تخت نشین	(تخت نشین)
〃	۱۴	سینانی	سیناپتی
۲۶۶	۴	اور	وہ
〃	۱۲	کرنے والے سے	نہ کرنے والے سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۲	۶	مہیم	فہیم	۱۹۴	۱۷	انہون نے	انہون نے مہربانی فرماکر اسلام کا سلسلہ بتایا ہے، کہ صرف سات ملکون پر۔
۱۶۴	۱۱	پھر	پر	//	//	//	
//	۱۷	عطاعت	اطاعت	۱۹۷	۷	کہا جاوے	کیا جاوے۔
۱۶۵	۱۱	سلہ	(دیکھو صحیح بخاری کتاب المغازی)	۲۰۲	۱۹	تھے	تھین
//	۱۵	حلیم	حکیم	//	۲۰	مولیثی لوٹ لئے	مولیشیان لوٹ لی
//	۲۵	مشرک	شرک	۲۰۴	//	باتو	باتون
۱۶۸	۷	آیتون	ایسی آیتون	۲۰۸	۴	ضعیف	ضعف
۱۷۴	۹	معنی	معنی مین	//	۸	ہونا	غلط ہونا
//	۱۵	گناہ ہے)	گناہ ہے جسکو مالک نکرنا چاہتہ ہو۔	//	۱۷	حکم	حاکم
//	۱۹	حضرت علیؓ اور	حضرت علیؓ کو	۲۰۹	۱۲	کوشے	کوئی شے
۱۸۰	۲	ہردو	رود	//	//	بابت	بات
//	۸	اُسپر	اُسپر جبر	۲۱۲	۶	مزاج مین	مزاج مین عجلت ہو اور
۱۸۱	۴	لانے کے	لانے کے لئے	۲۱۴	۱۰	محمدی	دین محمدی
//	۹	لیکر	کیونکر	۲۱۵	۴	دینا	دینار
//	۲۷	ہلاک ہوئے	ہلاک ہوئے اسلئے پہلے	۲۱۶	۱۵	بیکا	بیکار
۱۸۲	۲	اسطرح ہوئی	اسطرح نازل ہوئی	۲۱۷	۱۲	ابوعبیدہ کے	ابوعبیدہ نے
//	۲۰	بغرض	بفرض	۲۲۱	۲۲	صفحہ ۱۰	صفحہ ۲۷
۱۸۳	۱۱	اسلام	اسلام نے	۲۲۲	۳	نا	نام
//	۲۰	اسطرف	اس سے صرف	۲۲۳	۸	چھپنے	چھینے
۱۸۷	۲۶	لرنے	لڑنے	۲۲۹	۳	فطری	فطری سے
۱۸۹	۱۲	کا ثبوت	کو ثابت	//	۶	لکہتا ہے	لکھتا ہے
۱۹۱	۲۵	لوپل	اوپل	۲۴۲	۱۶	تومسلم	نومسلم





دیباچہ

اُس قادر، اور سچے، اور کامل، وحکیم خدا کو ہماری روح ہمارا سارا وجود بلکہ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ سجدہ کرتا ہے، جسکے کامل قدرت سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنے تمام قویٰ اور گُن کے ظہور پذیر ہوا۔ جسکے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے، اور جسکے علم اور (خاصیت) تصرف اور خلق سے باہر کوئی چیز نہیں۔ اور جسنے **قرآن مجید** جیسی پاک کتاب بھیجکر اور جناب خاتم الانبیا سید الاولین والآخرین کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرماکر وحشی انسانوں کو پھر نئے سرے سے انسانیت سکھلائی۔

جس زمانہ میں آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں مختلف قوموں کے باہمی فرائض کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ جب مختلف قومیں یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھے، تو نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ضعیف آدمی تہ تیغ بے دریغ کئے جاتے تھے اور بیگناہ لونڈی غلام بنائے جاتے اور قوم فاتح مفتوح کے معبودوں کو لوٹ لے جاتی تھی۔ تیرہ سو برس کے عرصہ میں رومیوں نے ایک ایسا سلسلہ قوانین اختراع کیا تھا، جو وسیع بھی تھا، اور مضامین عالیہ سے مملو بھی تھا؛ مگر اُس اخلاق اور اُس انسانیت ومروت کو، جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہئے، رومی خاک بھی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فقط اس غرض سے لڑائیاں کرتے تھے کہ گرد ونواح کی قوموں کو مغلوب ومقہور کریں۔ اُن کے نزدیک عہد وپیمان کا نقض کر دینا کچھ بڑی بات نہ تھی بلکہ مصالح وقت پر مبنی تھی **آریہ ورت** بھی اس اخلاق سے بے بہرہ تھے۔ دیکھو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۹	۴	وحشت	حشمت
"	۱۴	رہا	ہوا
۲۷۰	۱	سورگ کوک	سورگ لوک
"	۴	مین	مین سے
"	۱۹	کٹا	کٹسا
۲۷۱	۱۰	پیرمان	پرمان
۲۷۶	۲۰	غیریت برتنا	غیرپت مرتا
"	۲۱	تووالد کے	تووالدہ کے
۲۷۷	۱۸	دیونانہ	دیوتانانہ
۲۸۰	۳	ملک مین	غیر ملک مین
۲۸۳	۱۷	لو	تو
۲۸۴	۱	آریہ	آریون
۲۸۵	۲۰	دعائین زناکبوقت	دعاعین زناکیوقت
۲۸۶	۶	سلہ	{منوسمرتی ستر جیلالہ سوامی دیال صاحب}
"	۱۵	اس مین	آپس مین
۲۸۷	۱۴	اخلاقت	اختلاف
۲۹۱	۱۹	کتا	کتسا
"	۲۱	"	"
۲۹۳	۲و۳	وہ کسی چیز کا بگہین کرتی	×
۲۹۴	۱۷	دروبہیا	دروبہیا کے
۳۰۵	۱۵	کیاگیا	کہاگیا
۳۰۶	۳	(فاتح	(فاتح)
۳۰۹	۱۵	ٹھیپڑ	تحقیر
۳۱۰	۹	ایرین	(ایرین)
"	"	کیاکرورون	(کیاکرورون)
"	۲۰	سے اٹھوسونیوالو	سے اٹھوسونیوالو سحر ہوگئی
"	"	سحر ہوگئی	" "
۳۱۱	۱	قرآن کریم	(قرآن کریم)
"	۴	وید	(وید)
"	"	وید (علم)	{وید (علم)}
"	۵	علم	(علم)
۳۱۲	۴	للہی	للہ

تمام شد

مگر کبھی اُن سے جبراً نہیں قبول کرایا گیا۔ اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کیا اُسکو وہی حقوق بخشے گئے جو قوم فاتح کے تھے۔ اور اس دین نے مغلوب قوموں کو اُن شرائط سے بری کر دیا جو ابتدائے خلقت عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کئے تھے"[1] *

گو اسلام نے فطری قوی میں انتقامی طاقتوں کو مد نظر رکھکر، اور [2] وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ (سورہ بقرہ رکوع ۳۳) کے سچے فلسفہ کے مطابق اسلام کے مٹانے کی کوشش میں لڑنے والوں، ظالموں، بے رحموں، بیکسوں اور نیکی سے روکنے والوں کے ساتھ جنگ کرنیکا حکم بھی دیا ہے مگر جس لطافت کے ساتھ اخلاقی شریعت کی تکمیل کرتا ہے اُسپر غور کرنے سے دل خدا کی حمد و ثنا میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ثنا سے بھر جاتا ہے۔ دیکھو غور کرو ان آیات پر:-

[3] جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ۔ (سورہ شوریٰ پ ۲۵ ع ۴)
[4] وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (سورہ نحل۔ پارہ ۱۴ رکوع ۲۲) [5] وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (سورہ بقرہ پ ۲ ع ۶)

علی العموم منکرین اسلام سے جنگ جائز نہیں غور کرو آیات سابقہ اور نیز آیات ذیل پر:-
[6] لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (سورہ ممتحنہ پ ۲۸ ع ۶)

---

[1] اسبات کو بڑی وضاحت کے ساتھ آگے چلکر حقوق ذمیین میں دکھلایا گیا ہے۔

* "تاریخ آئین سلطنت انگلستان" جلد اول باب (۲) اور تنقید الکلام صفحہ ۱۰۷۔

[2] اور اگر دفع نہ کرا دے اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو خراب ہو جاوے ملک ۱۲ [3] اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے تو اُسکا ثواب ہے اللہ کے ذمہ ۱۲ [4] اور اگر بدلا لو تو تم بھی بدلا لو ویسا ہی جیسی چیز کے کہ ایذا دئیے گئے ہو تم ساتھ اُسکے۔ اور البتہ اگر صبر کرو تم تو البتہ وہ بہتر ہے واسطے صبر کرنیوالوں کے ۱۲
[5] اور لڑو خدا کی راہ میں اُنسے جو لڑتے ہیں تم سے اور ہرگز زیادتی مت کرو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا زیادتی کرنیوالونکو ۱۲ [6] نہیں منع کرتا تم کو اللہ ان لوگوں سے کہ نہیں لڑے تم سے بیچ دین کے اور نہیں نکالا تم کو

"جب یہ معلوم ہو جاوے کہ فوراً لڑائی کرنے سے"
"کسی قدر تکلیف پہونچے گی اور بعد میں کرنے سے اپنی"
"بہتری اور فتح ضرور ہوگی تب دشمن سے میل کرکے وقت"
"مناسب تک صبر کرے (جب دشمن کمزور ہو جاوے تو"
"حملہ کر دے۔)" (منو ۷ - ۱۶۹) ستیارتھ پرکاش

صفحہ ۲۰۶

اور غلام بنانے میں بھی آریہ ورتی، بلکہ خاص ویدوں کے رشی، دوسروں سے کم نہیں۔
پنڈت مہا پرشاد شاستری، ایم۔ اے، سینیئر پروفیسر آف سنسکرت، پریسیڈنسی کالج کلکتہ، اپنی تاریخ کے صفحہ ۳ میں رگوید کے رشیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "رگوید کے رشی ہمیشہ ایک سیاہ رنگ کی قوم سے (جو اس ملک کے اصلی رہنے والے آدی نبواسی تھے) لڑنے میں مشغول رہتے تھے! اور انکی دعائیں انپر فتح پانیکی ابتک رگوید میں بھری پڑی ہیں"۔ "یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہاں کے وہ اصلی باشندے جنھوں نے اطاعت قبول نہ کی تو ہی اب" "جنگلی قومیں ہیں، جو جنگلوں اور پہاڑوں میں گذر کرتے ہیں! اور جنھوں نے اطاعت قبول کی" "وہی اب ہندو سوسائٹی میں ادنیٰ ترین ذات کے لوگ یعنی شودر اور انتیاجا ہیں"۔
پھر صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ "مفتوح سیاہ رنگ کے باشندے شودر (چاکر) بنائے گئے۔ شودروں کا کام یہ ہے کہ دوسری ذاتوں کی خدمتگذاری کریں، اور خاصکر برہمنوں کی غلامی"!
آہ! کیسا ظلم ہے کہ قوم کی قوم غلام بنائی گئی، زمینیں چھین لی گئیں، کچھ لوگ بھاگ کر جنگلوں میں جا چھپے اور جو بیچارے بھاگ نہ سکے وہ غلام بنا کر ذلیل و خوار کئے گئے۔
دین مسیحی کے جاری ہونے سے بھی اُن خیالات میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا عیسائیوں کے زمانہ میں بھی لڑائی میں وہی بیرحمیاں، وہی قتل و لوٹ مار ہوتی تھی جو رومیوں کے عہد میں ہوتی تھی، اور فاتحین مفتوحین کو بلا تکلف لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے! اور عہد و پیمان کرکے پھر توڑ ڈالنا بے ایمان سرداران فوج کی رائے پر موقوف تھا۔
برخلاف رومیوں، آریوں اور مسیحیوں وغیرہ کے یہ بات اسلام کی طینت میں داخل نہیں کہ اور اہل مذاہب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اُس زمانہ جاہلیت میں جبکہ نصف دنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی، آنحضرتؐ نے وہ اصول تمام بنی آدم کی مساوات کے تعلیم فرمائے جنکی قدر اور مذہبوں میں بہت کم کیجاتی تھی۔
چنانچہ لائق مورخ مالم صاحب لکھتا ہے کہ "دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورہ ممتحنہ پ ۲۸) [۱]

یہ کسی بے قابو مجذوب کا قول نہیں، نہ کسی فلسفی کا خیال خام ہے، نہ کسی گمنام ملہم کا برہان؛ بلکہ یہ اُس شخص کا فرمودہ ہے جو ایسی سلطنت کا بادشاہ تھا کہ جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا اور رعب اتنی قدرت رکھتی تھی کہ جیسے اصول کو چاہتی نافذ کر سکتی۔

اور فرقوں اور اشخاص نے دین میں بھی اور سیاست مدن میں بھی مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے، مگر اُسکے عملدرآمد کی تاکید صرف اُسوقت تک کی ہے جبتک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہیں۔ لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اُسکو احکام شریعت میں داخل کر دیا ہے۔ **رسول اللہ** نے **بنی حارث** اور **بنی نجران** کے بڑے **اسقف** اور **اساقفہ** کو اور اُن کے مریدوں اور راہبوں کو بایں مضمون نامہ لکھا۔ [۲]

"کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمھارے **کنایس** اور خانقاہوں میں ہے، اُسی حیثیت سے وہ تمھارے پاس باقی رہے گی، اور تم اُسے اُسی طرح کام میں لاؤ جسطرح اب لاتے ہو۔ **خداوند عالم** اور اُس کا رسول عہد کرتا ہے کہ **اسقف اعظم** اپنی عملداری سے، اور کوئی **راہب** اپنی خانقاہ سے، اور کوئی **اسقف** اپنے عہدے سے برخاست نکیا جاویگا۔ اور ان کی حکومت اور حقوق میں کچھ تغیر و تبدل نکیا جاوے گا اور نہ ایات میں کچھ تغیر کیا جاوے گا جو اُن میں مرسوم و مروج ہو۔ اور جبتک وہ صلح اور تدین کو اپنا شعار رکھیں اُنپر کسی قسم کا جور نہ کیا جاوے گا، نہ وہ کسی پر جور و ظلم کرنے پاوینگے"

غرض جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے مذہب اور ملت کس چیز کا نام تھا اور کن طریقوں کو اعمال صالحہ سمجھ رکھا تھا تو اُسوقت اسلام کی بے انتہا برکتوں کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ بعضوں نے تو انسان کو ہی خدا بنا رکھا ہے، اور بعض پتھر کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔ بعض سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے، اور بعض منہ سے خدا کے وجود کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اُسکو روحوں اور مادوں کا پیدا کرنے والا اور ہر فیض کا مبدأ اور منبع نہیں سمجھتے، بلکہ ہر ایک جوہر کو اپنے قوی کا آپ حافظ اور ہر ایک روح کو اپنی طاقتوں کا آپ ہی نگہبان خیال کرتے ہیں حتی کہ ہر ایک کیڑے مکوڑے کی جان کو ایسی قدیم اور ازلی اور واجب بالذات سمجھتے ہیں کہ جس کی کسی قوت کو خدا کے ہاتھ کی حاجت نہیں اور اس کامل نور الانوار کے سہارے سے غافل ہیں

[۱] یہ کہ نیکی کرو اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالونکو"

[۲] سید جلد ۲ صفحہ ۲۹۹-۳

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ (۱) سورۂ زخرف سیپارہ - ۲۵ -
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۲) سورۂ مائدہ - سیپارہ - ۶ -
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (۳) سورۂ نور - سیپارہ - ۱۸ -

غلامی کی نسبت فرمایا

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (۴) - سورۂ محمد پ ۲۶ - ۶ - ۱ -

اسلام میں مخالف قیدی جب جنگ سے آتے تھے اور اُسوقت اُنکا واپس کرنا مصلحت نہوتا تو پرورش اور تربیت کے واسطے مجاہدین کے سپرد ہوتے اور حکم ہوتا کہ جو کھاتا تم کھاؤ اُنکو دو اور جو تم پہنو اُنکو پہناؤ، طاقت سے زیادہ کام مت بتاؤ۔ ہاں! پہاڑوں میں بند نہیں کئے جاتے تھے جیسا کہ وید کا حکم ہے کہ:-

"دھارمک پرشوں کو چاہیے کہ تیجسوی سبھا دھکش راجہ کے ساتھ ملکے بیگ سے ان کی پدارتھوں کو ہرنے کھوٹے سبھاؤ یکت اور اپنے ویچے کی اچھیا کرنیوالے ڈاکوؤں کو بلا اُن کو پربت آدی ایکانت استھانوں میں بنے ہوئے گھروں میں گھسا کر اور باندھ کے انکو قید میں رکھیں۔"

(دیانند کی بھاشی - صفحہ ۷۰۳ - سوکت ۴۲)

قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والونکو بخشی گئی تھی جو سلطنت اسلام کے مطیع اور محکوم تھے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (سورہ بقرہ - سیپارہ - ۳ -) دین میں کوئی اجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اور اہل مذاہب کو آزادی بخشنے اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) گھروں تمھارے سے یہ کہ احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والونکو۔ سوائے اسکے نہیں کہ منع کرتا ہے تمکو اللہ اُن لوگوں سے کہ لڑیں تمسے بیچ دین کے اور نکالا تمکو گھروں تمھارے سے اور مددگاری کی اوپر نکالنے تمھارے کے یہ کہ دوستی کرو تم اُن سے اور جو کوئی دوستی کرے اُن سے تم میں سے پس یہی لوگ ہیں ظالم ۱۲

(۱) پھر عفو کر اُن سے اور کہہ سلام ۱۲

(۲) پس اُن سے عفو کر اور درگذر۔ بیشک احسان کرنیوالے خدا کو پیارے ہیں ۱۲

(۳) اور ضرور عفو کرو اور درگذرو۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمھاری مغفرت کرے؟ ۱۲

(۴) پس یا احسان کیجیو پیچھے اس کے اور یا بدلہ لیجیو یہانتک کہ رکھدے لڑائی بوجھ اپنا ۱۲

امابعد واضح ہو کہ ہمنے **پنڈت لیکھرام**، آریہ مسافر (جو اپنی بدزبانی اور بدلگامی میں شہرہ آفاق تھے) کا ایک رسالہ موسومہ **رسالہ جہاد** دیکھا، اور بڑے غور سے دیکھا۔ پنڈت صاحب نے اس رسالہ میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مذہب اسلام میں غیر مذہب والونکو بجبر و اکراہ اسلام میں لانا جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پنڈت جی ایک آیت بھی ایسی پیش نہ کرسکے، اور نہ کوئی حدیث ہی دکھلائی کہ جس میں غیر مذہب والونکو بجبر اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان بنانے کا حکم ہو۔ مگر چونکہ پنڈت جی نے اس رسالہ کو لکھکر عام پبلک کو بہت کچھ دھوکا دیا ہے اسلیئے میرے دل میں اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھنے کی تحریک ہوئی، اور ارادہ ہوا کہ اس مسئلہ پر ہر پہلو بحث کروں اور اسی ضمن میں پنڈت جی کے مغالطوں، غلطیوں وغیرہ کے بھی جواب دیدوں۔

پنڈت جی مہاراج نے چند آیتیں اور ایک حدیث جنگ وغیرہ کے متعلق لکھی ہیں، جنمیں سے ایک آیت بھی اسبات کو ثابت نہیں کرتی کہ غیر مذہب والونکو زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے اسلام میں لانیکا حکم ہے، جو ناظرین کو اُسوقت معلوم ہو جاوے گا جب میں انکی ہر ایک پیش کردہ آیت پر بحث کروں گا۔ اور ناظرین پر یہ بھی ثابت ہو جاوے گا کہ وہ کل آیتیں دفاعی اور امن و امان قائم کرنے والی جنگوں کے متعلق ہیں۔

پھر پنڈت جی نے چار آیتیں ایسی نقل کی ہیں جنمیں مسلمانوں پر خدا کے فضل کا وعدہ اور اُسکے احسانوں کا تذکرہ ہے۔ اور ایک آیت اور نقل کی ہے جس میں منافقوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مگر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان آیتوں کے نقل کرنے سے پنڈت جی نے کیا نفع سوچا تھا۔ پھر تین آیتیں نکاح کے احکام کے متعلق لکھی ہیں اور بیگانی منکوحہ عورتوں سے زنا کو ثابت کرنا چاہا ہے مگر سچ ہے کہ قرآن کریم ایسے اعتراضوں کا محل ہرگز نہیں ہوسکتا، چنانچہ جب پنڈت جی ثابت نکر سکے تو جھنجھلا کر اسی بحث میں مسلمانوں پر رحمت خدا کے متعلق ایک آیت اور ایک آیت دفاعی جنگ کے متعلق لکھ ماری ہے۔

پھر پنڈت جی نے لڑائی میں فتح کی ہوئی چیزوں کی تقسیم کے متعلق دو آیتیں اور ایک وعدہ استخلاف اور ایک نیکی کی طرف رغبت دلانے والی آیت نقل کردی ہے۔ واللہ پنڈت جی ایکدم گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، نہ معلوم اسکی کیا وجہ ہے؟

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا پنڈت جی کو معلوم نہ تھا کہ وید میں جنگ کی کسقدر تاکید ہے، اور وید کے مخالفوں کے استیصال اور اُن کے خطرناک سزاؤں کا کیسا سخت حکم ہے؟ کیا پنڈت جی کو علم تک نہیں کہ وید جنگ میں لوٹی ہوئی عورتونکو اپنے تصرف میں لانے کا پرمان دیتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ انکو علم تو ضرور تھا، مگر تعصب اور ہٹ دھرمی کا بُرا ہو کہ وہ انسان کو اندھا

جس کے وجود کے سوا کوئی ہستی حقیقی نہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ وہی تو ہے جو ہر ایک فیض کا مبدأ اور ہر ایک زندگی کا سرچشمہ اور ہر ایک قوت کا ستون اور ہر ایک وجود کا سہارا ہے۔

نظم

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں ــ کیوں مبتلا ہو یارو خیالِ خراب میں
اے قومِ آریہ ترے دلکو یہ کیا ہوا ــ تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں
کیا وہ خدا جو ہے تری جاں کا خدا نہیں ــ ایماں کی بُو نہیں ترے ایسے جواب میں
گر عاشقوں کی روح نہیں اُسکے ہاتھ سے ــ پھر غیر کے لئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں؟
گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا ــ پھر کس نے لکھدیا ہے وہ دلکی کتاب میں؟
جس سوز میں ہیں اُسکے لئے عاشقوں کے دل ــ اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں
جامِ وصال دیتا ہے اُسکو جو مر چکا ــ کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں
ملتا ہے وہ اُسی کو جو ہو خاک میں ملا ــ ظاہر کی قیل وقال بھلا کس حساب میں
ہوتا ہے وہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہو گیا ــ ہے اُسکی گود میں جو گرا اُس جناب میں
پھولوں کو جا کے دیکھو اُسی سے وہ آب ہے ــ چمکے اُسی کا نور مہ و آفتاب میں
خوبوں کے حسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے ــ کیا چیز حسن ہے؟ وہی چمکا حجاب میں
اُسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تارِ زلف کا ــ ہجراں سے اُسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں
ہر چشمِ مست دیکھو اُسی کو دکھاتی ہے ــ ہر دل اُسی کے عشق سے ہے التہاب میں
جن مورکھوں کو کاموں پہ اُسکے یقیں نہیں ــ پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
قدرت سے اُس قدیر کی انکار کرتے ہیں ــ بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں

بس انھیں معنوں کے رو سے تو اُسکو خدا ماننا پڑا ہے۔ سو اُسی کا یہ فضل واحسان ہے کہ دنیا کو تاریکی و غفلت اور جہالت میں پاکر ایک نور بھیجا، اور وہ نور تھا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، دنیا میں آیا، اور خدا کا مقدس کلام، قرآن شریف، آپ پر نازل ہوا۔ اور ہمکو علمی اور عملی اور عقلی پاکیزگی کی راہیں دکھلائیں۔ پس اُس عالیشان نبی اور اُسکے آل و اصحاب پر ہماری طرف سے بیشمار درود اور سلام ہو جس نے کروڑہا لوگوں کو تاریکی سے نکالا، اور پلید عقیدوں اور قابلِ شرم عملوں اور کفری رسوم مثلاً نیوگ[ف] وغیرہ سے رہائی بخشی۔ اللھم صل علیہ وآلہ وبارک وسلم۔ آمین!

[ف] آجکل یہ بات کو بڑی خوشی سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایسے نپٹے ہیں کہ ہندوستان میں آکر ہمارے باپ دادوں سے ستی کا رواج چھڑایا ہم بیشک یہ عمدہ تھا تو تھا نیوگ جیسی بُری رسم کا نام ونشان تک نہ مٹا دیا، جسکے پھر جاری کرنے میں ہمیں کیسی کیسی دقتیں پیش آتی ہیں

پھیلانی اور ملکی امن و امان میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں، اسکی بیخکنی کی جائے۔ علاوہ اسکے کہ بعض جاہل کندہ ناتراش ایسی کتابوں سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ حقیقت میں ایسی باتیں بڑے ثواب کی ہیں، عموماً مسلمانوں کے دل دکھنے کا بھی یقین ہے، اور اسطرح بھی ملک میں بے امنی پھیلنے کا احتمال۔ غرض کہ دونوں حالتوں میں بے امنی کا خوف ہے؛ ایک حالت میں تو جاہل مسلمانوں کا خیالی ثواب حاصل کرنے کے لیے خونخوار ہو جانا، اور دوسری حالت میں عام مسلمانوں کے دل دکھنے کی وجہ سے بے امنی کا پھیلنا۔

اس لیے مینے اور بھی ضروری سمجھا کہ اس رسالہ کا جواب لکھا جاے تاکہ جاہل مسلمان اس غلطی میں نہ پڑ جائیں کہ حقیقت میں یہ باتیں ثواب کی ہیں، اور عام مسلمانوں کو بھی جب معلوم ہو جائے کہ اس رسالہ کا جواب لکھا گیا تو ان کے جوش ٹھنڈے پڑ جائیں، اور ایسی کتابوں سے جو دل دکھا ہوا اسکو بھول جائیں۔

اب میں خدائے کریم و رحیم کے بھروسہ پر اس کتاب کو شروع کرتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے یہ ثابت کر دکھاؤں گا کہ مذہب اسلام میں ہرگز یہ جائز نہیں کہ غیر مذہب والوں کو زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے اسلام منوایا جاے۔ مگر قبل اسکے کہ پنڈت جی کی باتوں کو لیکر بحث کروں میں اس امر پر ہر پہلو سے ایک مبسوط بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اے خدا تو میری مدد کر کہ تیرے سوا کوئی مددگار نہیں، اور اس کتاب کو اپنی مخلوق کے لیے فائدہ مند بنا کہ تیرے سوا کوئی رحیم نہیں۔ تیری نصرتیں میرے شامل حال ہوں رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ آمین ! ۵

باب اول

تحقیق جبر و اکراہ

سب سے بڑا اعتراض عیسائیوں اور آریوں کا یہ ہے کہ اکراہ و جبر کے ذریعہ سے غیر مذہب والوں کو محمدی بنانا اسلام کا خاصہ اور جزو اعظم ہے۔

الجواب - مخالف صاحبان ! یہ آپ کا محض افترا ہے اسلام کے معنی ہی صلح کیساتھ زندگی بسر کرنی اور چین سے رہنا ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ سِلم سے مشتق ہے جسکے معنی صلح و آشتی

کر دیتی ہیں۔ اگر ان کے سماجی دوستوں کو ان باتوں کا علم نہ ہو تو وہ اسی کتاب میں آگے چلکر ملاحظہ فرمائیں۔

اُس کے بعد پنڈت جی نے کچھ اور باتیں لکھکر چند معمولی تاریخ کے حوالے لکھے ہیں اسموقعہ پر ہم کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں دیکھتے کیونکہ آگے چلکر انشاء اللہ تعالےٰ پنڈت جی کی ہر پیشکردہ آیت پر بحث کرنیکے علاوہ اُنکی اور یا تو نکی بھی قلعی کھولیں گے اسوقت ہم صرف سماجی دوستوں سے یہ پوچھ لینا چاہتے ہیں کہ کیا اسلام اُن شاہانِ اسلام (جنکو اہل اسلام اپنا پیشوا نہیں سمجھتے) کی اُس چال وچلن کا بھی ذمہ دار ہے جو انھوں نے ملک گیری اور فتوحات میں دکھلائی؟ اگر نہیں، تو پنڈت جی نے تاریخ کے اتنے حوالے کیوں پیش کئے ہیں؟ اور اگر ہے تو پیارے سماجیو! بُرا نہ ماننا تو بت پرستی، پتھر پرستی، پہاڑ پرستی، درخت پرستی، نباتات پرستی، دریا پرستی، نقرہ وطلا پرستی، جنگل پرستی، مکان پرستی، دیوی پرستی، فرج پرستی، آلت پرستی، اُپلی پرستی، اسپ پرستی، فیل پرستی، دوات پرستی، ہتھیار پرستی، گائے پرستی، وغیرہ وغیرہ پرستیاں رسم ستی اور انکار نیوگ وغیرہ کا بھی الزام ویدہی پر آئے گا! کیونکہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ باتیں آریہ ورت میں نامعلوم زمانہ سے جاری ہیں۔

سماجی دوستو! بادشاہان اسلام میں سے بعض کے حد سے گذر جانے کا اسلام ذمہ دار نہیں ہو سکتا، اور اُن لوگوں کی رفتار اور کردار سے اصول اسلام پر حرف نہیں آسکتا کیونکہ انگلستان اور فرانس بلکہ یورپ کے اکثر وحشی مزاج، سنگدل بادشاہوں کی بداطواری خاکسار عیسویت کو قابل ملامت ٹھیرا نہیں سکتی۔ اور مندرجہ بالا پرستیاں اور رسم ستی وغیرہ اب جب تم کہتے ہو کہ یہ باتیں وید میں نہیں تو تمہارے وید کو ملزم نہیں کر سکتیں۔

بے شک اسلام اور اہل اسلام بانی اسلام اور اُسکے جانشینان برحق، یعنی خلفائے راشدین، کے غزوات اور جہادات کے ذمہ وار ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ اسی کتاب میں ثابت کردیا جائے گا کہ وہ سب دفاعی تھے یعنی خود حفاظتی پر اُن سب کی بنا تھی، اور امن وامان قائم کرنے والے تھے۔

واضح ہو کہ اس کتاب کی لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ پادریوں کے ساتھ ملکر جو ہمارے آریہ بھائی عوام مسلمانوں میں یہ بات پھیلانے کی کوشش کرتے ہوے کہ اسلام میں غیر مذہب والوں کو بلا وجہ قتل کرنا وغیرہ وغیرہ بڑے ثواب کی بات ہے، ملک میں بے امنی

پر اور کچھ ہے بجز صاف صاف حکم پہونچا دینے کے ؟"

(۵) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورۃ النحل آیت ۸۲) یعنی " پھر اگر وہ نہ مانیں تو صرف تیرا کام صاف صاف حکم پہونچا دینا ہے۔"

(۶) اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (سورۃ النحل آیت ۱۲۶) یعنی " لوگوں کو دانائی اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستہ پر بلا اور ان سے مجادلہ کر مگر ایسے طریقہ سے کہ وہ اچھا ہو۔"

(۷) وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (سورہ عنکبوت آیت ۴۵) یعنی " اور اہل کتاب سے، سوا ان لوگوں کے جنھوں نے ان میں سے زیادتی کی ہے، جھگڑا مت کرو مگر ایسے طریقہ سے جو اچھا ہو[۱] اور کہو کہ ہم اُسپر جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے اور جو تمھارے پاس بھیجا گیا ہے ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا خدا اور تمھارا خدا ایک ہے؛ اور ہم اُسیکو مانتے ہیں۔"

(۸) فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ (سورۃ شوریٰ آیت ۴۷) یعنی " پھر اگر وہ نہ مانیں تو ہمنے تجکو اُنپر گماشتہ بنا کر نہیں بھیجا۔ تیرے ذمہ سوائے حکم کے پہونچا دینے کے کچھ نہیں ہے۔"

(۹) وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (سورہ شوریٰ ۔ آیت ۱۴) یعنی " اور کہدے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو خدا نے اتاری ہے ۔ اور مجکو حکم ہوا ہے کہ میں تم میں ٹھیک بات کہوں کہ اللہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی ۔ ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمھارے لیے تمھارے عمل ۔ ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں ۔ اللہ ہمکو اور تمکو اکٹھا کرے گا؛ اور اُسی کے پاس جانا ہے۔"

(۱۰) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (سورہ یونس ۔ آیت ۹۹) یعنی " اگر تیرا پروردگار چاہتا تو ملک کے لوگ سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے، پھر اب تو لوگوں پر جبر کر سکتا ہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

(۱۱) قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ (سورہ

[۱] یعنی شیریں کلامی سے اُنکو جواب دو مگر منہ پھٹ مخالفوں کو دنداں شکن جواب دینا کچھ مضائقہ نہیں ۱۲

کے ہیں۔ دوسرے اسلام میں شرط ہے کہ آدمی صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور معبودیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسولوں کی رسالت اور قیامت وغیرہ وغیرہ ضروریات دین پر یقین لاوے، تب مسلمان کہلائے۔ اور ظاہر ہے کہ جبر و اکراہ سے دلی یقین کبھی ممکن نہیں ہے۔ پس جبر سے مسلمان بنانا ممکن ہی نہیں۔

قرآن کریم کی آیات ذیل پر بھی غور کرو، صاف ظاہر کرتی ہیں کہ جبر و اکراہ سے مسلمان بنانا جائز نہیں۔ پہلی آیت سورہ بقرہ میں موجود ہے۔ اور یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں یہ بھی عذر آپ نہیں کرسکتے کہ یہ آیت مکہ میں اُتری، جبکہ اہل اسلام کمزور تھے اور جہاد کی آیتیں اُترنے کا محمد صاحب نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور یہ وہ سورۃ ہے جسمیں قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ[٭] (سورہ بقرہ۔ سیپارہ ۲۔ رکوع ۲۴) کا حکم ہو چکا تھا۔ وہ آیت جس کا ذکر مجھے مطلوب ہے اور جسمیں واضح ہے کہ جبر و اکراہ اسلام میں جائز نہیں ہے یہ ہے۔

(۱) لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (سورہ بقرہ مدنی۔ پ ۳۔ ۲۴۶) یعنی "دین کی بابت کسی قسم کی زبردستی کی حاجت نہیں، کیونکہ حق و باطل کا فرق بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔"

سماجیو! کیسے صاف طور سے خدا نے قرآن میں جبر و اکراہ کی نفی کی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرآن کی بہت سی ایسی آیتیں سنا دوں جو **مکہ** اور **مدینہ** میں اُتری ہیں اور اُن میں جبر و اکراہ سے دین میں لانے کا ابطال موجود ہے۔

(۲) وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا (سورہ مزمل آیت ۱۰) یعنی "جو کچھ وہ کہتے ہیں (یعنی تجکو جھوٹا بتلاتے ہیں) اُسپر صبر کر اور نیکدلی کے ساتھ اُنسے الگ تھلگ ہو جا۔"

(۳) قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ..... اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ (سورۃ الجن۔ آیت ۲۳) یعنی "کہدے کہ میرے اختیار میں تمکو نقصان پہونچانا ہے نہ فائدہ میں تو خدا کی طرف سے خبر لاتا ہوں اور اُس کا پیغام پہونچا دیتا ہوں۔"

(۴) فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (سورۃ النحل آیت ۳۷) یعنی "پھر کیا پیغمبر

[٭] لڑو اللہ کی راہ میں (یعنی اُسکے حکم سے) اُن لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ پیار نہیں کرتا زیادتی کرنے والوں کو۔ ۱۲

(۱۹) لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ (سورۂ حج آیت ۶۶ - رکوع ۹) یعنی "ہمنے ہر ایک امت کے لیئے ایک راہ بندگی کی ٹھیرادی ہے کہ وہ اُسی طرح بندگی کرتے ہیں، ان لوگونکو چاہیے کہ اس (اسلام) میں تمسے کسیطرحکا جھگڑا نہ کریں - اور تم اُن کو اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ - بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔"

(۲۰) وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (سورۂ حج آیت ۶۷ رکوع ۹) یعنی "اور اگر وہ تجھسے جھگڑا کریں، تو کہدے کہ جو تم کرتے ہو اُسکو اللہ جانتا ہے"

(۲۱) وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ (سورۂ توبہ - آیت ۶) یعنی "اگر کوئی مشرکین میں سے تجھسے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے، تاکہ وہ خدا کا کلام سن لے - پھر اُسکو اُسکے امن کی جگہ پہونچا دے - یہ اس لیئے کہ وہ جانتے نہیں"

(۲۲) إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ (سورۃ الفتح آیت ۸) یعنی "ہمنے تجکو بھیجا ہے خدا کو برحق بتانے والا" اور لوگوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔"

(۲۳) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورہ تغابن - آیت ۱۲) یعنی "اور خدا کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر نہ مانو تو ہمارے رسول کا کام صرف صاف حکم پہونچا دینا ہے"

(۲۴) قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورہ نور آیت ۵۳) یعنی "کہدے کہ خدا کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر نہ مانوگے تو جوابدہی ہے اُسپر اُسکی جو اُسپر ڈالا گیا ہے، اور جوابدہی ہے تمپر اُسکی جو تمھارے ذمہ ہے اور اگر تم اُس کا حکم مانوگے، تو ہدایت پاؤگے اور رسول کے ذمہ سوا صاف صاف حکم پہونچا دینے کے کچھہ نہیں ہے"

(۲۵) فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (سورہ نساء رکوع ۹) یعنی "اُن کے پیچھے نہ پڑو، اور نصیحت کے طور پر سمجھا دو اور اُن سے ایسی باتیں کردو کہ اچھی طرح اُن کے ذہن نشین ہو جائیں۔"

اکثر مخالفین یہ حجت پکڑتے ہیں کہ اس قسم کی نصیحتیں محمد صاحب کی اُسی وقت تک تھیں جبتک آپ مکہ میں تھے، مگر جب مدینہ میں چلے آئے، اور مہاجرین اور انصار کے ایک جگہ ملجانے سے آنحضرت کو بہت بڑی قوت ہوگئی اُسوقت اُن نصیحتوں کو بدلدیا اور

الزمر - رکوع ۲) یعنی "لوگوں سے کہو کہ میں تو خدا ہی کی فرمانبرداری مدنظر رکھکر اسی کی عبادت کرتا ہوں، سو تم اسکے سوا جسکو چاہو پوجو (ہمکو اس سے کچھہ غرض نہیں")

(۱۲) وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ (سورہ ق) یعنی "تو اُنپر کسی طرح بھی جبر کرنے والا نہیں، (یعنی تجھکو جبر کرنے کا اختیار نہیں ہے) پس جو شخص ہمارے عذاب کے وعدہ سے ڈرے اسکو قرآن کے ساتھ نصیحت کر"

(۱۳) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (سورہ غاشیہ) یعنی "پس نصیحت کر کیونکہ تو صرف ایک نصیحت کرنیوالا ہے۔ کچھہ اُنپر داروغہ نہیں، (جو انکو ایمان لانے پر مجبور کرے)

(۱۴) قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ - (سورۃ الجاثیہ - آیت ۱۳-) یعنی "جو لوگ ایمان لاچکے ہیں، اُن سے کہدے کہ اُن لوگوں سے درگذر کرو جو خدا کے عذاب کی اُمید نہیں رکھتے، تاکہ جو کچھہ وہ کماتے تھے خدا اُن کو اُسکی سزا دے"

(۱۵) قُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (سورہ آل عمران آیت ۱۵) یعنی "وہ جن کے پاس کتاب ہے، اور جو ان پڑھ ہیں، یعنی عرب کے کفار، اُن سے پوچھ کیا تم نے میری بات مانی؟ پھر اگر اُنھوں نے مانی تو بیشک ہدایت پر ہیں، اور اگر اُنھوں نے نمانی تو تیرا کام حکم پہونچا ہی دینا ہے، اور اللہ اپنے بندوں کو خوب پہچانتا ہے"

(۱۶) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۰) یعنی "اور چاہیئے کہ تم میں کچھہ لوگ ہوں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلادیں، اور اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دیں، اور بری باتوں کے کرنے سے منع کریں، اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے"

(۱۷) وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (سورہ نساء - سیپارہ - ۵ - رکوع ۱۱-) یعنی "جو شخص رسول کی اطاعت کرے، یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جو پیٹھ پھیرے، (اسکی خوشی) ہمنے تجھکو اُنپر نگہداشت بنا کر نہیں بھیجا"

(۱۸) وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورۃ المائدہ آیت ۱۶) یعنی "اور تو ہمیشہ چند لوگوں کے سوا اُن سب کی خیانت کی خبر پاتا ہے تو انکو معاف کر اور اُن سے درگذر تحقیق اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ہان ایک قسم کا ٹیکس ایسی رعایا سے لیا جاتا تہا جسکو عربی زبان مین جزیہ لکھتے ہین، جو لغت فارسی گزیہ کا، معرب ہے جسکو نوشیروان عادل نے اپنی رعایا پر مقرر کیا تھا[1] - اور ٹیکس بہی نہایت خفیف درجہ کا ہوتا تھا جسکا لگانا اونہین لوگون کے امن اور چین کے لئے ضروری تھا - مسلمانون کی جانین اور مال جس امن کے قایم رکہنے کیلیئے خرچ ہونے تھے اوسی امن کے واسطے اسلام کے سوا دوسرے مذہب والون سے چند پیسے لئے جاتے تھے -

یادداشت جزیہ قتل کا بچاؤ نہین تہا کیونکہ قتل کا بچاؤ امن، صلح، معاہدہ خالی عن الجزیہ سے ہو سکتا تہا - جزیہ تو ماتحت رعایا سے لیا جاتا تہا، جنکی حفاظت کے ذمہ دار مسلمان ہون - مسلمانون سے سخت

---

[1] دیکہو قاموس " الجزیۃ خراج الارض وما یوخذ من الذمی - لین صاحب نے اپنی کتاب مدالقاموس، جو نہایت جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے، اس لفظ کو گزیہ کا معرب لکہا ہے - برہان قاطع مین ہے " گزیت بفتح اول وکسر ثانی زرے باشد کہ حکام ہر سالہ از رعایا گیرند، وآن را خراج ہم گویند، وزرے را نیز گویند کہ از کفار ذمی ستانند، چنانچہ نظامی گفتہ است -

سہ گہش خاقان خراج چین فرستد * گہش قیصر گزیت دین فرستد - وآن چہ شہرت دارد بکسر اول وفتح ثالث است معرب آن جزیہ باشد، فرہنگ جہانگیری مین، حکیم سوزنی نے بہی جزیہ کو گزیہ ہی کا معرب لکہا ہے -

علامہ ابن الاثیر جزری نے بہی تاریخ الکامل کے پہلے حصہ مین ایک مضمون اس عنوان سے لکہا ہے - " ذکر ما فعلہ کسرٰی فی امر الخراج والجند " جسکا خلاصہ یہ ہے کہ نوشیروان نے زمین کی پیمایش کرائی اور مختلف شرحون کی جمع مقرر کی، اور تمام لوگون پر بہ استثنا اہل فوج ورؤسا وارکان دولت جزیہ[*] مقرر کیا جس کی تعداد بارہ درہم، آٹھہ درہم، چہہ درہم، چار درہم تک تہی - خراج کے ذکر کے بعد مورخ مذکور لکہتا ہے کہ " وہی الوضایع التی اقتدی بہا عمر بن الخطاب " یعنی حضرت عمر رض نے انہین قاعدون کی تقلید کی " اور جزیہ کے ذکر کے بعد لکہا ہے کہ حضرت عمر رض نے بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے کو جزیہ سے معاف کیا - ۱۲

---

[*] علامہ ابن الاثیر نے اس موقع پر جزیۃ کا ہی لفظ استعمال کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ کوئی ایسی اصطلاح نہین جو مسلمانون اور ذمیون کے ساتہ مخصوص ہو - نوشیروان اور اوسکی ایرانی رعایا کا ایک مذہب تہا، تاہم ٹیکس اونپر لگایا گیا مسلمان اوسکو جزیہ ہی کہتے ہین -

جس زمانے مین نوشیروان نے جزیہ کے قواعد مقرر کئے تہے اوس زمانہ مین نوشیروان کے عمال یمن اور مضافات یمن پر منصوب تھے - اس طرح گزیت کا لفظ قانونی طور پر عرب مین پہیلا، اور معرب ہو کر جزیہ ہو گیا - اور قبل اسلام کے یہ لفظ عرب مین گہر گہر پہیل گیا کچہ یہ اسلام سے اس لفظ کو خاص سروکار نہین، جیسا کہ بعض مخالفین کا قول ہے - ۱۲

اور قتل کرنے کا اور تلوار کے زور سے اسلام قبول کرانے کا حکم دیا - مگر یہ حجت ہرگز صحیح نہیں -
اول تو اسلئے کہ انھیں سورتوں میں سے جنکی آیتوں کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے[1] سورۂ بقرہ ،
سورۂ نساء ، سورۂ آل عمران ، سورۂ مائدہ ، سورۂ توبہ ، سورۂ نور ، سورۂ حج ، سورۂ
فتح ، اور سورۂ تغابن ، ہجرۃ کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی ہیں جبکہ آنحضرت کو بخوبی قوت
ہوگئی تھی اور انھیں سورتوں میں حکم ہے کہ " رسول کا کام صرف حکموں کا پہونچا دینا
ہے اور دین میں کسی قسم کی زبردستی کی حاجت نہیں وغیرہ وغیرہ " پھر یہ کہنا کہ آنحضرت نے
مدینہ میں آنے کے بعد ان نصیحتوں کو بدل دیا تھا کیسا صریح جھوٹھ ہے -
دوسرے یہ کہ خدا کے احکام جو بطور اصل اصول کے نازل ہوئے ہیں وہ جگہ کی تبدیل
یا قوت وضعف کی تبدیل سے بدل نہیں سکتے - خدا کا یہ حکم ہے کہ **زبردستی کسیکو مسلمان
نہیں کیا جا سکتا** - پس جب آنحضرت **مکہ** میں تھے اسوقت بھی کوئی شخص زبردستی سے مسلمان
نہیں ہوسکتا تھا ، اور جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اسوقت بھی کوئی زبردستی سے مسلمان
نہیں کیا جا سکتا تھا - ہاں جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو لڑائی کا حکم ہوا ، مگر وہ لڑائیاں
لوگوں کو جبر و بزبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنے کے لئے نہ تھیں بلکہ امن کے
قائم کرنیکے لئے تھیں ، جسکو ہم آیندہ بالتفصیل بیان کرینگے -
سماجیو ! تمکو جو مخالف عیسائیوں کی تحریروں سے یہ دھوکا لگا ہے کہ اسلام تمام مذاہب
میں ایسا سخت ہے کہ اپنے سوا دنیا کے ہر ایک مذہب کا تلوار سے استیصال کرتا ہے اور لڑائی
اور زور سے دوسرے مذاہب کو باطل کرنا چاہتا ہے ، اس کا غلط ہونا آیات مذکورالصدر سے
بالکل ظاہر ہے - اور اسلام اور صاحب اسلام اور اسکے جانشینوں ؓ خلفائے راشدین کی چال
چلن سے صاف آشکارا ہے کہ اسلام میں صلح یا قتال کے بعد رعایا اور صلح سازوں کو خواہ مخواہ
مسلمان نہیں کیا جاتا تھا - کیا رسول خدا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت **خیبر** کے باشندوں
کو ، جو قسمی القلب یہود تھے اپنے مذہب پر نہیں رکھا گیا ؟ اور **یہود ان خیبر** کے لئے صلح
کے بعد یہودیت پر عملدرآمد کرنے میں کوئی روک ٹوک تھی ؟ کیا **بحرین** والے عیسائیوں
پر تشدد کیا گیا ہے کہ تم عیسائی مذہب ترک کرو ؟ کیا **بیت المقدس** کی فتح کے بعد حضرت
عمرؓ نے **یروشلم** کے یہودیوں اور عیسائیوں کو آباد ہونے نہیں دیا ؟
ہاں ! ایک قسم کا ٹیکس ایسی رعایا سے لیا جاتا تھا جسکو عربی زبان میں جزیہ[1] کہتے ہیں

[1] دیکھو قاموس در الجزیۃ خراج الارض وما یؤخذ من الذمی ، علامہ ابن اثیر نے اسکو تعبیر

اور سنسکرت زبان مین جیم اور یے کی تبدیلی کچھہ ایسی لفظ جدہ اور یدہ سے خاص نہین، بلکہ بہت سارے الفاظ ہین جو دونون حرفون کے ساتھہ مشتمل ہین - یہی لفظ آریہ جس سے اس کتاب کو بہت بڑا تعلق ہے، آج بھی لکھا جاتا ہے - کچھہ مثال کے طور پر اور الفاظ بھی مع معنے درج ذیل کرتا ہون :- جاچک - یاچک = جانچنے والا - ججمان - یجمان = گاہک -

جگیہ - یگیہ یا یجنا = ہوم یعنی سوختنی قربانی :- جگیک - یجیک یا یجنک = متعلق سوختنی قربانی اور سوختنی قربانی کا برتنے والا پروہت -

جتہار تہہ بدیا - یتہار تہہ ودیا = فلسفہ - جتہار تہہ بادی - یتہار تہہ وادی = فلاسفر -

جتن - یتن = فکر - اوپائے - جاترا - یاترا = سفر - زیارت -

جوگ - یوگ = ریاضت - جوا - یوا = نوجوان -

اور اسی لفظ جدہ اور یدہ کا مشتق جودہا اور یودہا دونون طرح مستعمل ہے جسکے معنی بہادر اور سورکے ہین - فارسی زبان مین بھی جو سنسکرت کی بہن ہے جیم اور یے کو آپس مین تبدیل کرتے ہین چونکہ یہی دو حروف حروف لہوی ہین، اسلئے اون کی تبدیلی اکثر ہوتی ہے - قاعدہ ہے کہ لہوی حرف کی تبدیلی لہوی حروف سے ہو - جیسے جہودی، یہودی - (دیکھو ہنٹس اون دی اسٹڈی آف پرشین - صفحہ ۱۶ و ۱۷ - مصنفہ لیپٹن جی گوس جی کنگا پرشین ٹیچر سرجے - جے - پی - بی - انسٹیچیوشن فورٹ ہائی اسکول اور ملا فیروز مدرسہ و جمشید جی بیجان جی کنگا اسسٹنٹ سینئر پرشین ٹیچر فری نیو ہائی اسکول ممبئی)

اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہین کہ اسلام کو جہاد یعنی جُدھ کی کیون ضرورت پڑی، اور جہاد کیا چیز ہے سو یہ تو معلوم ہو چکا کہ اسلام دین کے پہیلانے کے لئے ہرگز جبر کی اجازت نہین دیتا، اور نہ اسکو اسکے لئے تلوار اٹہانیکی ضرورت تھی - پس واضح ہو کہ اسلام نے جو تلوار اٹھائی وہ غیر مذہب والونکو جبراً مسلمان بنانیکے لئے نہین اٹہائی بلکہ امن و امان قایم کرنیکے لئے اٹہائی تھی اسلام کا ہرگز مقصود نہ تہا کہ وہ جنگ کرے مگر اوسکو جنگ کرنے پر خواہ مخواہ مجبور کیا گیا - پس جو کچہہ اوس سے ظہور مین آیا وہ حفاظت خود اختیاری اور ضرورت مدافعت کیلئے ظہور مین آیا - تفصیل اسکی یہ ہے کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑا تھا اور تمام قومین اسکی دشمن ہو گئی تہین - جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک نبی یا رسول خدائے عز و جل کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور اوسکا فرقہ لوگون کو ایک گروہ ہونہار اور راستباز، اور باہمت، اور ترقی کرنیوالا دکہائی دیتا ہے تو اوس کی نسبت موجودہ قومون اور فرقون کے دلون مین تنفر اور ایک قسم کا بغض اور حسد پیدا

ٹیکس سالانہ زکوٰۃ اور لڑائی کے وقت سامان جنگ لینے کا حکم اور مسلمانوں کے سوا اور مذاہب والے ان محاصل سے بری، صرف ۲ روپیہ دو آنے دیکر آزاد ہو جاتے تھے۔ لاکھ روپے کا مالدار مسلمان کم سے کم ڈھائی ہزار روپے زکوٰۃ دے، اور کافر تین روپیہ کئی آنے اتنی ہی ملکیت پر۔ پس جزیہ مسلمان بنانے پر رغبت نہیں دیتا بلکہ دنیا کی محبت والے کو اسلام سے مانع ہے۔ (خلاصہ تقریر سید)

سماجیو! اگر مذہب اسلام کو اپنے پھیلانے کے لئے سوا تلوار کے اور کوئی چارہ نہ تھا تو بتاؤ یہ تلوار والے کہاں سے آگئے تھے؟ ہاں! سماجیو! ضرور بتاؤ کہ یہ تلوار والے کون تھے؟ کیا صرف ایک محمد صاحب کی تلوار نے ثلث دنیا کو مسلمان بنالیا؟ بتاؤ یہ کیا ہوا۔ کیا یہ محمد صاحب کا معجزہ تھا کہ بغیر تلوار والوں کے تلوار اپنا کام کرتی تھی؟ سماجیو! شرماؤ مت، صاف جواب دو کہ یہ تلوار کیا کر سکتی ہے جبتک تلوار والے نہ ہوں۔ پس یہ تلوار والے جنکے ذریعہ سے تم اسلام کا پھیلنا اپنی غلط فہمی سے بتلاتے ہو ضرور تلوار کے ذریعہ سے مسلمان نہیں ہوئے۔ اور ثابت ہوا کہ اسلام کو اپنے پھیلنے کیلئے تلوار کی ضرورت نہیں ہے ہم دور نہیں جاتے تم ہی سے پوچھتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو تین سو تیرہ مسلمان ہوئے (جیسا کہ آپکے آریہ مسافر نے اسی رسالہ جہاد کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے۔) کس تلوار کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے؟ میں منتظر ہوں کہ آریہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

باب دوم

جہاد

جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا، محنت کرنا، زور لگانا، توجہ کے ساتھہ کام کرنا، وغیرہ۔ اور قرآن کریم میں بھی یہ لفظ جہاں کہیں آیا ہے اپنے حقیقی معنی کوشش کرنا وغیرہ کے ساتھہ آیا ہے۔ مگر اب عموماً مجاز کے طور پر لڑائی اور جنگ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں جو لڑائی کو یدھ یا جدھ کہتے ہیں دراصل یہہ لفظ بھی جُہد یا جہد سے ہی نکلا ہے اور کچھہ تصرف کرکے تشدید کے ساتھہ بولا گیا ہے۔

ا؎ اگر کوئی کوتاہ بین یوں کہے کہ آنحضرت کے جنت کے حور و قصور و دنیاوی سلطنتوں کے وعدوں کی طمع نے مہاجرین و انصار کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا، تو میں پوچھتا ہوں کہ پیارے ناظرین انصاف پسند غور کرو، انصاف کرو، ایک شخص جس میں ظاہرا کوئی دنیاوی ترقیات کے نشان نہ ہوں وہ آئندہ ایک وسیع سلطنت کا مژدہ اور آئندہ زندگی کے تنعمات کی بشارت دیکر ایک قوم کی قوم کو مسلمان کیا چاہتا ہے، اور وہ لوگ مسلمان ہوئے۔ کیا الیسی کے پاس اس قوم کی عقلمندی کے ثبوت کا جواب ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں — اب اوس قوم طامع (جو تلوار والے ہیں) کے کارناموں کو دیکھیئے تو نہایت عقلمند، نظم، نسق، سیاست، مدن، علم، تہذیب، سب میں بے بدل۔ پھر کیونکر اونہوں نے ایک ایسے شخص الواحد پر باوجود اس عقل کے تکیہ کر لیا۔ اور اوس ایک شخص کے وعدوں کو بالکل صحیح گویا ضروری سمجھ لیا۔

عرب کے وحشی، جنہیں کوئی تمیز اور تہذیب باقی نہیں رہی تھی، وہ ایک ایسی قوم تھی جو فضلات مجسم اور سرتاپا جہل تھی، جسکی رسوم و عادات خبیث و وحشیانہ تھی، جو جدال و قتال کو حاصل زندگانی سمجھتی تھی۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری و تبلیغ پر اُس جاہل قوم نے تمسخر کیا۔ اس کے بعد جب اُن پر توحید اور اسلامی سچائیوں کے کھلے کھلے دلائل سے حجت پوری کی گئی، اور اُن کے ذہن نشین کیا گیا کہ انسان ہوکر پتھروں کی پوجا کرنا ایک صریح غلطی ہے کہ انسانیت کے بھی برخلاف ہے، تو وہ ان معقول باتوں کا جواب نہ دے سکے، اور اُن کے لاجواب ہونے پر سمجھدار لوگوں کو اسلام کیطرف حرکت پیدا ہوگئی اور بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہوگیا تب اُنھیں اپنے باطل مذہب کے بچانے کے لیے کوئی تدبیر بجز اس کے خیال میں نہ آئی کہ سخت سے سخت سزاؤں کے ساتھ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکدیں چنانچہ مکہ معظمہ میں ابوجہل وغیرہ مکہ کے رئیسوں اور رہبروں کی طرف سے یہی عملدرآمد شروع ہوگیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ایسی بیرحمی کی وارداتیں مخالفوں کی طرف سے کس قدر ظہور میں آئیں اور کسقدر بے گناہ ظلم سے مارے گئے ✱ مگر لوگ پھر بھی مسلمان ہونے سے باز نہیں آتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک موٹی عقل کا انسان بھی جانتا تھا کہ بت پرستوں کے مقابلہ میں کس قدر اسلام معقولیت اور صفائی رکھتا ہے +

بہت سے لوگ رحیم رسول کے اشارہ سے، جو اُن کے مصائب کو دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا، اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اجنبی ملک **افریقہ** کو نقل ✱✱ کر گئے۔ مگر آپ اکیلے الٰہی امداد اور توفیق کے سہارے پر اُسی وحشت انگیز خوفناک مقام میں ٹھہرے رہے کیونکہ اپنی قوم کی وحشیانہ اور الٰہی غضب کی مستوجب حالت آپکے رحیم و کریم قلب سے وہیں قیام کرنے کے لیے زبان حال سے فرمایش کرتی تھی۔ آپ قلباً آرزومند تھے کہ گو جان مخاطرہ میں کیوں نہ پڑے مگر اس نالائق قوم کو خدا کے رحم و فضل میں شامل کیا جاوے۔ جب قوم نے ذاتی تکالیف و شدائد قطعاً آپ کے دل سے بھلا دیے تھے کہ آپ اپنی پیاری مگر ناقدرشناس قوم کے گھر گھر تشریف لیجاتے اور بڑی شفقت اور محبت سے اُنھیں فرماتے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ❀ اللہ تمھیں حکم کرتا ہے کہ اسکی عبادت کرو اور کسیکو اُسکے ساتھ شریک نہ ٹھیراؤ +

✱ ابن الاثیر - جلد ۲ - صفحہ ۵ - ابن ہشام - صفحہ ۲۰۵ - تا - ۲۰۹ -

✱✱ ابن ہشام - جلد ۱ صفحہ ۱۱ ❀ ابن ہشام - جلد اول - صفحہ ۱۱۴ -

ہوجاتا ہے - بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء اور گدی نشین تو بہت ہی بغض ظاہر کرتے ہین، کیونکہ اس مرد خدا کے ظہور سے اونکی آمدنیون وجاہتون مین فرق آتا ہے، اون کے شاگرد اور مرید اون کی دام سے باہر نکلنا شروع کرتے ہین - کیونکہ تمام ایمانی، اور اخلاقی اور علمی خوبیان اوس شخص مین پاتے ہین جو خدا کیطرف سے پیدا ہوتا ہے - لہذا اہل عقل اور صاحب تمیز سمجھنے لگتے ہین کہ جو عزت بخیال علمی شرف، اور تقوی اور پرہیزگاری کے اون عالمون کو دیگئی تھی - اب وہ اس کے مستحق نہین رہے، اور جو معزز خطاب انکو دئے گئے تھے جیسے نجم الامت، اور شمس الامت، اور شیخ المشائخ، سوامی، مہاتما وغیرہ - اب وہ ان کے لئے موزون نہین رہے - سوان وجوہ سے اہل عقل ان سے منہ پھیر لیتے ہین؛ کیونکہ وہ اپنے ایمانون کو ضائع کرنا نہین چاہتے - ناچار ان نقصانون کی وجہ سے علماء اور مشائخ کا فرقہ ہمیشہ نبیون اور رسولون سے حسد کرتا چلا آیا ہے - وجہ یہ ہے کہ خدا کے نبیون اور ماموروں کے وقت ان لوگون کی سخت پردہ دری ہوتی ہے - کیونکہ در اصل وہ ناقص ہوتے ہین، اور بہت ہی کم حصہ نور سے رکھتے ہین، اور اون کی دشمنی خدا کے نبیون اور راست بازون سے محض نفسانی ہوتی ہے، اور سراسر نفس کے تابع ہوکر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہین؛ بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دلون مین محسوس بھی کرتے ہین کہ وہ خدا کے ایک پاک دل بندہ کو ناحق ایذا پہونچا کر خدا کے غضب کے نیچے آگئے ہین - اور اون کے اعمال بھی، جو مخالف کارستانیون کے لئے ہر وقت ان سے سرزد ہوتے رہتے ہین، اون کے دل کی قصوروار حالت کو انپر ظاہر کرتے رہتے ہین - مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجن عداوت کے گڑھون کیطرف انکو کھینچے لیجاتا ہے - اور عوام کالانعام بھی، جو ان کے دامون مین اکثر گرفتار ہوتے ہین، ان کے ساتھ ہوجاتے ہین - یہی اسباب تھے جنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین مشرکون اور یہودیون اور عیسائیون کے عالمون کو نہ محض حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کردیا - لہذا وہ اسی فکر مین لگ گئے کہ کسی طرح اسلام کو صفحۂ دنیا سے مٹا دین - اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ مین تھوڑے تھے اسلئے ان کے مخالفون نے، بباعث اوس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقون کے دل اور دماغ مین جاگزین ہوتا ہے، جو اپنے تئین دولت مین، مال مین، کثرت جماعت مین، عزت مین، مرتبہ مین دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہین، اوس وقت کے مسلمانون یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا +

. . . .

. . . .

. . . .

اہل طائف نے مجھسے اچھا سلوک نہیں کیا۔ الا میں اُمید کرتا ہوں کہ انھیں لوگوں سے خدا ایسی اولاد پیدا کرے گا، جو اُسی واحد لاشریک لہ کی عبادت کرینگے ۔

پھر آپ صلعم نے موسم حج میں، یعنی جب اطراف کے لوگ حسب قاعدہ قدیم کعبہ کی زیارت کو آتے، وعظ کہنا شروع کیا ۔ اور منیٰ میں جب لوگ جمع ہوتے وہیں اُنکو اسلام کی طرف بُلاتے۔ اس سے اکثر اہل مدینہ زائران بیت اللہ مسلمان ہو گئے ** کیونکہ مدینہ کے اہل کتاب سے جو حسب وعدہ کتب الہامیہ ایک نبی کے منتظر تھے، بشارات سُن سُنکر اُنکی قوت انفعالی جلد اثر قبول کرنے کے قابل ہو چکی تھی ۔ اب بعضے مظلوم مسلمانوں کو اک نئی جائے پناہ ہو گئی جسے اُن کے نئے ایمانی بھائیوں نے بخوشی خاطر بہم پہونچانے کا وعدہ کیا ۔

مکہ میں جو جو مصائب اُن لوگوں پر گذرے اُنھیں پڑھکر جگر شق ہوا جاتا ہے ۔ ابو جہل ♠ سفاک نے عمار رض کی ماں سمیہ رض کو ایسا ستایا کہ بیچاری کے اندام نہانی میں برچھی ماری اُسنے ہن تازہ فضل کے شکریہ میں ہیبتناک قتل کو گوارا کر لیا ** اور مسکین مسلمانوں پر یہ گذرتی کہ سنگدل قریش پتھروں کو دھوپ میں گرم کرتے اور صحابہ رض کے سینوں پر رکھتے یا اور گرم ہی پتھروں پر لٹاتے ۔ +

پس اس کے سوا کچھہ نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان اُس مبارک بستی مدینہ کو اپنے نئے خیر خواہوں کے ہاں چلے جاویں ۔ ملک افریقہ میں پناہ لینے والونکا حال سُن ہی چکے ہو ۔ اب ان مدینہ جانیوالوں کی سنو ۔ کہ دشمن وہاں تک بھی مار کرتے ہیں ۔

عیاش ابن ربیعہ مسلمان ہو کر مدینہ چلے گئے ۔ ابو جہل اور حرث دونوں عجب داؤ سے اُسکو مکہ میں لائے کہ تیری ماں تیری جدائی میں سخت بدحال ہے، اور اُسنے قسم کھائی ہے کہ جبتک تجھے نہ دیکھے گی کنگھی نہ کرے گی ۔ یہاں پہونچکر اُسے ایسی اذیتیں پہونچائیں کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں + ++

صہیب نے چاہا کہ مکہ سے چلا جاوے کفار نے اُس کا مال و اسباب کچھہ بھی اُسکو ساتھہ لے جانے نہ دیا * (فصل الخطاب)

اور یاسر کو بھی دکھہ دے دیکر کافروں نے مار ڈالا اور بہت سی دھوپ میں جلا جلا کر بھوکا

** تاریخ طبری (ترجمہ زوٹنبرگ) جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ ♠ یہ پنڈت جی کے ابو الحکم علیہ الرحمۃ ہیں!
** کامل ابن اثیر جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۶ + ابن ہشام صفحہ ۲۰۹ ۔ ++ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۹ ۔
* کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷ +

یہ اوصاف اور سیدھی تعلیم بہت جلد گھر گھر اثر کرنے لگی، اور خداوند خدا کی جدید برگزیدہ جماعت کے افراد دن بدن بڑھنے لگے* اب اس ترقی کو دیکھکر سرکش بُت پرست اور بھی آگ بگولا ہوگئے ناچار بقیہ مسلمان پھر **حبش** کو بھاگ گئے اور وہاں کے بادشاہ پاس جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اسکو اسلام میں ہجرت ثانیہ کہتے ہیں۔ اس قلیل مدت میں صرف ایک شہر مکّہ سے تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں **حبشہ** کو ہجرت کر گئے۔*

یہ امر نہایت قابل غور ہے کہ آتشیں بُت پرستوں کی غضبی حرارت اسپر بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ انھوں نے اپنے سفیر حبشی بادشاہ کے پاس بھیجے، اور بڑے بڑے لطائف الحیل مہجور الوطن مسلمانوں کی گرفتاری کے لئے عمل میں لائے گئے۔ مگر **جعفرؓ بن ابیطالب** کی پُر اثر تقریر سے بادشاہ **حبش** نے متاثر ہوکر ظالم **قریش** کو ناکامیاب پھیر دیا* اب سفیروں کا اسطرح سے اپنا سا مُنہ لیکر لوٹنا قریش کی غضبناک طبیعت پر اور بھی تازیانہ کا کام کر گیا۔ اب تو انکی ایذا رسانی کی کوئی حد ہی نہ رہی۔

اگرچہ **آنحضرتؐ** کی ذاتی وجاہت اور **بنی مطلب** کی قومی عصبیت آپ کیلئے ذاتی اور جانی ضرر پہونچنے کے مقابل سپر عظیم تھی، مگر اور خارجی مصائب پر آپکی بشری حالت ضرور مضطرب ہوتی تھی۔ آپ ایکمرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، جب سجدہ میں گئے ایک رئیس بدکردار کے اشارہ سے آپ کے دوش مبارک پر خون اور گوبر کا لتھڑا ہوا اونٹنی کا بچہ دان ڈالا گیا*

قریش کے ایسے ایسے بے رحم مقابلوں نے آپکو آخر **طائف** کی طرف متوجہ کیا کہ شاید وہیں کوئی متنفس راہ حق کی طرف آجاوے۔ آخر وہاں تشریف لیگئے۔ صرف **زید**، آپ کے خادم ساتھ تھے **عبدیالیل** اور دیگر رُوسائے طائف کو دعوت حق کی۔ اُن لوگوں نے اس شفقت کا یہ عوض کیا کہ غلاموں اور قلاشوں اور لڑکوں کو آپ کے عقب میں لگا دیا، اور وہ تین کوس تک آپکو پتھر مارتے ٹھٹھا کرتے اور گالی گلوچ دیتے چلے گئے اس معرکہ میں **زید** آپ کے خادم سخت زخمی ہوئے۔ اور خود ذات مبارک بھی لہو لُہان مکہ کو واپس تشریف لائے* اثنائے راہ میں ایک فرشتہ نے طائف والوں پر بددعا کے لئے کہا۔ مگر رحیم رسول نے جواب میں فرمایا کہ گو

* ابن ہشام - جلد ۱ - صفحہ ۱۴۷
* ابن ہشام - جلد ۱ صفحہ ۱۴۹ - ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۵۸
* ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۶۱
* ابن الاثیر - جلد ۲ صفحہ ۶۰ و ۶۱

دیا کرتی اور کہتی کہ اسی طرح کئے جاؤں گی جبتک کہ اصحاب محمدؐ میں سے کوئی مجھے خرید نہ لے۔
ایسے ہی ام عبیس۔ اسود ابن عبد یغوث نامی ایک شقی کی مملوکہ تھی اور وہ روسیاہ اسکو
نہایت ستاتا اور وہ بیچاری اپنے ایمان کی خاطر سب تکلیفیں اورانہیں سہتیں۔[1]

سبحان اللہ آپ کے اتباع کا یہ عالم ہو رہا تھا اور اُدھر اُسیر بھی اسلام گھر گھر پھیلتا جاتا تھا۔ مگر جیسے جیسے اسلام کی اشاعت ہوتی جاتی تھی ویسے ویسے کافروں کے بغض و حسد کی آگ بھی تیز ہوتی جاتی تھی، اور ہر گھڑی اور ہر لحظہ اسلام کی بیخکنی کے لیے نئی نئی تدبیریں اور نئے نئے حیلے نکالے جاتے تھے۔ غرضکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودا زمین پر قائم ہو؛ بلکہ وہ اُن راستبازوں کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے، اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ اور اُنکو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پاؤں جم جائیں اور پھر اُنکی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے سو اسی خوف سے جو ان کے دلوں میں ایک رعبناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں، اور انھوں سے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک، جو تیرہ برس کی مدت تھی، انکی طرف سے یہی کارروائی رہی؛ اور نہایت بیرحمی کی طرز سے خدا تعالی کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر اُن شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کی گئیں۔ مگر اسلام کی ترقی میں کچھ فرق نہ آیا علاوہ مکہ کے اور جگہ بھی کفار مسلمان ہونے لگے اور مدینہ تو قریب قریب اسلامی شہر ہی ہو گیا۔

اب اہل **مکہ** نے تمام اپنی تدابیر کو اسلام کی روک میں کمزور دیکھکر چاہا کہ **نبی عرب**[3] کو قتل ہی کر ڈالیں، مگر بعض قومی اور رسمی بندشوں کی وجہ سے بنی مطلب سے ڈر گئے اس لئے **دار الندوہ**[2] میں ایک انجمن منعقد کی، وہاں یہ تجویز ٹھہری کہ مختلف قبیلوں کے چند نوجوان ہوشیار ایک ہی دفعہ **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑیں، اور تلوار سے اُن کا کام تمام کر ڈالیں؛ بنو مطلب کس کس سے لڑینگے۔ آپ الہام الٰہی کے

---

۱ ان تمام واقعات کیلئے دیکھو ابن ہشام صفحہ ۲۰۳ سے ۲۰۷ تک اور تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶ سے ۲۸ تک ۱۲
۲ یہ قریش کے پارلیمنٹ کی جگہ تھی جس میں قریش کے سوا اور قوم کا آدمی چالیس برس سے کم عمر کا داخل نہیں ہو سکتا تھا ۱۲ ۳ ابن الاثیر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۹ ۱۲

پیاسا رکھکر رڑائے گئے تھے - اور بھاری بھاری گرم پتھر مسلمانوں کے سینہ پر رکھتے جسکی بوجھ اور تکلیف سے زبان باہر نکل پڑتی - *

خبّاب بن ارت کو بھی کفار مکہ ننگا کرکے نہایت گرم زمین پر ڈالدیا کرتے تھے اور آگ سے گرم کیے ہوئے پتھر کی بڑی بڑی کتنیں چھاتی پر رکھدی جاتیں اور سر کے بال کھینچ کھینچکر گردن مروڑی جاتی -

بلال بن رباح کی برداشت مصائب بھی کچھ کم تحسین و آفرین کے لائق نہیں - اور **ابو فکیہہ** جو اسم بامسمی افلح تھا ، اُس مظلوم کی کیا کہوں کہ اگرچہ پاؤں میں رسی باندھکر مکہ کے انگاروں جیسے گرم سنگریزوں پر گھسیٹا جاتا مگر اسکے پائے ثبات کو مطلق لغزش نہ تھی اور ہر چند گلا گھونٹ گھونٹ کر ادھ موا کر دیا جاتا تھا اور ایک ایسا بھاری پتھر چھاتی پر رکھدیا جاتا تھا کہ بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی تھی ، مگر کیا ممکن کہ کوئی کلمہ خلاف ایمان مُنہ سے نکلے -

یہ حال تو دیندار مردوں کا تھا جو مثلاً ہم نے بیان کیا - لیکن نا انصافی ہوگی اگر ان راسخ الایمان عورتوں کا ذکر نہ کریں جو باوجود اپنی قدرتی ضعف خلقت کے ایسے مصائب و شدائد کی متحمل ہوئیں جو بڑے بڑے قوی الجثہ مردوں سے بھی اُن کا تحمل قریب بمحال ہے چنانچہ حضرت عمارؓ کی والدہ کا دردناک حال تو ابھی ہم لکھ چکے ہیں - مگر لُبینہ - زنیرہ - نہدیہ - اور امّ عبیس کی مصیبتیں بھی کچھ کم درد انگیز نہیں - یہ چاروں بیچاری لونڈیاں تھیں ، اور ان کے سنگدل آقا صرف اس گناہ پر انکو عذاب اور تکلیفیں دیتے تھے کہ پتھر اور لکڑی کے بیجان بتوں سے مُنہ موڑکر خدائے حیّ و قیوم پر ایمان لے آئی تھیں - چنانچہ حضرت **عمر** فاروقؓ لُبینہ کو مسلمان ہونیکے قبل اسقدر مارتے تھے کہ جب تک تھک نہ جاتے چھوڑتے نہ تھے - اسی طرح زنیرہ کو بدبخت **ابوجہل** (یہ پنڈت جی کے ابو الحکم علیہ الرحمۃ ہیں) نے اسقدر ایذا دی کہ وہ اندھی ہوگئی - اور جب انہوں نے جانا کہ وہ اندھی ہوگئی تو کہا کہ **لات و عزّیٰ** نے تجھے اندھا کردیا - اُس نے کہا کہ لات و عزّیٰ کو خود نہیں سوجھتا کہ انکو کون پوجتا ہے مگر یہ ایک آسمانی امر ہے ، اور میرا خدا قادر ہے کہ پھر میری آنکھوں میں روشنی دیدے - **نہدیہ** بنی عبد الدار میں سے ایک عورت کی لونڈی تھی اور وہ کمبخت اس بیچاری کو سخت تکلیفیں

* ابن الاثیر جلد ۲ - ص۵۵

آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی۔ اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی، اور اُنھوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا شکار سمجھ لیا۔ تب اُس خدا نے، جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گذر جائے، اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا، اور اُسکا غضب شریروں پر بھڑکا۔ اور اُس نے اپنے پاک کلام، قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمھارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں، میں تمھیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ حکم تھا جسکا دوسرے لفظوں میں جہاد یعنی جُہد نام رکھا گیا +

اس حکم کی اصل عبارت یہ ہے

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ " (سورۃ الحج الجزو نمبر ۱۷) یعنی خدا نے ان مظلوم لوگوں کی جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے، فریاد سن لی، اور انکو مقابلہ کی اجازت دی گئی؛ اور خدا قادر ہے کہ مظلوم کی مدد کرے۔

ادھر مکہ میں جو غریب مسلمان رہ گئے تھے ان کی چشم دید تکالیف یاد آ آکر آپ کو رنج دیتی تھیں؛ اُنپر بار بتعالے کو رحم آیا اور انسانی دفاع اور حمایت کرنیوالے نے یوں بیدار فرمایا :-

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا[۱] (سورہ نساء پ ۵ ع ۱۰) مکہ میں مسلمان دُکھ دیے جاتے تھے کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ اُنکے لئے حکم ہوا :-

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ[۲] وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ + (سورۂ بقرہ - رکوع ۲۴)

---

[۱] اور تمکو کیا ہوا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں (یعنی اُسکے حکم سے) واسطے اُن کے جو مغلوب و مظلوم ہیں؛ مرد اور عورتیں اور معصوم بچے، جو کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے نکال ہمکو اس بستی سے کہ ظالم ہیں اسکے لوگ، اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار +

[۲] اى حتىٰ لا يفتن مؤمن عن دينه ويكون الدين لله - اى حتىٰ يعبد الله لا يعبد معه غيره - ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۴ - اور بخاری جلد ۳ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر میں لا تکون فتنۃ کے معنے تفصیل سے مندرج ہیں :-

مخبر سے اطلاع پاکر مع حضرت ابوبکر صدیقؓ، اپنے خالص رفیق کے مدینہ کو چلے گئے۔
آپؐ کے پکڑ لانے پر سَو اونٹ کا انعامی اشتہار دیا گیا [1] عرب مفلس، جنگجو، اور سَو اونٹ کا انعام خوب قابل لحاظ اور لائق غور ہے۔
خدا کے فضل سے آپ تو مدینہ پہونچ گئے اور بڑے اعزاز واکرام سے وہاں قبول کئے گئے [2]
اب تو کفار مکہ اور بھی جھنجھلائے اور اُنکو یقین کامل ہوگیا کہ اب ہمارے مذہب کی خیر نہیں اور اسلام ضرور پھیلکر رہے گا۔ مگر تاہم وہ ایک دم بھی مار نہیں بیٹھے تھے بلکہ وہ مدینہ پر ایک بہت سخت حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کی فکر میں تھے۔ ادھر مدینہ سے چند معزز کفار مکہ چلے آئے، اور سازش کر کے وہ بھی اس فکر میں ہوئے کہ مدینہ پر حملہ ہو اور مکہ میں جو غریب مسلمان رہ گئے تھے اُنپر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، اور اب وہ پہلے سے کہیں زیادہ ستائے جانے لگے اور کفار مکہ کو مدینہ کے نو مسلموں سے بھی سخت درجہ کی دشمنی ہوگئی تھی۔ چنانچہ جب مدینہ والوں نے آنحضرت سے آکر بیعت کی تھی، اور قریش کو اسکی خبر معلوم ہوئی تھی، چند لوگ قریش کے انصار کے گرفتار کرنیکو روانہ ہوئے، اور تو اُنھوں نے کسیکو نہ پایا البتہ سعد بن عبادہ کو اثنائے راہ سے گرفتار کر لائے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے [3] ایسے ایسے واقعات سے اور بھی مدینہ والوں کو قریش کے حملہ کا خوف تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عکرمہ بن ابوجہل دوسو آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر چھاپا مارنے کے لیے روانہ ہوا جسپر آنحضرت کو پہلا سریہ ابوعبیدہ جراح کی ماتحتی میں بھیجنا پڑا [4]
یہ سب کچھہ ہوا اور ہو رہا تھا، پھر بھی خدا تعالے کی طرف سے قطعی طور پر یہ حکم تھا کہ شر کا ہرگز مقابلہ مت کرو۔ چنانچہ اُن برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ اُن کے خونوں سے کوچے سرخ ہوگئے، پر اُنھوں نے دم نہ مارا، وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے، پر اُنھوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک ومقدس رسول کو (جسپر زمین وآسمان سے بیشمار سلام ہیں) بار ہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا، یہانتک کہ قتل کی تجویز ہوئی، اور آپکو اپنا وطن، اپنا گھر بار، سب چھوڑنا پڑا۔ مگر اُس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام

---

[1] تاریخ طبری جلد۲ صفحہ - [2] ابن الاثیر جلد۲ صفحہ ۸۱ + [3] ابوالفدا صفحہ ۳۴ - ابن ہشام صفحہ ۳۳۳ + [4] ابن خلدون کتاب ثانی جلد۳ ذکر عقبہ ثانیہ [5] دیکھو مغازی الرسول کتاب ہذا - ۱۲ منہ

جنھوں نے خلل دماغ کی وجہ سے اس امر کا دعویٰ کیا جسکی تکمیل اُن سے نہ ہو سکی ۔ الغرض مجنوط بھی گذرے ہیں اور مجذوب بھی ہوے ہیں جنھوں نے اپنی مجنونانہ حرکت کی سزا پائی ہے ۔ مگر یہ کہاں لازم آتا ہے کہ مثلاً اگر حضرت مسیحؑ (بقول عیسائیوں کے) مصلوب ہوے، یا مسیلمہ کذاب اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہونچا، تو معاذاللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُنکی تقلید کرنی فرض تھی اور بغیر اپنی رسالت کے اتمام کے شہید ہو جانا لازم تھا؟ بتاؤ کیا یہ عقل تھی کہ اسلام اپنے آپ کو معدوم کر دیتا؟ کیا صاحب اسلام اپنی اصل غرض نبوت و رسالت کو چھوڑ دیتا؟ ایسی حالت اور ضرورت میں کوئی دانشمند قوم جنگ سے مانع نہیں +

یہ اسلام ہی کی خوبی ہے کہ جب کوئی حاکم مسلمانوں کے دین میں دخل دے اور ارکان اسلام کو آزادانہ طور پر نہ کرنے دے تو مسلمانوں کا ہر فرد جان دینے کو حاضر اور اسمیں مرنے کو شہادت جانتا ہے ۔ الحمدللہ اسی اصل جہاد کی برکت سے بڑے بڑے سلاطین مسلمانوں کے امور مذہبی میں دخل دینے سے کوسوں بھاگتے ہیں ۔ جہاد کے نام سے اُنکی روح کانپتی ہے ۔ تعجب ہے اس قومی درد اور مذہبی محبت کو بعض جاہل عیب شمار کرتے ہیں ۔ اب جبکہ میں دکھلا چکا کہ جہاد کیا چیز ہے تو موقع ہے کہ **صلح و معاہدہ، احکام جنگ** اور جزیہ سے یہ ثابت کر دکھاؤں کہ اسلام کا مقصد غیر مذہبوں میں دخل دینے کا نہ تھا، اور نہ وہ غیر مذہب والوں کو بجبر و اکراہ اسلام میں لانا چاہتا تھا +

باب ۳ سوم

صلح اور معاہدہ کی حالت میں مذہب کی آزادی

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ سے صلح اور معاہدہ کرنے کی اجازت دی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ غیر مذہب والوں کے دین و دھرم میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے، وہ اپنے مذہب پر رہیں صرف مسلمانوں کو ایذا نہ دیں اُن سے لڑیں نہیں اور اُن کے دشمنوں کی مدد نہ کریں ۔ اور صرف اجازت ہی نہ دی بلکہ وعید کے خلاف (جیسا کہ ہم نے تمہید میں دکھلایا ہے اور آیندہ دکھلائینگے) اُن معاہدوں پر قائم

یعنی اس لئے لڑو کہ لوگ آزمایشوں اور دین میں پھسلائے جانے سے بچ جاویں اور ظاہر و باطن میں مسلمان ہو کر بسر کریں۔ ایسا نہیں کہ ڈر کے مارے اندر سے مسلمان اور باہر سے کافر۔ پھر اگر ظلم کرنے اور مسلمانوں کو بظلم و زیادتی اسلام سے انکار کرانے سے باز آویں تو کچھ زیادتی نہ کرو کیونکہ یہ صرف ظالموں کے لئے ہے۔

پس اسکے بعد قریش اور اُن کے شرکا، دوسرے قبائل عرب، اور یہودیوں کے بغض و عناد سے مسلمانوں کو اپنی حراست اور حفاظت اور مکہ میں رہ گئے ہوئے مظلوم و مغلوب مسلمانوں کی رہائی کی تدبیریں نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑیں۔ سبحان اللہ! ایک چھوٹے سے شہر پر ہزارہا قبائل عرب کے متفق و متواتر حملوں کو روکنا پڑا۔ بس ایسی ہنگام میں سخت تدارک کرنیکی ضرورت ہوتی تھی تاکہ مسلمانوں کے گروہ کا وجود باقی رہے۔ بس یہی جہاد ہے، جسکو مخالفوں نے ایک ڈراونی شکل میں پیش کیا ہے اور جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے میں ذرا بھی خدا سے نہیں ڈرے ہیں۔ کون شخص ہے جو اس مجموعہ کو انسانی اخلاق اور انسانی نیکی اور انسانی دفاع کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ اور کون شخص ہے جو اس لڑائی کی نسبت یہ اتہام کر سکتا ہے کہ وہ زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے مذہب کو قبول کرانے کے لیے تھا۔؟

صرف پنڈت جی ہی پر کیا موقوف، اکثر مخالفوں نے یہ طعن کیا ہے کہ اسلام بزور شمشیر شائع ہوا ہے اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا [ل]۔ اُن کے طعن کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے تبعین اور اپنے رفقا کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا۔ یہ سچ ہے کہ بعض برگزیدگان خدا دنیا میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے ہیں اور سوء اتفاق اور گردش تقدیر سے خدا کی راہ میں اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش میں شہید ہوئے ہیں، اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں

بقیہ حاشیہ ص۲۵ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ اِمَّا قَتَلُوهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ۔ یعنی مسلمان تھوڑے تھے اسلئے یوں ہوتا کہ دین میں ستائے جاتے، یا تو قتل کیے جاتے یا سخت عذاب میں مبتلا کیے جاتے پھر جب مسلمان بڑھ گئے تو یہ مصیبت اُٹھ گئی۔

[ل] لیکن اس طعن کی غلطی اُسوقت اظہر من الشمس ہو جائے گی جب اسی کتاب کی دوسری جلد میں ہر ملک و قوم کی نسبت مستند تاریخی حوالوں اور دوسرے ثبوتوں سے یہ دکھلایا جائیگا کہ اسلام تبلیغ کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور پھیل رہا ہے +

"جب اپنی پرکرت کو بلوان دیکھے اور اپنے کو نہایت اونچا دیکھے تب بگاڑ کرے"

(منو - ۷ - ۱۷۰)

بحالت کمزوری دشمن سے مصالحت کرکے جان بچالینا اور قوت پانے پر تمام عہد و پیمان کے سر پر خاک ڈالکر حملہ آور ہونا نہایت ہی ناپاک اور گندہ ترین دغابازی ہے۔

کیسی تعجب کی بات ہے کہ باوجود وید میں ایسی ایسی گندہ اور ناپاک دغابازیوں وغیرہ کے موجود رہتے ہوئے پنڈت جی چلے ہیں **اسلام** پر اعتراض کرنے! پنڈت جی پر **عیسیٰ** علیہ السلام کا یہ قول کیسا صادق آتا ہے کہ "**تو اس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے کیوں دیکھتا ہے، اور جو شہتیر کہ تیری آنکھ میں ہے اُسے دریافت نہیں کرتا**" اور لطف یہ ہے کہ یہاں تنکا بھی نہیں، (جیسا کہ اسی میری کتاب سے ثابت ہے) پنڈت جی اپنی آنکھ کے شہتیر کو دریافت نہیں کرتے۔

میں بہت دور چلا گیا - خیر اب پھر سنئے کہ **سورۃ نساء مدینہ** میں ہجرت کے بعد اُتری ہے، اُس میں یہ حکم ہے:-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

ترجمہ "اور کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو جان سے مار ڈالے، مگر غلطی سے (مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے) اور جو مسلمان کو غلطی سے بھی مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرے، اور وارثان مقتول کو خونبہا دے (سو الگ) مگر یہ کہ (وارثان مقتول) خونبہا معاف کردیں پھر اگر ان لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو، بس ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا - اور اگر (مقتول چاہے مسلمان ہو یا نہ ہو مگر) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد و پیمان ہے (تو قاتل کو چاہیے کہ) وارثان مقتول کو خونبہا پہنچائے، اور اسکے علاوہ ایک مسلمان بردہ (بھی) آزاد کرے - اور جسکو (مسلمان بردہ آزاد کرنا کا) مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا طریق اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے - اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور) اُسکا انتظام (بڑا) پکا (انتظام) ہے"

منصفین سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ معاہدہ کی رعایت جس کا حکم خدا نے دیا ممکن نہیں۔

رہنے کی نہایت ہی تاکید کی، اور معاہدہ کرنے والوں سے، جو اپنے معاہدوں پر قائم رہیں، لڑنے کی قطعاً ممانعت فرمادی۔ پس کیسی صاف بات ہے کہ صلح اور معاہدہ کی اجازت ہی صاف اور صریح دلیل ہے اس بات کی کہ مذہب کی آزادی میں خلل ڈالنا مقصود نہ تھا، اور نہ لڑائی سے کسی کو زبردستی، ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنا! بلکہ صرف امن و امان کا قائم رکھنا مقصودِ اصلی تھا اور اُس کے سوا کچھ بھی نہیں +

سورہ نساء رکوع ۱۹ میں خدا تعالیٰ نے صلح کو ہر حالت میں بہت عمدہ اور خیر و برکت والی چیز بتایا ہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ یعنی صلح حالت میں خیر و برکت والی چیز ہے۔ پھر **سورہ نحل** میں فرمایا اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ یعنی پورا کرو عہد اللہ کا (یعنی جو خدا کو درمیان دیکر عہد کیا ہے) جبکہ تمنے عہد کیا ہو، اور نہ توڑو اپنی قسموں کو اُن کے مضبوط کرنے کے بعد! بیشک تم نے کیا ہے اللہ کو ضامن بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو + خود **سورہ توبہ** میں، جس میں نہایت خفگی سے لڑائی کا حکم ہے، خدا نے فرمایا ہے

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ جن مشرکوں سے تمنے عہد کیا ہے پھر انھوں نے اُسکے پورا کرنے میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے برخلاف کسی کی مدد کی تو تم پورا کرو اُن کے ساتھ اُن کا عہد اُنکی میعاد تک، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں (یعنی بد عہدی سے بچنے والوں) کو +

اور پھر اسی سورہ میں فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ جن مشرکوں سے مسجد حرام کے پاس تمنے عہد کیا تھا پھر جب تک وہ تمھارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم اُن کے لئے عہد پر قائم رہو، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں (یعنی بد عہدی سے بچنے والوں) کو اس سے زیادہ معاہدہ کی رعایت کیا ہو سکتی ہے جتنی کہ قرآن میں مخالفوں کے ساتھ کی گئی ہے +

اور ذرا لگے ہاتھ **وید** کے اخلاق کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہونچے گی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ضرور ہوگی تب دشمن سے میل کرکے وقت مناسب تک صبر کرے (ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر ۷ (صفحہ ۷ - ۱۶۹)!

بڑھتا بھی تو ویدکیطرح قوت وطاقت حاصل ہو جانے پر تمام عہد و پیمان کے سر پر خاک ڈالکر حملہ آور ہونے کی اجازت دیدیتا۔ مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا، جس سے کھلم کھلے طور پر ثابت ہوگیا کہ اسلام غیر مذہب والونکو بجبر و اکراہ مسلمان بنانا نہیں چاہتا۔

باب چہارم

لڑائی کے احکام میں مذہب کی آزادی

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاد (جدا م) کے احکام بیان کر دیے جائیں۔ لیکن سب سے پہلے ہمکو یہ بیان کرنا چاہیے کہ کن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے، تاکہ ہر منصف و دور اندیش کو معلوم ہو جائے کہ اسلام نے زبردستی سے مسلمان بنانے کے لئے جہاد کرنے کی اجازت دی ہی نہیں ہے۔ مگر ناظرین کو یہ امر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جیسا معرکوں اور میدان ہائے جنگ میں مبارزین کی تقویت اور ترغیب کے لئے دانشمند سپہ سالار ہر طرح کی تجاویز عمل میں لاتے ہیں، مثلاً باجوں، دل افزا تقریروں اور دیگر اسباب سے اُن کے حوصلوں کو بڑھاتے ہیں اور اُن کی ہمت کو اُبھارتے ہیں، ویسا ہی موقع پڑنے پر اور مشکلات کے پیش آنے پر قرآن کریم نے بھی ایسی تدابیر کو کام میں لایا ہے، اور ٹھیک اہل عرب کے دستور کے موافق، جیسے وہ معرکہائے قتال میں رجز پڑھتے اور اُن رزمیہ اشعار سے تیر و تفنگ سے بڑھ کر کام نکالتے، قرآن نے بھی شکستہ دل مسلمانوں کے استظہار اور قوت قلبی کو بڑھانے اور قوی کرنے کے لئے رجزیہ اشعار کے بجائے پُر تاثیر آیات بیان فرمائی ہیں جنہوں نے قوی اور کثیر مخالفین کے مقابلہ میں سیف و سنان کا کام دیا ہے۔ اور اُن تمام آیات کے ضمائر کے مرجع اور اسمائے اشارات کے مشار الیہم اور عہد ذہنی الف لاموں کے معہود فی الذہن مخصوص وہی ظالم، جابر، حملہ آور مقاتلین ہیں جنسے اہل اسلام کو پالا پڑا تھا۔ مخالفین اُن کو استغراقی الف لام گمان کر کے سخت غلطیوں اور دھوکوں میں پڑے ہیں، اور اکثر سادہ مفسرین بھی اس غلطی میں پڑنے سے محفوظ نہیں رہے ہیں مگر ایسی کل آیتوں کے قبل و بعد کی آیتوں میں غور کرنے سے یہ غلطی کافور ہو جاتی ہے۔ اس لئے

آریو! دیکھو، جو حق خدا تعالیٰ نے ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا تھا وہی حق اُن غیر مذہب والوں کے لئے بھی قرار دیا جنسے اور مسلمانوں سے امن و صلح کا معاہدہ ہوگیا ہو۔ جن لوگوں سے معاہدہ ہوا ہے، اور معلوم ہو کہ وہ لوگ دغا بازی کرنا چاہتے ہیں تو معاہدہ توڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر ایسی احتیاط اور انصاف سے اُسکے توڑنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ اُن لوگوں کو کسی طرح نقصان نہ پہونچ سکے، یعنی یہ حکم ہے کہ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ - انفال - ۶ - ۰ - اگر تمکو کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو دونوں فریق کی برابری کی حالت پر رہنے کو ملحوظ رکھکر معاہدہ توڑا جائے (کچھہ خیانت نہونے پائے) بیشک اللہ خیانت کرنیوالونکو دوست نہیں رکھتا۔

عین لڑائی کے وقت میں اگر کوئی مشرک یا کافر پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دینے کا حکم ہے اور صرف پناہ دینی ہی کا حکم نہیں بلکہ یہ حکم بھی ہے کہ اُسکو اُسکے امن کی جگہ میں پہونچا دیا جائے۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (سورہ توبہ ع-۱-) اور مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تمسے پناہ کا خواستگار ہو تو اُسکو پناہ دو یہانتک کہ وہ (اطمینان سے) کلام خدا کو سُن لے پھر اُسکو اُسکی امن کی جگہ واپس پہونچا دو۔ یہ اسلئے کہ وہ جانتے نہیں۔

اس سے بڑھ کر مذہب کی آزادی اور معاہدہ کی احتیاط کیا ہو سکتی ہے۔

انھیں احکام کی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے مشرکین عرب کے بہت سے قبیلوں اور قبائل یہود، جو مدینہ میں رہتے تھے، اور عرب، شام، آرمینہ، افریقہ، مصر، ایران، سائپرس، روڈس، وغیرہ وغیرہ کے عیسائیوں، مجوسیوں، اور راہبوں، وغیرہ سے امن و صلح کے معاہدے کئے، جو دلیل واضح اسبات کی ہے کہ مقصود یہ تھا کہ لوگ امن میں رہیں، مسلمان انکو ایذا نہ دیں اور خدا کے کلام کو سنیں کما قال تعالیٰ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ پھر جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے نہ لائے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ ثم قال تعالیٰ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۙ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ۔

کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلام زبردستی غیر مذہب والونکو مسلمان بنانا چاہتا ہے؟ اگر مذہب اسلام کا یہ مقصد ہوتا تو وہ ہرگز صلح و معاہدہ کی اجازت نہ دیتا۔ اور اگر مجبوری کی حالت

سے باز آئیں تو دست درازی نہیں چاہیے کیونکہ دست درازی تو سوا ظالموں کے کسی پر جائز ہی نہیں "+

قدیم زمانہ سے عرب میں یہ دستور چلا آتا تھا کہ حرم کعبہ میں جدال و قتال نہیں کرتے تھے اُس کی نسبت خدا نے اسی پہلی آیت قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ کے بعد ہی فرمایا " وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ " (سورہ بقر رکوع ۲۴) یعنی " لڑائی کی حالت میں اُنکو جہاں پاؤ (حرم کے اندر یا حرم کے باہر) قتل کرو اور نکالو اُنکو جہاں سے نکالا اُنھوں نے تم کو اور فساد مچانا قتل سے بھی زیادہ ہے " مگر اس حکم میں بھی احتیاط کی اور فرمایا " وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ " (سورہ بقر رکوع ۲۴) یعنی " تم مسجد حرام کے پاس اُنکو مت مارو جب تک کہ وہ وہاں تمکو نہ ماریں، پھر اگر وہ وہاں بھی تمکو ماریں تو تم بھی اُنکو مارو، یہی ہے سزا ان کافروں کی " پھر اسکے بعد فرمایا " فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ " - یعنی " اگر وہ باز رہیں (یعنی لڑنا موقوف کردیں) تو بیشک اللہ معاف کرنیوالا ہے مہربان (یعنی تم بھی اُنکو معاف کردو اور لڑنا موقوف کردو) " -

سورہ حج میں تو بڑی ہی صراحت کے ساتھ فرمایا کہ " أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ " (آیت ۳۸ و ۳۹) یعنی " اُن لوگوں کو لڑنے کا اذن دیا گیا ہے جن سے کفار لڑتے ہیں اسلئے کہ کفار کے ہاتھ سے مسلمان مظلوم ہوئے ہیں - اور بیشک اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے - اُنھوں نے مسلمانوں کو بغیر کسی حق کے اُن کے گھروں سے نکال دیا ہے صرف اس لئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پروردگار اللہ ہے "+

پھر سورہ ممتحنہ میں نہایت صفائی سے اور بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمایا کہ کافروں سے کسطرح پیش آنا چاہیے اور یہ فرمایا کہ " لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ " (آیت ۸ و ۹) " جو لوگ تم سے دین کی (مخالفت) میں لڑے نہیں اُن کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے سے خدا تمکو منع نہیں کرتا، بلکہ سلوک کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے صرف اُن سے دوستی رکھنے کو

میں یہاں پر زیادہ تر صرف اُن آیتوں کو لکھوں گا جو بطور اصل اصول کے احکام **جہاد** میں اُتری ہیں۔ اور انھی آیتوں سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ **جہاد** زبردستی سے مسلمان بنانے کے لئے نہیں تھا۔ اور ایسی آیتوں کو جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اس وجہ سے بھی یہاں نقل نہیں کیا کہ **پنڈت** جی مہاراج کی پیش کردہ آیات اکثر ویسی ہی ہیں یعنی جن کے قبل و بعد کی آیتوں پر **پنڈت** جی نے غالباً غور نہیں کیا ہے، اور نقل کر دیا ہے، تو اُن آیتوں پر تو میں بحث کروں ہی گا، اسوجہ سے یہاں پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں دیکھنا **پنڈت** جی اور دوسرے معترضوں نے ایک غلطی بھی کی ہے کہ قتال کی آیتوں کو نقل کرتے ہوئے ان آیتوں کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا ہے جو بطور اصل اصول کے اُتری ہیں جنکا ذکر نیچے آتا ہے۔

ہم اس سے پہلے بالتصریح بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ اپنے عہدوں پر قائم ہیں، اور مسلمانوں سے نہیں لڑتے، اور نہ اُن کے دشمنوں کو لڑنے میں مدد دیتے ہیں اُن سے لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ پس **لڑائی کا حکم تین قسم کے لوگوں** کے ساتھ ہوا ہے۔

اول اُن لوگوں سے جو مسلمانوں سے لڑائی شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ **بقرہ** میں فرمایا ہے وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (رکوع ۲۴) یعنی جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو اور زیادتی مت کرو (یعنی بغیر اُن کے لڑے نہ لڑو) بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنیوالوں کو۔" پھر اسی رکوع میں فرمایا فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔" * یعنی اگر وہ لڑنا موقوف کر دیں اور ظلم اور زیادتی سے باز آویں تو دست درازی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دست درازی تو سوا ظالموں کے کسی پر جائز ہی نہیں ہے۔

پس ایک کیسی صاف بات ہے کہ اُنھیں سے لڑنے کا حکم ہے جو لڑتے اور ظلم زیادتی کرتے ہیں اور نہ لڑنے والوں اور ظلم اور زیادتی سے باز آجانے والوں سے لڑنا قطعاً منع فرمایا گیا ہے پھر کوئی مخالف کیونکر یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نہ لڑنے والے، اور ظلم اور زیادتی سے باز رہنے والے غیر مذہب کے پیرووں سے صرف اس وجہ سے لڑنا جائز ہے کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے، اگر ایسا ہوتا تو خدا تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ "اگر وہ لڑنا موقوف کر دیں اور ظلم اور زیادتی

---

* شاہ عبد القادر صاحب رح دہلوی قدس سرہٗ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "لڑائی کا فروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں۔ اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل"۔ ۱۲ منہ

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا + **ترجمہ** اور تمکو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں یعنی اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے (دشمنوں سے) نہیں لڑتے جو (عاجز آکر خدا سے) دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو اس بستی سے نکال جہاں کے رہنے والے (ہمپر) ظلم کر رہے ہیں، اور اپنی طرف سے کسیکو ہمارا حامی بنا اور اپنی طرف سے کسیکو ہمارا مددگار بنا" +

کیا یہ انسانیت اور رحم کی بات نہیں کہ لاچار بے بس مسلمان مردوں، عورتوں، اور بچوں کو کافروں کے ظلم سے بچایا جائے اور انکی فریادرسی کے لئے تلوار اُٹھائی جائے؟ کیا ایسی لڑائی کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ جبر مسلمان کرنے کے لئے ہے ؟

تو اب جب معلوم ہوا کہ انھیں تین قسم کے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنکا اوپر ذکر ہوا تو پھر زبردستی مسلمان کرنے کے لئے لڑنا کہاں رہا۔ کوئی نہیں، جو ایک آیت بھی ایسی دکھلا سکے کہ جس میں زبردستی مسلمان کرنے کا حکم ہو۔ اور جب صاف آیت ہے کہ " فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ " جسکو ہم اوپر بھی لکھ چکے ہیں، جسکے معنی ہیں کہ " پس اگر وہ لڑنا موقوف کردیں، اور ظلم و زبردستی سے باز آویں تو دست درازی کرنی نہیں چاہئے کیونکہ دست درازی تو سوا ظالموں کے کسی پر جائز نہیں " تو پھر اب زبردستی مسلمان کرنے کے لئے لڑنا کہاں رہا +



اسلام میں **جزیہ** کا وجود صاف اسبات کی دلیل ہے کہ **اسلام** کو زبردستی مذہب منوانا مقصود نہ تھا کیونکہ اگر اُس کا یہ مقصد ہوتا کہ غیر مذہب والوں سے ایک بڑا حصہ مال کا سالانہ لیکر اُن کو اسبات پر مجبور کیا جائے کہ وہ **اسلام** قبول کرلیں، تو وہ ایک ایسا ٹیکس مقرر نہ کرتا بلکہ ایک ایسا ٹیکس مقرر کرتا جو زکوۃ کی رقم سے بہت زیادہ ہوتا۔ مگر اسکے خلاف زکوۃ سے اسکی رقم بہت ہی کم رکھی، اور اُسپر ہر قسم کی جنگی ضرورتوں سے بھی بری کر دیا، اور اسکے علاوہ

شروع کرنا ہے جو تم سے دین (کی مخالفت) میں لڑتے ہیں اور تمکو تمھارے گھروں سے نکالدیا ہے اور جنھوں نے تمکو تمھارے گھروں سے نکالدینے پر نکالنے والوں کی مدد کی، اور جنھوں نے ان لوگوں سے دوستی کی بھی ظالم ہیں۔

ان تمام آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لڑائی کا حکم کسیکو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ جو لوگ مسلمانوں کو قتل کرنا اور اُن سے لڑنا چاہتے تھے اُن سے محفوظ رہنے کیلئے لڑنے کا حکم ہوا ہے۔ اور لڑائی میں، یا لڑائی کے موقوف ہو جانے اور امن کے قائم ہو جانے پر کسی کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض مقصود نہیں۔ پس ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑائی سے بزور شمشیر کافروں کو مسلمان کرنا مقصود نہ تھا بلکہ صرف امن کا قائم کرنا مقصود تھا +

دوم اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنھوں نے دغا بازی کی ہو اور معاہدوں کو توڑ دیا ہو۔ خدا تعالے نے سورہ توبہ میں فرمایا ہے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ترجمہ تم ان لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں (یعنی عہدوں) کو توڑ ڈالا اور رسول کو نکالدینا چاہا، اور تم سے چھیڑ خوانی بھی اول انھوں ہی نے شروع کی؟

اور سورہ انفال میں فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ ترجمہ جن لوگوں سے تو نے عہد کیا ہے، پھر انھوں نے اپنا عہد ہر دفعہ توڑ دیا ہے اور وہ (عہد شکنی سے) نہیں بچتے، تو پھر اگر تو اُنکو لڑائی میں پاوے تو انکو مار تاکہ اُن کے پیچھے جو (عہد شکنی کرنے والے) لوگ ہیں منتشر ہو جائیں، شاید کہ وہ (عہد شکنی کے نتائج) یاد کریں۔

پس معاہدہ توڑنے کے بعد اُن سے لڑنا امن قائم رکھنے کے لئے ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ معاہدہ کرنا، کیونکہ جب تک عہد شکنی کی مکافات قائم نہ کی جاوے نہ امن قائم رہ سکتا ہے نہ معاہدہ۔ مگر ایسی حالت میں لڑنا اسبات کا ثبوت نہیں ہے کہ اُس سے بزور شمشیر مسلمان کرنا مقصود تھا، اور نہ ایسی لڑائی مہذب سے مہذب قوم کے نزدیک بھی ناروا ہے +

سوم اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جنھوں نے مسلمانوں کو، اور اُن کے بچوں اور عورتوں کو عذاب اور تکلیف میں ڈال رکھا ہو، اور اُن کی آزادی میں خلل انداز ہوں۔ سورہ نساء میں خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج

عمالان اسلام نے عراق عرب کے اضلاع میں وہاں کے باشندوں کو جو عہدنامے لکھے اور جن پر بہت سے صحابہؓ کے دستخط تھے، اُسکے مقابلہ میں عراق کی رعایا نے یہ تحریر لکھی۔

انا قد ادینا الجزیۃ التی عاھدنا علیھا خالد علی ان یمنعونا وامیرھم البغی من المسلمین وغیرھم ؎

ہمنے وہ جزیہ ادا کر دیا جسپر خالد سے معاہدہ کیا تھا اس شرط پر کہ جماعت اسلام اور اُن کے افسر اگر مسلمان اور نیز اور تمام قومیں ہمکو گزند پہنچانا چاہیں تو ہماری حفاظت کے ذمہ دار ہوں ؎

ان تحریروں سے اور نیز اور تمام معاہدوں سے جو تاریخوں میں مذکور ہیں یہ انتہا یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ صرف معاوضہ حفاظت کا تھا - لیکن اسپر بھی اگر کسیکو شبہ رہے تو ذیل کے واقعہ سے رہا سہا شک وشبہ بھی رفع دفع ہو جائے گا

ابو عبیدہ بن الجراح نے شام میں جب متواتر فتوحات حاصل کیں تو ہرقل نے ایک عظیم الشان فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار کی مسلمانوں کو اُسکے مقابلہ میں بڑی مستعدی سے بڑھنا پڑا اور اُنکی تمام قوت و توجہ فوجوں کی ترتیب میں مصروف ہوئی - اُسوقت حضرت ابو عبیدہ امین افسر فوج نے اپنے تمام عمالوں کو جو شام کے مفتوحہ شہروں پر مامور تھے لکھ بھیجا کہ "جسقدر جزیہ و خراج جہاں جہاں وصول کیا گیا ہے اُن لوگوں کو واپس دیدو جن سے وصول ہوا تھا، اور اُن سے کہدو کہ ہمنے تم سے جو کچھ لیا تھا کہ تمھارے دشمنوں سے تمھاری حفاظت کر سکیں، لیکن اب اس واقعہ کے پیش آنیکی وجہ سے ہم تمھاری حفاظت کا ذمہ نہیں اُٹھا سکتے" اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور لاکھوں روپے بیت المال سے یکبار اُن لوگوں کو پھیر دیے گئے - عیسائیوں نے مسلمانوں کو دعا دی، اور کہا کہ "خدا پھر تمکو ہمارے شہروں کی حکومت دے! رومی ہوتے تو اسموقعہ پر واپس دینا تو درکنار جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ بھی لے لیتے ؎ ۲

ان سب باتوں سے زیادہ یہ امر اس دعوی کے لئے دلیل بیّن ہے کہ اگر کسی غیر قوم نے فوجی خدمت پر رضامندی ظاہر کی تو وہ اسی طرح جزیہ سے بری رہی جسطرح خود مسلمان - حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب حبیب بن مسلمہؓ نے قوم جراجمۃ پر جو ایک عیسائی قوم تھی اور شہر جرجومہ ؎ ۳ اور اُسکے مضافات میں آباد تھی، فتح پائی تو اُن لوگوں نے فوجی خدمتوں میں بوقت ضرورت شریک ہونا خود پسند کیا اور اس وجہ سے وہ تمام قوم جزیہ سے بری رہی۔ نہ صرف جرجومہ بلکہ بہت سے انباط وغیرہ اور اُن کے متصل کی آبادیوں نے یہ امر اختیار کیا اور جزیہ سے بری رہیں خلیفہ واثق باللہ عباسی کے زمانہ میں بابا

۱؎ تاریخ طبری صفحہ ۲۰۵۰ - ۲؎ دیکھو کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۱۸۰ و فتوح البلدان صفحہ ۱۳۷ و فتوح الشام ازدی صفحہ ۱۳۸ - ۳؎ معجم البلدان میں اس مقام کا ذکر تفصیلاً لکھا ہے۔

بھی بہت سارے حقوق دیے جن کا ذکر آگے چلکر حقوق ذمیین میں مختصراً آتاہے - پھر کیونکر مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ جزیہ زبردستی مسلمان کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا؟ جزیہ مسلمان ہونے پر کسی طرح رغبت نہیں دلا سکتا بلکہ جس کسیکو ایمان سے مال کی محبت زیادہ ہو تو اُسکو مسلمان ہونے سے باز رہنے پر رغبت دلا سکتاہے، جبکہ وہ جانتاہے کہ مسلمان ہوکر ہم کو اس سے بڑی رقم زکوٰۃ کی دینی پڑے گی +

چونکہ جزیہ کے متعلق ہم کچھہ جبر واکراہ کے مضمون میں بھی لکھ چکے ہیں اسلئے ہم یہاں پر کچھہ مختصراً اور سناتے ہیں، اور یہ بتلاتے ہیں کہ اسلام نے اسکو کس مقصد سے اختیار کیا -

اسلام نے جو انتظام قائم کیا اُسکی رو سے ہر مسلمان فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا جاسکتا تھا، لیکن غیر مذہب والے، جو اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور جنکی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی، اُنکو فوجی خدمت پر مجبور کرنیکا اسلام کو کوئی حق نہ تھا - اس لئے ضرور تھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے کوئی ٹیکس ادا کریں؛ اسی ٹیکس کا نام جزیہ تھا - لیکن اگر کسی موقع پر غیر قوموں نے فوج میں شریک ہونا یا شرکت کے لئے آمادہ ہونا گوارا کیا تو وہ جزیہ سے بری کردیے گئے جیساکہ ہم آگے چلکر تاریخی شہادت سے ثابت کرینگے +

آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے جو معاہدے تاریخوں میں منقول ہیں اُنسے عموماً پایا جاتاہے کہ جزیہ اُن لوگوں کی محافظت کا معاوضہ تھا - خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والی ایلہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا تھا اُس میں یہ الفاظ مندرج فرمائے یحفظوا ویمنعوا یعنی "اُن لوگوں کی حفاظت کیجائیگی اور دشمنوں سے بچائے جائینگے" سلہ

حضرت عمرؓ نے وفات کے قریب جو نہایت ضروری وصیتیں کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ "غیر مذہب والے جو ہماری رعایا ہیں وہ خدا اور رسول کی ذمہ داری میں ہیں اور مسلمانوں کو اُن کی طرف سے اُن کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہیے" سلہ

اب ہم بعض معاہدات اصل الفاظ میں نقل کرتے ہیں جنسے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوجائیگی کہ جزیہ صرف حفاظت کا ایک ٹیکس تھا، اور غیر مذہب والے جو مسلمانوں کی رعایا تھے یہی سمجھکر یہ ٹیکس ادا کرتے تھے -

هذا كتاب من خالد بن الوليد لصلوبا بن نسطونا وقومه اني عاهدتكم على الجزية والمنعة فلك الذمة والمنعة ما منعناكم فلنا الجزية والا فلا + كتب سنة اثني عشر في صفر	یہ خالد بن ولید کی تحریر ہے صلوبا بن نسطونا اور اُسکی قوم کے لئے - ہمنے تم سے معاہدہ کیا جزیہ اور محافظت پر - ہم تمھاری ذمہ داری اور محافظت کرینگے جب تک ہم تمھاری محافظت کریں ہمکو جزیہ کا حق ہے ورنہ نہیں - سنہ ۱۲ھ ماہ صفر میں لکھا گیا +

سلہ [illegible] + سلہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۹ - [illegible]

مذہبی آزادی دی جاتی تھی اور کیا کیا حقوق عطا ہوتے تھے اُس کا ذکر ہم آگے چلکر الگ باب میں کرینگے یہاں پر ہم صرف یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جزیہ کے مصارف کیا تھے ۔ جزیہ کے مصارف لشکر کی آراستگی، سرحد کی حفاظت، قلعوں کی تعمیر، اسنے بچا تو سڑکوں اور پلوں کی تیاری، اور سررشتہ تعلیم تھے +

جزیہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس روپے سالانہ تھی ۔ کسی کے پاس لاکھوں روپے ہوں تب بھی اس سے زیادہ دینا نہیں پڑتا تھا ۔ عام شرح جزیہ کی چھ روپے، اور تین روپے سالانہ تھی ۔ بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے مرد اور عورتیں، مفلوج، معطل العضو، نابینا، مجنون، مفلس، یعنی جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو، یہ لوگ عموماً جزیہ سے معاف تھے + (اقتباس از الجزیہ)



اب میں چاہتا ہوں کہ اُن واقعات کو بیان کردوں جو **غزووں** اور **سریوں** کے نام سے مشہور ہیں ۔ مگر واضح ہو کہ غزووں اور سریوں کی تعداد میں بڑا اختلاف ہے ۔ اور جیسے جیسے نئی اور غیر مستند تاریخیں ہوتی گئیں ویسے ویسے تعداد میں ترقی ہوتی گئی ۔ اور اس کی دو وجہ ہوئی ۔ ایک تو یہ کہ بہت سے واقعات جو حقیقت میں غزوے اور سریے نہ تھے بعض مورخوں نے اُنکو غزووں اور سریوں کے نام سے اپنی تاریخوں میں لکھدیا اور اسطرح اب تاریخوں میں عموماً **دوستانہ مصالحت کی ڈیپوٹیشین، تبلیغ اسلام کی مشین**، غیر ملک کے بادشاہوں کی طرف سفارتیں، تجارتی قافلے، زائرین کی جماعتیں، ڈاکوؤں کو منتشر کرنے کے لئے، یا دشمنوں کی نقل و حرکت کو دیکھنے کے لئے بھیجی ہوئی جماعتیں مخبروں کا بھیجنا اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اصحاب یا آپ کا نکلنا، یہ سب کے سب غزوے اور سریے ہیں، جنکو پنڈت لیکھرام جیسے جاہل زبردستی مسلمان کرنے کے لیے حملے سمجھے بیٹھے ہیں ۔ اور دوسری وجہ زیادتی تعداد کی یہ ہوئی کہ بعض پچھلے مورخوں نے

عامل نے غلطی سے اُن لوگوں پر جزیہ لگایا تو اُنھوں نے خلیفہ کو اطلاع دی، اور دربارِ خلافت سے اُن کی براءت کا حکم صادر ہوا - لہ

جزیہ کا معاوضہ حفاظت ہونا اسقدر صاف صاف ظاہر کر دیا گیا تھا کہ معاہدوں میں یہانتک تصریح کر دی جاتی تھی کہ ذمی اگر صرف ایکسال فوجی خدمت میں شریک ہونگے تو اُس سال کا جزیہ چھوڑ دیا جائے گا - چنانچہ خود حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کثرت سے یہ معاملہ پیش آیا - عتبہ بن فرقد نے جب آذربائیجان فتح کیا تو معاہدہ میں یہ الفاظ لکھے الا ان یؤدوا الجزیۃ علیٰ قدر طاقتھم ومن حشر منھم فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ یعنی صلح اس شرط پر ہوئی کہ جزیہ ادا کریں بقدر اپنی طاقت کے اور جو شخص کسی سال لڑائی میں بلایا جائے گا تو اُس سال کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا -

اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب آرمینیہ کے بعض حصے فتح ہوئے تو سپہ سالار نے معاہدہ میں یہ الفاظ لکھے ان ینفروا لکل غارۃ وینفذوا لکل امر ناب اولم ینب راہ الوالی صلاحا علیٰ ان توضع الجزاء عمن اجاب الی ذلک ومن استغنی عنہ منھم وقعد فعلیہ مثل ما علیٰ اھل اذربائیجان من الجزاء یعنی صلح اس شرط پر ہوئی کہ یہ لوگ جب لڑائی پیش آوے یا کوئی ضرورت پیش ہو تو مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں ؛ اس صورت میں انپر جزیہ نہیں لگایا جاوے گا - لیکن جس شخص کی ضرورت ہو اور وہ بیٹھ رہے تو اُسکو آذربائیجان والوں کی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا - اسی معاہدہ میں یہ لفظ بھی ہے اور وہ صاف صاف ہمارے دعوے کی توضیح ہے والحشر عوض من جزائھم یعنی لڑائی میں شریک ہونا جزیہ کا قائم مقام ہے ؟ لہ

معاہدات میں یہ تصریح کہ (۱) جزیہ کے عوض ہم تمھاری اندرونی اور بیرونی حفاظت کے ذمہ وار ہیں (۲) جب حفاظت پر قدرت نہ ہو تو جزیہ کو واپس کر دینا (۳) جو لوگ فوجی خدمت پر آمادہ ہوں اُنکو جزیہ سے بری رکھنا - کیا ان واقعات کے ثابت ہو جانیکے بعد بھی کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ جزیہ حفاظت کا معاوضہ نہ تھا ؛ اور جو فوجی خدمت میں مسلمانوں کو تکلیفیں اُٹھانی پڑتی تھیں اُسی کے بدلے میں غیر مذہب والی رعایا سے جزیہ نہ لیا جاتا تھا ؟ اور کیا اب بھی جزیہ کے وجود نے ثابت نہ کر دکھلایا کہ اسلام کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ غیر مذہب والوں کو زبردستی مسلمان کیا جائے بلکہ وہ ایک خفیف ٹیکس لیکر اُنکی جان و مال ؛ مذہب و ملت کی حفاظت اپنے ذمہ لیتا تھا ؟ ذمیوں کو کیسی

لہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۶۱۶

لہ تاریخ طبری صفحہ ۲۶۶۵

پناہ دینے کا وعدہ کیا تو مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرۃ کی - اور اُن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی خدا تعالیٰ کی ظل وحمایت میں، باوجود مشرکوں کی بے انتہا کوشش قتل کے، بخیر وخوبی مدینہ
پہونچ گئے - مشرکین بہت دور تک بلکہ مدینہ کی حدود تک آپ کے تعاقب میں گئے،
مگر ناکام و نامراد واپس آئے +

مدینہ میں بھی مسلمانوں کی حالت خطرہ سے خالی نہ تھی - اہل مکہ کی خصومت سے یہاں بھی پناہ نملی
جنھوں نے مدینہ کے نومسلموں کے تعاقب میں تذبذب نہ کیا اور ان میں سے ایک شخص کو گرفتار کر کے
بہت تکلیفیں دیں خود شہر مدینہ میں یہ نہ تھا کہ مسلمان بالکل دوستوں میں رہتے ہوں - یہودی
جو مدینہ میں کثرت سے رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ عداوت رکھتے تھے - اور شہر
والوں میں بھی بہت لوگ ایسے تھے جو اس وقت تو بے پروا تھے، لیکن اگر غیروں کے آنے سے یعنے
شہر پر قریش یا دوسری کسی قوم کے حملہ کا اور اسکی بربادی اور تباہی کا خوف پیدا ہوتا تو قدرتی
طور پر وہ مہاجرین کے دشمن ہو جاتے - یہانتک کہ اُن لوگوں میں سے، جو ایمان نہیں لائے تھے
اور آنحضرتؐ کے مدینہ میں تشریف لانے کو دل سے پسند نہیں کرتے تھے اور مدینہ کے اُن لوگوں سے
جنھوں نے آنحضرتؐ کی نصرۃ کا وعدہ کیا تھا، نہایت ناراض تھے چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر
مکہ چلے گئے اور قریش سے جا ملے - اور صحرا کے بدوؤں اور دوسرے قبیلوں سے بھی ہر وقت
خوف تھا کہ مبادا وہ بھی قریش سے ملکر مذہبی مخالفت اور لوٹ کھسوٹ کی فطری خواہش سے
جو عرب کے خون میں مرکوز تھی، مدینہ پر حملہ نہ کر دیں، جیسا کہ آئندہ اکثر وقوع میں آیا کیا
اور یہ خوف عربوں کی خاص تمدنی حالت کیوجہ سے، جو اُس وقت تھی، اور بھی مہیب شکل دکھلاتا تھا
کوئی باقاعدہ صیغہ نظم ونسق ملکی کا جسکے بغیر کسی طرز حکومت کا آجکل خیال تک نہیں پیدا
ہو سکتا، موجود نہ تھا - ہر قوم اور قبیلہ ایکدوسرے سے جدا اور بذات خود خودمختار تھا - اور یہ مطلق
العنانی قبیلہ ہی میں نہ تھی بلکہ قبیلہ کے ہر متنفس میں بھی موجود تھی - قبیلہ کا ہر ایک شخص اپنے
سردار کے اختیارات اور افسری کو تسلیم کرتا تھا، مگر فقط اس حد تک کہ سردار ایک عام رائے
کا ظاہر کرنے والا ہے جسمیں یہ بھی شریک ہو، مگر وہ آزاد تھا کہ اہل قبیلہ کی رائے سے بھی جو رائے سب نے
ملکر دی ہو، اتفاق کرنے سے انکار کرے، اور اس لئے قبائل عرب ذری ذری بات پر لڑنے مرنے
کے لئے تیار ہو جاتے تھے - اور جب کبھی دو قبیلوں میں جنگ چھڑ جاتی تو مدتوں تک قائم
رہتی، بلکہ صدیوں تک اُسکا سلسلہ چلا جاتا تھا، مثلاً عبس اور ذبیان کے باہم چودہ سو برس
تک لڑائی جاری رہی - اور رہزنی، چوری، ڈکیتی، یہ تو گویا گھٹی میں پڑی تھی، اور یہاں
تو اشد درجہ کی مذہبی مخالفت بھی موجود تھی +

[illegible] صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴ +

خاصکر رطب ویابس روایات کی بنا پر بہت سے ایسے واقعات بھی اپنی تاریخوں میں - بیچ دیے
جو ہرگز وقوع میں نہیں آئے تھے، بلکہ وہ صرف غیر محتاط راویوں کی اپنے دلکی اُمنگیں تھیں،
جنکو مورخوں نے **مغازی** کی تعداد بڑھانے کے شوق میں بے چھان بین کئے اپنی کتابوں
میں درج کر لیا - مگر ان واقعات کا غلط ہونا مستند **تاریخوں**، اور **صحیحین** کے مغازی
اور جہاد، اور سیر سے بڑھ کر **اسماء الرجال** کی کتابوں کے مطالعہ سے اظہر من الشمس
ہو سکتا ہے - دیکھو عموماً تاریخوں میں ایسے مغازی (جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شریک تھے) کی تعداد ستائیس ۲۷ بتائی جاتی ہے، مگر **بخاری** (جسکو اصح الکتب بعد کتاب
اللہ کہا جاتا ہے) میں **زید بن ارقم** کی صحیح روایت سے کل مغازی کی تعداد انیس ۱۹ بتائی
گئی ہے، اور ان انیس ۱۹ میں بھی بہت کم ایسے غزوات ہیں جن میں حقیقتاً قتال کی نوبت آئی
ہو - مگر ایکبات بڑی عجیب ہے کہ چاہے کیسی ہی ناقابل وثوق روایت کیوں نہو اور چاہے
کیسی ہی غیر مستند تاریخ کیوں نہ ہو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ بزور شمشیر کسی کو مسلمان
کیا گیا ہو ۔

ناظرین! جو کچھہ مینے اوپر لکھا ہے اسکی تصدیق تمکو **غزووں** اور **سریوں** کے
... ... ہوتی جائے گی - اسی لئے مینے بغیر لحاظ اسبات کے کہ کوئی خاص واقعہ
قابل وثوق ہے یا نہیں کل ایسے واقعات کو درج کیا ہے جنکا پتا ہمکو غزووں اور سریوں کے
تحت میں ایسی تاریخوں میں مل سکا جنکو تاریخ ہونے کی حیثیت حاصل ہے - البتہ جہاں
کہیں مناسب دیکھا ہے بحث بھی کر دی ہے ✚

مگر قبل اسکے کہ میں **غزووں** اور **سریوں** کو نقل کروں ناظرین کو اپنے سابقہ مضمون
جہاد پر توجہ دلاتا ہوں کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے **مکہ** میں اسلام کی تبلیغ شروع
کی تو کسطرح **قریش** اور اُن کے گرد و نواح کے مشرکوں نے اول خاموش حقارت اور پھر
علانیہ عداوت سے برتاؤ کیا، اور خود **نبی ﷺ** اور اُسکی چھوٹی جماعت نے ہر طرح کی گستاخیوں اور
تمسخر کو برداشت کیا - لیکن اس سخت برتاؤ کا تشدد بڑھتا گیا، یہانتک کہ ایذا رسانوں
نے جان لینے کا قصد کیا - اول صحابہ اور دوسرے مسلمان تھے جنپر ظلم کا دور پہلے صرف ہوا
دو دفعہ مسلمان مجبور ہوئے کہ حفاظت کے لئے سمندر پار چلے جاویں - وہاں بھی دشمنوں کی عداوت
نے پیچھا کیا - بہت سے مسلمانوں کو سخت سے سخت اذیت پہونچائی جاتی تھی، یہانتک کہ
بعض مر جاتے اور راہ دین کے شہیدوں میں شمار ہوتے جسکو انھوں نے کسی حالت میں
ترک نہ کیا - جب ظالموں کے ظلم برداشت کے قابل نرہے، اور ایک شہر ایسا ملا جسنے

چھاپا مارنا، یا اُن کے اسباب اور اُنکی رسد اور اسلحوں پر قبضہ کرلینا - اس زمانہ تہذیب میں بھی کون سی مہذب سی مہذب قوم ہے جو اس فعل کو نامہذب اور ناجائز قرار دیسکتی ہے ؟ اور کون شخص ہے جو اسکو بجبر و زبردستی ہتھیاروں کے زور سے مذہب کا قبول کرانا قرار دیسکتا ہے *

جو کچھہ لڑائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاے راشدین کے وقت میں ہوئیں وہ انھیں امور پر مبنی تھیں - ایک بھی لڑائی اس غرض سے نہیں ہوئی کہ مخالفونکو زبردستی اور تلوار کے زور سے اسلام منوایا جاے، بلکہ اس غرض کے لئے تو اس تیرہ سو برس کی وسیع زمانہ میں بھی کوئی جنگ کسی ملک میں کبھی نہیں ہوئی -

اب دیکھو کہ اُن پہلے کاموں میں سے جو آنحضرتؐ نے بنی نوع انسان کی بہبودی کیلئے مدینہ پہونچکر کیئے ایک یہ بھی تھا کہ مدینہ کے قرب و جوار کے لوگوں میں جو صدیوں سے مخالفت اور جنگ و جدال ہوتی رہتی تھیں انکا خاتمہ کرنے کے لئے ایک عہدنامہ لکھا اور اتفاق کی روح اُن میں پھونکنی چاہی، جس میں وہ آخر کار کامیاب بھی ہوئے، نہ صرف قرب و جوار مدینہ میں بلکہ سارے عرب میں آپکو یہ کامیابی نصیب ہوئی - وہ صلح و آشتی کا اعلیٰ نمونہ اور کانشنس کی آزادی اور اتفاق کی روح ابن ہشام کے صفحوں میں موجود ہے جس کا خلاصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں - وھو ھذا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمانونکو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب (مدینہ کا پرانا نام ہے) اور سب لوگونکو چاہے کسی مذہب و قوم کے ہوں جنھوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے - صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی - اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے - یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائینگے - اور ہماری اُمت کے ساتھہ متساوی حقوق انکو ہماری نصرت اور حمایت اور حسنِ سلوک کے حاصل رہینگے یہودان بنی عوف، بنی نجار، بنی حارث، بنی جسم، بنی غالب، بنی اوس اور سب ساکنانِ یثرب مسلمانوں کے ساتھہ ملکر ایک قوم ہو جائیں گے - اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی ہی آزادی کے ساتھہ بجالائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں *

یہود کی حفاظت اور حمایت سب جو لوگ ہیں یا جو ان سے دوستی رکھتے ہیں انکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی - مجرموں کا تعاقب کیا جائے گا، اور انکو سزا دیجائے گی

اب دیکھنا چاہئے کہ ایسی حالت میں آنحضرت اور مہاجرین اور انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے کیا کرنا لازم تھا۔ اس مقصد کے حصول کیلئے چار امر لازمی تھے؛ کہ بغیر اُن کے امن اور حفاظت مطلوبہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

اول اس بات کی خبر رکھنی کہ **قریش مکہ** یا دوسری قومیں، **قریش مکہ** کے ظلم و ستم کی کارروائی میں شریک ہو کر، کیا کرتی ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں +

دوم جو قومیں **مدینہ** میں یا **مدینہ** کے گرد رہتی تھیں اُن سے امن کا اور **قریش** اور دوسری مدینہ پر حملہ کرنے والی قوموں کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔ لیکن عہد شکنی کی حالت میں انسے مقابلہ کرنا اُس منصوبہ کے لئے ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ امن کا معاہدہ کرنا کیونکہ عہد شکنی کی مکافات اگر نہ قائم کیجاے تو کوئی معاہد اپنے عہد پر قائم نہیں رہ سکتا اور امن مطلوبہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا +

سوم جو مسلمان **مکہ** میں بمجبوری رہ گئے تھے اور موقع پا کر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے، اور جنکو طرح طرح کی تکلیفیں دیجاتی تھیں اور ذرہ بھر بھی مذہبی آزادی حاصل نہ تھی، اُن کے بھاگ آنے پر جس قدر ہو سکے اُنکی اعانت کرنا، کیونکہ جو قافلہ مکے سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اُسکے ساتھ بہانہ کر کے کوئی مسلمان مدینہ بھاگ آنے کے ارادہ سے نکلا ہو +

چہارم جو گروہ **قریش کا مکہ** سے یا کسی دوسری قوم کا کسی جگہ سے مدینہ پر حملہ کرنیکو نکلے، یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنیوالا ہے، تو ہتھیاروں سے اُسکا مقابلہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کرنا بھی امن کے قائم رکھنے کے لئے لازم و ضروری ہے +

ان چار باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جسکی نسبت کہا جا سکے کہ اُس سے زبردستی اور ہتھیاروں کے زور سے **اسلام** کا منوانا مقصود ہے۔ اور نہ یہ تین باتیں اُن تین حالتوں میں لڑائی کے احکام سے باہر ہیں جنکی اجازت قرآن شریف میں ہے اور جنکو ہم مفصلاً ثابت کر آئے ہیں۔ وہ یہ کہ :-

ایک اُن سے لڑنے کا حکم ہے جو تم سے لڑیں +

دوسرے اُنسے لڑنیکا حکم ہے جو صلح اور امن کے معاہدہ کو توڑ دیں اور اسطرح امن میں خلل انداز ہوں۔

تیسرے اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمان مرد، عورت، بچوں کو اذیت دیتے ہوں اور اُنکی مذہبی آزادی میں مخل ہوں +

ایک امر اور ہے جو انھیں قسم کی لڑائیوں کا ضمیمہ ہے۔ یعنی جس ملک یا قوم سے انھیں امور کے سبب مخالفت ہے، اور لڑائی انھیں امور کے سبب مشتہر ہو چکی ہے اُس ملک یا قوم پر

سریہ رابغ شوال سنہ ۱ھ

عکرمہ بن ابوجہل دو سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر چھاپہ مارنے کے لئے روانہ ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ رضی بن الجراح کو ساٹھ سواروں کے ساتھ اُسکے مقابلہ پر بھیجا۔ جب مقام احیا پہونچے تو مشرکین سامنے آئے۔ مشرکوں میں مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان بھی تھے جو مشرکوں کے ڈر سے ہجرت نہ کرسکے تھے مگر دل میں مسلمان تھے۔ وہ دونوں موقع پاتے ہی ادھر چلے آئے۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی اور سعد بن وقاص رضی جو بڑے تیر انداز تھے ایسا تاک کر تیر مارا کہ بہت جلد مشرکوں کو بھاگنا پڑا ✣ سلہ

بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ سریہ سریہ سیف البحر کے بعد واقع ہوا ہے مگر اکثر کی یہی رائے ہے کہ یہی سب سے پہلا سریہ ہے ✣

سرایہ سیف البحر شوال سنہ ۱ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی بن عبدالمطلب کو تیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب ارض جہینہ میں نزدیک سیف البحر کے پہونچے تو ابوجہل کو مکہ والوں کے تین سو سواروں کے ساتھ موجود پایا۔ اب لڑائی میں شک نہ تھا مگر مجدی بن عمرو الجہنی نے جو دونوں فریق کا حلیف تھا سمجھا بجھا کر لڑائی نہ ہونے دی۔ اور ابوجہل مکہ کو اور حضرت حمزہ رضی مدینہ کو چلے آئے۔ سلہ یہ سریہ اہل مکہ کے تجسس حال کے لئے بھیجا گیا تھا۔

ایک حملہ تو پہلے قریشیوں کا ہو ہی چکا تھا اور اب دوسرے حملہ کی بھی نبت تھی جو اس سریہ کے بھیجنے سے معلوم ہو گئی ✣

سرایہ خرار۔ ذی قعد سنہ ۱ھ

یہ جحفہ کے نزدیک ایک مقام ہے۔ اس سریہ میں بیس آدمی مہاجرین سے تھے اور سعد رضی بن ابی وقاص اُن کے سردار تھے۔ اُنکو کہیں کسی دشمن کا پتا نہیں ملا اور خرار تک جاکر واپس آ گئے۔ سلہ صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ صرف خبر رسانی کی غرض سے روانہ ہوئے تھے، اور مسلمانوں کو قریش کے حملہ کا بڑا خوف تھا ✣

سلہ دیکھو تاریخ طبری ذکر سریہ رابغ ●

سلہ دیکھو واقدی کی کتاب المغازی کا ذکر سریہ سیف البحر ●

یہود مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کرینگے یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے مسلمان اور یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جاوے گا جیسا کہ خود اُن کا +

سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم، نا اتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہو آیندہ جو تنازعات ان لوگوں میں ہوں گے، جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے "

تھوڑے دنوں کے بعد یہود ان بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع بھی اس معاہدہ[۱] میں شریک ہوگئے۔ اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی جو عرب میں رائج تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا اور دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف[۲] تھی۔ +

اب ہم سلسلہ وار اُن واقعات کو درج کرتے ہیں جو غزوول اور سریوں کے نام سے مشہور ہیں اور یہ دکھلاتے ہیں کہ کوئی غزوہ یا سریہ اس مقصد سے نہیں ہوا تھا کہ بجبر و بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان کیا جائے، بلکہ ہر ایک غزوہ یا سریہ کا کوئی نہ کوئی سبب انھیں اسباب میں سے تھا جنکو ہمنے اوپر مفصل بیان کر دیا ہے اور چونکہ انکے وقوع کو کسی مورخ نے کسی سنہ میں اور کسی نے کسی سنہ میں لکھا ہے اسلئے ہم اُنہیں سے ایک سلسلہ اختیار کرتے ہیں اور اُن کے سنہ بیان کرنے میں محرم سے سال کی تبدیلی کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ واقعی زمانہ ہجرت سے برس کا شمار کیا ہے۔ ایسے سریوں کو جو بطور سفارت بادشاہوں کے پاس بھیجے گئے تھے ہمنے اس باب میں درج نہیں کیا کیونکہ دوسری جلد میں انکا ذکر اشاعت اسلام کے تحت میں ہمکو کرنا پڑیگا

---

[۱] یہ معاہدہ ابن ہشام میں صفحہ ۳۴۱ سے ۳۴۳ تک درج ہے۔ اس معاہدہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی آنحضرت اور صحابہ کرام قریشیوں اور دوسرے مخالفوں سے مطمئن اور بیخوف نہ تھے اسی لئے مدینہ پہنچتے ہی یہودان یثرب اور دوسرے لوگوں سے یہ معاہدہ کیا تھا تاکہ ایک جمہوری قوت پیدا ہو جاوے اور یثرب کو مخالفوں کے حملوں سے بچا سکیں [۲] تقریر جعفر ابن ابیطالب ابن ہشام صفحہ ۲۱۹ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۶۱ [۳] بعض محض چھوٹے چھوٹے واقعات کو بھی میں نے بخوف طوالت درج نہیں کیا ہے جو محض ایسے واقعات ہیں کہ خبر رسانی اور ملک کی قوموں کے حالات دریافت کرنیکو بہت چھوٹی چھوٹی تعداد میں لوگ بھیجے گئے ہیں اور کسی سے کچھ خفیف سا مقابلہ ہوگیا ہے یا وہ بھی نہیں ہوا ہے۔ ورنہ بعض ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات کے سوا میں نے کل غزوول اور سریوں کو جنکا پتہ مجھکو ایسی تاریخوں سے مل سکا جنکو تاریخ ہونیکی حیثیت حاصل ہے درج کر دیا ہے +

کے سپرد کیا، اور حکم دیا کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ اور تین روز بعد اسکو کھولکر پڑھو اور جو لکھا ہے اُسپر عمل کرو۔ عبداللہ بن جحش گئے اور تین روز کے بعد جب خط کو کھولا تو اُس میں لکھا ہوا تھا کہ نخلہ تک برابر چلے جاؤ اور وہاں خفیہ ہو اور مکیوں کا حال دریافت کرو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کس تدبیر میں ہیں، اور یہ مویشی جو یہاں سے لوٹ کرے گئے ہیں کھا چکے ہیں یا رکھے ہوئے ہیں اور ہرگز کسی سے حرب مت کرنا۔ پس عبداللہ نے وہ خط اپنے ساتھیونکو سنایا یہ بطن نخلہ تک کی راہ میں مکہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ وہ لوگ نخلہ کی طرف بڑھے۔ ایک منزل کے بعد سعد بن وقاص اور عتبہ بن عروہ کا ایک اونٹ نہ ملا تو وہ دونوں اُسکی تلاش میں بادیہ میں گئے، اور عبداللہ آگے بڑھ گئے وہ دونوں بہت حیران ہوئے اور پھر عبداللہ کو نہ پایا عبداللہ نخلہ تک گئے، اور جو کوئی گذرتا اُس سے حال دریافت کرتے۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ کے ساتھ تھے، اور وہ خبر لانے کے لئے ادھر اُدھر پھرتے تھے اور عبداللہ کو آکر کہتے تھے۔ ایک روز قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ طائف کا مال تجارت لئے ہوئے آن پہونچا، اور عبداللہ اور اُنکے ساتھیوں نے حکم کے خلاف اُسپر حملہ کر دیا اور عمرو بن عبداللہ الحضرمی قافلہ کا سردار مارا گیا۔ اور عثمان بن عبداللہ اور نوفل بن عبداللہ مکہ بھاگ گئے اور دو یا تین آدمی مدینہ گرفتار ہو کر آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا ملال ہوا اور عبداللہ کو بہت ملامت کی، اور کہا کہ کیا ہم نے حرب کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور جب سعد بن وقاص اور عتبہ بن عروہ مدینہ واپس آئے تو قیدیوں کو چھوڑ دیا، اور عمرو بن عبداللہ الحضرمی کا خون بہا بھی اپنے پاس سے دیدیا۔ [1]

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سریوں کے بھیجنے سے قریش کے ساتھ چھیڑ چھاڑ مقصود نہ تھی، بلکہ صرف اُن کے ارادوں کا حال دریافت کرنا مقصود تھا، نہ لڑنا اور نہ کسی پر حملہ کرنا۔

غزوہ بدر الکبریٰ۔ رمضان سنہ ۲ھ

قریش نے قریب ایکہزار کے جنگ آزمودہ لوگ جمع کئے جنمیں سے سَو کے پاس گھوڑے اور باقی کے پاس سواری اور باربرداری کے لئے سات سو اونٹ تھے [2] اور مدینہ پر ایک ہیبتناک

---

[1] تاریخ طبری ذکر سریہ نخلہ۔

[2] اپنے پاس سے دیت کے دینے کی روایت عروہ سے کتاب المغازی واقدی میں منقول ہے اور دیکھو پریچنگ اوف اسلام۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ صاحب صفحہ ۲۴۔ [3] تاریخ طبری۔

غزوۂ ودان یا غزوۂ ابواء صفر سنہ ۱ھ

خود جناب رسول خدا اس سفر میں تشریف لے گئے، اور کچھ مہاجر اور انصار بھی ساتھ تھے یہانتک کہ بمقام ابواء پہنچے - یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اور اسکے قریب ایک بستی ودان ہے آپنے بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ سے، جنکا سردار عمرو بن مخشی تھا، اس بات پر صلح کی کہ وہ آپ کی مدد کرینگے نہ قریش مکہ کی - اور یہ معاہدہ کر کے واپس تشریف لے آئے۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ مدینہ والونکو قریش مکہ کے آئندہ حملہ کا کسقدر خوف تھا ۱

غزوہ بواط ربیع الاول سنہ ۱ھ

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بمقام بواط تشریف لے گئے تو خبر معلوم ہوئی کہ قریش آگے گذر گئے ہیں اور آپنے کسیکو نہیں پایا وہاں سے مدینہ واپس چلے آئے - ۲ صاف ظاہر ہے کہ یہ مقابلہ بھی قریش سے صرف ہوا نہیں، بلکہ ہوتے ہوتے رہ گیا

غزوہ ذو العشیرہ جمادی الاخر سنہ ۲ھ

یہ ایک جگہ ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان - خود آنحضرت نے سفر کیا اور بنی مدلج کے لوگوں سے امن کا معاہدہ کر کے واپس تشریف لے آئے - مضمون صلح یہ تھا کہ بنو مدلج کے جان و مال کو امن ہوگا اور مصائب کے ہنگام پر انکی مدد کیجائیگی بشرطیکہ اہل اسلام سے نہ لڑیں اور مسلمانوں سے متفق رہیں ۳

غزوہ سفوان یا بدر اولی سنہ ۲ھ

عمرو بن الجہنی مکہ سے ایک جماعت کے ساتھ مدینہ پر چھاپا مارنے کے لئے آیا - اور مدینہ والوں کے مویشی چراگاہ سے لوٹ کر لیگیا، اور بادیہ کی راہ سے مکہ چلا گیا - جب آنحضرت کو خبر ملی تو مہاجر اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ خود اُن کا تعاقب کیا اور حدود مدینہ یعنی سفوان تک گئے مگر ان لوگوں کو نہ پایا واپس چلے آئے - ۴

سریہ نخلہ رجب سنہ ۲ھ

جمادی الآخر کے پچھلے دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بلایا جنکا نام عبد اللہ بن جحش الاسدی تھا اور بارہ مہاجر بن اسکے ساتھ کر دیے اور ایک رقعہ لکھا اور اسکو سر بمہر کر کے عبد اللہ

۱ تاریخ طبری - اور کتاب المغازی واقدی۔ ۲ تاریخ طبری اور ابن ہشام۔ ۳ تاریخ طبری اور ابن ہشام۔ ۴ تاریخ طبری۔

(۴) اور یہ کہ مدینہ ہی میں خدا کا حکم اس بڑی جماعت شوکت والی کا مقابلہ کرنیکا ہو چکا تھا۔

اس کے علاوہ ابوسفیان کے قافلہ میں کل تیس آدمی تھے، اور آنحضرتؐ مدینہ سے تین سو جاں نثاروں کے ساتھ نکلے تھے۔ تین سو آدمی تیس آدمی کے مقابلہ کو کسطرح موت کے منہ میں جانا نہیں خیال کر سکتے تھے اس لئے اگر آنحضرتؐ قافلہ کو لوٹنے کے لئے نکلتے تو خدا تم ہرگز قرآن مجید میں یہ نفرماتا کہ مسلمان اُنکے مقابلہ کو موت کے مُنہ میں جانا سمجھتے تھے۔

اور جو واقعات پیش آئے اُن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے جو لوگ لڑنے کو نکلے وہ قریش مکہ کے مقابلہ میں اُن کے حملہ کے دفع کرنے کے لئے نکلے تھے نہ کہ قافلہ لوٹنے کیلئے۔

سیرت ہشامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا" اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کوچ قریش مکہ کے مقابلہ میں تھا نہ شام کے قافلہ پر، کیونکہ وہ قافلہ شام سے آتا تھا جو مدینہ سے جانب شمال واقع ہے اور مکہ جانب جنوب، اور شام سے قافلہ کے مکہ میں آنے کا رستہ مدینہ سے جانب غرب پڑتا ہے، پس اگر قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا جاتا . . . . تو مدینہ سے شمال یا غرب کا رستہ اختیار کیا جاتا، نہ جنوب کا +

ان دلائل سے یہ بات صاف ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے قریش کی حملہ آوری کی خبر سُنکر اپنے اصحاب اور اپنے شہر کی محافظت کے لئے، جس نے آپکو اور مہاجرین کو پناہ دی تھی، کوچ کیا اور اُسکو محاصرہ کی سخت بلاؤں سے، جن میں وہ اپنے موجودہ موقع اور حالت کی وجہ سے مبتلا ہو کر سخت نقصان اُٹھاتا، بچانا چاہا۔

اور قریش کا بھی ارادہ صرف اپنے قافلہ کے بچانے ہی کا نہ تھا بلکہ خاص مدینہ پر چڑھائی کرنے کا تھا۔ اس لئے کہ انھوں نے اس قدر آدمی جمع کئے تھے اور لڑائی کا سامان اور نفیر عام اسطرح پر کی تھی، جو قافلہ کی حفاظت کی ضرورت سے بہت زیادہ تھی۔ اور جب کہ وہ قافلہ خدشہ کے مقام سے بچکر نکل گیا، اُسوقت بھی اُنھوں نے کوچ کو اور لڑائی کے ارادہ کو موقوف نہیں کیا، چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب ابوجہل مکہ سے لوگونکو لیکر نکلا تو اُس سے کہا گیا کہ قافلہ سمندر کے کنارہ کنارہ سلامت نکل گیا ہے، اب مکہ کو پھر چلو۔ اُس نے قسم کھائی کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا" اور وہ برابر مدینہ کیطرف بڑھتا چلا آیا، اور اسطرح اپنا اصلی مقصد ظاہر کر دیا +

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تین یا چار منزل کی مسافت طے کرکے بدر پہونچے جہاں قریش آٹھ منزل کی مسافت طے کر کے آ چکے تھے۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی بڑی فوج کو بڑھے آتے ہوئے دیکھا تو ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کی کہ "اے میرے ربّ اپنے وعدہ نصرت کو

+ اور اگر یہ کہا جاوے کہ کوچ مکہ کی طرف ہوا تو ان بیان نقشہ سے ثابت ہے - منہ

حملہ کرنے کا ارادہ پکا ہوگیا۔ اسی اثنا میں ابوسفیان، جو قریش کا ایک سردار تھا، تجارت کا مال لیکر شام سے واپس آرہا تھا۔ راہ میں یہ غلط خبر سنکر کہ مسلمان اُسپر حملہ کرنا چاہتے ہیں، قریش کے پاس قاصد بھیجا اور ساتھ ہی وہ جنگجو، جو مکہ میں جمع ہوچکے تھے مدینہ پر حملہ کرنے اور اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے نکل پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سُنکر تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔

عام مورخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے نکلنا صرف قافلہ کے لوٹنے کی غرض سے تھا لیکن یہ امر غلط ہے **قرآن مجید** جس سے زیادہ کوئی قطعی شہادت نہیں ہوسکتی، اور جسکو یورپ[1] اور ایشیا، کے عالم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سچی کتاب سمجھتے ہیں، اور حقیقت میں ہے بھی، اُس میں جہاں اِس واقعہ کا ذکر ہے یہ الفاظ ہیں

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۥ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ۥ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۥ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ - سورۂ انفال آیت ۵-۶-۷) ترجمہ: جیسا کہ تجکو تیرے پروردگار نے تیرے گھر (مدینہ) سے سچائی پر نکالا، اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ وہ تجھسے سچی بات پر جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ سچی بات ظاہر ہوگئی، گویا کہ وہ موت کیطرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اُسکو دیکھ رہے ہیں۔ اور جب کہ خدا دو گروہوں میں سے ایک کا تمسے وعدہ کرتا تھا اور تم چاہتے تھے کہ جس گروہ میں کچھ زور نہیں ہے وہ ہاتھ آئے"

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) جب آنحضرت صلعم مدینہ سے نکلنا چاہا تو مسلمانوں کا ایک گروہ ہچکچاتا تھا، اور سمجھتا تھا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

(۲) مدینہ سے نکلنے کے وقت کافروں کے دو گروہ تھے ایک غیر ذات شوکۃ یعنی ابوسفیان کا کاروان تجارت اور دوسرا قریش مکہ کا گروہ، جو مکہ سے حملہ کرنے کے لئے سر و سامان کے ساتھ نکل چکا تھا۔

[1] بے۔ سپرنگر۔ جلد یکم۔ صفحہ ۱۵ (محمد کی سیرت کا سرچشمہ قرآن ہے) اور گرگنز۔ محمد این کا راکٹر ملیہ (مطبوعہ برلن ۱۸۷۸ء) صفحہ ۱۳۔

رکھکر اُس نوجوان لڑکی کی ہتک حرمت اور آبرو ریزی چاہی - وہاں ایک مسلمان راہگیر اُس لڑائی میں شریک ہوگیا، اور خوب مار پیٹ ہوئی - جو یہودی شرارت کا بانی تھا مارا گیا - تب یہودیوں نے جمع ہوکر اُس مسلمان کو قتل کر ڈالا - ادھر مسلمان جوش میں آگئے اور ہتھیار لے یہودیوں پر جا پڑے اور طرفین میں لوگ مارے گئے - [1]

ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات اُسوقت ہوئے ہیں جب آنحضرت صلعم بدر کی لڑائی میں مصروف تھے جب آپ واپس تشریف لائے تو اُن یہودیوں نے علانیہ معاہدہ توڑ دیا، اور عہدنامہ جو تحریر ہوا تھا واپس بھیجدیا + [2]

اس عاقبت اندیش دوربین مصلح نے دیکھا اور غور کیا کہ اگر یہی حالت مدینہ کی رہی تو انجام اچھا نہ ہوگا - مدینہ باہمی فسادوں کا جنگ گاہ ہی نہ رہیگا، بلکہ مخالف فرقوں کے لئے بیرونی حملہ آوری کا باعث ہوگا اس لئے آپ صلعم نے خود تشریف لیجاکر یہودیوں سے فرمایا تم مسلمان ہوجاؤ + یا یہاں سے چلدو - یہود نے بڑی سختی سے جواب دیا کہ قریش کو (بدر میں) شکست دیکر نازاں نہ ہو وہ فنون جنگ سے ناواقف ہیں، اگر ہمسے لڑا تو دیکھیگا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں" [3] یہ کہکر قلعہ بند ہوگئے اور آنحضرت صلعم کی حکومت

حاشیہ [1] ابن ہشام اور کتاب المغازی واقدیؒ ذکر غزوہ بنی قینقاع - ۱۲ [2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۵۵

+ معلوم ہوتا ہے کہ بنی قینقاع کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری تبلیغ تھی - آپ نے دیکھا کہ اب اس ناہنجار قوم نے اپنے کو اس قابل بنالیا ہے کہ یہاں سے ضرور جلاوطن کیجائیگی، اس لئے قبل انکی جلاوطنی کے انکو اسلام کی تبلیغ کی کہ شاید یہی وقت اُن کے اسلام میں داخل ہونے کا ہو، کیونکہ جلاوطنی کے بعد یہ امید اور بھی دھندلی میں پڑتی تھی - بعض مورخوں نے جو صرف یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے انکو مسلمان ہوجانے کے لئے کہا اس سے کوئی کوتاہ بیں یہ نہ خیال کرے کہ رسول خدا نے جلاوطنی کی دھمکی دیکر انکو مسلمان کرنا چاہا تھا، کیونکہ اگر وہ صرف دھمکی کی وجہ سے مسلمان ہوجاتے تو خود رسول خدا صلعم اور عام مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوتا، وہ باغی کے باغی ہی رہتے اور جس خوف سے انکو جلاوطن کیا جاتا تھا وہ کھٹکا لگا ہی رہتا پس یہاں پر راویوں نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت (یعنی تبلیغی مضامین) چھوڑ دیئے ہیں چنانچہ ابن خلدون کو بعض کچھ ملی ہیں اور وہ لکھتا ہے کہ "فتح و مراجعت بدر کے بعد ایکروز آنحضرت صلعم بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لیگئے اور انکو انھیں کی کتابوں سے سمجھانے لگے" (دیکھو ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد سوم - ذکر غزوہ بنی قینقاع) ہاں اگر وہ اس تبلیغ سے متاثر ہوکر مسلمان ہوتے تو بغاوت کا خوف مٹ جاتا - اور جلاوطنی کی [illegible]

[3] ابن ہشام اور تاریخ ابن الاثیر

مت بھول - اے خدا اگر تیرا یہ[1] گروہ تباہ ہو جائے گا تو پھر کوئی تیری سچی عبادت کرنیوالا باقی نہ رہیگا"۔

آخر لڑائی ہوئی، اور قریش نے شکست فاش کھائی - اُن کے بہت سے سردار مارے گئے اور ابو جہل بھی واصل جہنم ہوا - اور قیدیوں میں سے، جو ستر تھے صرف دو شخص، جو مسلمانوں کے بڑے درجے کے دشمن تھے، مصلحتاً قتل کئے گئے اور باقی قیدیوں کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کیا گیا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید کی کہ قیدیوں کی عزت کی جائے اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا جائے اُن مسلمانوں نے جنکے سپرد وہ کئے گئے تھے اس حکم کی تعمیل بڑی عمدگی سے کی، جو وہ خود کھاتے وہ اُن کو کھلاتے، بلکہ اُنکو روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں پر بسر کرتے۔[2]

سر ولیم میور صاحب بھی، باوجود انتہائے تعصب کے، لکھتے ہیں کہ "تعمیل حکم آنحضرت مسلمانوں نے انکو اپنے گھروں میں رکھا اور بڑی خاطر و مدارات کی، چنانچہ چند روز کے بعد ان میں سے ایک قیدی نے کہا کہ خدا اہل مدینہ کو آباد رکھے انھوں نے ہمکو سواری پر چڑھایا اور خود پیدل چلے، اور ہمکو گیہوں کی روٹی کھلائی اور آپ کھجوروں پر قناعت کی"

غزوۂ بنی قینقاع - شوال سنہ ٢ھ

مدینہ کے قریب و جوار کے یہودی اکثر کاشتکار تھے، مگر یہودان بنی قینقاع کاشتکار نہ تھے بلکہ صنعت و حرفت والی قوم تھی، اور اسکندریہ کے یہودیوں کی طرح شریر و غدار، فاسق و فاجر تھے - اُن کا ایک بازار بھی تھا اور سوق بنی قینقاع کہلاتا تھا - جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں یہ بھی معاہدہ میں شریک تھے، مگر خلاف معاہدہ کے جب بدر کی لڑائی ہوئی تو انھوں نے اظہار بغاوت[5] کیا اور قریش کی طرفداری اور حمایت کرنے لگے[6] اسی درمیان میں ایک نوجوان مسلمان لڑکی اُن کے بازار میں گئی اور بضرورت اپنے کاروبار کے ایک یہودی سنار کی دکان پر پہنچی - تو نوجوان یہود نے حرمت نسوان اور مہمان نوازی کے اصول کو بالائے طاق

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ - اور ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰ [2] ابن ہشام ص۴۵۹ و ۴۶۰ - کوئین ڈنا پرسول جلد۳ ص۳ [3] میور جلد۳ ص۱۲۲ [4] تاریخ طبری جلد۳ ص۸ [5] تاریخ ابن الاثیر جلد۲ ص۱۰۵ مطبوعہ مصر۔ [6] تاریخ طبری۔

یہ معلوم ہوا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان مدینہ پر چھاپہ مارنے اور شبخون کے لئے بمقام قرقرۃ الکدر جمع ہوئے ہیں؛ اس لئے آنحضرت صلعم کچھ آدمیوں کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔ مگر وہ آپ کا نام سنکر لڑکے بالونکو چھوڑکر بھاگ گئے تھے۔ آپنے ان کے لڑکے بالونکو کچھہ نہیں کہا اور واپس چلے آئے[۱]

سریہ محمد بن مسلمہ - ربیع الاول سنہ ۳ھ

کعب بن اشرف یہودی بنی نضیر کا ایک سربرآوردہ ممبر تھا - وہ قریش کا ہمدرد اور ساتھی تھا، اور مسلمانوں کو اور آنحضرت کو عجیب عجیب طرح سے ایذا پہونچاتا تھا، اور قریش مکہ کو حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تھا، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ "بدر کی لڑائی کے بعد یہ خود مکہ کو گیا، اور قریش کو جنگ پر آمادہ کیا، مقتولین بدر کے مرثیے لکھے، اور قریش کو نہایت جوش دلایا - اُسکو محمد بن مسلمہ نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے مار ڈالا"

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے حکم سے مارا تھا، مگر یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کا قابل اطمینان تصفیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس واقعہ کے ہونے میں بھی شک ہے مگر بفرض محال اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے حکم سے مارا تب بھی کوئی بات نہیں - ایسی حالت میں کہ وہ دشمنوں سے سازش رکھتا اور مدینہ پر حملہ کی ترغیب دیتا تھا اس کا قتل کیا جانا بلحاظ ان اصولوں کے جو انتظام جنگ اور دشمنوں کے جاسوسوں اور فتنہ انگیزوں سے علاقہ رکھتے ہیں واجب تھا - مسلمانوں نے اُسکو خواہ از خود مارا ہو یا آنحضرت صلعم کے حکم سے، دونوں صورتوں میں کچھہ قابل الزام نہیں ہے - کیونکہ وہ اُس قبیلہ میں سے تھا جس نے مسلمانوں کے ساتھ عہد کیا تھا اور یہ حلف کر لیا تھا کہ اُس چھوٹی سی جمہوری سلطنت کو، جو آنحضرت صلعم کے تحت میں ابھی قائم ہوئی تھی، اندرونی اور بیرونی خطروں سے بچائیں گے - پس جس سلطنت کا وہ شریک تھا اُسی کے برخلاف علانیہ کارروائی کرنے کا مجرم اور اُس سزا کا مستوجب تھا جو اُس کے ساتھ، بوجہ نہ ہونے محکمہ پولیس وغیرہ کے جسطرح ممکن ہوا برتا گیا، اور جو ایسے جرائم کے لئے اس تہذیب و شایستگی کے زمانہ میں بھی نہایت واجب بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے +

بعض عیسائی مورخ، جنھوں نے اپنی نادانی یا تعصب سے اسکو "خون ناحق" سے تعبیر کیا ہے وہ غالباً اس امر کو بھول گئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اُس فرمان عام میں*، جسکی رو سے مدینہ اور اُسکے مضافات کی رعایا کی ملکی اور مذہبی آزادی کا تحفظ کیا گیا تھا اور جس میں یہودی بھی شامل تھے، ایک شرط یہ بھی تھی کہ "ہر ایک مجرم کا تعاقب کیا جائے گا" اور اُسکو سزا دی جائے گی

[۱] تاریخ طبری ذکر غزوہ قرقرۃ الکدر -

* - سیرت ابن ہشام مطبوعہ جرمنی جلد اوّل صفحہ ۳۴۱ و ۳۴۲

باہمہ عہد سرکش بن گئے - اس شریر قوم کا فتنہ فرو کرنا نہایت ضروری تھا ، بنابراں اُن کا محاصرہ کیا گیا - پندرہ روز کے بعد قلعہ بند لوگ گھبر اگئے ، اور یہ کہکر اُتر آئے کہ محمدؐ صاحب جو ہماری نسبت فیصلہ فرمائیں وہ ہمیں منظور ہے " پہلے آنحضرت نے سخت سزا تجویز فرمائی ، مگر آپ کا جبلی رحم اور طبعی خلق اُن کی سزا دینے پر غالب آگیا ، اور وہ صرف جلا وطن کئے گئے - ۱؎

اب ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرتؐ کی طرف سے حملہ تھا یا صرف امن کا قائم رکھنا ۔

غزوۃ السّویق - ذی الحجّہ سنہ ۲ھ

ابوجہل وغیرہ صنادید قریش کے مارے جانے سے قریش کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھ آئی - چونکہ اُسکا بیٹا حنظلہ اور اقربا جنگ بدر میں مارے گئے تھے اسلئے ابوسفیان نے قسم کھائی کہ آرام نہ کروں گا جب تک مدینہ کو نہ لوٹوں اور شبخون نہ ماروں - پس جو اسیران قریش چھوٹ کر صحیح وسلامت اپنے گھروں میں پہونچے وہ دو سَو سواروں کے ساتھ مکہ سے نکلا ، اور چھپتا ہوا مدینہ کے قریب پہونچگیا ، اور یہودان بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم ، کے پاس تجسس حال کے لئے جا ٹھیرا - اور اپنے پچاس سوار ونکو کہا کہ جاؤ ، اور مدینہ والوں میں سے جس کسیکو پاؤ مار ڈالو اور قید کرلو تا کہ میری قسم پوری ہو - وہ اندھیرے منہ ایک محلہ میں آئے جو شہر سے کچھ دور تھا - وہاں کشت زار بھی تھا جس میں چند انصاریؓ کام کرتے تھے ، اور اُنھوں نے گھر بھی وہیں بنالیا تھا قریشیوں نے اُن گھروں کو ویران کردیا اور جلا دیا - کھجور کے درخت کو بھی جلا کر خاک کرڈالا ، اور دو آدمیوں کو بھی مار ڈالا ، اور اُسی وقت چلتے بنے - خبر کے معلوم ہونے پر آنحضرتؐ نے تعاقب کیا جب ابوسفیان کو آنحضرتؐ کے تعاقب کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بھی بھاگ نکلا - آنحضرتؐ قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے ، مگر کوئی ہاتھ نہ آیا - چونکہ قریش خوراک کے لئے ستو اپنے ساتھ لائے تھے ، جنکو بھاگتے وقت گھوڑوں کا بوجھ کم کرنے کو پھینک گئے اسلئے یہ غزوہ اسی نام سویق (ستو) سے مشہور ہوگیا ۲؎

اس غزوہ میں قریش کی بیرحمی اور یہودان بنی نضیر کی خلاف عہدی قابل لحاظ ہے - باوجود اسکے کہ بنی نضیر سب کو سب دشمنوں سے بچانیکا عہد کرچکے تھے اُسکے خلاف مدینہ کے لوٹنے اور شبخون میں دشمنوں کو مدد دینے لگے

غزوۂ قرقرۃ الکدر یا بنی سلیم - محرم سنہ ۳ھ

۱؎ ابن ہشام - ابن الاثیر - ۱۰

۲؎ طبری ذکر غزوۃ السویق - ۱۰

کہ مدینہ پر چھاپہ مارے اور شبخون کرے ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس طرف تشریف لیگئے اور وہ خبر پاکر بھاگ گئے ۔ آنحضرت صلعم نے کسیکو نہ پایا، اور واپس تشریف لے آئے[۱] ۔ مگر واقدی وغیرہ نے اس کے متعلق ایک ایسے واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کریم النفسی اور رحم دلی اور خوف و خطر کی حالت میں صرف خدا تعالیٰ کے حفظ و حمایت پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کا ایک عجیب و غریب اور بےمثل و بےنظیر ثبوت حاصل ہوتا ہے، جسکو مسٹر واشنگٹن ارونگ نے بھی نقل کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اس سفر میں آنحضرت ایک درخت کے نیچے اپنے لشکر سے دور تن تنہا سو رہے تھے، کہ یکایک ایسا غل ہوا کہ آپ بیدار ہو گئے اور آپ نے دیکھا کہ ایک کافر جو آپ کا جانی دشمن تھا ننگی تلوار لئے ہوئے سر پر کھڑا ہے، اور کہتا ہے کہ اے محمد بتا اب تجھکو کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ جو ہر ایک امر پر قادر اور ہر ایک شے پر غالب ہے ۔ جسکو سنکر اُسپر ایسا رعب طاری ہوا کہ جسم پر تھرتھری پڑ گئی اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی، جسکو آپ صلعم نے اُٹھا لیا، اور گھما کر فرمایا کہ اب بتا تجھکو کون بچائے گا؟ اُس نے کہا کہ افسوس، میرا بچانے والا کوئی نہیں! آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیر، رحم کرنا مجھسے سیکھ لے ۔ اور یہ فرما کر اُسکی تلوار اُسکو دیدی ۔ اُس سنگدل کا دل آپ کے اس رحم سے موم ہو گیا، اور ساری عمر کے بعد وہ مدت العمر آپ کی وفاداری و جاں نثاری میں سرگرم و ثابت قدم رہا ۔

واقدی اور ابن سعد وغیرہ نے اس شخص کا نام دعثور بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی کے ذریعہ سے اُسکی قوم کی قوم مسلمان ہو گئی ۔

سریہ قردہ ۔ جمادی الآخر سنہ ۳ھ

یہ ایک چشمہ کا نام ہے جو نجد میں واقع ہے ۔ قریش مکہ کی تجارت کا روکنا، جنسے ہر وقت اندیشۂ جنگ تھا، ایک ضروری امر تھا کیونکہ وہ ملک شام وغیرہ سے علاوہ مال تجارۃ کے آلات حرب بھی لایا کرتے تھے ۔ اب اُنھوں نے قدیم راستہ تجارت کا چھوڑ کر ایک نیا رستہ عراق میں ہو کر نکالنا چاہا، اور ابو سفیان قافلہ لیکر نکلا ۔ جب اس کی خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو زید بن حارثہ کو اُنپر بھیجا ۔ ابو سفیان کو یہ بات معلوم ہو گئی، اور وہ مال تجارت چھوڑ کر چلا گیا ۔ وہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور وہ مدینہ واپس آگئے[۲]

جبتک اُن لوگوں نے صلح نہ کی تھی اور لڑنا موقوف نہ کیا تھا ایسا کرنا اُن کا زور توڑنے کے لئے بہت ہی ضروری تھا ۔ مگر جب اُنھوں نے، حدیبیہ کے موقع پر صلح کر لی، ... کرنا

۱ - تاریخ ابن جریر طبری ۔

۲ - ابن سعد ۔ واقدی

پس مسلمانوں نے اس شخص کو سزا دینے میں گویا اُس قانون پر عمل کیا جو یونان کے مشہور مقنن سولن نے اپنے شہر "ایتھنز" کی حفاظت کے لئے اُس کے باشندوں پر فرض کردیا تھا کہ جلاوطن اختیار کریں اور مفسدوں کو تلاش کرکے قتل کریں۔ اور نیز اُس قانون پر جو عیسائی سلطنت انگلستان نے جاری کر رکھا ہے اور جس کے بموجب وہاں کا ہر ایک شخص مجاز ہے کہ ہر ایک مفسد و غدار کو پکڑ کر مار ڈالے۔

یہ تو سب کچھ ہوا مگر اس واقعہ کو ایسے راویوں نے بیان کیا ہے جو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ سب سے عمدہ روایت جو اس قتل کے بارے میں ہے، وہ جابر بن عبد اللہ اور ابن عباس عن عکرمہ کی روایتیں ہیں۔[1][2]

ان میں سے بھی کوئی ایسا نہیں جس نے اس واقعہ کو آنکھ سے دیکھا ہو یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کا حکم دیتے سنا یا خواہش ظاہر کرتے دیکھا ہو۔ علاوہ اس کے جابر بن عبد اللہ اُس وقت محض بچہ تھے، یہانتک کہ وہ جنگ اُحد میں بھی جو اس فرضی قتل کے بعد ہوئی تھی، بوجہ کم سنی کے جانے سے باز رکھے گئے تھے۔[3] اور ابن عباس تو جابر سے بھی چھوٹے تھے اور نیز اس زمانہ میں، جب کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے مکہ میں رہتے تھے۔[4] اور عکرمہ حضرت ابن عباس کا ایک غلام تھا جو مشہور اسپر غلط روایات بیان کرنے میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔[5]

اور ابن اسحاق، جو سب سے پہلی تاریخ ہے جس میں آنحضرت کے حالات لکھے گئے ہیں، اُس میں جہاں اس واقعہ کو لکھا ہے آنحضرت کے حکم دینے یا قتل کی خواہش ظاہر کرنیکا کچھ بھی ذکر نہیں۔

اب معلوم ہو سکتا ہے کہ اس قصہ کی کیا حقیقت ہے +

غزوہ ذی امر یا انمار ربیع الاول سنہ ۳ ھ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر آئی کہ سلیم اور غطفان کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے اور چاہتی ہے

---

[1] کتاب المغازی - صحیح بخاری اور کتاب الجہاد صحیح مسلم - [2] محمد بن سعد کاتب واقدی اور ابن ہشام صفحہ ۵۵۱

[3] دیکھو "اصابہ فی تمیز الصحابہ" مصنفہ ابن حجر العسقلانی جلد ۱ نمبر ۱۰۲۱ صفحہ ۴۳۴ - [4] ابن عباس اُس وقت صرف پانچ برس کے تھے اور مکہ میں رہتے تھے اسوجہ سے انکی روایت اس خاص واقعہ میں قابل اعتبار نہیں - ۱۲

[5] ... علی بن عبد اللہ بن عباس ابن المصعب عطا، ابراہیم بن سورہ، قاسم اور ... کہتے تھے کہ عکرمہ ایک جھوٹا آدمی تھا۔ دیکھو "میزان الاعتدال" ذہبی، "کوکب دراری شرح صحیح بخاری" ... اور "معرفۃ انواع علم حدیث" مصنفہ ابو عمر الدمشقی - ۱۲

پسپا کر دیا۔ حضرت حمزہؓ وغیرہ لشکر کفار کو پریشان دیکھکر قلب لشکر میں گھس گئے۔ گویا مسلمانوں کی فتح ہو چکی تھی کہ عبد اللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے آنحضرتؐ کے حکم کو فراموش کر دیا، اور بامید مال غنیمت مورچہ چھوڑ نیچے اُتر آئے دشمن مورچہ خالی دیکھ سوار ونکو سمیٹ فوج اسلام کے عقب پر آگرے[۱] - جنگ عظیم ہوئی - حضرت امیر حمزہؓ اور عبد اللہ بن جبیرؓ شہید ہوئے - اور بھی بعض شجاعان اسلام کے مارے جانے سے لڑائی کا رنگ بدلگیا، اور کافر خود آنحضرتؐ پر اُمڈ آئے - ایک پتھر لگ کر آپکے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے، اور پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی - آپ ایک گڑھے میں گر پڑے، اور لوگونکی نظر سے چھپ گئے - اسی بر ہمی میں یہ غل پڑ گیا کہ رسول اللہؐ مارے گئے - اس خبر نے مسلمانوں کے استقلال کو اور متزلزل کر دیا، اور جو جہاں تھا وہیں سراسیمہ ہو کر رہ گیا - بعض ایسے بھی تھے جو اس خبر کے مشہور ہونیکے بعد بھی برابر مشرکوں سے لڑتے رہے، اور جو رسولؐ خدا کی طرف سے گذرے تو آپ کو زندہ پایا، اور کفار کے حملہ سے برابر بچاتے رہے - پھر جو مسلمانوں نے دیکھا کہ کچھ مسلمان دوسری طرف لڑ رہے ہیں اور حضرت عباس کی پکار بھی سُنی جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں[۲] تو فوراً کفار کی صفوں کو چیر کر لڑتے بھڑتے وہاں تک پہونچ گئے، اور آنحضرتؐ کو پہاڑ کے ایک محفوظ مقام پر چڑھا لے گئے، اور حضرت علیؓ وغیرہ برابر قریش کو پیچھے ہٹاتے رہے - پھر خالد ایک دستہ فوج کے ساتھ آنحضرتؐ کی طرف بڑھا - حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا، اور اُن لوگونکو ہٹا دیا[۳]۔

ابو سفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ اس گروہ میں محمدؐ ہیں یا نہیں؟ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے - ابو سفیان نے پھر حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کا نام لیکر کہا کہ یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے - حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، پکار کر کہا "او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں"۔ ابو سفیان نے کہا "اعل ھبل" یعنی ہبل (ایک بُت کا نام ہے) بلند ہو" رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جواب دو

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ یعنی خدا تعالیٰ بلند و برتر ہے۔

قریش کو پھر سکت و طاقت نہ ہوئی کہ حملہ کریں - پس ابو سفیان مسلمانوں کو آواز بلند یہ سنا کر آیندہ سال تم سے بمقام بدر پھر لڑوں گا میدان سے ہٹ گیا - مشرکین کی عورتوں نے شہیدوں کی ناک اور کان کاٹ ڈالے اور ہار اور پہونچیاں بنا کر پہنلیں، اور ہندہ بنت عتبہ زوجہ

وعدہ کیا تو یہ سب باتیں کچھ بھی نہیں رہیں -

غزوہ احُد - شوال ۳؁ھ

وہ لڑائی کا سامان جو ابو سفیان جنگ بدر کے دنوں میں شام سے لایا تھا وہی سامان اب مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع کیا گیا ۱؎ قرآن کی آیت ذیل میں اُس کے اور اُسکے خرچ کرنیوالے کیطرف اشارہ کرتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ +

ترجمہ "یقیناً یہ منکرین اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اس واسطے کہ اللہ کی راہ سے لوگونکو روکیں سو ابھی اور خرچ کرینگے، پھر وہی مال اُنپر حسرت بنجائے گا، پھر آخر مغلوب ہوں گے"۔

اس جنگ میں قریش کے ساتھ قبیلہ بنی تہامہ اور بنی کنانہ بھی شریک ہوگئے تھے - کفار کی فوج کی تعداد تین ہزار تک پہونچگئی، اور سب فوج مسلح - سات سو اُن میں زرہ پوش سوار تھے، اور سب کے سب تلے ہوئے تھے کہ جلد مسلمانوں کی چھوٹی جماعت کو کچلدیں - ان چھوٹے چھوٹے قبائل کی کمک پر غیظ و غضب فوج نے بسرداری ابو سفیان مدینہ کے شمال مشرق، ایک مخصوص مقام میں، اپنا مورچہ خوب مضبوط کرلیا اور اُن میں اور شہر مدینہ میں صرف فاصل صرف کوہ احد کی گھاٹی رہ گئی - اس مقام پر مورچہ باندھ کر کفار نے اہل مدینہ کے کھیتوں اور باغونکو تباہ کرنا شروع کیا - اس صحابہ کو نہایت غصہ آیا اور حمیت اسلام محرک انتقام ہوئی آنحضرت سے بکمال اصرار دفاع کی درخواست کی - آپ ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلہ کو مدینہ سے باہر نکلے - عبداللہ ابن اُبی ایک سردار جو مدینہ رہتا تھا اور بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھا، اب عین معرکہ جنگ اور اس آڑے وقت میں اپنے تین سو آدمیوں سمیت مسلمانوں سے الگ ہوگیا، جس سے مسلمانوں کی جمعیت ہزار سے اب سات سو رہ گئی - اب اس قلیل جمعیت میں کل دو گھوڑے تھے، مگر مجاہدین قدم ہمت برابر آگے بڑھائے چلے جاتے تھے، اور تنہا نے حرمہ میں نکلکر کوہ احد پر پہونچگئے - لشکر اسلام رات بھر اس پہاڑ کی کھوہ میں پڑا رہا، صبح نماز فجر پڑھ کر میدان میں آجما آنحضرت نے کوہ احد کے نیچے فوج کی صف کو آراستہ کیا اور عبداللہ بن جبیر کو چند آدمیوں کے ساتھ سمت عقب لشکر ایک ٹیلہ پر متعین کرکے قطعی حکم دیا کہ جو ہو سو ہو خبردار یہاں سے نہ ہلنا - مشرکین کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا - اپنے بتوں کو قلب میں رکھکر فوراً میدان میں چلے آئے اُن کے سردار دنکی بیبیاں لڑائی کے گیت گاتیں اور ڈھول بجاتی تھیں ۲؎

قریش نے پہلے بڑے زور شور سے حملہ کیا، مگر مسلمانوں نے اُنکو بڑی بہادری سے

۱؎ کتاب المغازی واقدی ۱۹۷ - و زرقانی بر مواہب لدنیہ - ۱۲

۲؎ ابن ہشام صفحہ ۵۵۹ و ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ -

جس سے بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بزرگوار آنحضرت کے احکام کی بجا آوری اور نصرت دین حق کو اپنے اوپر کس قدر واجب اور لازم جانتے تھے، اور یہ کہ اس سے کوئی غرض دنیوی مدنظر نہ تھی۔

سریہ قطن یا ابی سلمہ۔ محرم سنہ ۳ھ

خبر آئی کہ بنی اسد کو طلیحہ اور سلمہ پسران خویلد نے جمع کیا ہے، اور مدینہ پر ڈاکا مارنا چاہتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ واقعہ احد کی وجہ سے مسلمانوں میں مقابلہ کی طاقت نہیں رہی ہے۔ اسلیے آنحضرت نے ابی سلمہ رض مخزومی کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ، جنمیں مہاجرین اور انصار دونوں تھے، بنی اسد کیطرف بھیجا۔ مسلمان قطن پہاڑ تک گئے جہان وہ جمع ہو رہے تھے۔ کچھ خفیف سا مقابلہ ہوا، اور وہ متفرق ہو گئے، اس لیے مسلمانوں نے پھر کسی کا مقابلہ نہین کیا، اور جو کچھ اونٹ وغیرہ از قسم مویشی ہاتھ آیا ہانک کر مدینہ لیے آئے۔ اتنی ہی تادیب اُن لوگون کیلیے کافی تھی، اور پھر وہ کبھی مسلمانون سے نہین لڑے۔

سریہ رجیع۔ صفر سنہ ۳ھ

مکہ اور مدینہ کے درمیان دو چھوٹی چھوٹی قومین عضل اور قارہ رہتی تھین۔ اُن لوگونکو ابوسفیان سے دوستی تھی۔ ابوسفیان نے اُن لوگون سے کہا کہ اگر کسی حیلہ سے محمد کے ساتھیون مین سے کسیکو قتل کر دو یا مکہ گرفتار کر کے لے آؤ تو بہت خوب ہو۔ اُن لوگون نے چند آدمیون کو آنحضرت کے پاس بھیجا، جنہون نے آکر کہا کہ ہم لوگون مین اسلام پھیل گیا ہے کچھ لوگ مذہب کے مسائل سکھانے کو ساتھ کر دیجیے۔ آپ نے چھ آدمی ساتھ کر دیے۔

جب رجیع مین پہونچے تو اُن لوگون مین سے دو آدمیون نے بنی ہذیل کو اپنے ارادہ سے جا کر آگاہ کیا۔ وہ لوگ باہر آئے اور ان غریب مسلمانون کو تلوار سے گھیر لیا۔ آخر کو یہ کہا کہ اگر تم قریش مکہ کے قبضہ مین جانا قبول کر لو تو ہم تمہین نہین مارین گے۔ اُن چھ مین سے مرثد بن ابی مرثد، خالد بن بکیر رض، عاصم بن ثابت رض نے نہ مانا اور نہایت بہادری سے وہین لڑکر شہید ہو گئے۔ اور زید بن دثنہ رض، اور عبداللہ بن طارق رض، اور خبیب بن عدی رض نے جو اُن کا کہنا مان لیا تو اُنکی مشکین باندھ کر مکہ لے چلے اتفاقاً عبداللہ نے زور کیا اور چھوٹ گئے، اور تلوار پکڑ کر لڑنے پر تیار ہوئے۔ کافرون نے پتھرون سے مار کر اُن کو بھی شہید کیا۔ باقی دو کو مکہ مین لے جا کر بیچ ڈالا۔ قریش نے خبیب کو سولی پہ لٹکایا اور

۱ مغازی [illegible]

ابی سفیان نے حضرت امیر حمزہ رضہ کا جگر بھی چبا کر چبایا۔ سے ا

یہ بے ادبیان شہیدون کی لاشون کے ساتھہ دیکھکر مسلمانونکی آنکھون مین خون اُتر آیا۔ یہانتک کہ خود آنحضرت صلعم پر بھی ایسی رقت طاری ہوئی اور ایسا غیظ و غضب آیا کہ آپنے حکم دیا کہ اب جو تمہاری فتح ہو تو تم بھی کفار کی لاشون کے ساتھہ ویسا ہی سلوک کرنا؟ چنانچہ اپنے عزیز جان نثار چچا امیر حمزہ رضہ کو دیکھکر فرمایا "لامثلن بسبعین منہم مکانک"

یعنی "تیرے عوض مین اُنکے ستر کو مثلہ کرونگا" مگر فطری رحم جبلی لینت نے بشری عارضی غضب پر غالب آکر آیت ذیل کے نزول کی تحریک کی۔ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (سیپارہ ۱۴ سورہ نحل رکوع ۱۶) ترجمہ اگر تم سزا دینی چاہو تو بس اتنی جتنی تمہین تکلیف دی گئی ہے ، اور اگر تم برداشت کرو تو یہ امر صابرون کیلیے بہت اچھا ہے "

ایسے موقع اور ایسی حالت مین یہ صبر سبحان اللہ! سچ ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ "اور نہین بھیجا ہم نے تم کو اے محمد مگر اس غرض سے کہ رحمت کرین سارے جہان پر"

پس اُس روز سے لاشونکی پامالی کرنی اور اُن کے مثلہ کرنیکی رسم قبیح ، جو اگلے زمانہ کی سب قومون مین جاری تھی ، مسلمانون مین قطعاً حرام ہوگئی ، اور صرف اسلام ہی کو یہ فخر عطا ہوا۔ سے ۲

غزوہ حمراء الاسد ۔ شوال سنہ ۳ھ

احد سے واپس آنے کے دوسرے دن آنحضرت صلعم کے پاس یہ خبر آئی کہ ابوسفیان چاہتا ہے ، کہ مدینہ پر پھر پلٹ کر حملہ کرے ۔ اس لیئے انہین لوگون کے ساتھہ ، جو شریک جنگ تھے مدینہ سے نکل کر حمراء الاسد مین قیام فرمایا۔ ابوسفیان کو جب آنحضرت صلعم کے باہر تشریف لانیکی خبر معلوم ہوئی تو وہ سمجھہ گیا کہ مسلمان ابھی تک کمزور نہین ہوئے ہین ۔ اس لیئے وہ مکہ چلا گیا ، مگر راستہ مین دو مدنیون کو شہید کرتا گیا ۔ جب آنحضرت صلعم کو اطمینان ہوگیا کہ قریش مکہ کو چلے گئے ہین تو تین دن کے بعد مدینہ مین واپس آگئے ۔ جو لوگ اس غزوہ مین شریک تھے ، اگرچہ اُن مین سے بعض نو نو اور دس دس اور بعض اس سے بھی زیادہ زخمون سے مجروح تھے مگر کسی نے لڑائی کے نکلنے مین توقف اور درنگ نہین کیا ، بلکہ بڑی خوشی اور اُمنگ سے آنحضرت صلعم کے رکاب سعادت انتساب مین دشمنون کے تعاقب مین نکلنے کو سعادت دارین سمجھا ، سے ۳

بعصمك من الناس (پہونچادے جو تجکو اُترا تیرے رب سے، اور اگر یہ نہ کیا تو تونے کچھہ نہ پہونچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجکو بچالے گا لوگوں سے) کہا تھا خبر دیدی۔

زرقانی نے لکھا ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے اپنے مسلمان بھائی کے ذریعہ سے جنابؐ کو یہود کی غداری کی اطلاع دیدی، اس لئے آپ اُٹھکر چلے آئے۔ ایسے غداروں اور مفسدوں کا مدینہ میں رہنا خلاف مصلحت تھا جنھوں نے باوجود اسکے کہ معاہدہ میں شریک تھے اور حکومت اسلامیہ میں خود کو شمار کرلیا تھا، پھر اُسی حکومت کے خلاف کارروائی کی۔ غزوہ سویق کے موقع پر ابوسفیان کو اپنے پاس جگہ دیکر اور مدینہ کی مخبری کرکے خلاف عہدی کر ہی چکے تھے جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اب پھر یہ دوسری بدعہدی اور بغاوت اُن سے ظاہر ہوئی۔ پہلی بار تو آنحضرتؐ نے درگذر کیا تھا، مگر اب درگذر کا موقع نہ تھا کیونکہ اسدفعہ صرف بدعہدی ہی نہ تھی بلکہ کھُلی بغاوت بھی تھی۔ اور یہ ایسا موقع تھا کہ بغاوت کی سزا میں وہ تہ تیغ بیدریغ کئے جاتے، مگر آنحضرتؐ نے نہایت رحم فرمایا کہ کہلا بھیجا کہ تم نے بدعہدی کی اور غداری کے لئے تیار ہوے، اس لئے اب مصلحت یہ ہے کہ بال بچوں اور مال و متاع کو لیکر یہاں سے چلدو، ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہوجاؤ۔ یہودیوں نے کہا کہ "اچھا ہم ایسا ہی کرینگے اور شام کو چلے جائیں گے"۔ مگر عبداللہ بن اُبی نے کچھہ اپنی امداد کا ایسا چکمہ دیا کہ اُنھوں نے آنحضرتؐ کو کہلا بھیجا کہ "محمد کون ہے جو ہم اُسکا کہنا مانیں؟ اُسکے جو جی میں آئے کرے"۔ آخر اُن کا محاصرہ کرلیا گیا ۔ پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد اُنھوں نے امان مانگی۔ اُنکو امان دی گئی، اور پھر وہی پہلی شرط کہ یہاں سے کہیں کو چلدیں، پیش کی گئی، جسکو اُنھوں نے منظور کیا اور اپنا کل مال و اسباب سوائے آلات حرب کے لیکر خیبر اور شام کو چلے گئے اور جاتے وقت اپنے مکانوں کو بھی توڑ پھوڑکر ویران کردیا۔ ۵

غزوہ بدر الاخری ذی قعدہ سنہ ۴ھ

اُحد سے واپس جاتے ہوے ابوسفیان آیندہ سال کی جنگ کی دھمکیاں دیگیا تھا کہ پھر ہمارے تمھارے درمیان بدر پر لڑائی ہوگی، اس لئے آپنے مدینہ سے کوچ کیا، اور بدر میں پہونچکر مقام

---

۱ طبری میں صرف گیارہ روز ہے۔ ۵ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۳ و ۵۴ ۔ ابن ہشام صفحہ ۲۰ تا ۹۵ ۶۵۳
ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ اور ابوالفدا صفحہ ۹۶ +

مار مار کر مار ڈالا اور اسکے بعد اسی طرح زید بن و ثنہ کو بھی شہید کر دیا۔ [له]

سریہ بیر معونہ - صفر سنہ ۳ ھ

ایک شخص ابو براء عامر بن مالک نجد سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور تحائف بھی ساتھ لایا۔ آنحضرتؐ سے اُس نے پوچھا کہ "آپ کا دین کیا ہے"؟ آپ نے اسلام کی حقیقت اُسکو سمجھائی تو اُس نے کہا کہ "یہ تو بہت عمدہ مذہب ہے"! اور یہ کہ "اگر آپ کچھ لوگ اسلام کا وعظ کرنے کو نجد کیطرف بھیجدیں تو غالباً اُسطرف لوگ اسلام قبول کرلیں گے"۔ اور کہا کہ "وہ سب ہمارے عہد و حکم میں ہیں، آپ ایک خط عامر بن طفیل کے نام لکھکر بھیجیں" اسپر آپ نے خط لکھکر چالیس آدمیوں کو، جو قرآن کے قاری اور نہایت عابد و زاہد تھے، دیا، اور نجد کیطرف روانہ کیا۔ بیر معونہ پر، جو ایک کنواں ہے، جب یہ لوگ پہونچے تو ٹھہر گئے اور حزام بن ملحان انصاری کے ہاتھ آنحضرت کا شقہ عامر بن طفیل نجدی کے پاس بھیجا اُس نے حزام کو قتل کر ڈالا اور بہت بڑی جماعت سے بیر معونہ پر چڑھ آیا اور سب مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالا۔ صرف ایک شخص عمرو بن امیہ ضمیری بچکر مدینہ آئے۔ [له]

غزوہ بنی نضیر - ربیع الاول سنہ ۴ ھ

جب عمرو بن امیہ ضمیری بیر معونہ سے بچکر مدینہ آرہے تھے تو راستہ میں انھیں دو عامری ملگئے، یہ دونوں عامری اگرچہ اُس قوم کے تھے جنھوں نے غداری سے اونتالیس ۳۹ آدمیوں کو مار ڈالا تھا، مگر یہ دو عامری بہ خلاف اپنی قوم کے رسول اللہؐ کے ہم عہد تھے اور عمرو اس عہد سے ناواقف تھے عمرو نے موقع پاکر ان دونوں عامریوں کو مار ڈالا ہے جو ہمارے ہم عہد تھے، تو آپنے تجویز کی کہ ان دونوں مقتولوں کا خونبہا (بدل قتل) اس حکومت اسلامیہ کی طرف سے، جو مدینہ آکر آپنے قائم کی تھی، دیا جائے۔ حسب عہد نامۂ مذکورہ سابق یہودیوں کو بھی اس خونبہا کے چندہ میں شریک ہونا نہایت ضرور تھا، اس لئے آپ یہودان بنی نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے اور ان سے خونبہا کا چندہ طلب کیا۔ اُنھوں نے ظاہرا چندہ دینا منظور کیا اور عرض کی کہ حضور کچھ دیر تشریف رکھیں۔ آپ دیوار میں لگ کر بیٹھ گئے۔ یہودیوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا باہم مشورہ کیا اور یہ تجویز کی کہ دیوار پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر محمد صاحب پر لڑکا دیا جائے، اور انکا کام تمام کر دیا جائے۔ آخر اُس سچے حافظ حقیقی نے، جس نے بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ

بھی حملہ کیا گیا۔ اور بنی مصطلق کو شکست ہوئی ؎

غزوہ خندق یا احزاب ذیقعدہ ۵ھ

اس درمیان مین کفار قریش نے بڑی تیاری کی، اور بہت سے عرب کے قبیلون کو مسلمانون کی مخالفت مین ابھارا، اور یہود نے بھی اسلام کے استیصال مین بڑی کوشش کی۔ یہود کی ایک جماعت سلام بن نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائلی، اور ابو عمار وائلی بنی نضیر اور بنی وائل قبیلہ کے بہت سے لوگون کو ساتھ لیکر خیبر سے چلکر قریش مکہ کے پاس آئے، اور انہین کمک و رفاقت کے قوی وعدے دیکر سخت ترغیب دی، اور وہ جو کچھ دیر بعد مسلمانون سے لڑنے کے لئے تیار ہوتے، انکی ترغیب سے فوراً تیار ہو گئے، اور سب نے ملکر یہ ٹھان لیا کہ اس دفعہ مسلمانون کا استیصال ہی کر ڈالین اور ان کو صفحۂ ہستی سے ہی نابود کر دین۔ ؎۲

یہودیون نے غطفانیون کو بھی ابھارا، اور بنی کنانہ، اہل تہامہ، اہل نجد وغیرہ بھی قریش اور یہود کے ساتھ ہو گئے۔ غرضیکہ ابو سفیان کے ماتحت دس ہزار فوج جرار بڑے بڑے منصوبے باندھکر خدائی لشکر کے مقابلہ کو روانہ ہوئی۔ رسولؐ خدا کو اس تیاری اور حملہ کی خبر معلوم ہو گئی، اور آپنے سلع* کے آگے گرداگرد، حسب صلاح حضرت سلمان فارسی ایک خندق کھدوالی، اور دشمن کی فوج کا انتظار کرنے لگے۔

قریش بہت تیزی سے مدینہ کی طرف بڑھتے چلے آئے۔ قریش تو مدینہ کی اس طرف اترے جہان بارانی ندیان بہتی ہین، اور بنی کنانہ، اہل تہامہ، بنو نضیر، اہل خیبر، غطفان، اہل نجد وغیرہ احد کی طرف اترے۔ مسلمان اس دس ہزار جنگجو دشمن کے مقابلہ کیلئے صرف تین ہزار آدمیون کو جمع کر سکے۔ ؎۳ اس کمی تعداد کی وجہ سے مسلمانون نے اپنے بال بچون کو گھرون مین چھوڑا اور خود باہر شہر کے اپنے دشمنون کے سامنے خندق کے اس پار جا ٹھیرے۔

مسلمانون کے عقب مین سلع نام پہاڑ تہا اور ان کو امید تھی کہ یہودان بنی قریظہ اگر

؎۱ ابن ہشام ص ۷۲۵ ابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۳۶۔ ؎۲ ابن ہشام ص ۶۶۹۔ ابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۳۶ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۶۱ و ۶۱۔ * مدینہ سے ملا ہوا ایک پہاڑ ہے۔ ؎۳ ابن ہشام ص ۶۷۵ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۲۔ ذکر غزوہ خندق۔ ۲

فرمایا مگر ابوسفیان راستہ ہی سے لوٹ گیا۔ آپ بھی مدینہ واپس چلے آئے۔ [1]

غزوہ ذات الرقاع محرم [2] سنہ ۵ھ

خبر آئی کہ بنی غطفان اور بنی محارب کے بہت سے اعراب جمع ہوئے ہیں اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہین۔ اسلئے آنحضرتؐ نے خود کوچ فرمایا اور بمقام ذات الرقاع پہونچے۔ اعراب ڈر کر بھاگ گئے۔ لڑائی نہین ہوئی۔ یہین آپ نے نماز خوف ادا[3] فرمائی۔

غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول [3] سنہ ۵ھ

دومۃ الجندل (یہ ایک مقام ہے دمشق سے جانب جنوب سات روز کے راستہ پر، جیسا کہ ابو الفدا نے لکھا ہے) کے عیسائی عربون نے مدینہ کی تجارت کو، جو شام مین ہوتی تھی، روکدیا، اور مسافرون کو غارت کرنا شروع کیا۔ اور اُن کا ارادہ ہوا کہ مدینہ پر جا پڑین جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی، تو آپ نے بنظر پیش بندی وہان کا عزم کیا، مگر وہان پہونچنے پر دشمنون کی جماعت پراگندہ ہوگئی اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ آپ نے اُس کے حوالی کے ایک رئیس سے جسکا نام عتبہ بن حصین تھا، صلح کی، اور اُس کو مدینہ کے چراگاہون مین اپنے مویشیون کے چرانے کی اجازت دیکر مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ رئیس بنی ترارہ کا سردار[4] تھا۔

غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع شعبان [5] سنہ ۵ھ

قبیلہ بنی مصطلق کا برتاؤ ابتک مسلمانون کے ساتھ دوستانہ تھا، مگر اس قبیلہ کے سردار، الحرث یا حارث[4] بن ضرار نے، اپنی جادو بھری تقریرون سے اپنی قوم کو مسلمانون کا مخالف بنا دیا۔ اور وہان تمام عربون مین پھرا جہنپر اُسکی تقریر کا اثر ممکن تھا، اور لوگون کو جمع کر کے حوالی مدینہ مین لوٹ تاراج کرنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ کو اسکی خبر لگ گئی، اور آپ نے اُن کے مقابلہ کیلئے کوچ فرمایا۔ اور مریسیع کے مقام پر دونون لشکرون کا مقابلہ ہوا۔ مخالفین کیطرف سے پہلے تیر[5] چلا تب مسلمانونکی طرف سے

---

[1] [2] تاریخ ابن جریر طبری۔ [3] طبری جلد ۳ صفحہ ۹۰۔ کوسن۔ ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۱۳۹۔ [4] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۔ [5] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ ٭

ساتھ ہو گئے تھے، ہمت ہار چکے تھے؛ اور رسد کی قلت بھی ہو چلی تھی، اور جاڑے کی شدت سے کفار کے گھوڑے بھی مرے جاتے تھے؛ اُسپر طرفہ یہ ہوا کہ ہوا کی تیزی اور سردی نے دشمنوں کے خیمے اکھاڑ دیے، اور وہ راتوں رات ڈیرے خیمے لیکر بھاگ گئے؛ اور کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔ بہت سی تو سیدھے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور کچھ لوگوں نے بنی قریضہ کے یہاں جاکر پناہ لی۔[1]

اسی جنگ میں پانچ وقت کی نمازیں ایکوقت پڑھی گئیں؛ اور اس کی آیت جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ کی اسی لڑائی میں تصدیق ہوئی۔

اس موقع پر خاصکر بنو قریضہ کی عہد شکنی قابل لحاظ ہے۔ اس بدعہد، عہد شکن قوم نے بڑا دھوکا دیا۔ اگر خدا کی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو ان کی بدعہدی سے مسلمانوں کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا۔

سریہ عبداللہ بن عتیک۔ ذی قعدہ سنہ ۵ھ

جس زمانہ میں مدینہ پر چڑھائی کرنے کو قومیں جمع ہو رہی تھیں؛ اور آنحضرتؐ مدینہ کے گرد خندق کھودنے میں مصروف تھے، اُسی زمانہ میں ابو رافع بن عبداللہ، جسکو سلام بن ابی حقیق بھی کہتے ہیں یہودیوں کا ایک سردار، مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قوموں کے جمع کرنے میں بہت کوشش کر رہا تھا۔ قبیلہ خزرج کے چند آدمیوں نے آنحضرتؐ سے اجازت لیکر اُسکو مار ڈالا۔[2] مگر اس قصہ میں ایسی عجیب باتیں ہیں کہ وہی باتیں اس قصہ کے صحیح ہونے میں شبہ ڈالتی ہیں؛ بلکہ قریب بہ یقین ہے کہ یہ قصہ محض فرضی ہے؛ اور گمان یہ ہوتا ہے کہ قبیلہ خزرج کے چند لوگوں نے اسکو مار ڈالا ہوگا، جسکو ایشیائی مورخوں نے اسطرح اپنی تاریخوں میں لکھدیا کہ اُن لوگوں نے آنحضرتؐ سے اجازت لے لی تھی، کیونکہ اُن کی عادت ہے کہ ہر چیز کو خواہ نخواہ آنحضرت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مگر اس قصہ کے فرضی ہونے پر زیادہ یقین ہو سکتا ہے، کیونکہ ابن اسحاق کی کتاب میں (جو سب سے پہلے سیرت ہے کہ آنحضرت کے حالات میں لکھی گئی ہے) اس قصہ کا ذکر تک نہیں ہے۔

تاہم ہم فرض کر لیتے ہیں کہ اُن لوگوں نے جناب رسولؐ خدا سے اجازت لیکر مارا تھا جبکہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قوموں کو جمع کر رہا تھا، اور راؤ کی وجہ سے دشمنوں کا لشکر مجمع ہو رہا تھا تو ایسی حالت میں اُس کا مار دیا جانا، بلحاظ اُن اصولوں کے جو انتظام جنگ

خاص جنگ میں مدد بھی کرینگے تو مدینہ کی دوسری طرف کی حفاظت بوجہ اپنے قلعوں کے بہت اچھی طرح کر سکیں گے۔ اس لئے اُسطرف کی حفاظت کا بغیر کچھ انتظام کئے مسلمان دشمنوں کے مقابلہ کو نکل آئے۔ اُن کی یہ اُمید بجا تھی، کیونکہ یہودان بنی قریضہ نے معاہدہ کر لیا تھا کہ شریک کو مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر دشمنوں کے حملوں سے بچائیں گے لیکن یہودان بنی قریضہ نے حیی بن اخطب خیبری کے چکمہ میں آکر معاہدہ کا کچھ خیال نہ کیا، اور قریش کا ساتھ دینا بڑی خوشی سے منظور کر لیا[۱]۔ اور یہ ٹھہرا کہ جب اُسطرف قریش اور یہودان بنی نضیر وغیرہ مسلمانوں پر حملہ کریں تو اسطرف بنی قریضہ بھی تتر قریشی سواروں کے ساتھ یکدفعہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں، اور اسطرح مسلمانوں کو پیس ڈالیں[۲]۔ اسی واسطے اس غزوہ احزاب و خندق کے واقعہ میں قرآن شریف فرماتا ہے۔

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ (سورہ احزاب پ ۲۱ رکوع ۲-)

ترجمہ: جب آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل گلوں تک پہونچے اور لگے اللہ پر کئی اٹکلیں مارنے وہاں جانچے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے سخت ہلانا۔

جب یہ خبر آنحضرت کو ہوئی، تو آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ وغیرہ کو یہودیوں کے پاس بھیجا، اور کہلایا کہ کیوں وہ عہد شکنی کرتے ہیں؟ اب بھی وہ قریشیوں کا ساتھ چھوڑ دیں، اور اپنے عہد پر قائم ہو جائیں، اور مسلمانوں کو ایسے اڑے وقت میں نہ ستائیں۔ انھوں نے بڑا ہی سخت جواب دیا، اور کہا "محمد کون ہے اور کون خدا کا رسول ہے جو ہم اُس کا کہنا مانیں؟ ہمسے اور اُس سے کوئی عہد نہیں"[۳]

چونکہ یہ یہود شہر کی حالت سے پورے واقف تھے، اس لئے یہ علاوہ حملہ آوری کے قریش کو شہر میں غیر محفوظ راستے سے داخل ہونے میں بھی مدد دے سکتے تھے۔ اسلئے انکی بدعہدی سے مسلمان بہت گھبرا گئے، اور منافق اور کمزور لوگ چل نکلے۔ مگر ثابت قدم مسلمان برابر کفار کا مقابلہ کرتے رہے۔ دشمنوں نے دو دفعہ بڑی شدت اور قوت کے ساتھ عام حملہ بھی کیا مگر ہر دفعہ ناکام ہٹا دیے گئے۔

اس لڑائی میں نوفل بن عبداللہ کفار کیطرف سے حملہ آور ہوا، اور خندق میں گر کر مر گیا دشمنوں نے خونبہا دیکر اسکی لاش لینی چاہی، مگر نبی اللہ نے مفت دیدی۔ اللہ ری رحم! محاصرہ کو طول ہوتا جاتا تھا، اور اعراب صحرائی، جو صرف لوٹ کی طمع سے قریش کے

[۱] تاریخ ابن خلدون - سیرۃ ابن ہشام - [۲] مغازی واقدی - [۳] ابن ہشام ص ۶۷۵

غرضکہ بقیہ مرد اور کل عورتیں اور بچے یا تو آزاد کر دیے گئے، یا فدیہ دیکر آزاد ہو گئے۔ عیون الآثار مصنفہ ابن سید الناس میں ہم اس فدیہ کا ذکر پاتے ہیں۔

مقتولین کی تعداد میں مورخین کا بڑا اختلاف ہے۔ کسی مورخ کا چار سو اور کسی کا چھ سو اور آٹھ سو بیان کرنا خود اسبات کی دلیل ہے کہ تعداد میں نہایت مبالغہ کیا گیا ہے۔ بلحاظ اُس آبادی کے، جو اُس زمانہ میں مدینہ کی تھی، یقین نہیں ہو سکتا کہ چار سو آدمی بھی لڑنیوالے مدینہ کے ایک محلہ (یعنی بنو قریظہ کے ایک محلہ) میں ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں سمیت چار سو یا کچھ زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہو گی، جسکو پہلے راویوں نے غلطی سے مقتولین کی تعداد سمجھ لی۔ مگر ہمکو تو اس مجموعی حیثیت سے بھی چار سو کی تعداد میں کلام ہے، کیونکہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رات کے وقت کل قیدی بنت الحارث کے گھر میں رکھے گئے تھے۔[۱] اتنی بڑی جمعیت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ یاد رہے کہ ان لوگوں کو بطور قیدیان جنگ سزا نہیں دی گئی، بلکہ باغیوں کے لئے جو سزا ہونی چاہیے تھی وہ انھیں کے مقرر کئے ہوئے حکم کے فیصلہ کے مطابق دی گئی۔ یہود نے دغا دی، بد عہدی کی، جس حکومت کے وہ رُکن تھے اُسی حکومت کے خلاف کارروائی کرنے لگے، عین لڑائی کے وقت بغاوت کرکے بربادی اور تباہی لانی چاہی، اور عین امن شہر کا کھو دیا۔ ایسی حالت میں وہ اس سزا کے مستحق تھے، اور ضرور تھے، جو اُنکو دی گئی۔ کونسا زمانہ ہے اور کونسی قوم ہے جس کے ہاتھ سے باغیوں کو اس سے سخت سزائیں نہ دی گئی ہوں؟ جن لوگوں نے بغاوت کی تاریخیں پڑھی ہیں، یا اپنی آنکھوں سے اس زمانہ میں بھی، جو سویلیزیشن کا زمانہ کہلاتا ہے، بغاوت کے واقعات دیکھے ہیں، اُنکی آنکھوں میں کئی سو آدمیوں کا بجرم بغاوت قتل ہونا کوئی بڑا واقعہ معلوم نہ ہوگا۔ جب ۱۸۵۷ء میں ہند کے ہندو اور مسلمان گورنمنٹ برطانیہ سے باغی ہوئے تو جو سلوک اُن سے مختلف شہروں میں کیا گیا اُسے کون نہیں جانتا؟ جب کوئی شہر باغیوں کے ہاتھ سے چھینا جاتا تو جب تک سیکڑوں آدمی تہ تیغ بیدریغ نہ کئے جاتے ہرگز شہر کے باشندوں کو امن نہ دیا جاتا۔ اور حقیقت میں بغاوت کے موقعوں پر اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر امن مطلوبہ کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہر حال مسلمانوں کا یہ فعل اسوقت کے مارشل لا سے بہت نرم تھا، اور کرامول کے حکم سے بہت ہی آسان، جس کے بموجب آئرلینڈ میں شہر ڈرہڈ کے باشندے بلا فرق تہ تیغ بیدریغ کئے گئے۔ اور اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ بزور شمشیر صرف امن کا

علاقہ رکھتے ہیں، نہایت ضروری تھا۔ صرف ایک سرغنہ کا مار دیا جانا سارے گروہ کے متفرق کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اور اسطرح ایک بڑی خونریزی نہ ہوکر صرف ایک شخص کے قتل سے امن مطلوبہ حاصل ہوجاتا ہے، اور فریقین کے لوگ قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

غزوہ بنی قریظہ۔ ذی الحجہ ۵ھ

یہ بدر کی لڑائی کے موقعہ پر بھی بدعہدی کرچکے تھے، اور دشمنوں کو ہتھیار دینے سے مدد کی تھی، مگر معاف کردیے گئے تھے اور دوبارہ عہد کرلیا گیا تھا۔ اب جو انھوں نے ایسے سخت موقع پر، جیساکہ خندق کی لڑائی کا موقع تھا، پھر دغابازی کی، اور عہد توڑ ڈالا، تو کسی طرح درگذر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ باوجود اس کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عین لڑائی کے دنوں میں کہلا بھیجا کہ اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوجائیں، مگر اُنھوں نے نہ مانا، اور نہایت سخت جواب دیا۔ تو جب دشمن خود بخود بھاگ گئے، اور آپ کو اُن کی طرف سے امن ہوا، تو اہل اسلام کو ایک نیا کھٹکا پیدا ہوا کہ بنو قریظہ عہد شکنی کرچکے ہیں، اور بہت سے دشمن بھاگ کر اُن کے یہاں پناہ گزین بھی ہوئے ہیں، اگر انھوں نے مدینہ پر شبخون مارا تو ہر ایک مسلمان قتل ہوجائے گا۔ لہذا مقتضائے عاقبت اندیشی نے بتایا اور آپ مقام جنگ سے، جہاں خود حفاظتی کے لئے کھائی کھود لی گئی تھی، مدینہ میں تشریف لائے، اور قلعجات بنو قریظہ کا محاصرہ کرلیا۔ دس پندرہ روز محاصرہ میں لگ گئے۔ آخر قلعہ بند لوگ گھبرا گئے اور آنحضرتؐ کے پاس کسیکو بھیجا۔ آپ نے کہا کہ وہ بلا کسی شرط کے اپنے تئیں سپرد کردیں ہم جو چاہیں گے اُن کی نسبت حکم دینگے۔ لیکن اُن لوگوں نے اسکو منظور نہ کیا، اور کہلا بھیجا کہ ہماری نسبت جو سعد بن معاذ (بنو قریظہ کا حلیف تھا) فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمکو منظور ہے۔ بدقسمتوں نے رحمۃ للعالمین کو حکم نہ بنایا، بلکہ سعد کے فتوی پر راضی ہوگئے اور قلعہ سے نکل آئے۔ سعد بن معاذ بلائے گئے۔ اُنھوں نے اس قوم کی بدچلنی، بدعہدی، بغاوت، اور ناعاقبت اندیشی کو خیال کرکے یہ حکم دیا کہ قابل جنگ لوگ مارے جائیں، اور اُن کی عورتیں اور بچے قید کرلئے جائیں *۔ پس اکثر قابل جنگ لوگ مارے گئے، اور جو بغاوت میں شریک نہ تھے مثلاً زبیر وغیرہ وہ قتل سے محفوظ رہے، اور چھوڑ دیے گئے۔

ل ابن ہشام صفحہ ۶۸۹ تا صفحہ ۶۹۰ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ سے آخر تک اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۸۵ سے ۱۴۹۷ تک ٭

---

* دیکھو صحیح بخاری میں کتاب المغازی، کتاب الجہاد، کتاب المناقب، ان تینوں مقاموں میں کئی حدیثیں بیان کی گئی ہیں جنمیں عورتوں اور بچوں کے قید کرنے کا فیصلہ ہے ٭

دومۃ الجندل کے لوگ، جو عیسائی تھے ہمیشہ حملہ کا موقع تکتے رہتے تھے - چنانچہ ہجرت کے چوتھے سال میں بھی اُن لوگوں نے مسلمانوں کی تجارت کو روک دیا تھا، اور مسافروں کو لوٹنا شروع کیا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے، جس کا ذکر ہم غزوہ دومۃ الجندل میں کر چکے ہیں۔ جسپر آنحضرت نے خود کوچ کیا تھا، اور وہ لوگ بھاگ گئے تھے - مگر پھر بھی وہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے - اسی خیال سے آپ نے اس سال عبدالرحمٰن بن عوف کو سردار کر کے اُن لوگوں پر بھیجا اور فرمایا کہ "کوئی دغا کی بات کسی حالت میں ہرگز نہ کرنا"۔ ۱؎

پس عبدالرحمٰن وہاں گئے - تین دن تک قیام رہا اور اسلام کا وعظ کرتے رہے - اصبغ بن عمرو کلبی، جو وہاں کا سردار مذہباً عیسائی تھا، مسلمان ہوگیا، اور اُسکے ساتھ بہت سے آدمی مسلمان ہوئے - اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُنھوں نے بھی اطاعت اختیار کی، اور جزیہ دینا قبول کیا - عبدالرحمٰن نے اصبغ کی بیٹی سے شادی کر لی - ۲؎

سریہ فدک - شعبان سنہ ۶ھ

آنحضرت کو خبر پہونچی کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر لوگوں کو جمع کر کے یہودانِ خیبر کو مدد دینا، اور دونوں ملکر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں - اسلئے آنحضرت نے حضرت علی کو روانہ کیا - بنو سعد بھاگ گئے اور پانسو اونٹ غنیمت میں ہاتھ آئے - ۳؎

سریہ اُم قرفہ - رمضان سنہ ۶ھ

زید بن حارثہ مسلمانوں کا بہت سا مال تجارت لئے ہوئے شام کو جا رہے تھے - جب وادی القریٰ میں پہونچے تو قوم فزارہ نے، جو بنی بدر کی ایک شاخ ہے، اور جسکی سردار اُم قرفہ نامی ایک عورت تھی سب اسباب لوٹ لیا - علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس سریہ کے سردار ابو بکر صدیق تھے، جو اس قوم کی سزا کے لئے بھیجے گئے تھے لڑائی ہوئی، کچھ لوگ مارے گئے اور لٹیروں کی سردار مع اپنی بیٹی کے گرفتار ہوئی - ۴؎

بعض مورخوں نے جو اُس عورت کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں - علامہ ابن اثیر جیسا محقق مورخ اسکے خلاف ہے، اور وہ صرف اُسکی گرفتاری کا ذکر کرتا ہے - اور صحیح مسلم میں بھی جو حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے صرف اُس عورت کے گرفتار ہونے کا ذکر ہے -

۱؎ ابن ہشام - جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ - ۲؎ مواہب لدنیہ و زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ - ۳؎ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰ - ۴؎ تاریخ الکامل ابن اثیر

قائم رکھنا مقصود تھا نہ کسیکو جبراً مسلمان کرنا۔

غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ ہجری

سریہ رجیع کے ذکر میں تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ عضل اور قارہ قبیلوں کے ساتھ بنو ہذیل بھی شریک ہو گئے تھے۔ اگر بنو ہذیل مدد نہ کرتے تو ان چھ مسلمانوں پر ہرگز یہ مصیبت نہ آتی۔

ہذیل کا بیٹا لحیان تھا، اس لئے ان معاونین قتل کو بنو لحیان بھی کہتے ہیں۔ اس مکار قوم کو کیفر اعمال پر پہونچانا نہایت ضروری تھا۔ ایسی خطرناک برائیوں سے اگر چشم پوشی کی جاتی تو وہ وحشی قومیں تمام دنیا کی تہذیب و ادیان و قوانین سے آزاد و بیباک، استیصال کی درپے ہو جاتیں، اور ان کی بد اطواری بنی آدم کو کبھی آرام و چین نہ لینے دیتی۔ مصلح بنی آدم نے بخیال کمال اصلاح اس غدار قوم پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ پہاڑوں میں بھاگ گئے، اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بدون لڑائی اور تعاقب کے واپس تشریف لے آئے ابتدائی تعلیم میں اتنی سرزنش بھی ان کی دلیری توڑنے کے لئے کم نہ تھی۔[1]

غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ ربیع الآخر سنہ ۶ ھ

عیینہ بن حصن الفزاری نے بنی غطفان کے سوار لیکر بمقام غابہ آنحضرت کے اونٹونکو لوٹ لیا سلمہ بن عمر بن اکوع نے جب یہ خبر سنی تو انھوں نے تن تنہا ان کا تعاقب کیا، جب ان لوگوں نے انکو آتے دیکھا تو سمجھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خود آگئے ہیں، اور اونٹوں کو چھوڑ دیا اور بھاگتے چلے گئے۔ مگر عتبہ بن زید مکہ سے کسی طرف کو جاتا تھا، اس نے ان لوگونکو کہا کہ شرم کی بات ہے کہ تم باوجودیکہ اتنے سوار ہو کر صرف ایک پیادہ کے خوف سے بھاگے جارہے ہو۔ جب انکو اپنی غلطی معلوم ہوئی تو وہ لوٹ پڑے اور سلمہ سے لڑنے لگے۔ سلمہ ایک پتھر کی آڑ میں کھڑے ہو کر برابر تیر چلاتے رہے آخر مقابلہ کی تاب نہ رہی اور اسطرح چھپکر بھاگے کہ ان لوگونکو کچھہ معلوم بھی نہ ہوا اتنے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھہ لوگوں کے ساتھ آپہونچے۔ اور وہ اونٹوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔[2]

سریہ دومۃ الجندل۔ شعبان سنہ ۶ ھ

(۱) اقتباس از سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۰۱۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴۳۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۶۲

(۲) تاریخ طبری۔ جلد ۳۔ صفحہ ۶۰

سریہ عمرو بن امیہ ضمیری شوال سنہ ۶ھ

ابن سعد کاتب واقدی نے لکھا ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے مکہ سے ایک آدمی مدینہ کو بھیجا کہ کسی بہانہ سے آنحضرت کو قتل کردے۔ وہ مع خنجر جو اُس کے پاس چھپا ہوا تھا، پکڑا گیا، مگر جان بخشی کے وعدہ پر جب اُس نے یہ حال بتا دیا تو اُسکو چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ مکہ کو چلا گیا۔ اسپر آنحضرت نے ابوسفیان کے قتل کے لئے عمرو ابن اُمیہ اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا، لیکن ان کا وہاں جانا کھل گیا۔ لوگ اُنپر دوڑے، مگر وہ کسی طرح بچکر نکل آئے۔

اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تب بھی آنحضرت پر کچھ الزام نہیں؛ کیونکہ پہل ابوسفیان کیطرف سے تھی، نہ کہ آنحضرت کی طرف سے۔

مگر اس قصہ کے بارہ میں صرف ایک ہی روایت ہے، جسکو ابن سعد نے نقل کیا ہے، اور وہ ایسی ضعیف روایت ہے کہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ سب سے پہلا راوی اس قصہ کا خود ابوسفیان ہے، جو قبل اسلام میں آنے کے پورا اُچکا اور جھوٹھا شخص تھا، اور اسلام اور آنحضرت کا بڑا دشمن۔ اس لئے اسکی روایت اسبارہ میں خاصکر قابل وثوق نہیں ہوسکتی اور یہ کون ثابت کرسکتا ہے کہ اُسنے جو اس قصہ کو بیان کیا تھا وہ بعد ایمان لانے کے بیان کیا تھا۔ اسی لئے ابن اسحاق وغیرہ نے اور یہانتک کہ خود واقدی نے بھی جسنے اکثر ضعیف روایات بھی لے لی ہیں، اس قصہ کو اپنی تاریخوں میں نہیں لکھا۔

یورپ کے مصنفوں نے بھی اس قصہ کو غلط مانا ہے، چنانچہ مسٹر واشنگٹن ارونگ لکھتے ہیں کہ محمد پر جو یہ الزام لگایا گیا ہے کہ دشمن سے فریب کی تدبیریں بھی کیونکہ سنا گیا ہے کہ اُسنے عمرو بن اُمیہ کو خفیہ پیغام کے ساتھ مکہ کو بھیجا کہ ابوسفیان کو مار ڈالے، مگر یہ راز کھل گیا، اور قاتل بسرعت بھاگ آنے سے بچگیا، مگر یہ الزام اچھی طرح ثابت نہیں ہے، اور اُن کی [یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا] کردار اور سیرت علم کے خلاف ہے۔" ۱

غزوہ حدیبیہ۔ ذی قعدہ سنہ ۶ھ

زمانہ جاہلیت میں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں میں لوگ لڑنے بھڑنے کو حرام جانتے تھے؛ اسی لئے قرآن نے بھی ان مہینوں میں اگر دشمن پیشدستی نہ کریں، لڑنے کو منع فرمایا۔ یہ مہینے حج اور زیارت کعبہ کے لئے، جو تمام اقوام عرب کا قومی اور مشترک معبد تھا،

۱ محمد از واشنگٹن ارونگ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ لندن ۱۸۷۶ء

سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال سنہ ۶ھ

اُسیر بن رزام یہودیوں کا سردار تھا۔ اُس نے اپنے حلیف بنی غطفان، کو اپنے ساتھ ملایا اور لوگوں کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیئے جمع کرنے لگا۔ آنحضرت کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو مع تین اور آدمیوں کے اس خبر کی تحقیق کرنیکو بھیجا۔ جب عبداللہ واپس آئے تو آپ نے یہ سوچکر کہ جنگ سے صلح بہتر ہے' تیس آدمیونکو اُن کے ساتھ کیا' اور اُسیر کے پاس روانہ کیا' اور کہلا بھیجا کہ تم مدینہ آکر ہم سے ملو' ہم تمکو خیبر کا گورنر بنادینگے۔ ؎۱ عبداللہ نے وہاں پہونچکر اُس سے گفتگو کی' اور وہ صلح پر راضی ہوگیا' اور خیبر کی گورنری لینے کے لیئے اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوا۔ یہ سب اونٹوں پر سوار ہوکر چلے' یہودی آگے اور مسلمان اُن کے پیچھے بیٹھے۔ جب قرقرہ میں پہونچے تو اُسیر کو پھر شرارت سوجھی' مدینہ جانے سے پچتایا' اور عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ عبداللہ فوراً کود پڑا اور اپنی تلوار سے اُسکے پاؤں پر وار کیا۔ اُسیر نے بھی ایک خاردار سونٹا عبداللہ کے مُنہ پر ایسا مارا کہ وہ بھی زخمی ہوگیا۔ اس ہنگامہ کے ہوتے ہی عام حملہ ہوگیا' اور کل یہودی مارے گئے ؎۲ اور صلح کرکے پھر شرارت کرنے کا مزہ چکھا۔

سریہ عمر بن ۔ شوال سنہ ۶ھ

چونکہ اس واقعہ کو خود مورخوں نے قبول نہیں کیا ہے' اسوجہ سے ہم اسکے بیان کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ دیکھو زرقانی بر مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ ۔

؎۱ یہیں سے یہ قصہ غلط معلوم ہوتا ہے' کیونکہ اُسوقت تک خیبر فتح نہیں ہوا تھا' اور آنحضرت کو کوئی اختیار کسیکو وہاںکی گورنری دینے یا نہ دینے کا نہتھا۔ اور نہ اُسیر ایسا گوکھا تھا کہ اس لا یعنی وعدہ کو سچ سمجھ لیتا' اور سیدھا مدینہ کو گورنری لینے کی خوشی میں چلا آتا۔ اور ابن اسحاق جیسے قدیم مورخ نے بھی اس قصہ کا ذکر نہیں کیا ہے' اسوجہ سے اور بھی یہ قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اور جن روایتوں سے یہ قصہ بیان ہوا ہے وہ بھی قابل وثوق نہیں ہیں۔

؎۲ سیرت محمدیہ مصنفہ عبدالمالک بن ہشام صفحہ ۹۸۱ ۔

جب کئی روز گذر گئے تو یہ مشہور ہوگیا کہ وہ شہید کر دیئے گئے - رسول اللہ نے یہ سنکر صحابہ سے جہاد پر بیعت لی[۱] اور چونکہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، یہ واقعہ بیعت الشجرۃ کے نام سے مشہور ہوا - قرآن مجید کی اس آیت میں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ؕ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کی مناسبت سے اسکو بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں - مگر پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط ٹھیری، اسوجہ سے لڑائی نہیں ہوئی -

غرض جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کسی طرح حج کرنے نہیں دینگے، تو آپ نے آئے کا ایک دوسرا فائدہ نکالا، اور قریش سے صلح کرلی - اسطرح امن معاہدہ جس کے لئے تلوار اٹھانے کی اکثر ضرورت ہوتی تھی حاصل ہوگیا صلح کی شرائط یہ ٹھیری کہ اب کی دفعہ مسلمان مدینہ کو واپس جائیں اور مکہ میں داخل نہ ہوں - اگر مسلمانوں کو سال آئندہ میں بطور زیارت مکہ کا آنا مطلوب ہو تو کھلے ہتھیاروں نہ آویں، اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں سا اور ان تین دنوں میں قریش پہاڑ پر جا ٹھہرینگے، اور کسی طرح مسلمانوں کو نہ ستائیں گے - اور اب سے دس برس تک لڑائی موقوف رہیگی - اور کسیکو اختیار نہ ہوگا کہ فریق کے کسی دشمن کو آدمیوں سے یا ہتھیاروں سے مدد کرے - اور اس دس برس کے درمیان اگر کوئی مسلمان اسلام کا منکر ہو کر اہل مکہ سے ملنا چاہے، تو اُسے آزادی ہے کہ دین اسلام چھوڑ کر شرک اور کفر اختیار کرے - اور اگر کوئی آدمی کفار مکہ سے مسلمان ہو کر بغیر اپنے ولی کی اجازت کے مسلمانوں سے ملنا چاہے، تو مسلمانوں کو ضرور ہوگا کہ اُسے واپس کردیں - اور قبائل عرب میں؛ جو چاہے قریش کا ساتھ دے، اور جو چاہے اسلام کے سایۂ امن میں آوے - چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے آنحضرت کا اور خاندان بنو بکر نے قریش کا ساتھ دیا، اور شرائط معاہدہ کی رو سے دونوں قبیلے جو آپس میں لڑا کرتے تھے لڑائی سے دست بردار ہوگئے - [۲]

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا، اور اُسپر بڑے بڑے اکابر صحابہ کے دستخط ہوئے معاہدہ کے بعد آنحضرت نے مدینہ منورہ کا قصد کیا - راہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھپر آج ایسی سورہ نازل ہوئی ہے کہ جو مجھکو دنیا کی تمام

---

[۱] تاریخ طبری - ابن ہشام صفحہ ۷۴۶ - [۲] ابن ہشام صفحہ ۷۴۶ و ۷۴۷ - ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸

مخصوص تھے - اور قریش کو کوئی حق، ملک کے قومی قانون کے مطابق، دشمنوں تک کو اسکی زیارت سے روکنے کا نہ تھا [1] اور ہر قوم و ملت کے لوگ اُسکی زیارت کو جایا کرتے تھے - چنانچہ کعبہ میں انبیائے سلف خصوصًا ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام اور قربانی کے مینڈھو اور عیسٰی علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے حضرت مریم کی تصویر کا ہونا [2] بھی اسبات کی دلیل ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں کے لوگ جو یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے، وہ بھی حج اور زیارت کو آتے تھے، اور کوئی کسی سے مزاحم ہونے کا حق نہ رکھتا تھا - پس اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ جاکر حج و عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا، قربانی کے لئے اونٹ ہمراہ لئے، اور قربانی کی علامت کے طور پر جو نشانیاں مقرر تھیں، وہ اُنپر کردیں، اور سات سو آدمیوں کے ساتھ کوچ [3] فرمایا - اور چونکہ یہ اُمید تھی کہ قریش مکہ حج و زیارت کے مانع نہوں گے، اسلئے آنحضرت نے بے ہتھیار جانا چاہا، مگر پھر احتیاطًا صرف ایک ایک تلوار لے لی گئی اور کوئی ہتھیار یا جنگ کا سامان نہ کیا گیا - [4]

مگر قریش کی دشمنی اس حد کو پہونچی ہوئی تھی کہ اُن لوگوں نے مسلمانوں کی اس صلح و آشتی کے فعل کو بھی پسند نہ کیا - اور مسلمانوں کو مکہ سے دور ہی روکنے کو بڑھے، مگر پھر شہر کے پاس ہٹ آئے اور قسم کھائی کہ ہرگز مسلمانوں کو حج کرنے نہ دینگے - اور جب آنحضرت حدیبیہ میں پہونچے تو قریش مکہ نے آنے سے روکا - آپ وہیں ٹھہر گئے، اور کہلا بھیجا کہ ہم تو صرف حج کرنے کے لئے آئے ہیں، تم کیوں روکتے ہو؟ مگر اُن لوگوں نے نہ مانا، بلکہ ایک گروہ قریش کا مسلمانوں کی فرودگاہ کے گرد اس نیت سے پھرا کہ اگر کوئی مسلمان تنہا ملے تو اُسکو قتل کردیں - بلکہ اُن لوگوں نے خود آنحضرتؐ پر بھی پتھروں اور تیروں سے حملہ کیا - مگر اللہ رے رحم کہ جب بعض اُن میں سے گرفتار کرکے آنحضرتؐ کے پاس لائے گئے تو آپ نے اُن کو معاف کردیا، اور چھوڑ دیا [5] آخرکار حضرت عثمان بھیجے گئے - اُنھوں نے جاکر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں، تم کیوں روکتے ہو؟ انکو حج کرلینے دو - قریش نے اب بھی اسبات کو منظور نہ کیا، بلکہ حضرت عثمانؓ کو روک رکھا

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ [illegible]، [illegible] رسول، جلد ۳ صفحہ ۱۷۴ و ۱۷۵ - [2] دیکھو کتاب اخبار مکہ مصنفہ علامہ ارزقی صفحہ ۱۱۱ - [3] ابوالفدا میں چودہ سو کی تعداد بتائی گئی ہے صفحہ ۱۰۶ [4] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ [illegible] - ابن ہشام صفحہ [illegible] - ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ [5] ابن ہشام صفحہ ۷۴۵ ء

کے خرچ میں شرکت اُنپر فرض تھی آنحضرتؐ نے اُن کی حفاظت کے معاوضہ میں جو اب اُنکو حاصل ہوئی
ایک محصول بقدر نصف پیداوار اُن کی اراضی کے اُنپر مقرر کیا۔ اور منقولہ جائداد جو لڑائی
اور محاصرہ کے بعد قلعوں سے نکلی اور ضبط ہوائی وہ لشکر اسلام میں تقسیم کیگئی۔ سواروں
کو تین حصے ملے اور پیادوں کو ایک ۱؎

غزوہ فدک جمادی الآخر سنہ ھ

غزوہ خیبر کے بعد ہی آپ نے فدک والوں سے بھی صلح کی۔ فدک خیبر سے قریب ہی تھا، اور وہاں بھی یہود رہتے تھے۔ ۲؎

یہاں آنحضرتؐ کو زہر دینے کا منصوبہ ہوا۔ ایک یہودیہ عورت نے آنحضرت اور آپ کے چند اصحاب کی دعوت کی، اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ اس دعوت میں ایک صحابی اسی زہر سے مر گئے، اور آنحضرت کو زہر کی بڑی تکلیف رہی مگر رحمۃ للعالمین نے اُس عورت کو معاف کردیا، اور کچھ بھی نہ کہا

غزوہ وادی القریٰ جمادی الآخر سنہ ھ

خیبر سے مراجعت فرماکر آنحضرت وادی القریٰ میں پہنچے۔ یہ خیبر کے قریب ہی ایک مقام ہے یہاں کے باشندے بھی یہودی تھے، اور خیبر والوں کے ساتھ تھے۔ آنحضرتؐ وہاں ایک ہفتہ ٹھیرے، اور اُن سے بھی صلح ہوئی۔ ۳؎

غزوہ عمرۃ القضاء الموعود ذی قعد سنہ ھ

حسب معاہدہ صلح حدیبیہ جب ایکسال گذر گیا، تو آپ نے مکہ جاکر عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا، اور دو ہزار اصحاب کے ساتھ روانہ ہوے۔ قریش پہاڑوں پر چلے گئے، اور وہیں سے مسلمانوں کو دیکھتے رہے، جو تین روز تک مکہ میں قیام پذیر رہے۔ تیسرے روز آنحضرتؐ نے اونٹ ذبح کئے اور چوتھے روز صبح ہی حسب معاہدہ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ ۵؎

سریہ موتہ جمادی الاول سنہ ھ

۱؎ ابن ہشام۔ صفحہ ۷۷۴، و ۷۷۳، ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۹۔ ۲؎ تاریخ ابن جریر طبری۔ ۳؎ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔ ۴؎ تاریخ ابن جریر طبری۔ ۵؎ تاریخ ابن جریر طبری اور میور "لائف آف محمدؐ"۔ جلد ۳۔ صفحہ ۸۰۲ +

چیزوں سے زیادہ محبوب ہے! یہ کہکر آپنے یہ آیتیں پڑہیں إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا [1]
محدثین نے لکھا ہے کہ اس وقت تک مسلمان اور کفار بالکل الگ الگ رہتے تھے
صلح ہوجانے سے آپس میں میل جول ہوا، اور رات دن کے چرچہ سے اسلام کے مسائل
اور خیالات روز بروز زیادہ پھیلتے گئے - اس کا یہ اثر ہوا کہ دو برس کے اندر اندر جس کثرۃ
سے لوگ اسلام لائے دس برس ماقبل کی وسیع مدت میں نہیں لائے تھے - [2] جس بنا
پر رسول اللہ نے صلح کی تھی وہ یہی مصلحت تھی - اور اسی بنا پر خدا تعالی نے سورہ فتح
میں اس صلح کو فتح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے -

غزوہ خیبر - جمادی الآخر سنہ ۷ھ

اہل خیبر، جن میں وہ تمام یہودی بھی جا ملے تھے، جو مدینہ سے اپنی بغاوت کی سزا میں جلاوطن
کیے گئے تھے، ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کرتے رہتے تھے - انھوں نے بنی اسد اور بنی
غطفان کو اپنا حلیف کرلیا تھا - غزوہ احزاب کے بیان میں تمکو معلوم ہوچکا ہے کہ سلام بن
مشکم اور ابن ابی الحقیق - اور حیی اور کنانہ اور ہوذہ اور ابو عار خیبر سے قریش کے پاس
پہونچے، اور انکو اور عرب کی مختلف اقوام غطفان اور فزارہ وغیرہ کو مدینہ پر چڑھا لائے
اس تدبیر میں اگرچہ انکو ناکامی ہوئی، لیکن پھر بھی وہ اپنے خیال سے باز نہ آئے، اور اسکی تدبیر
کرتے رہے چنانچہ تم سریہ فدک میں پڑھ چکے ہو کہ قبیلہ بنی سعد نے انکی اعانت پر آمادگی
ظاہر کی، جسپر حضرت علی کو بھیجا گیا - پھر انھوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنے ساتھ
ملالیا - اب پھر انھیں قبیلوں کی اعانت سے وہ مدینہ پر حملہ کرنیکی تیاریاں کرنے لگے [3]
جب ان لوگوں کی آمادگی جنگ نے زیادہ شہرت پائی تو آنحضرت نے اس فساد کو مٹانے
کا ارادہ کیا، اور مدینہ سے چڑھائی کی - جب آنحضرت خیبر کیطرف بڑھے، تو قبیلہ غطفان نے
سد راہ ہوجانا چاہا - مگر وہ ٹھہر نہ سکے، اور ہٹ گئے - اسلام نے اول یہودیوں کے پاس
صلح کا پیغام بھیجا، جب خیبریوں نے نہ مانا تب اُنپر حملہ کیا - خیبر میں یہود کے بہت سے
قلعے تھے - آہستہ آہستہ اکثر فتح ہوگئے - آخر بڑا قلعہ القموص تھا، جو بڑا ہی مضبوط تھا
اُسپر بھی بڑی لڑائی ہوئی - جب وہ بھی فتح ہوگیا تو یہود کو شکست کا یقین ہوگیا، انھوں
نے معافی مانگی، اور اُن کی درخواست پر معافی دی گئی -
مگر اُن کی نیک کرداری کی ضمانت جائداد غیر منقولہ سے کی گئی [4] اور رسومات مذہبی کی
نسبت یہود کو پوری آزادی دی گئی - چونکہ کوئی باضابطہ ٹیکس اُنپر نہ تھا، اور سلطنت

[1] دیکھو صحیح بخاری واقعہ حدیبیہ [2] دیکھو فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۳۴۳ ذکر حدیبیہ - [3] کوسن ڈی پرسوال جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ - [4] ایضاً صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴ -

غزوۂ فتح مکہ رمضان ۸ھ

تمکو معلوم ہوچکا ہے کہ حدیبیہ میں جو صلح قرار پائی تھی، اُس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں سے جو چاہے اسلام کے سایۂ امن میں آوے، اور جو چاہے قریش کا ساتھ دے۔ چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے آنحضرت کا اور خاندان بنو بکر نے قریش کا ساتھ دیا۔ ان دونوں قبیلوں میں مدت سے ان بن تھی، اور بہت سے معرکے ہوچکے تھے۔ لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ حدیبیہ کی صلح وقوع میں آئی، اور شرائط معاہدہ کی رو سے دونوں قبیلے لڑائی سے دست بردار ہوگئے۔ لیکن چند روز ہی کے بعد بنی بکر نے نقض عہد کیا، یعنی بنو خزاعہ پر جبکہ وہ لوگ وتیر نام چشمہ پر سوئے ہوئے تھے شبخون مارا، اور قریش نے اُن کی اعانت کی، یہانتک کہ خزاعہ نے حرم میں جاکر پناہ لی تب بھی انکو پناہ نہ ملی، اور اُن کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اُن لوگوں نے عمرو بن سالم خزاعی کو چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمرو بن سالم نے آکر عرض کیا۔

یَارَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُّحَمَّدَا[1]	حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا
اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا[2]	وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا
وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتَ تَدْعُوْ اَحَدَا[3]	فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَیِّدَا
وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدَا[4]	فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا
اِنْ سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا[5]	هُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ هُجَّدَا
وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدَا[6]	وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتُ اَدْعُوْ اَحَدَا

---

[1] اے میرے خدا میں محمد کو قسم دیتا ہوں + قسم اپنے اجداد اور اُس کے آبائے قدیم کی۔
[2] بیشک قریش نے تجھسے وعدہ خلافی کی + اور توڑ ڈالا اُن لوگوں نے تیرے وعدۂ مضبوط کو۔
[3] اور ان لوگوں نے یقین کرلیا کہ تو کسیکو نہیں پکارتا ہے + تو مدد کر، اللہ تجھکو ہمیشہ نصرت کی راہ دکھلائے
[4] خلق خدا کو پکار، وہ لوگ برابر بڑھتے آئیں گے + ان لوگوں میں اللہ کا رسول تنہا ہوگیا ہے۔
[5] اگر زمین کے دھس جانے سے وہ لوگ مغلوب ہوں تو اُنکا چہرہ متغیر ہو + اُن لوگوں نے ہم سوتے ہوں وتیر پر حملہ کیا
[6] اور اُن لوگوں نے ہمکو رکوع اور سجدہ میں ہلاک کیا + اور انھوں نے جانا کہ ہم کسیکو نہیں مانتے۔

سنہ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا خط لکھا، اور دحیہ کلبیؓ جو خط لے کر گئے تھے، واپس آتے ہوئے ارض جذام میں پہونچے، تو شامی عربوں نے، جو عیسائی تھے، اور ہرقل کے ماتحت تھے، دحیہ پر حملہ کیا، اور اُن کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا[۱]۔ اسپر آنحضرت نے صبر فرمایا۔ پھر جب رسول اللہ نے حارث بن عمیر کو امیر بصری کے پاس ایک خط دیکر روانہ کیا، تو بمقام موتہ وہاں کے حاکم شرحبیل غسانی عیسائی[۲] نے جو گویا ہرقل کا ایک صوبہ دار اور اُس کا ماتحت تھا انکو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی جب مدینہ میں اطلاع ہوئی، تو آپ نے زید بن حارثؓ کو تین ہزار سپاہ کا افسر بنا کر موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ جہاں حارث مارا گیا وہاں جاؤ۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ "بدلہ لینے میں بچوں اور عورتوں، بڈھوں اور عبادت خانوں کے گوشہ نشینوں کو نہ مارنا، اور باغ کے نزدیک جانا، درخت نہ کاٹنا، اور مکانات کو نہ ڈھانا"۔ غرض یہ فوج وہاں پہونچی، تو اپنے مقابلہ میں ایک بہت بڑی فوج کو پایا، جس میں خاص ہرقل شہنشاہ روم، کی فوج بھی شامل تھی۔ اس لڑائی میں زید بن حارثہؓ، جعفر طیارؓ، عبداللہ بن رواحہؓ جو بڑے رتبہ کے صحابہ تھے، شہید ہوئے۔ پھر خالد بن ولید سپہ سالار ہوئے اور یہ تدبیر کی کہ میمنہ اور میسرہ اور سابق اور قدام کو بدلدیا۔ دشمن نے سمجھا کہ انکی مدد آگئی ہے، اس لئے وہ ہٹ گئے، اور گویا انکو شکست ہوئی۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، اسلئے حضرت خالد نے واپس چلے آنا مصلحت سمجھا، اور مدینہ کو چلے آئے[۳]

سریہ عمرو بن عاص جمادی الاخر سنہ ۸ھ

یہ سریہ ذات السلاسل کے نام سے مشہور ہے۔ سلاسل ایک چشمہ کا نام تھا، ذات القرلی کے پاس مدینہ سے دس منزل۔ بنی قضاعہ نے لوگوں کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع کیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو عمرو بن عاص کو تین سو آدمی دیکر اُسطرف روانہ کیا۔ سلاسل کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ دشمن بہت کثرت سے جمع ہیں، اسلئے دو سو آدمی انکی مدد کو اور بھیجے گئے۔ بنی قضاعہ آخرکار بھاگ گئے، اور جمعیت متفرق ہوگئی[۴]

---

[۱] یاد رہے کہ ایک سفیر کے ساتھ ایسا کیا گیا۔ جو خود قیصر کے پاس خط لیکر گیا تھا۔ [۲] گوسن آف پرسول، جلد ۲ صفحہ ۲۵۳
[۳] تاریخ ابن جریر طبری۔ گوسن آف پرسول، جلد ۲ صفحہ ۔ آخر ذکر تک۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۸ تا آخر ذکر تک
[۴] ابن اسحاق اور صحیح التواریخ ذکر سریہ ذات السلاسل۔ ۱۲

جو سزا چاہتے دیتے مگر اللہ رے رحم اور کرم! کہ آپ نے اُن سب یا توں کو بھلا دیا، اور اہل مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے اہل قریش! تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے تمھارے ساتھ کیسا سلوک کیا"؟ اُن لوگوں نے جواب دیا "اے مہربان بھائی اور بھائی کے لڑکے نہایت ہی مہربانی اور رحم کا سلوک"! طبری لکھتا ہے کہ ان الفاظ پر آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، اور کہا کہ "آج میں تمکو اُسی طرح کہونگا جسطرح یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

(یعنی) آج میں نے اپنے قصور تمکو معاف کئے، خدا، جو سب سے زیادہ رحم والا ہے، وہ بھی معاف کرے" اور پھر فرمایا "اذہبوا فانتم الطلقاء" یعنی جاؤ، تم سب کو میں نے آزاد کیا۔ [۱]

پھر حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لئے تشریف فرما ہوے۔ لوگ جوق جوق آتے اور بیعت کرتے جاتے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتوں نے اُنھیں کے ہاتھ پر آنحضرت سے بیعت کی۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے کہ "خدا کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرینگی اُسکی ذات میں نہ صفات میں نہ استحقاق عبادت واستعانت میں۔ اور چوری نہ کرینگے [۴] بیٹوں کو نہ مارینگے اور نہ کسی پر بہتان لگائینگے اور تمام امور حق میں آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرینگے۔ اور عورتوں سے بھی اسی مضمون پر بیعت لی، مگر اتنا زیادہ کیا کہ کسی سوگ میں مُنہ نہ نوچوں گی اور نہ تماچوں سے پیٹوں گی، اور نہ چلا کر روؤں گی، اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھوں گی"۔ [۲]

سریہ خالد بن ولید شوال سنہ ۸ھ

مکہ ہی میں بیٹھکر آنحضرتؐ نے اپنے نامور اصحاب کو ہر چہار طرف تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اور بڑی تاکید فرمائی کہ "صرف وعظ و نصیحت ہی تمھارا کام ہونا چاہیئے، البتہ جب کوئی تم پر حملہ کرے تو تمکو جان بچانے کی بھی اجازت ہے، اور کسی حالت میں تلوار اُٹھانیکی اجازت نہیں"۔ ان احکام کی بجا آوری سبھوں نے، سوا خالد بن ولید کے، کی۔ اُس کا قصہ یوں ہے کہ خالد بن ولید کو تین سو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنی خذیمہ کیطرف اسلام کی ہدایت کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ان تین سو پچاس آدمیو

---

[۱] تاریخ طبری۔ جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ اور ابن ہشام صفحہ ۸۲۰۔ [۲] ابن الاثیر۔ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ اور شوسن ڈی پر سول"۔ جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ پورے حالات کے لئے دیکھو۔ تاریخ طبری، ابن ہشام، ابن الاثیر، زرقانی وغیرہ کو "فتح مکہ"۔ ۱۲

[۴] اور مکاری کے مرتکب نہ ہون گے۔ خون ناحق نہ کرینگے۔

ان واقعات اور سچے اقوال کو سنکر آنحضرتؐ نے فرمایا "نصرت یا عمرو بن سالم" اُدھر کفار مکہ کو اپنی کرتوت کا، جیسے ہر ایک گناہ کا نتیجہ افسوس ہوتا ہے، افسوس ہوا۔ ابوسفیان اپنے رئیس، کو اس بدافعالی کے ثمرات سے بچ رہنے کے لئے مدینہ کو روانہ کیا۔ ابوسفیان مدینہ آکر دوبارہ عہد کرنا چاہتا تھا، مگر ناکام رہا۔ اور کیونکر ناکام نہ رہتا کہ قریش نے بنوخزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کردیا تھا، اور اُنپر بے انتہا زیادتی کی تھی۔ پس ممکن نہ تھا کہ اس ظلم اور خونریزی سے، جو قریش اور بنوبکر نے ملکر کی تھی، درگذر کرکے اپنا عہد کرلیا جاتا۔

ابوسفیان کے جانے کے بعد آنحضرت نے ایک سفیر مکہ کو بھیجا، اور حسب دستور ملک، نہیں، نہیں، بلکہ حسب قانون اخلاق کہلا بھیجا "یا تو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیدو، یا بنوبکر کی حمایت اور جانبداری سے الگ ہو جاؤ، یا حدیبیہ کی صلح کا عہد، جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، اُسے پھیر دو۔" اہل مکہ نے دیکھا کہ اہل اسلام ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں، اور اُس نصرت الٰہی اور امداد خداوندی کو بھول گئے جو اسلام، ہاں سچے اسلام کی ہمیشہ حامی و مددگار ہے، اور صلح کا عہد پھیر دیا، کیا معنے، کہدیا کہ حدیبیہ والی صلح، جو ہمارے تمہارے درمیان تھی، نہ رہی۔ قطع عہد اور خزاعہ کا بدلہ لینے کے لئے آپنے مکہ پر چڑھائی کی۔

اس حملہ میں آپنے وہ نرمی اور اخلاقی شریعت کی پابندی کی جسکی نظیر دنیا میں مفقود ہے۔ سب سے پہلے ابوسفیان جیسے دشمن کو آپنے امن دیا۔ اُسکے بعد مکہ پر بڑھے، اور نہایت رحم فرماکر یہ مشتہر کرایا کہ "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا، اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے چپ چاپ بیٹھا رہے گا، یا ہتھیار ڈالدے گا اور مقابلہ نہ کرے گا، یا حرم کعبہ میں پناہ لے گا، اُسکو امن دیا جائے گا۔" مگر چند مرد اور ایک دو عورتیں، جو نہایت مفسد اور واجب القتل تھیں مستثنی کی گئیں۔ آخر اُن میں سے جو زندہ تھے وہ بھی قتل سے بچ گئے اور معاف کردیے گئے۔ ف۱

فوج کے سرداروں کو مکہ پر چڑھنے کا حکم ہوا۔ عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن اُمیہ نے خالد بن ولید کے کالم کا خفیف سا مقابلہ کیا، اور چند مسلمان شہید ہو گئے۔ مگر قریش کے تتر بتر مارے گئے اور بھاگ نکلے۔ باقی کسی نے مقابلہ نہیں کیا، اور آنحضرت بلا مزاحمت بسواری شتر مکہ میں داخل ہوے، اور در کعبہ پر کھڑے ہوکر نہایت فصیح اور بلیغ خطبہ پڑھا، جو بعینہ تاریخوں میں منقول ہے۔

اب مکہ اور اہل مکہ سب آنحضرتؐ کا مال تھے، اور جو جو ظلم وستم اُنھوں نے آنحضرتؐ اور صحابہ پر کیے تھے، وہ ہر کسیکو معلوم ہیں۔ پس آپ چاہتے تو سبکو غلام اور لونڈی بنا لیتے، اور جسکو

۱ دیکھو تاریخ ابن جریر طبری ۔ زرقانی ۔ [illegible]

کثرت کے گھمنڈون کا منہ پھیر دیا۔ مگر الٰہی نصرت اسلام کے شامل حال تھی اور بہت جلد تتر بتر ہوئے اکٹھے ہو گئے اور یہہ غزوہ ہوازن کا فتح و نصرت کے ساتھ ختم ہوا۔ ۵۱

غزوہ اوطاس۔ شوال ۸ھ

دشمن مقام حنین سے بھاگ کر اوطاس نام وادی مین پہونچے اور وہان پھر سب اکٹھے ہو گئے۔ اس لئے مسلمانون کو وہان بھی اونکے تعاقب مین جانا پڑا۔ یہان بھی کچھہ لڑائی ہوئی اور ابو عامر ایک تیر سے شہید ہوئے۔ اور مالک بن عوف دشمنون کا سردار" اور ثقیف قوم کے لوگون نے اوطاس سے بھاگ کر قلعۂ طائف مین پناہ لی۔ ۵۲

کئی دن کے بعد ہوازن کے لوگ آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور التجا کی کہ قیدی احساناً چھوڑ دیئے جائین۔ یہ بات کسی قدر مشکل تھی، کیونکہ تمام لڑنے والون کا جیسا حق غنیمت کے مال مین حصّہ لینے کا تھا ویسا ہی اون قیدیون کے معاوضہ مین فدیہ لینے کا بھی تھا اور وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ عوضانہ دے سکتے ہون۔ مگر آنحضرتؐ کا رحم جبلّی اس کا مقتضی ہوا کہ وہ بغیر عوضانہ لینے کے چھوڑ دئے جائین۔ اسلئے آپ نے اونکو یہہ تدبیر سوجھائی کہ "کل نماز کے وقت آؤ" (جس سے غالباً یہہ مقصود تھا کہ سب لوگ ایک جگہہ جمع ہونگے) اور جب نماز ہو چکے تو قیدیون کے چھوٹنے کی درخواست کرو۔ چنانچہ دوسرے دن جب آنحضرتؐ ظہر کی نماز۵۳ پڑھہ رہے تھے،" وہ آئے اور جب آنحضرتؐ اور کل اصحاب نماز پڑھہ چکے تو اون لوگون نے اپنی درخواست سابقہ پیش کی۔ جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "جو کچھہ میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصّہ ہے مین نے تمکو دیا"۔ پس مہاجرین و انصار نے بھی عرض کیا کہ ہمارے حصّہ کا اختیار بھی آنحضرتؐ کو ہے۔ اور پھر اور لوگون نے بھی ایسا ہی کیا" اور تمام قیدی" جنکی تعداد چھہ ہزار بتائی جاتی ہے ایک لحظہ مین بغیر معاوضہ کے آزاد ہو گئے۔ ۵۴

---

۵۱ ابن ہشام۔ صفحہ ۸۴۶۔ ابن الاطہر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ "کوسن طری پہلی" جلد ۳۔ صفحہ ۲۴۸۔ اور تاریخ ابن جریر طبری۔ ۱۲

۵۲ ابن ہشام۔ ابن الاطہر وغیرہ۔ ۱۲

۵۳ طبری کہتا ہے کہ "صبح کی نماز" جلد ۳۔ صفحہ ۱۵۵۔

۵۴ ابن ہشام۔ ابن الاطہر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۷۔ تاریخ طبری۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۵۵۔

ہیں زیادہ تر مکہ کے نومسلم تھے۔ اور خالد بھی ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اور فطرتاً بڑے خونخوار تھے۔ غرضکہ خالد کے حکم سے بنی خزیمہ کے چندلوگ، اس شبہ پر کہ وہ لوگ مقابلہ کے لئے نکلے تھے، قتل کئے گئے۔ مگر جو مہاجرین اور انصار اُس سریہ میں شریک تھے، انھوں نے اس کا خلاف کیا، اور ان کی وجہ سے بہتوں کی جان بچ گئی۔ جب آنحضرت کے پاس یہ خبر پہونچی تو آپ خالد کی حرکت سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "خدا وندا! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اُس میں بےقصور ہوں"! اور فوراً حضرت علیؓ کو حکم فرمایا کہ جو لوگ مارے گئے ہیں اُن کا خونبہا اُن کے وارثوں کو جا کر دے آؤ۔ وہ گئے، اور جتنے لوگ قتل ہوئے تھے اُن کے وارثوں کو خونبہا دیا، اور ہر طرح سے اُنکو خوش کیا۔ اور جو روپیہ باقی بچ گیا، وہ بھی اُن مقتولوں کے وارثوں اور اُس قبیلہ کے دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا جس سے وہ سب بڑے خوش اور شکر گذار ہوئے، اور حضرت علیؓ کو دعائیں دیں۔ جب حضرت علیؓ واپس آئے، تو آنحضرتؐ اُن کے بڑے احسان مند ہوئے اور بڑی تعریفیں کیں[1]

غزوہ حنین جس کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں شوال ۸؁ھ

ہوازن عرب کا مشہور اور معزز قبیلہ تھا۔ یہ لوگ ابتدا سے اسلام کی ترقی کو رقابت کی نگاہ سے دیکھتے آتے تھے! آنحضرتؐ جب فتح مکہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے تو ان لوگوں کو گمان ہوا کہ ہم پر حملہ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ اُسی وقت جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور دوسری قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ کر لیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت مکہ پہونچے تو مکہ پر حملہ کرنے کے لئے بنی ہوازن، بنی ثقیف، بنی مضر، بنی جشم، اور کچھ لوگ بنی ہلال کے، اور بہت سے لوگ مختلف قبیلوں کے، جن کی تعداد کل تیس ہزار تھی بڑے سر و سامان سے روانہ ہو کر حنین میں ڈیرے ڈالے[2] اُنکا سپہ سالار مالک بن عوف نصری تھا آنحضرتؐ نے یہ خبر سنی تو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے۔ جب آنحضرت نے چڑھائی کی تو مسلمانوں کی بڑی جمعیت کو اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا، اور اُس خدا داد طاقت کو جس کا نام حزم اور احتیاط ہے، کمزور کر بیٹھے۔ ہوازن قوم کے تیر اندازوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور

[1] ابن ہشام ج۲ ص۲۵-۸۳ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۱- ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔ * حنین عرفات کے پیچھے ایک وادی کا نام ہے جو کہ مکہ سے تین میل پر ہے۔ [2] تاریخ ابن جریر طبری۔

پھر مسلمان ہو گیا - اپنی قوم مین جا کر اوس نے تبلیغ اسلام کی، اور قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور ہمیشہ آنحضرت کا جان نثار رہا - [۱]

غزوہ تبوک رجب سنہ ۹ھ

رومی پہلے ہی فتح عرب کے خواہان تھے - اب بمقام موتہ جو اونکو ایک چھوٹی سی جماعت سے گویا شکست ہوئی، تو عرب کی طرف روم کا خیال اور بھی بڑھ گیا - ہجرت کے نوین سال شام کے تجارت سے خبر ملی کہ ہرقل شہنشاہ روم، آنحضرت کی مہم کامیاب سنکر ایک لاکھ سپاہ سے حملہ آوری کی تیاری کر رہا ہے، اور بنی لخم، بنی جذام، بنی عاملہ اور غسان - (جو سریہ موتہ کے بانی تھے) کے لوگ بھی اُسکے شریک ہو گئے ہین - جب یہ خبر مدینہ مین پہونچی ہے، تو اُن دنوں بڑی گرمی پڑتی تھی، اور چونکہ یہ تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا اسلئے مسلمانوں کو لشکر تیار کرنے مین نہایت دقت پیش آئی -

حضرت عثمانؓ نے اس جنگ مین ایک ہزار اونٹ مع سازوسامان، اور ستر گھوڑے اور دو سو اوقیے چاندی کے، بلکہ ہزار اشرفی کا چندہ دیا، جسپر آپ نے فرمایا "لا یضر عثمان ما عمل بعد ھذا" اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلا فصل نے اپنا تمام مال و اسباب اور حضرت عمرؓ نے نصف مال دیدیا [۲] - غرض جسطرح ہو سکا لڑائی کا سامان کیا گیا -

تیس ہزار سپاہ کے ساتھ آنحضرتؐ مدینہ سے روانہ ہوئے، اور گرمی کی شدت کی وجہ سے بڑی بڑی تکلیفین اٹھا کر بمقام تبوک، جو دمشق اور مدینہ کے درمیان ہے، پہونچے - [۳] وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ ہرقل کو اندرونی مشکلات ایسے آپڑے ہین کہ وہ مدینہ کو فوج نہین پہونچا سکتا - اسوجہ سے آپ وہیں کچھ دنون آرام کر لینے کے لئے ٹھہر گئے، کیونکہ فوج کو بڑا بھاری سفر طے کرنا پڑا تھا، اور وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ فوراً واپسی سفر کی مشقتین اٹھائین -

زمانۂ قیام تبوک مین اطراف و جوانب کے بہت سے سرداروں نے آ کر آنحضرتؐ سے صلح کی، اور جزیہ دینا منظور کیا، انکو ہر قسم کی مذہبی آزادی اور دوسرے حقوق دیئے گئے [۴]

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۷۱۲ تا ۱۷۱۴ - ابن ہشام صفحہ ۹۴۸ و ۹۴۹ - ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۸

[۲] ترمذی و ابو داؤد مین یہ واقعہ فضائل ابوبکرؓ کے تحت مین منقول ہے -

[۳] گوسن ڈی پرسول، جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶ -

[۴] ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۱۵ - اور فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۵۹ -

غزوہ طائف - شوال سنہ ۸ھ

حنین سے واپس آکر آنحضرت نے طائف کی طرف کوچ فرمایا، کیونکہ بنی ثقیف نے طائف کے قلعون مین جاکر پناہ لی تھی اور لڑائی کا سامان کیا تھا پچیس[۲۵] دن تک آنحضرت نے محاصرہ کیا - اوس کے بعد آپ بغیر فتح کئے واپس چلے آئے اور زیادہ دن تک محاصرہ کرنا مناسب نہ سمجھا - آپ نے خیال کیا کہ وہ لوگ آخرکار خود اطاعت قبول کر لینگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا محاصرہ کے دنون مین آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جو کوئی قلعہ سے اوتر آوے وہ آزاد ہے - اس عہد کے سنتے ہی بہت سے غلام اوتر آئے تھے - جب ثقیف مسلمان ہو گئے تب اونہون نے اپنے یہہ غلام طلب کئے، الا رسول خدا نے فرمایا کہ اب وہ آزاد ہو چکے ہین -

سریہ عبد اللہ بن حذافہ یا علقمہ بن المجزر المدلجی - ربیع الاول سنہ ۹ھ

اس باب مین اختلاف ہے کہ اس سریہ کے عبد اللہ سردار تھے یا علقمہ - یہ سریہ قوم حبشہ کی طرف بھیجا گیا تھا جس مین تین سو آدمی تھے خبر آئی تھی کہ قوم حبشہ کے کچھہ لوگ سمندر کی طرف حوالی جدہ مین بغرض فساد جمع ہوئے ہین - جب مسلمان ایک جزیرہ مین جاکر اترے، تو وہ لوگ بھاگ گئے اور یہ بغیر کسی سے لڑنے کے واپس چلے آئے -

ابن جریر طبری

سریہ بنی طے - سنہ ۹ھ

اسی سال حضرت علیؓ کو قبیلہ بنی طے کی طرف بھیجا - قبیلہ بنی طے کا سردار مشہور و معروف حاتم کا بیٹا عدی تھا، اور وہ اس قبیلہ مین بطور بادشاہ کے سمجھا جاتا تھا - یہ سب سے زیادہ آنحضرت کو ناپسند کرتا تھا، اور اس زمانہ مین کھلی کھلی مخالفت ظاہر کرنے لگا تھا - حضرت علیؓ کے پہونچنے پر وہ شام کو بھاگ گیا، مگر اوس کی بہن اور اوس قبیلہ کے چند معززین گرفتار ہو گئے - وہ لوگ بڑی عزت اور آرام کے ساتھہ مدینہ پہونچائے گئے - آنحضرت صلعم نے فوراً حاتم کی لڑکی اور اوس کے کل لوگون کو آزاد کر دیا - اور اونکو بہت سے تحائف بھی دئے حاتم کی بیٹی شام مین جاکر اپنے بھائی عدی سے ملی اور آنحضرت کے عمدہ برتاؤ اور سلوک کو بیان کیا، اور بڑی تعریفین کین - ان احسانات کو سنکر عدی سیدھا مدینہ چلا آیا، اور آنحضرت کے قدمون پر گر پڑا، اور

بھی بجبر و اکراہ مسلمان نہیں کیا گیا، اور کوئی نہیں جو ایسا ثابت کر سکے ۔ اور ہم کیا، آج سے ستراہ برس پہلے ہمارے معظم و محترم مخدوم جناب مولانا مولوی حکیم حافظ نور الدین صاحب بھیروی ثم القادیانی سلمہ الرحمن نے اپنی کتاب فصل الخطاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۴ میں بڑے زور شور کا دعویٰ کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ان لڑائیوں میں کوئی آدمی بجبر و اکراہ مسلمان نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی شخص صحیح روایات سے ثابت کر دے کہ زور سے کوئی متنفس مسلمان کیا گیا، تو اوسے ہم دس ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں" مگر افسوس! کہ نہ پنڈت لیکھرام نے، نہ کسی اور مخالف صاحب نے اس انعام کو وصول کیا۔ وصول کرنا تو درکنار، وصول کرنیکی کوشش تک نہ کی۔

اے آریو! اگر تم سچے ہو تو اس انعام کو وصول کرو، یا کم سے کم وصول کرنے کی کوشش ہی کرو۔ مگر یاد رہے کہ تم ہرگز ایسا نہ کروگے، کیونکہ تم جھوٹے ہو۔

باب ہشتم

خلفائے راشدین کی جنگوں کے اسباب

اب جبکہ معلوم ہوچکا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ بھی اس غرض سے نہیں کی کہ کسی شخص، یا قبیلہ، یا ملک کو بجبر و بزور ہتھیار مسلمان کیا جائے، اور نہ کوئی جنگ بلا وجہ ہوئی تھی، بلکہ وہ کل کی کل دفاع اور حفاظت خود اختیاری پر مبنی تھیں، تو اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ آپکے خلفائے راشدین کا، جنکو اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتہا درجہ کا شوق تھا، کیا طرز عمل رہا ہوگا، اور اون کی جنگیں بھی زبردستی بجبر و اکراہ مسلمان کرنے کے لئے نہ ہونگی، اور نہ کوئی جنگ بلا وجہ ہوئی ہوگی۔ مگر ہم صرف قیاس سے کام نہیں لیتے، بلکہ اون جنگوں کے، جو خلفائے راشدین کے وقت میں ممالک غیر سے ہوئیں، اسباب بھی بتائے دیتے ہیں، جنسے اظہر من الشمس ہو جائیگا۔ کہ خلفائے راشدین نے جو کچھ کیا وہ حفاظت خود اختیاری اور مدافعت کے لئے کیا۔

گو ہمارا دعوے ہے کہ اس تیرہ سو برس کی وسیع مدت میں مسلمان قوموں نے ایک جنگ بھی

جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سرِدست حکومت اسلامیہ کو رومیوں سے کچھ خوف نہیں ہے، تو آپ نے واپسی کا حکم دیا۔ اور رمضان کے مہینہ مین اسلامی فوج مدینہ کو واپس آگئی۔ سلہ

یہہ آخری غزوہ ہے جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے وقت مین ہوا۔ اور اس کے بعد پھر کوئی غزوہ یا سریہ وقوع مین نہیں آیا۔

اب ہر کوئی دیکھہ سکتا ہے کہ جو لڑائیاں آنحضرت کے زمانہ مین ہوئین وہ چار طرح پر ہوئی تھین :۔ (۱) یا تو دشمنوں کے حملے روکنے اور اونکے حملوں کے دفع کرنیکے لئے تھین یا۔ (۲) یا دشمنوں کا ارادہ لڑائی اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنیکی خبر پاکر اُس فساد کے مٹانے، اور اون لوگوں کے منتشر کرنے کے لئے ہوئی تھین (۳) یا اون لوگوں پر حملہ کیا گیا تھا جنہوں نے عہد شکنی یا دغابازی یا بغاوت کی تھی یا (۴) یا خبر رسانی اور ملک کی قوموں کے حالات دریافت کرنیکو جو لوگ بھیجے گئے تھے یا اون سے لڑائی ہوگئی تھی۔

پس یہہ تمام لڑائیاں ایسی تھیں جو معمولاً ملکی انتظام مین، اور امن و آمان کے قایم کرنے مین واقع ہوتی ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکی انتظام بھی مجبوراً ہاتھ مین لینا پڑا تھا، کیونکہ عرب مین بادشاہ کا وجود نہ تھا، ہر قبیلہ کا سردار اُنکا حاکم ہوتا تھا، اور جسکو سب لوگ بڑا سمجھتے تھے، اوسکو افسر بنا، اور تمام ملکی اور قومی انتظام کرنا لازم تھا۔ جب مدینہ میں آنے سے انصار اور مہاجرین مل گئے" تو خاصی ایک ریاست کی حالت پیدا ہوگئی۔ تو یہ اب امکان سے خارج تھا کہ وہ لوگ سواء آنحضرت کے کسی اور کو اپنا سردار تسلیم کرتے، اور تمام معاملات بجز آنحضرت کے حکم کے تعمیل پاتے۔ اور پھر جب رفتہ رفتہ تمام قبائل عرب مسلمان ہوگئے ؛ یا اطاعت قبول کرلی، تو خاصی ایک حکومت اور سلطنت قایم ہوگئی، جسکے بادشاہ آنحضرت تھے۔ اور اوسوقت کی حالت اسباب کی مقتضی تھی کہ ایسا ہی ہوتا۔ اور ایسا کرنا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی ہر طرح کی حفاظت اور امن و آمان قایم کرنے کے لئے بھی نہایت ضروری تھا۔

پس دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہے کہ جسنے ملکی و قومی انتظام ہاتھ مین لیا ہو، اور اوس کو اس قسم کی لڑائیاں نہ پیش آئی ہوں ۔۔ اِن لڑائیوں کی نسبت یہہ کہنا کہ زبردستی ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنیکے لئے تھیں، ایک ایسا غلط قول ہے جسکو کوئی ذیعقل، بجز اسکے جسکے دل مین تعصب بھرا ہو سچ تسلیم نہیں کرسکتا۔ اور ہم بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ اِن لڑائیوں مین ایک آدمی

سلہ ابن ہشام ۔ صفحہ ۹۰۴ ۔ ابن الاثیر ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۱۵ ۔ الواقدی ۔ صفحہ ۳۸۵ ۔ اور کرسی برڈی رسول، جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶ ۔ ۲۸۷

کوئی ملک فتح نہیں ہوا! بقیہ کل ممالک متذکرہ صدر امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رض کے
وقت میں فتح ہوئے تھے۔

ان ستائیس ملکوں میں سے عراق عرب، خوزستان، عراق عجم، آذربائیجان، فارس،
کرمان، کوہستان، سیستان، مکران، خراسان، دہستان، جرجان، طبرستان،
دیلم، طغارستان، جوزجان اور طالقان میں کسریٰ شاہنشاہ فارس کی حکومت
تھی، اور شام، مصر، روم، طرابلس، افریقیہ، جزیرہ قبرس اور جزیرہ روڈس
رومی سلطنت میں شامل تھے، اور جزیرہ اور آرمینیہ خود مختار چھوٹی چھوٹی ریاستوں
میں منقسم تھے، اور ترکستان خاقان فراغنہ کے ماتحت تھا۔

مگر قبل اسکے کہ میں ان پانچ سلطنتوں سے جنگ چھڑ جانیکی وجوہ بیان کروں، مجھکو اس بے امنی
کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت سے شروع
ہو کر موت کے بعد عرب کے اکثر حصوں میں پھیل گئی تھی۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی موت کے بعد سارا عرب مرتد ہو گیا تھا۔ مگر یہ غلط ہے،
اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ بعض قبیلوں کے چند لوگوں اور ایک دو خود غرضوں کے سوا، کوئی بھی
مرتد نہیں ہوا تھا، اور ان مرتدین میں سے بھی اکثر کیا گویا کل وہی تھے، جو ابھی ابھی مسلمان ہوئے
تھے، اور آنحضرت صلعم کی صحبت سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا تھا۔ البتہ اکثر قبائل عرب نے
زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور اوس حکومت کے ماتحت رہنا نہ چاہا جسکے سردار اب حضرت
ابوبکر رض بنائے گئے تھے، اور ملک میں ایک فساد مچ گیا۔ زکوٰۃ دینے سے اون لوگوں نے اسوجہ
سے انکار نہیں کیا کہ وہ لوگ مسائل اسلام سے منحرف ہو گئے تھے، بلکہ وہ زکوٰۃ کو مسائل
اسلامی کی پوری واقفیت نہ ہونیکی وجہ سے صرف خراج سمجھتے تھے، کیونکہ اوسوقت سوا زکوٰۃ
کے کوئی خراج نہ تھا۔ چنانچہ عمرو بن العاص رض جب آنحضرت کی وفات کے بعد عمان
سے واپس آرہے تھے، تو قرۃ بن ہبیرا ایک عرب سردار نے انکی دعوت کی، اور دعوت کے
بعد کہا کہ "اگر زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو بہت زیادہ مناسب ہوگا، کیونکہ عرب نے دین اسلام
خراج دینے کے لئے نہیں قبول کیا ہے"[1] اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اکثر قبائل عرب نے
جو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو وہ اسوجہ سے کیا کہ وہ زکوٰۃ کو صرف خراج سمجھتے تھے، جسکو
وہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اپنے نبی کے خیال سے ادا کرتے رہے، مگر جب
آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا تو پھر عربوں نے کسی کے ماتحت ہو کر زندگی بسر کرنیکی ضرورت نہ دیکھی

[1] دیکھو ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد ۲ - ذکر خلافت حضرت ابوبکر ۱۲

کسی ملک مین کسی شخص، یا قوم، یا ملک کو بجبر و اکراہ ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنیکے لیئے نہیں کی مگر چونکہ اسلام صرف بانی اسلام اور اُسکے خلفائے راشدین کے افعال کا جواب وہ ہے، اسلیئے صرف خلفائے راشدین کی جنگون کے اسباب بیان کر دینے کافی ہین اور بانیٔ خلفائے راشدین کی تعین میں امیرالمؤمنین حضرت امیر معاویہؓ سے آگے کوئی غرض اسلام کا نہیں جاتا)، اسلیئے ہم حضرت معاویہؓ کے وقت تک کی فتوحات کا ذکر دیتے ہین۔

عرب مین تو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت مین حکومت اسلامیہ قایم ہو گئی تھی، اور بہت سے قبیلے اور قبیلوں کے لوگ مسلمان ہو کر، اور بقیہ کل صلح و معاہدہ کرکے، حکومت اسلامیہ میں داخل ہو گئے تھے۔ امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بلا فصل، کے وقت سے لیکر حضرت امیر معاویہؓ کے وقت تک مندرجہ ذیل ممالک فتح ہوئے تھے:-

عراق عرب[1]، خوزستان[2]، عراق عجم[3]، آذربائیجان[4]، فارس[5]، کرمان[6]، کوہستان[7]، سیستان[8]، مکران[9]، خراسان[10]، دہستان[11]، جرجان[12]۔ طبرستان[13]، دیلم[14]، طخارستان[15]، جوزجان[16]، طالقان[17]، شام[18]، مصر[19]، الکز بلاد روم[20]، طرابلس[21]، افریقیہ[22] (افریقیہ مسلمان مورخ اُس حصۂ ملک کو کہتے تھے جو مصر (ایجپٹ) سے پچھم جانب واقع ہے)، جزیرہ قبرس[23]، جزیرہ روڈس[24]، جزیرہ[25] (جسکو انگریزی میں میسوپوٹیمیا کہتے ہیں)، آرمینیہ[26] اور ترکستان[27] کے چند شہر، مثلاً بیکند وغیرہ۔

انمین عراق عرب کا بڑا حصہ اور شام کے بعض علاقے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں، اور جرجان، طبرستان، دیلم، طخارستان، جوزجان، طالقان، الکز بلاد روم، طرابلس، افریقیہ، جزائر قبرس اور روڈس اور آرمینیہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں اور ترکستان کے شہر حضرت معاویہؓ کے وقت میں فتح ہوئے۔ حضرت علیؓ کے وقت میں

* بانیٔ اسلام کی جگہ [illegible] کی ابتدا ہے۔

بیعت کی۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ وہ مرتد نہیں ہوئے۔

۵ بنی سکون، جو اہل یمن تھے، اسود کے قتل کرنے میں شریک ہوئے، اور دوسرے امراء یمن اور قبیلے بھی اوس کے مارے جانے کی فکر میں ہوئے، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اہل یمن مرتد نہیں ہوئے۔

۶ غطفان، طے، اور بلی کے قبیلے مرتد نہیں ہوئے، بلکہ صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔

۷ غطفان و طے وغیرہ میں بھی بہت سے ایسے سردار تھے، جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے بھی انکار نہیں کیا، مثلاً عدی بن حاتم، صفوان وغیرہ۔

۸ بنی اسد کے بعض لوگ طلیحہ کے تابع ہو گئے، مگر وہ مرتد کہے نہیں جا سکتے، کیونکہ طلیحہ خود ظاہر آنحضرتؐ کی نبوت کا قائل بنا رہا۔

۹ پس بنی عامر، سلیم، ہوازن اور فزارہ بھی مرتد نہیں کہے جا سکتے، کیونکہ وہ صرف طلیحہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

۱۰ بنی طے مرتد نہیں ہوئے تھے، بلکہ صرف حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے انکار کرتے تھے، مگر پھر بہت جلد عدی کے سمجھانے سے بیعت پر راضی ہو گئے، یہانتک کہ مدینہ کی فوج کے ساتھ طلیحہ کی لڑائی میں شریک ہوئے۔

۱۱ بنی جذیلہ بھی صرف بیعت سے انکاری تھے، مگر پھر بغیر لڑے بیعت کر لی۔

۱۲ بنی تمیم کے کل لوگ باغی نہیں ہوئے، بلکہ ایک گروہ باغیوں سے لڑتا رہا۔ اور ان باغیوں کے بھی مرتد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، سوا اسکے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صرف انکارِ زکوٰۃ سے وہ مرتد نہیں ہو سکتے۔ (اور اسکے لئے ۱۳ کو بھی دیکھو)۔

۱۳ مالک بن نویرہ کی وجہ سے، جو بنی تمیم کا سردار تھا، کچھ لوگ بنی تمیم کے مفسد ہوئے تھے، اور اوسکے ساتھ ہو کر زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، ورنہ وہ لوگ پکے مسلمان تھے، چنانچہ جب لشکر اسلامی اون تک پہونچے، تو انکو اذان دیتے اور نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۴ مالک بن نویرہ کے بھی مسلمان ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، کل صحابہ یہانتک کہ حضرت عمرؓ اسکو اور اسکے ساتھیوں کو باقرار مورخین مسلمان جانتے تھے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی، اوسکے مسلمان ہونیکی وجہ سے، اسکے مال و اسباب اور قیدیوں کو بلا فدیہ چھوڑنا اور اس کی دیت دینا پڑی۔

۱۵ یمامہ کے لوگ، جو مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے، وہ بھی مرتد نہیں کہے جا سکتے، کیونکہ ان ۔ اگ

اور سابق کی مطلق العنانی ہی اونکو پسند آئی، اور اونہوں نے خیال کیا کہ جب ہمارا نبی ہی نہیں تو پھر ہم کسی اور کے ماتحت کیوں رہنے لگے - ورنہ انکے مسلمان رہنے مین تو ذرا بھی شبہہ نہیں ہوسکتا - چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضہ نے ان زکواۃ سے انکار کرنیوالوں کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں تو کل صحابہ کو تامل ہوا، اور خود حضرت عمر رضہ ایسے جابر شخص کو بھی پس وپیش تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ مین تلوار کس طرح اُٹھائی جاسکتی ہے - پس اس سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ بھی ان زکواۃ سے انکار کرنیوالوں کو مسلمان سمجھتے تھے - اور حضرت صدیق اکبر رضہ نے بھی ونکو مسلمان سمجھہ کر، صرف بغاوت کے خیال سے، اُنکے مقابلہ کے لئے صحابہ اور دوسرے قبائل عرب کو بھیجا تھا، چنانچہ اونہوں نے حکم دیا تھا کہ اگرچہ وہ مسلمان ہوں مگر زکواۃ دینے سے انکار کریں تو اون سے بلا دریغ مقابلہ کیا جائے -

پس یہہ بات کیسی صاف ہوگئی کہ جنہوں نے زکواۃ ادا کرنیسے انکار کیا تھا، وہ مسلمان تھے، اور ہرگز ہرگز مرتد نہیں ہوئے تھے - اور ہمارا دعوے ہے کہ سوا بعض قبیلہ کے چند لوگوں اور دو ایک خودغرضوں کے کوئی مرتد نہیں ہوا - البتہ بعضوں نے زکواۃ دینے سے انکار کیا، اور بعض دھوکا باز مدعیان نبوت کے ساتھہ ہوگئے، اور بغاوت کی - مگر یہہ بھی مرتد نہیں تھے - اور بہت سارے قبیلے تو نہ مفسد ہوئے نہ مرتد، بلکہ ہمیشہ حکومت اسلامیہ کے خیرخواہ اور پشت پناہ رہے، اور زکواۃ وصدقہ ہمیشہ ادا کرتے اور صحابہ کے ساتھہ باغیوں کے فساد مٹانے مین شریک رہے - چنانچہ ہم تاریخوں میں دیکھتے ہیں کہ ان فسادوں کے زمانہ میں بھی برابر اطراف وجوانب سے زکواۃ آتی رہی اور بہت سارے قبیلے صحابہ کے ساتھہ جنگ میں شریک ہوا کئے -

اب ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں مورخوں کے عام بیانات کو مختصراً درج کرتے ہیں - چونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ ارتداد عرب پر ایک چھوٹا سا رسالہ الگ لکھیں، اسلئے یہاں پر اس بحث کو بہت ہی اختصار کے ساتھہ لکھا ہے - مورخوں کا عام بیان ہے کہ:-

۱ بعض قبائل مرتد ہوئے اور بعض صرف زکواۃ دینے سے منکر ہوئے - مگر جنکو مورخوں نے مرتد کہا ہے اونکے ارتداد کی بھی جو حقیقت ہے وہ ناظرین ابھی دیکھہ لینگے -

۲ مکہ، مدینہ، اور طائف میں پورا امن رہا - بحرین کے شہر جواثا میں بھی کوئی مرتد نہیں ہوا -

۳ اسامہ نے مدینہ سے شمال کے کل قبیلوں کو شام جاتے ہوئے مسلمان پایا اور کسی نے مخالفت تک نہ کی -

۴ اسود نے جب یمن پر فتح پائی، تو وہاں کے مسلمانوں نے ظاہرہ اُسکے عاملوں کے ہاتھہ پر

علہ پھر یمن مین صرف قیس بن مکتوم باغی ہوا، اور اوسکے ساتھ کچھ لوگ ہوگئے؛ ورنہ سارا یمن حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں داخل تھا - ان باغیوں کے مرتد ہونیکا بھی کوئی ثبوت نہیں

علہ اور حضرموت میں صرف بنی کندہ کے چند لوگوں کا مرتد ہونا بتایا جاتا ہے - مگر ان کے مرتد ہونیکا بھی کوئی ثبوت سوالبغاوت کے بتایا نہیں جاتا، اور بغاوت سے ارتداد کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا -

ان قبیلوں کے علاوہ، جنکا اوپر ذکر ہوا، عرب میں بہت سے قبیلے تھے، جو مسلمان ہوگئے تھے، مگر اون کے ارتداد کا توکیا لبغاوت کا بھی ذکر تاریخوں میں مذکور نہیں، بلکہ بعض قبیلوں کا ذکر ہے بھی تو اس فساد میں مدینہ والوں کی مدد کرنیکا ہی ہے - اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ قبیلے مرتد توکیا باغی بھی نہیں ہوئے تھے سلہ

ان قبیلوں مین سے بہتوں کے نام ہمکو اسی کی دوسری جلد مین اشاعت اسلام کے تحت میں ملینگے -

غرض کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا پہلا سال انہیں فسادوں کے فرو کرنے میں گذرا، اور سال کے اندر اندر عرب مین پوری امن و امان حاصل ہوگئی - سوا لبغاوت اور سرکشی کے اور کسی حالت میں کسی پر حملہ نہیں کیا گیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے بڑی بیدار مغزی سے کام لیا - جب عرب میں ہر طرح امن حاصل ہوگئی، تو آپ دوسرے ممالک کی طرف، جنسے حملہ کا خوف تھا، متوجہ ہوئے -

اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف آتے ہین، اور اون پانچ متذکرۂ صدر سلطنتوں سے جنگ چھڑ جانیکی وجہہ الگ الگ بتاتے ہیں -

فارس علہ (یعنی ایران)

وجوہات جنگ پر پوری روشنی ڈالنے کے لئے ہمیں یہ بتانا ضرور ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کو فارس سے کیا تعلقات تھے -

عرب کا نہایت قدیم خاندان جو عرب بایدہ کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ اسکے حالات بالکل نامعلوم ہیں، تاہم اسقدر مشہور ہے کہ عاد اور عمالقہ نے عراق پر قبضہ کر لیا تھا عرب عربا، جو یمن کے عرب عربا تھے، اونکی حکومت ایک زمانہ مین بہت زور پکڑ گئی تھی، یہانتک کہ چند بار عراق پہ قابض ہوگئے، اور سلطنت فارس کے ساتھ انکو ہمسری کا دعوے رہا -

سلہ ان تمام بیانات کے لئے دیکھو طبقات بن سعد؀ تاریخ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری؀ تاریخ ابن اثیر؀ اور تاریخ ابن خلدون؀ وغیرہ - ذکر خلافت حضرت ابوبکر - ۱۲-

نے آنحضرت کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا، بلکہ ایک شخص رحال بن عنفوہ بن نہشل کے اس کہنے پر کہ میں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خود کہتے سُنا ہے کہ مسیلمہ ہماری نبوت میں شریک ہے مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور مسیلمہ خود بھی ظاہرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہ تھا۔ ان وجہوں سے اُسکے ساتھ ہونیوالے مرتد نہیں کہے جاسکتے۔ اُنہوں نے مسائل اسلامیہ کی کم علمی کی وجہہ سے ایسا خیال کیا کہ کیا عجب ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح اس امت میں بھی کئی نبی ایک ہی وقت میں ہوں۔

۱۶ اور یمامہ کے کل لوگ آنحضرت کے وقت میں مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، اس لئے قرینہ غالب ہے کہ مسیلمہ کے ساتھ زیادہ کافر ہونگے، کیونکہ مسیلمہ کے ساتھ کل ایک لاکھ، یا چالیس ہی ہزار، آدمی تھے، جو یمامہ اور اس کے اطراف کی آبادی کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے۔

۱۷ بحرین کے کل لوگ بھی اوسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، بلکہ اکثر مجوسی اور عیسائی بھی تھے۔ اور قبیلہ عبد القیس باقرار مورخین ہمیشہ پکے مسلمان رہے۔ قبیلہ بنی بکر بن وائل کو مورخین مرتد بتاتے ہیں، مگر اس قبیلہ میں اکثر مجوسی اور عیسائی بھی تھے، وہ تو کسی طرح مرتد کہے جا ہی نہیں سکتے، اور پھر مورخین کو یہہ بھی اقرار ہے کہ اکثر اس قبیلہ کے لوگ بھی اسلام پر پکے رہے پس اگر ثابت ہوگا تو اس قبیلہ کے چند لوگوں کا مرتد ہونا، نہ کہ کل قبیلہ کا۔

۱۸ بحرین کے اور قبیلہ بھی مسلمان ہی رہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کی فوج بنی بکر کے فساد کو مٹانے گئی، تو کل قبیلوں کو مسلمان پایا جنہوں نے علاء الحضرمی[1] کے ساتھہ شرکت تک کی، اور شیبانی بھی علاء کی مدد کو آئے۔

۱۹ عمان کے کل لوگ مفسد بھی نہیں ہوئے تھے۔ ہاں کچھہ لوگ، لقیط بن مالک ذوالتاج کی ساتھہ ہو کر، باغی ہو گئے تھے۔ مگر بہت سارے ایسے مسلمان بھی تھے، جنہوں نے اُسکی اطاعت قبول نہیں کی تھی، اور جیفر و عبد، جو عمان کے عامل تھے، کے ساتھہ شروع سے آخر تک ایک گروہ اہل عمان سے رہی، اور جب لشکر اسلام آیا تو وہ سب ملکر باغیوں سے لڑے۔ مگر ان باغیوں کے مرتد ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ بنی ناجیہ کے لوگ بھی مدد کو عمان میں آئے تھے، جس سے اونکا مسلمان ہی رہنا نہیں بلکہ باغی نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

۲۰ موضع مہرہ کے بھی آدھے سے زیادہ باشندے مدینہ کی فوج کے ساتھہ تھے۔ اور آدھے لوگ جو باغی تھے انکے بھی مرتد ہونیکا کوئی ثبوت نہیں

[1] علاء الحضرمی مسلمانوں کی فوج کے افسر تھے، جنکی بہت سی کرامتیں تاریخوں میں منقول ہیں ۔۔ ۱۲

کر دیا۔ اور قیدہی میں اُسنے وفات پائی۔ لغمان نے اپنے ہتیار وغیرہ ہانی کے پاس امانت رکھوا دیئے، جو قبیلہ بکر کا سردار تھا۔ پرویز نے اوس سے وہ چیزیں طلب کیں، اور جب اُسنے انکار کیا تو ہرمزان کو دو ہزار فوج کے ساتھ بھیجا کہ بزور چھین لائے۔ بکر کے تمام قبیلے ذی قار ایک مقام میں بڑے سر و سامان سے جمع ہوئے، اور سخت معرکہ ہوا۔ فارسیوں نے شکست کھائی اس لڑائی مین جناب رسولؐ بھی تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ

هذا اوّل یومٍ انتصفت العربُ من العجمِ	یعنی "یہہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے بدلہ لیا"

عرب کے تمام شعرانے اس واقعہ پر بڑے فخر اور جوش کے ساتھ قصیدے اور اشعار لکھے[1] سنہ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے، تو باوجود اس کے کہ ان خطوط میں جنگ وجدل کا اشارہ تک نہ تھا، پرویز نے خط پھاڑ کر کہا کہ "میرا غلام ہو کر یوں لکھتا ہے؟" اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ باذان کو جو یمن کا والی تھا، لکھا کہ کسی کو بھیجد و کہ محمدؐ کو گرفتار کرکے دربار میں لائے۔ باذان نے دو افسروں کو آنحضرتؐ کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ یہہ دونوں مدینہ پہونچکر آنحضرتؐ سے ملکر کہنے لگے کہ شاہ ایران کا حکم ہے کہ آپ اپنے تئیں ہماری حفاظت میں جلد تر دربار میں پہونچائیے۔ پیغام تو کہہ گئے، مگر ہیبت اسقدر طاری ہوئی کہ بمشکل سنبھلے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس کا جواب کل دیا جائیگا۔ دوسرے روز صبح وہ پھر پہونچے، اور جواب کے منتظر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "مجکو جسنے بلایا تھا، وہ رات کو مارا گیا۔ خداوند تعالےٰ نے اوسکے بیٹے شرویہ سے اوسکا پیٹ چاک کروا دیا۔" وہ چلے گئے اور چونکہ حقیقت میں پرویز کو اوس کے بیٹے نے ہلاک کر دیا تھا، اسلئے یہہ معاملہ یہیں تک رہ گیا۔ اور شرویہ نے آنحضرتؐ کی گرفتاری کو ملتوی رکھا، اور کسی وقت مناسب کا منتظر رہا۔ مگر باذان حاکم یمن آنحضرتؐ کی اس عجیب غیب گوئی کو تحقیق کرکے مسلمان ہو گیا[2] اور اسطرح ملک یمن سلطنت فارس سے نکلکر حکومت اسلامیہ مین داخل ہو گیا۔ اور اب سلطنت فارس اور بھی مسلمانوں کے استیصال کی

[1] تعلقات عرب و فارس کے لئے علاوہ ہشام کلبی کی کتاب التیجان" کے "تاریخ ابن جریر طبری" اور تاریخ ابن خلدون" کتاب ثانی جلد دوم اور شروع جلد سوم کو بھی دیکھو۔ ۱۲

[2] تاریخ ابن جریر طبری" و ابن اسحاق" واقعات سنہ ۶ھ۔ ۱۲

رفتہ رفتہ عرب خود حکومتِ فارس کے علاقوں میں آباد ہوتے شروع ہوئے - بخت نصر، جو بابل کا بادشاہ تھا، اور بیت المقدس کی بربادی نے اوسکے نام کو شہرت دیدی ہے، جب عرب پر حملہ آور ہوا، تو بہت سے قبیلے اوسکے مطیع ہوگئے، اور اس تعلق سے عراق مین جاکر آباد ہوگئے - رفتہ رفتہ معد بن عدنان کی بہت سی نسلیں اِن مقامات میں آباد ہوتی گئیں، یہانتک کہ ریاست کی بنیاد پڑگئی - اور چونکہ اوس زمانہ مین سلطنتِ فارس میں طوائف الملوکی قایم ہوگئی تھی، عربون نے مستقل حکومت قایم کرلی، جسکا پہلا فرمان روا مالک بن فہم عدنانی تھا اس خاندان مین خذیمۃ الابرش کی سلطنت نہایت وسیع ہوئی - اسکا بھانجا، عمرو بن عدی، جو اسکے بعد تخت نشین ہوا، اوسنے حیرۃ کو دار السلطنت قرار دیا، اور عراق کا بادشاہ کہلایا اس دور مین اسقدر تمدن پیدا ہوگیا تھا کہ ہشام کلبی کا بیان ہے کہ مین نے عرب کے زیادہ تر حالات اور فارس و عرب کے تعلقات[1] زیادہ تر انہیں کتابوں سے معلوم کئے ہیں، جو حیرۃ میں اوس زمانہ میں تصنیف ہوئی تھیں - اسی زمانہ مین اردشیر بن بابک نے طوائف الملوکی مٹاکر ایک وسیع سلطنت قایم کی اور عمرو بن عدی کو باجگذار بنالیا - عمرو بن عدی کا خاندان اگرچہ مدت تک عراق میں فرمانروا رہا لیکن درحقیقت وہ سلطنتِ فارس کا ایک صوبہ تھا -

شاپور بن اردشیر، جو سلسلہ ساسانیہ کا دوسرا فرمانروا تھا، اوس کے عہد میں حجاز اور یمن دونوں باجگذار ہوگئے اور امراء القیس کندی اِن صوبوں کا گورنر مقرر ہوا تاہم مطیع ہوکر رہنا عرب کی فطرت کے خلاف تھا، اسلئے جب کبھی موقع ملتا تھا تو بغاوت برپا ہوجاتی تھی - چنانچہ سابور ذی الاکتاف جب صغرسنی میں فارس پر حملہ کردیا اور ابادنے عراق کے صوبے دبالئے - سابور بڑا ہوکر بڑے عزم و استقلال کا بادشاہ ہوا، اور عرب کی بغاوت کا انتقام لینا چاہا - بحرین مین پہونچکر نہایت خونریزی کی، اور قبیلہ عبد القیس کو برباد کرتا ہوا مدینہ منورہ تک پہونچ گیا - روسائے عرب جو گرفتار ہوکر اسکے سامنے آتے تھے - اون کے شانے اُکھڑوا ڈالتا تھا - چنانچہ اسی وجہہ سے عرب میں ذوالاکتاف کے لقب سے مشہور ہوا -

سلاطین حیرۃ میں سے نعمان بن منذر نے، جو کسریٰ پرویز کے زمانہ مین تھا، عیسوی مذہب قبول کرلیا، اور اس تبدیل مذہب پر یا اور کسی سبب سے پرویز نے اوسکو قید

ع - فارس کے تخت پر بیٹھا تو ... عرب میں بغاوت ... قبیلہ عبد القیس نے خروج

[1] ہشام کلبی نے یہہ تصریح کتاب التیجان میں کی ہے - ۱۲

خاقان اور یزدگرد دونوں کے شکست کھا کر خراسان سے چلے جانے کے بعد جب احنف نے پھر حضرت عمر فاروقؓ کو فتح کا نامہ لکھا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اسوقت اہل مدینہ کو جمع کر کے جو ایک پُراثر تقریر فرمائی تو اوسمیں یہہ الفاظ بھی تھے :-

الا وان ملك المجوسية قد ذهب فليسوا يملكون من بلادهم شبرا يضر بمسلم ۔ سلہ	یعنی "آگاہ ہو جاؤ! بے شک آج مجوسیوں کی حکومت جاتی رہی، پس وہ اپنے بلاد سے ایک بالشت زمین کے مالک نہ ہونگے جس کو مسلمانوں کو ضرر پہنچا سکیں۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ [illegible] فارس سے جو جنگ کی گئی، وہ صرف اُسکی حملہ آوری کے خوف سے کی گئی۔

اس امر کے ثبوت میں سے، کہ فارس سے جو جنگ کی گئی تھی، وہ ملکی اور قومی حفاظت کے لئے کی گئی تھی، ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اس جنگ میں اکثر عیسائیوں کے قبیلے، جو حکومت اسلامی اور رومی سلطنت کے ماتحت تھے، "عربی النسل تھے" اپنی مرضی سے شریک ہوتے تھے، اور مسلمانوں کی طرح ملک کی حفاظت میں جان لڑا دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

معرکہ جسر (سنہ ۱۳ھ) میں جب کہ شکست ہونی صاف ظاہر تھی، اور خوف زدہ عرب دریائے فرات اور لشکر عجم کے بیچ میں گھر گئے تھے، تو اُسوقت قبیلہ طے کا مسیحی سردار اسلامی سالار مثنیٰ بن حارثہ کے قریب دوڑا آیا کہ کشتیوں کے پل کی حفاظت میں امیر لشکر کی مدد کرے کیونکہ اس پل سے اُتر کر فوج عرب بسہولت اس معرکہ سے علیحدہ ہو سکتی تھی۔ سٹہ

یہہ مسیحی سردار، جسکا نام ابو زبید طائی تھا، اسی معرکہ میں شہید بھی ہوا۔ سٹہ

اس لڑائی میں زک اُٹھا کر جب اُسکی پاداش میں نئی فوجیں بھرتی ہونے لگیں، تو کمک کے لئے بنو نمر اور تغلب کے قبیلے جو عیسائی تھے اور رومی سلطنت (بائزنٹائن) کی حدود میں آباد تھے، بھی آئے، اور اونکے سرداروں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو

سلہ تاریخ ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد ۴ - ذکر فتح خراسان - ۱۲

سٹہ میور کی کتاب "خلافت" - صفحہ ۹۰ - ۱۲

سٹہ "ابن خلدون" - کتاب ثانی - جلد چہارم - ذکر جنگ قس ناطف - ۱۲

فکر میں ہوئی۔ چنانچہ ہم تاریخوں میں دیکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر علیہ السلام کی خلافت شروع ہوتے ہی اکثر قبائل عرب کے مفسد ہوئے، اور بحرین میں بنو بکر بن وائل کا قبیلہ باغی ہوا، تو اس موقعہ کو غنیمت دیکھکر کسریٰ شاہ فارس نے بنو بکر کی مدد کے لئے ایک فوج بھیجی۔ چنانچہ جب مدینہ کی فوج سے مقابلہ ہوا تو بنو بکر کے ساتھ لشکر فارس کو بھی شکست ہوئی۔ لشکر فارس کے لوگ بھی اکثر مارے گئے، اور جو بچے وہ کسریٰ کے پاس ہزیمت کی خبر پہونچانے گئے۔ لیکن منذر بن نعمان، جو لشکر عجم کا سردار تھا، صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

اب ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں ملک عرب میں امن و آمان قائم رکھنے کے لئے اور حکومت اسلامیہ، جو عرب میں قائم ہو گئی تھی، کی حفاظت کے لئے سلطنت فارس پر دباؤ ڈالنا نہایت ضروری تھا۔

عراق عرب اور خوزستان فتح کرکے بھی مسلمانوں کا ارادہ کسریٰ کے اور ملکوں کو فتح کرنیکا نہ تھا، بلکہ وہ یہہ سمجھہ بیٹھے تھے کہ ان سرحدی مقامات کے فتح کرلینے سے کسریٰ کی قوت ٹوٹ گئی ہوگی، اور سرحدی مقامات کے نکل جانے کی وجہہ سے اب وہ حکومت اسلامیہ پر حملہ نہ کر سکینگے۔ لیکن ایرانیوں کو کسی طرح چین نہیں آتا تھا، وہ ہمیشہ نئی فوجیں تیار کرکے مقابلہ پر آتے تھے، اور جو ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے وہاں غدر کروا دیا کرتے تھے۔ نہاوند کے معرکہ سے حضرت عمر کو اسپر خیال ہوا، اور اکابر صحابہ کو بلاکر پوچھا کہ "ممالک مفتوحہ میں بار بار بغاوت کیوں ہوجاتی ہے؟" لوگوں نے کہا "جبتک یزدگرد ایران کی حدود سے نکل نہ جائے یہ فتنہ فرو نہیں ہوسکتا، کیونکہ جبتک ایرانیوں کو یہہ خیال رہیگا کہ تخت کیان کا وارث موجود ہے، اُسوقت تک اُنکی امیدیں منقطع نہیں ہو سکتیں"۔ اسی بناء پر حضرت عمر رض نے عام لشکر کشی کی اور رفتہ رفتہ کل ممالک فتح ہو گئے۔ سلہ

پس اب صاف ظاہر ہے کہ جو کچھہ کیا گیا، وہ مدافعتاً لیا گیا۔ جبر و اکراہ اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرنیکے لئے تو درکنار، کسی ملک پر بلا وجہہ قبضہ کرلینے کے لئے بھی جنگ نہیں کی گئی۔ حضرت عمر رض خود اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "کاش ہمارے اور فارس کے بیچ میں آگ کا پہاڑ ہوتا کہ نہ وہ ہمپر حملہ کرسکتے نہ ہم اونپر چڑہکر جا سکتے"۔ چنانچہ جب احنف نے حضرت عمر رض کو خراسان کی فتح کا نامہ لکھا، تو آپ نے اوسوقت بھی پڑھ کر یہی فرمایا کہ "ہمارے اور خراسان کے بیچ میں آگ کا دریا حائل ہوتا تو خوب ہوتا"۔ سلہ

سلہ تاریخ طبری۔ اور تاریخ ابن خلدون۔ ۱۲ ۔ سلہ فتوح البلدان بلاذری۔ ۱۲

ان لوگوں نے اسلام سے پہلے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا، اسوجہ سے اونکو رومیوں کے ساتھ ایک قسم کی یگانگیت ہو گئی تھی۔ اسلام کا زمانہ آیا، تو مشرکین عرب کی طرح وہ بھی اسلام کے دشمن نکلے۔ سنہ ۶ھ میں جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا خط لکھا، اور دحیہ کلبی (جو خط لیکر گئے تھے) واپس آتے ہوئے ارض جزام میں پہونچے، تو انہی شامی عربوں نے دحیہ پر حملہ کیا، اور اونکا تمام مال و اسباب لوٹ لیا[۵] اسی طرح جب رسول اللہ نے حارث بن عمیر رضؓ کو خط دیکر بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا، تو عمرو بن شرحبیل یا شر غسانی نے اونکو قتل کرادیا۔ چنانچہ اوس کے انتقام کے لئے رسول اللہ نے سنہ ۸ھ میں لشکر کشی کی، اور غزوہ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس لڑائی مین زید بن حارثہ رضؓ، حضرت جعفر طیار رضؓ، عبداللہ بن رواحہ رضؓ، جو بڑے رتبہ کے صحابہ تھے شہید ہوئے اور گو خالد رضؓ کی حکمت عملی سے فوج صحیح و سلامت نکل آئی، تاہم نتیجہ جنگ درحقیقت شکست تھا۔

سنہ ۸ھ میں فروہ بن عمر جزامی، جو شاہ روم کی ماتحتی میں عمان دیار بلقا کا حاکم تھا، خود بخود مسلمان ہو گیا، اور ایک عریضہ مسعود بن سعد رضؓ کی معرفت بابت تصدیق رسالت مع تحفہ وغیرہ کے آنحضرت کے پاس روانہ کیا۔ جب روم کے بادشاہ کو اپنے عیسائی عامل کا مسلمان ہونا معلوم ہوا، تو اوس نے اوسکو بلا کر اول بہت سمجھایا کہ اس مذہب کو چھوڑ دے۔ جب اوس کا کہنا اُسکی سمجھ میں نہ آیا، تو اوسکو قتل کرادیا۔ ایسے ہی اور کئی واقعات ہوئے، جس سے مسلمانوں پر ضرور ہوا کہ امن وچین سے زندگی بسر کرنیکے لئے رومی سلطنت پر دباؤ ڈالتے۔

سنہ ۹ھ میں رومیوں نے خاص مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں، لیکن جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خود پیشقدمی کر کے مقام تبوک تک پہونچے، تو انکو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اگرچہ اوسوقت عارضی طور سے لڑائی رُک گئی، لیکن رومی اور غسانی مسلمانوں کی فکر سے کبھی غافل نہیں ہوئے، یہانتک کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ مدینہ پر چڑھ نہ آئیں۔ صحیح بخاری میں ہے، کہ جب رسول اللہ کی نسبت (غلط) مشہور ہوا، کہ آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے، تو ایک شخص نے حضرت عمر رضؓ سے جاکر کہا "کچھہ تم نے سُنا!" حضرت عمر نے فرمایا "کیوں؟ کہیں غسانی تو نہیں چڑھ آئے۔"

اسی حفظ ماتقدم کے لئے سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ نے اسامہ بن زید کو سردار بناکر شام

[۵] دیکھو "تاریخ ابن خلدون" کتاب ثانی جلد سوم۔ ذکر غزوہ زید بن حارثہ بر جذام۔ ۱۲

کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے؛ اس قومی (چونکہ وہ بھی عربی النسل تھے) معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں [۱]۔ ان دونوں سرداروں کے ساتھ انکے قبیلے کے ہزاروں آدمی تھے اور عجم کے مقابلہ کے جوش میں لبریز تھے [۱]

حرب بویب (۱۳ھ) میں جو وقت عرب کی فوج دشمن پر دھاوا کرنے کو ہوئی تو مثنیٰ نے عیسائی سرداروں کو جو ساتھ تھے، بلا کر کہا "تم اگرچہ عیسائی ہو، لیکن ہم قوم ہو، اور آج قوم کا معاملہ ہے، میں مہران (امیر لشکر عجم) پر حملہ کرتا ہوں، تم ساتھ رہنا" انہوں نے لبیک کہا۔ مثنیٰ نے ان سرداروں کو دونوں بازوؤں پر لیکر حملہ کیا، اور وہ پہلے ہی حملہ میں مہران کا میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے [۲]۔ غرض دونوں کے طوفانی بلغار نے عجمیوں کو میدان سے ہٹا دیا، اور اسلامی فتوحات کی پرشوکت فہرست میں یہہ ایک اور فتح لکھی گئی۔ اس معرکہ کے دن جو شجاعت کے کام ہوئے انمیں سے سب سے بڑھکر قبیلہ تغلب کے ایک مسیحی نوجوان کی جسارت تھی جسکا نام جموش تھا۔ ابھی لڑائی کا اختتام نہیں ہوا تھا، اور عجمیوں کا سپہ سالار مہران بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا، کہ یہہ مسیحی جوان جھپٹ کر عجمی سپاہ کے قلب میں جا پہونچا، اور پہونچتے ہی عجمی سردار کا تلوار سے کام تمام کر دیا۔ مہران اپنے گھوڑے سے گرا، تو نوجوان اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھا، اور فخر کے لہجہ میں پکارا "انا الغلام التغلبی قاتل مہران امیر العجم" یعنی "میں ہوں تغلب کا نوجوان اور رئیس عجم مہران کا قاتل" [۳]

سلطنت روم[۱]

رومی سلطنت سے عرب کا جو تعلق تھا، یہہ تھا کہ عرب کے چند قبیلے سلیح و غسان و جذام وغیرہ شام کے سرحدی اضلاع میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے رفتہ رفتہ شام کے اندرونی اضلاع پر بھی قبضہ کر لیا تھا، اور زیادہ قوت و جمیعت حاصل کر کے شام کے بادشاہ کہلانے لگے تھے۔ لیکن یہ لقب خود اون کا خانہ ساز تھا، ورنہ جیسا کہ مورخ ابن الاثیر نے تصریح کی ہے، درحقیقت وہ رومی سلطنت کے صوبہ دار تھے۔ [۱]

[۱] میور کی کتاب "خلافت" صفحہ ۹۰۔ اور تاریخ طبری۔ ذکر واقعہ بویب۔ ۱۲ [۲] الاخبار الطوال لابی حنیفۃ الدینوری۔ ۱۲۔ [۳] طبری بروایت سیف۔ اور میور کی کتاب "خلافت" صفحہ ۹۴۔

[۱] ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ... مسعودی اور مصر ابن خلدون کتاب ثانی۔ جلد دوم۔ اخبار ابناء جفنہ ملوک غسان شام بھی دیکھو۔ ۱۲

حمص والوں کی مدد کے لئے روانہ کی، لیکن سعد بن ابی وقاص نے، جو عراق کی مہم پر مامور تھے، یہہ خبر سنکر کچہہ فوجیں بہیجدیں، جس نے انکو وہیں روک لیا، اور آگے بڑہنے نہ دیا[۹۱] اسپر بہی یہ لوگ شرارت سے باز نہ آئے۔ ۱۵ھ میں بہی، جب ہرقل نے اپنی سلطنت کے ہر حصہ سے فوجوں کو طلب کیا تھا، اور اپنی شہنشاہی کا تمام زور عرب کے مقابلہ میں صرف کر دینا چاہتا تہا، تو جزیرہ اور آرمینیہ سے بہی فوجوں کا ایک طوفان اُمنڈ آیا تھا، جسکے بعد یرموک کا واقعہ پیش آیا[۹۲]

پہر ۱۶ھ میں مدائن کی فتح سے متنبہ ہوکر جزیرہ والوں نے مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے جنگ کی تیاریاں شروع کیں، اور رومیوں کو بہی اپنا شریک بنالیا۔ حضرت عمرؓ نے انکی تنبیہ کے لئے عبداللہ بن المعتم کو مامور کیا، اور صرف تکریت فتح کرکے چہوڑ دیا[۹۳]

پہر فتح تکریت کے بعد بہی ۱۷ھ میں جزیرہ اور آرمینیہ والوں نے ہرقل کو اُبھارا کہ مسلمانوں کا پہر نئے سر سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ جزیرہ والوں نے قیصر کو لکھا کہ نئے سر سے ہمت کیجئے، ہم ساتھ دینے کو موجود ہیں۔ جسپر قیصر نے ایک فوج کثیر حمص کو روانہ کی ادھر سے جزیرہ والے بہی تیس ہزار کی بہیڑ بہاڑ سے شام کیطرف بڑہے۔ مگر مسلمانوں نے فوراً اُنپر حملہ کیا، اور حمص کیطرف جانے سے روک دیا۔[۹۴]

آخر یہہ ملک بقول ابن اسحاق کے ۱۹ھ میں فتح ہوگیا، اور ہرقل کو مدد دینے یا خود حملہ کرنے کا خدشہ ہی مٹ گیا۔

آرمینیہ والے بہی ہمیشہ ہرقل کو مدد دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۵ھ میں بہی انہوں نے بہت بڑی مدد رومیوں کو دی تھی، جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ مگر چونکہ وہ حکومت اسلامیہ کی سرحد سے کچہہ دور تھے، اسلئے حملہ کا موقعہ نہ تھا۔ ۲۲ھ میں جبکہ وہ بہی ہم سرحد ہوگئے اور حملہ کا خوف زیادہ بڑہا تو اُنپر بہی حملہ کیا گیا۔ اور آخر کار حضرت عثمانؓ کے وقت میں ملک بہی بذریعہ صلح کامل طور سے فتح ہوگیا، اور رومیوں کا ایک بڑا مددگار ہاتھ سے جاتا رہا۔

ترکستان

ترکستان میں اُسوقت خاقان فراغنہ کی سلطنت تھی، اور یہ بہت بڑا شہنشاہ تہا[۹۵]

[۹۱] کامل ابن الاثیر - واقعہ فتح حمص - اور تاریخ ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد چہارم - واقعہ ایضاً -

[۹۲] فتوح البلدان بلاذری - طبع مصر ۱۹۰۱ - ص ۱۴۴ - تاریخ ابن خلدون - واقعہ فتح حمص - [۹۳] تاریخ ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد ۲ - ص ۱۱۴ - [۹۴] ... ابن الاثیر ... اور ابن خلدون ... ۱۲-۵-۱۲

کی مہم پر بھیجا، اور چونکہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مقابلہ تھا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور بڑے بڑے نامور صحابہ مامور ہوئے کہ فوج کے ساتھ جائیں۔ اسامہؓ ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ رسول اللہ نے بیمار پڑکر انتقال فرمایا۔ غرض جب حضرت ابوبکرؓ، خلیفہ بلا فصل، مسند خلافت پر متمکن ہوئے، تو عرب کی یہہ حالت تھی کہ وہ دونوں ہمسایہ سلطنتوں کا ہدف بن چکا تہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے شام پر لشکر کشی کی، تو فوج سے مخاطب ہوکر فرمایا، کہ تم میں جو شخص مارا جائیگا شہید ہوگا، اور جو بچ جائیگا، مدافع عن الدین ہوگا یعنی دین کو اوس نے دشمنوں کے حملوں سے بچایا ہوگا۔

پس کیسی صاف بات ہے کہ سلطنت روم کے خلاف جو مسلمانوں نے تلوار اٹھائی، وہ بغرض دفاع اور حفظ و حفاظت کے لئے اٹھائی تھی، نہ کہ جبر و اکراہ سے مسلمان بنانے کے لئے۔

آریو! یہاں پر تم ان حقوق پر غور کرکے بھی اپنے دل میں شرماؤ جو اسلام اور بانی اسلام اور اوس کے جانشیناں برحق نے اور پھر عموماً مسلمان بادشاہوں نے اپنی غیر مذہب رعایا کو عطا فرمائے تھے، جنمیں ہر قسم کے مذہبی و قانونی و ملکی حقوق شامل ہیں، جنکا بہت کچھ ذکر اسی باب کے بعد حقوق الذمیین میں آتا ہے، اور پھر دوسری جلد میں بھی متفرق طور پر اشاعت اسلام کے تحت میں آئے گا۔ اگر مسلمانوں کا ممالک کے فتح کرنے سے یہہ مطلب ہوتا کہ وہاں کے باشندوں کو جبراً مسلمان کرنیکا موقعہ ملیگا، تو پھر مذہب کے بارہ میں بالکل آزادی کہ جس مذہب پر چاہیں قایم رہیں اور جو مراسم چاہیں ادا کریں وغیرہ وغیرہ کیوں دیتے؟ اور پھر اوس کے ساتہہ قانونی و ملکی حقوق بہی اس فیاضی سے کیوں مرحمت فرماتے، جسکی نظیر دنیا کی کسی قوم میں پائی نہیں جاتی؟ اور پھر اون کی جان و مال، مذہب و ملت، خانقاہوں اور عبادتخانوں کی حفاظت اپنے ذمہ کیوں لے لی جاتی؟

جزیرہ اور آرمینیہ

جزیرہ اور آرمینیہ گو دو الگ الگ چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، مگر یہاں بھی قیصر روم کو ایک قسم کا اقتدار حاصل تھا، اور بہت سے رومی آباد تھے۔ جزیرہ میں سلطنت کا بھی کچھہ اثر تھا۔

سنہ ۱۷ھ میں فتح حمص کے وقت جزیرہ والوں نے ہرقل کے حکم سے ایک جمعیت عظیم

باب ہشتم
حقوق الذمیین
یعنی
اسلام میں غیر مذہب والوں کے حقوق

دنیا میں عجیب سے عجیب واقعات کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے - تو یہ واقعہ بھی ضرور درج کرنے کے لائق ہوگا، کہ مسلمانوں کے متعلق اگرچہ یورپ کی واقفیت کے ذریعے نہایت وسیع ہوگئے ہیں، اور ہوتے جاتے ہیں، سیکڑوں عربی داں علما پیدا ہوگئے ہیں، عربی تصنیفات کثرت سے یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوتی جاتی ہیں، مسلمانوں کے نہایت نایاب تاریخی ذخیرے اصلی زبان میں شایع ہوتے جاتے ہیں، اور ٹیلیگرافک کانفرنس نے مشرق اور مغرب کا ڈانڈا ملا دیا ہے، اور اردو زبان میں بھی نایاب تاریخی معلومات بہت کچھ آگئے ہیں تاہم غلط معلومات کا بادل جو سو برس پہلے یورپ کے افق پر چھایا ہوا تھا اب آریوں کے سر پر منڈلا رہا ہے - اور افسوس تو یہ ہے کہ وہ اس غلط معلومات اور جہالت کے گڑھے سے نکلنا بھی نہیں چاہتے - نیز اون کی مرضی، مگر ہم تو یہی کوشش کرینگے کہ اون سے یہ جہالت دفع ہو -

آریو! میں تمہاری سچی معلومات کے لئے بہت سی باتیں لکھ چکا، اور آیندہ بھی لکھونگا یہاں پر ہم اون حقوق کو، جو اسلام نے غیر مذہب والی رعایا کو عطا کیئے ہیں، مستند تاریخی حوالجات سے مختصراً لکھتا ہوں، تاکہ تمکو معلوم ہو کہ اسلامی حکومت میں کیسی مذہبی آزادی تھی، اور غیر مذہب والے بھی کیسے آرام وچین سے زندگی بسر کرتے تھے - اور جسطرح ہمارا یہہ دعوے ہے کہ مذہب اسلام نے ذمیوں کے حقوق نہایت فیاضی سے قایم کئے، اسی طرح ہمارا یہہ بھی دعوے ہے کہ یہہ صرف تحریری قانون نہ تھا، بلکہ تیرہ سو برس کی وسیع مدت میں من حیث الاغلب طریق عمل بھی اسی کے مطابق رہا -

اور خاقان چین کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں جب ۲۳ھ میں خراسان فتح ہوا، تو یزدگرد خاقان کے پاس گیا، اور اس سے مدد چاہی۔ خاقان نے اوسکی بڑی عزت و توقیر کی، اور ایک فوج کثیر ہمراہ لیکر یزدگرد کے ساتھ ساتھ خراسان آیا، اور مسلمانوں سے چند دنوں تک مقابلہ کرتا رہا۔ پھر کچھ سوچ سمجھکر واپس چلا گیا۔ اور یزدگرد بھی واپس جاکر حضرت عمرؓ کے اخیر عہد خلافت تک خاقان کے پاس فراغت میں مقیم رہا۔[1]

حضرت عثمانؓ کے وقت میں خراسان وغیرہ ممالک میں یزدگرد کی موجودگی اور خاقان کی مدد کے بھروسہ پر بغاوتیں پھوٹ پڑیں، جنکو مسلمانوں نے بڑی بہادری سے فرو کیا۔ اس بغاوت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے یزدگرد بھی اپنے نوکروں اور خاقان کی فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آیا، اور اسی موقعہ پر ۳۱ھ میں باختلاف روایات کسی طرح مارا گیا۔[2]

یزدگرد کے مارے جانے کے بعد بھی ترک نچلے نہ بیٹھے۔ بلکہ ۳۲ھ کے آخیر میں اطراف خراسان سے ترکوں نے پھر یورش کی۔ اہل بادغیس و ہرات و قوہستان نے اونکا ساتھ دیا۔ چالیس ہزار کی جمیعت سے قارن خراسان کی طرف بڑھا۔ بڑی بڑی لڑائیوں کے بعد مسلمانوں نے ترکوں کو ہزیمت دی، اور اُنکو پسپا ہونا پڑا۔[3]

ان آئے دن کے حملوں کے خوف سے حضرت معاویہؓ نے ترکوں پر مستقل چڑھائی کی، اور بہت سے شہر اُنکے فتح کر لئے۔

---

[1] تاریخ طبری۔ و ابن خلدون وغیرہ۔ ذکر فتح خراسان۔ ۱۲

[2] تاریخ طبری۔ و ابن خلدون وغیرہ ذکر مقتل یزدگرد۔ ۱۲

[3] تاریخ طبری۔ و ابن خلدون وغیرہ۔ خروج قارن۔ ۱۲

لگایا اونکو تحریر کے ذریعہ سے مفصلۂ ذیل حقوق دیئے۔

آنحضرت نے ذمیوں کو جو حقوق عطا فرمائے

(۱) کوئی دشمن اون پر حملہ کریگا، تو انکی طرف سے مدافعت کیجائیگی۔ رسول اللہ کے خاص الفاظ یہہ ہیں۔ یمنعوا سلہ

(۲) اُنکو اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائیگا۔ خاص الفاظ یہہ ہیں۔ لا یفتنوا عن دینھم۔ سلہ

(۳) اون کی جان محفوظ رہے گی۔

(۴) اُنکو مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔

(۵) اون کی زمین محفوظ رہے گی۔

(۶) اون کا مال محفوظ رہے گا۔

(۷) جو لوگ اسوقت حاضر نہیں ہیں، یہہ احکام اونکو بھی شامل ہونگے۔

(۸) اُن کے قافلے اور کارواں (یعنی تجارت) محفوظ رہینگے۔

(۹) اُنکا لشکر محفوظ رہیگا، اور اس قسم کی کل چیزیں محفوظ رہینگی۔

(۱۰) جن رسوم وعقاید کے وہ پابند تھے وہ بدلوایا نہیں جائیگا۔

(۱۱) اُنکا کوئی حق جو اُنکو پہلے سے حاصل تھا زائل نہیں ہوگا۔ اور اسی قسم کی اور چیزیں بھی زائل نہیں ہونگے۔

(۱۲) اُسقف، رہبان، گرجوں کے پجاری وغیرہ اپنی عملداری اور عہدوں سے برطرف نہیں کئے جائیں گے۔

(۱۳) ہر چیز قلیل وکثیر جس حیثیت سے اب اُنکے کنائس اور خانقاہوں میں ہے اُسی حیثیت سے وہ اُنکے پاس باقی رہے گی، اور وہ اُسے اسیطرح کام میں لا سکینگے جسطرح اب لاتے ہیں۔

(۱۴) اُنپر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

(۱۵) اُن سے زمانۂ جاہلیت کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائیگا۔

(۱۶) جزیہ جو اُنسے لیا جائیگا، اُسکے لئے محصل کے پاس خود سے جانا نہیں پڑیگا۔

سلہ فتوح البلدان۔ صفحہ ۹ہ۔
سلہ فتوح البلدان۔ صفحہ ۶۴ہ۔

یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں، یعنی آغاز نبوت سے فتح مکہ تک، جو سنہ ۸ھ
تک واقعہ ہوئی ہے، کافروں کی ایذارسانیوں، حد سے زیادہ بے رحمیوں اور اسکے بعد لڑائیوں
کا ایک ایسا مسلسل سلسلہ قائم رہا جس کی وجہہ سے یہہ موقع ہی پیش نہ آیا کہ اسلام کو حکومت
اسلامی سلطنت کی باضابطہ حیثیت حاصل ہوتی، اور رعایا کے ساتھہ سلطنت کو جو تعلقات ہونے
چاہئیں اسکے متعلق قانون اور قاعدے منضبط ہوتے۔ اسوقت تک غیر مذہب والوں
سے جو تعلقات پیدا ہوئے تھے، وہ اسی قدر تھے کہ کسی قوم سے کچھہ معاہدہ ہوگیا، کسی سے یا
چند قبائل کے ساتھہ صلح ہوگئی۔ مختصر یہہ کہ اسوقت تک غیر مذہب والے اسلام کی رعایا
نہیں کہلاتے تھے۔ خیبر کی آبادی فتح ہوکر بھی صرف اسیقدر ہوا کہ یہودیوں سے بٹائی
پر معاملہ ہوگیا، بلکہ اس کے عوض میں انکی جانی و مالی و مذہبی حفاظت اسلام نے اپنے
ذمے لی۔ سنہ ۹ھ فتح مکہ کے بعد یمن، بحرین، عمان، عدن وغیرہ فتح ہوئے۔ ان اضلاع
میں کثرت سے دوسری قومیں، یعنی یہودی، عیسائی، پارسی، آباد تھے۔ چونکہ اس
وقت امن وامان قائم ہوچکی تھی، اور اتفاقات روزگار سے اسلام کی حیثیت ایک چھوٹی
سی سلطنت کی بھی ہوگئی تھی، اسلئے اسلام نے انکو رعایا کے لقب سے پکارا، اور خود ان کو
بھی اس لقب سے عار نہیں رہا۔ لیکن ان کے متعلق کسی قسم کے مجموعہ احکام نافذ ہونے
کے بجائے اس سے زیادہ کچھہ نہیں ہوا کہ انپر جزیہ مقرر کیا گیا، اور اون کے معاوضہ میں
ان کو چند حقوق دئے گئے، اور اون کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا۔ سب سے پہلے آنحضرت صلعم
کے زمانہ میں تقریباً سنہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں پر جزیہ مقرر ہوا۔ انکے بعد
ایلہ، اذرح، اذرعات وغیرہ وغیرہ پر بھی جزیہ لگایا گیا۔ یہہ ظاہر ہے کہ اسوقت تمدن
سلطنت کا آغاز تھا، اور اسوجہ سے تاریخوں میں مسلمان یا ذمی رعایا کے حقوق کی تفصیل
نہیں مل سکتی۔ تاہم اس معاملہ کے متعلق جسقدر سرمایہ مل سکے اسکو نہایت تلاش سے مہیا کرنا
چاہئے، کیونکہ گو وہ مختصر اور سادہ ہوں، لیکن انسے حقوق الذمیین کے قانون کے اصول
معلوم ہوتے ہیں، اور اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ مابعد میں ذمیوں کے متعلق جو مفصل
قانون بنا، اسکا مایۂ خمیر کیا تھا؟۔

بانی اسلام، یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن قوموں پر جزیہ

سنہ ۸ ابن ہشام صفحہ ۷۶۴ و ۷۷۳ - اور ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ - ۱۲

سنہ ۹ [illegible] صفحہ ۷۶ - ۱۲

جو رسول اللہ کے افعال و اقوال کے یادگار تھے، اس بات میں انکا طرز عمل کیا رہا ہوگا؟ لیکن ہم صرف قیاس پر قناعت نہیں کرتے، تاریخ کی مستند کتابوں مثلاً بلاذری، طبری، ازدی وغیرہ میں سیکڑوں معاہدے اصلی الفاظ میں مذکور ہیں، جنکا قدر مشترک یہہ ہے کہ کسی کے مذہب سے تعرض نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ مزید اطمینان کے لئے ہم بعض معاہدوں کو اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کے معاہدے

خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب حیرۃ پر فتح حاصل کی، تو یہہ معاہدہ لکھدیا۔

لا یهدم لهم بیعة و لا کنیسة و لا یمنعون من ضرب النواقیس و لا من اخراج الصلبان فی یوم عیدهم ۔ [۱]

یعنی انکے گرجے برباد کئے جائینگے، نہ انکو سنکھہ بجانے سے منع کیا جائیگا، نہ عید کے دن صلیب کے نکالنے سے روکا جائیگا"

عانات پر جب خالدؓ کا گذر ہوا، تو وہاں کا پادری اون کے پاس حاضر ہوا، اور انہوں نے اس شرط پر اس سے صلح کرلی۔

لا یهدم لهم بیعة و لا کنیسة و علی ان یضربوا نواقیسهم فی ای ساعة شاؤا من لیل او نهار الا فی اوقات الصلوٰة و علی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدهم [۲]

یعنی انکے گرجے برباد نہ کئے جائینگے۔ وہ نماز کے وقتوں کے سوا، رات دن میں جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں۔ اور تمام تیوہاروں میں صلیب نکالیں"

قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں ان تمام احکام کو نقل کرکے لکھا ہے کہ خالد کے ان معاہدوں پر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، کسی نے کبھی اعتراض نہیں کیا" اس لحاظ سے اگر فقہی اصطلاح کے موافق کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلہ پر صحابہ کا اجماع ہوگیا تھا، مگر ہم صرف اتنے ہی پر بس نکریں گے بلکہ خاص حضرت عمرؓ کے بھی احکام نقل کرینگے اسکے بعد اور طرف متوجہ ہونگے۔

حضرت عمرؓ کے احکام

جب بنو تغلب نے اپنے قدیم مذہب کو ترک کرنیکی نیت ظاہر کی، تو حضرت عمرؓ نے حکم دیدیا کہ انپر کسیطرح کا دباؤ نہ ڈالا جاوے اور وہ اپنے مذہب کی پیروی

[۱] کتاب الخراج۔ صفحہ ۸۴۔ [۲] کتاب الخراج۔ صفحہ ۸۶۔

(۱۷) اُن سے عشر نہیں لیا جائیگا۔
(۱۸) اُن کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائیگی۔
پہلی اور دوسری دفعہ کے سوا باقی تمام حقوق جس معاہدہ سے قایم ہوتے ہیں، وہ ذیل میں بعینہ منقول ہے۔

وَلنجران وحاشیتہا جوار اللّٰہ وذمۃ محمد النبی رسول اللّٰہ علےٰ انفسہم وَ ملتہم وارضہم واموالہم وغایبہم وشاھدہم وغیرہم وبعثہم وَ امثلتہم۔ لا یغیر ما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقہم وامثلتہم۔ لا یفتن اسقف من اسقفیتہ ولا راھب من رہبانیتہ ولا واقہ من وقاہیتہ علےٰ ما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر ولیس علیہم رھق ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضہم جیش الخ۔[۱]

ذمیوں کے حقوق کے متعلق اگرچہ یہہ مختصر قواعد ہیں، اور اسلام کو ابتدائی زمانہ میں غیر قوموں کے ساتھہ جسقدر کم تعلق پیدا ہوا تھا، اُسکے لحاظ سے اس سے زیادہ ضرورت بہی نہ تھی، تاہم انہیں قواعد میں نہایت مہتم بالشان اُمور کا ماخذ موجود ہے؛ اور حقیقت یہہ ہے کہ ذمیوں کے حقوق کے متعلق گو کتنا ہی مفصل مجموعہ قوانین بنایا جاوے۔ لیکن اوس کی جزئیات ان اصول سے باہر نہیں جاسکتیں۔

اب ہم نہایت تفصیل سے بتانا چاہتے ہیں کہ زمانہ مابعد میں جبکہ غیر قوموں سے نہایت وسیع اور قوی تعلقات پیدا ہو گئے ذمیوں کے ساتھ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل کیا رہا؟

مذہبی حقوق (۱) سب سے مقدم اور ضروری بحث مذہبی حقوق کی ہے؛ مذہبی آزادی کے متعلق اسلام کا جو اصول ہے، اُن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، جو رسول اللّٰہؐ نے بخرانیوں کے معاہدوں میں تحریر فرمائے تھے، اور جسکو تمامہا ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ یعنی یہہ کہ "پادری وغیرہ اپنے منصب پر بحال رہینگے، اور مذہب سے کچھہ تعرض نہ کیا جائیگا" یہہ خاص رسول اللّٰہؐ کے احکام ہیں، اور اس لئے دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ یہہ خاص اسلام کے احکام ہیں؛ اس سے یہہ بہی قیاس ہوسکتا ہے کہ خلفاء راشدین،

---

[۱] فتوح البلدان۔ صفحہ ۶۵۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے بھی اس معاہدہ کو کتاب الخراج میں نقل کیا ہے۔ ۱۲۔

گرجے شہر کے اندر ہوں یا باہر، برباد نہ کئے جائینگے، اور یہہ کہ کوئی دشمن ان کا اپنر چڑھ آئے تو انکی طرف سے مقابلہ کیا جائیگا، اور یہہ کہ وہ تیوہاروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہیں چنانچہ تمام شام اور حیرۃ (باستثنا بعض مواضع کے) انہیں شرائط پر فتح ہوا۔ اور یہی وجہہ ہے کہ خانقاہیں اور گرجے اسیطرح چھوڑ دئے گئے، اور برباد نہیں کئے گئے [۱]

مصر کے گرجوں کا سرکاری خزانہ سے از سر نو تعمیر ہونا

خلیفہ ہادی کے زمانہ میں ۱۶۹ھ میں جب علی بن سلیمان مصر کا گورنر مقرر ہوا، تو حضرت مریم کے گرجا اور چند گرجوں کو منہدم کرا دیا، ہادی نے ایک سال کی خلافت کے بعد وفات پائی، اور ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ اس نے علی کو معزول کر کے ۱۷۱ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ موسیٰ نے گرجوں کے معاملہ میں علمائے سے استفتا کیا۔ اسوقت مصر کے تمام علما کے پیشوا لیث بن سعد تھے، جو بہت بڑے محدث اور نہایت مقدس بزرگ تھے، انہوں نے علانیہ فتوی دیا کہ منہدم شدہ گرجے نئے سرے سے تعمیر کرا دئے جائیں، اور دلیل یہہ پیش کی کہ مصر میں جسقدر گرجے ہیں، خود صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تعمیر ہوئے تھے۔ چنانچہ تمام گرجے سرکاری خزانے سے تعمیر کرا دئے گئے [۲] علامہ مقریزی نے تاریخ مصر میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

فبنیت کلھا بمشورۃ اللیث بن سعد وعبد اللہ بن لہیعۃ وقالا ہو من عمارۃ البلاد واحتجا بان الکنائس التی بمصر لم تبن الا فی الاسلام فی زمن الصحابۃ والتابعین [۳]

عمر بن عبد العزیز کے عہد کے واقعات

اسی طرح دمشق کا ایک گرجا ایک رئیس کی بیجا فیاضی سے خاندان بنی نصر کے قبضہ میں آگیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں اسکو بنی نصر سے چھین کر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا۔ اس سے بڑھکر یہہ کہ ولید بن عبد الملک نے ایک اتفاقی وجہہ سے دمشق کے ایک گرجا کو، جسکا نام یوحنا کا گرجا تھا، ڈھا کر جامع مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں عیسائیوں نے اس تعدی کی شکایت کی حضرت عمر بن عبد العزیز نے دمشق کے عامل کو لکھہ بھیجا، کہ مسجد کا وہ حصہ ڈھا کر عیسائیوں کو اجازت دیدیجائے کہ پھر وہاں گرجا بنا لیں [۴]

[۱] کتاب الخراج صفحہ ۸۰۔ [۲] النجوم الظاہرۃ، واقعات ۱۷۱ھ۔ [۳] مقریزی جلد ۲ صفحہ ۵۱۱
[۴] دیکھو فتوح البلدان۔ صفحہ ۱۲۵۔

ہیں بالکل آزاد رہیں۔ البتہ اُن میں سے اگر کسی نے اسلام قبول کرنا چاہا، تو کوئی شخص مزاحمت کا مجاز نہ ہوگا۔ اور نہ وہ ایسے لوگوں کے بچوں کو جو مسلمان ہو گئے ہوں، اصطباغ دے سکینگے۔ [۱]

جب بیت المقدس امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ کا فرماں پذیر ہوا، تو ذیل کی شرائط منظور ہوئیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صلحنامہ کی یہہ شرائط ہیں، جنکو میں، عمر، خدا کا بندہ اور مومنوں کا امیر، بیت المقدس کے باشندوں کے لئے منظور کرتا ہوں۔ میں حفاظت دیتا ہوں اُنکی جان، مال، اولاد، گرجوں، صلیبوں، بیمار، تندرست اور اُنکے کل مذہب والوں کو۔ میں حفاظت دیتا ہوں انکی زمینوں کو اور سب باشندوں کو انکے مذہب پر۔ اُنکے گرجوں میں سکونت نہ کی جائیگی، اور نہ وہ مسمار کئے جائینگے، اور نہ اونکے احاطہ کو نقصان پہونچایا جائیگا۔ نہ اون کے صلیبوں اور اونکے اموال میں کچھہ کمی کی جائیگی۔ اور نہ باشندوں پر مذہب کی پیروی میں جبر ہوگا، اور نہ اون میں سے کسی کو مضرت دیجاوے گی۔ الخ" [۲]

پس اب اس میں کچھہ بھی کسر باقی نہیں رہی، کہ اس مسئلہ پر، کہ غیر مذہب والوں کو اسلامی حکومت میں پوری آزادی دینی و دنیوی ملنی چاہئے، رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے *حکم اور فعل کے مطابق صحابہ کا بھی اجماع ہو گیا تہا۔ اور یہی وجہہ ہے کہ زمانہ مابعد میں جب کبھی کسی متعصب فرمانروا نے اسکے خلاف کرنا چاہا، تو مذہبی پیشواؤں نے فوراً مخالفت کی، اور اگر کسی مجبوری کی وجہہ سے یہ جرأت نہ کر سکے، تو اس کے مرنے کے بعد اس کی تلافی کر دی گئی۔

ہارون رشید کا سوال اور قاضی ابو یوسف کا جواب

ہارون رشید جب، نالیس فورس، قیصر روم کی بغاوت سے نہایت برہم ہوا، تو عیسائیوں کی طرف سے اسکے خیالات بہت کچھہ بدل گئے، اور غالباً اسی کا اثر تھا کہ اسنے قاضی ابو یوسف صاحب سے، جو مذہبی صیغہ کے افسر کل تھے، پوچھا کہ عیسائیوں کے گرجے اسلام میں کیوں محفوظ رہے، اور آج اون کو کیوں یہہ اجازت حاصل ہے، کہ وہ علانیہ صلیب نکالتے ہیں؟ اس کا جواب قاضی صاحب نے لکھا کہ ذمیوں سے جزیہ کی بنا پر جو صلح ہوئی تھی، اس بنا پر ہوئی تھی، کہ ان کی خانقاہیں اور

[۱] دیکھو تاریخ طبری۔ پہلا سیریز۔ صفحہ ۲۴۸۲۔ [۲] علاوہ تاریخ طبری کے دیکھو دیر بیت المقدس کی تاریخ کا عربی سے ترجمہ جے نیلڈز۔ صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹۔ (مطبوعہ لندن)

* رسول خدا اکثر یہہ فرمایا کرتے تھے کہ "جو ذمیوں کو تکلیف دیتا ہے، وہ مجھکو تکلیف دیتا ہے۔" (دیکھو المکین۔ صفحہ ۱۱)۔

تعمیر ہوا [۵۱] اس زمانہ کے بعد خالد القسری نے، جو ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں عراقین کا گورنر تھا، اپنی ماں کے لئے، جو عیسائی مذہب رکھتی تھی، خود ایک گرجا تعمیر کرا دیا [۵۲] ۷۵۹ء میں نصیبین میں ایک گرجا کی تعمیر ختم ہوئی [۵۳] اسی صدی میں ابو سرجہ کا کلیسہ قدیم قاہرہ کے رومی قلعہ میں بنایا گیا [۵۴] خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بڑا عالیشان گرجا بابل میں تیار ہوا [۵۵] جب خلیفہ مامون الرشید مصر میں تھا، تو اپنے دو معززین دربار کو اجازت دی کہ مقطم کی پہاڑی پر، جو قاہرہ کے قریب تھی، گرجا بنائیں، اور اسی خلیفہ کی اجازت سے ایک دولتمند عیسائی نے، جسکا نام بکام تھا خوبصورت گرجے بورہ میں تعمیر کرائے [۵۶] نطوری بطریق، تموتھیس نے، جو ۸۲۰ء میں مرا، ایک گرجا تکریت میں اور ایک خانقاہ بغداد میں تعمیر کی [۵۷] دسویں صدی عیسوی میں ابو سیفین کا خوشنما قبطی گرجا الفسطاط میں تعمیر ہوا [۵۸] اور اسی صدی میں جبکہ عضد الدولہ بویہ (۹۴۹-۹۸۲ء) جنوبی فارس اور عراق پر مسلط تھا، تو اسکے مسیحی المذہب وزیر اعظم نصران ہارون نے متعدد گرجے اور خانقاہیں تمام ممالک اسلامیہ میں تعمیر کیں [۵۹] فاطمی خاندان مصر کے ساتویں خلیفہ الظاہر (۱۰۲۰-۱۰۳۵ء) کے عہد میں ایک نیا گرجا تیار ہوا [۶۰] نئے گرجے اور خانقاہیں عباسی خلیفہ مستضی (۱۱۷۰-۱۱۸۰ء) کے زمانہ میں بھی تعمیر ہوئیں [۶۱] ۱۱۸۷ء میں الفسطاط کے شہر میں ایک گرجا تعمیر ہوا اور "آور لیڈی دی ہیور درجن" یعنی "ہماری خاتون جو پاک اور کنواری ہے" کے نام سے موسوم ہوا [۶۲]

معبدوں کے متعلق تمام عہدے جائدادیں اور روزینے بحال رہے

مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ پرانے معبد قائم رکھے، یا نئے معبدوں کی تعمیر کی اجازت دی، یا خود بنوا دیا، بلکہ اونہوں نے نہایت انصاف سے معبدوں کے متعلق تمام عہدے اور تمام وہ جائدادیں بحال رکھیں جو ان معبدوں پر وقف تھیں۔ یہانتک کہ پجاریوں اور مجاوروں کے جو روزینے

---

[۵۱] فون کریمر (۱) جلد ۲ - صفحہ ۱۷۵ - [۵۲] ابن خلکان - جلد ۱ - صفحہ ۴۸۵ - [۵۳] الیاس نصیبی - صفحہ ۱۲۸ - [۵۴] ٹیلر - مصر کے قدیم مصری کلسیائے جلد ۱ - صفحہ ۱۸۱ - مطبوعہ اکسفورڈ ۱۸۸۴ء - [۵۵] کرونیق دے میکل لے گرینڈ - صفحہ ۲۶۶ - [۵۶] اوٹکیٹوس - صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۵ [۵۷] فون کریمر (۱) دوسری جلد - صفحہ ۱۷۵ و ۱۷۶ - [۵۸] ٹیلر - مصر کے قدیم قبطی گرجا - جلد ۱ صفحہ ۷۶ - [۵۹] ابن الاثیر - جلد ۸ - صفحہ ۲۸۱ - [۶۰] رنوڈو - صفحہ ۳۹۹ - [۶۱] میکل لے گرینڈ - صفحہ ۳۲۳ - [۶۲] ابو صالح - صفحہ ۹۲ -

حضرت عبداللہ ابن عباس کا فیصلہ اور نئے گرجوں کے بنے کا ثبوت

اکثر یہہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں نئے گرجوں یا تبخانوں کے بننے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہہ اون کی سرسری معلومات کا نتیجہ ہے۔ ابھی معلوم ہو چکا کہ مصر کے کل گرجے مسلمانوں کے ہی عہد میں بنے تھے، اس کے علاوہ یہہ بحث خود صحابہ کے عہد میں پیش آچکی تھی، اور نہایت صفائی سے اس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یہہ مسئلہ پوچھا گیا تھا، اونہوں نے جواب دیا کہ جو شہر مسلمانوں کے خاص آباد کردہ ہیں، وہاں غیر مذہب والوں کو یہہ حق حاصل نہیں کہ گرجا اور تبخانہ بنائیں یا سنکھ بجائیں، باقی جو قدیم شہر ہیں، وہاں ذمیوں سے جو معاہدہ ہے، مسلمانوں کو اسکا پورا کرنا ضرور ہوگا[1]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا یہہ فتویٰ بھی اس لحاظ سے تھا کہ اسوقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح سے ملے جلے نہیں تھے، لیکن جب یہہ حالت نہیں رہی تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خاص اسلامی شہروں میں اس کثرت سے گرجے، تبخانے، آتشکدے بنے کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا۔ بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے، وہاں کے نام معجم البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ خلیفہ مہدی ([illegible]) کے عہد حکومت میں ایک گرجا عیسائی قیدیوں کے لئے بغداد میں تعمیر ہوا۔ یہہ قیدی اوس وقت میں قید ہوئے تھے کہ اہل اسلام کی لڑائیاں روم کی عیسائی سلطنت سے ہو رہی تھیں[2] [illegible] میں دوسرا کلیسا خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔ اور اوسکو سمالو کے باشندوں نے بنایا[3]

امیر معاویہؓ نے الرہا کے گرجا کو عیسائی رعایا کی درخواست پہ دوبارہ تعمیر کرا دیا[4]۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔ لوٹیکس نے جو ۳۲۳ھ میں اسکندریہ کا آرچ بشپ تھا، اپنی کتاب میں، جو عربی زبان میں ہے، اور جسکو پروفیسر پوکاک نے لاطینی ترجمہ کے ساتھ چھاپا ہے اس قسم کے بہت سے گرجوں کے نام اور انکے حالات لکھے ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں الرہا کے شہر میں ایک نیا گرجا بنا، اور دو اور گرجے مصر کے شہر الفسطاط میں تعمیر ہوئے[5]۔ ایک گرجا جو سینٹ جارج کے نام سے بنایا گیا، حلوان میں، جو الفسطاط کے قریب گاؤں ہے، تعمیر ہوا[6]۔ ۷۱۱ء میں ایک یعقوبی کلیسا انطاکیہ میں خلیفہ ولید کے حکم سے

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۸۸۔ [2] یاقوت دوسری جلد۔ صفحہ ۶۶۲۔ [3] یاقوت۔ دوسری جلد۔ صفحہ [illegible]۔ [4] فتلی۔ پہلی جلد۔ صفحہ ۳۴۸۔ [5] میکل کے گرینڈ۔ صفحہ ۲۴۷۔ رنوڈو۔ صفحہ ۱۹۰۔ [6] اوٹیکیئس۔ توم ۲۔ صفحہ ۳۷۶۔

صاف صاف ہدایت فرمائی کہ زردشتیوں اور بت پرستوں کے ساتھ بالکل ایسا ہی برتاؤ کرو جیسا کہ اہل کتاب کے ساتھ رکھتے ہو"۔ اور قاضی صاحب موصوف کی بھی یہی رائے ہے کہ اسلام نے اُن لوگوں کو بھی جو مورتوں اور آگ اور پتھروں کو پوجتے ہیں وہی حقوق دئے ہیں جو اہل کتاب کو سلہ

آتشکدہ توڑکر مسجد بنانیکی سزا میں امام اور موذن کو دُرّے لگائے گئے

خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں ایک اسلامی سالار کا حال لکھا ہے، جسنے مسجد کے ایک امام اور موذن کو اس جرم پر درّہ لگائے تھے کہ سغد کے شہر میں اُنہوں نے ایک آتشکدہ توڑ کر اُسکی جگہ مسجد بنادی تھی۔ سلہ

زردشتیوں کو پوری مذہبی آزادی دیگئی اور ان کے آتشکدہ وغیرہ قائم رہے

خود پارسیوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا زردشتیوں کو پوری مذہبی آزادی دی، اور کسیطرح کا جبر اُنپر نہ ہوا سلہ یہانتک کہ دسویں صدی عیسوی میں فتح ایران کے تین سو برس بعد عراق، فارس، کرماں، سجستان، خراسان، آذربائجان اور آران یعنی ایران کے تمام حصوں میں آتشکدے اور دخمے بنے ہوئے تھے سلہ خاص فارس میں بہت کم ایسے شہر تھے جنمیں آتشکدے اور آتش پرستوں کے پیشوائی مذہب موجود نہ ہوں۔ سلہ شہرستانی نے بھی (جنکی تحریر بارہویں صدی عیسوی کی ہے) لکھا ہے کہ خود بغداد کے قریب اسفینہ میں ایک آتشکدہ موجود تھا۔ سلہ

مذہبی آزادی کا اصول ہند میں بھی بحیثیت الاغلب جاری رہا۔ چنانچہ سر رچرڈ ٹمپل

ہند میں بھی عموماً مذہبی آزادی قائم رہی، مندروں کے لئے شاہی اوقاف کا لحاظ ہوتا رہا، اور نئے اوقاف بھی ہوتے رہے

نے اپنی کتاب "ہندوستان ۱۸۸۰ء میں" کے صفحہ ۱۴۲-۱۴۳ (مطبوعہ لندن ۱۸۸۱ء) میں لکھا ہے کہ "مذہبی آزادی کا اصول جلالو اکبر اعظم کے دور حکومت میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی ہندؤں کے مذہب کے ساتھہ اکثر برتاجاتا تھا۔ یہانتک کہ شاہی اوقاف، جو مندروں کے لئے مقرر ہوئے تھے اُنکا لحاظ ہوتا تھا" مسلمان بادشاہوں کی طرف سے مندروں کے لئے اراضی بھی وقف ہوتے تھے سلہ

سلہ دیکھو کتاب الخراج۔ صفحہ ۷۳۔ سلہ خولسون۔ جلد۔ صفحہ ۲۸۷۔ سلہ دوسابہائی فرامجی کا رکا "پارسیوں کی تاریخ"۔ جلد ۱۔ صفحہ ۵۶۔ سلہ مسعودی۔ جلد ۴۔ صفحہ ۸۶۔ سلہ واسبوع دی لینڈ فون شیخ ابو اسحاق الفارسی الاصطخری۔ مورتمان۔ صفحہ ۲ و ۶۳ و ۶۴ مطبوعہ ہیرگ ۱۸۴۹ء۔ ۱۲ سلہ کتاب ملل والنحل۔ پہلا حصہ۔ صفحہ ۱۹۸۔ سلہ دیکھو کرنیل ٹوڈ کا مارکو پولو۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۱۰

پہلے سے مقرر تھے، وہ بھی اپنے خزانہ سے جاری رکھے۔ عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر فتح کیا تو جسقدر اراضیات گرجوں پر وقف تھیں اسی طرح بحال رہنے دیں۔ چنانچہ اس قسم کی جو اراضیات ۸۵۵ھ تک موجود تھیں، اون کی مقدار ۲۵ ہزار فدان تھی [1] محمد قاسم نے جب ۹۳ھ فتح کیا، تو برہمنوں کو بلاکر بتخانوں کے متعلق انکو جو اختیارات دیئے، اوسکو مورخ علی بن حامد نے اپنی تاریخ سندھ میں لکھا ہے

"پس اکابر و مقدمان و براہمہ را فرمود کہ معبود خود را عبادت کنند و فقرائے برہمناں را باحسان و تعہد تیمار دارند و اعیاد و مراسم خود بشرائط آباؤ اجداد قیام نمایند، و صدقاتیکہ پیش ازیں در حق براہمہ می دادند بر قرار قدیم بدہند"

بنیامین، جو مصر کا پٹریارک تھا، اور ایرانیوں کے تسلط کے زمانہ میں مصر سے بھاگ گیا تھا، اوسکو خود عمرو بن العاص نے ۲۰ھ میں امان کی تحریر بھیجکر مصر میں بلوایا، اور پٹریارک کے عہدہ پر مامور کیا [2] محمد فاتح نے جب ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کیا تو یونانی کلیسا کا خود محافظ بنا، اور تمام پادریوں کو قانون کے احکام سے بری کر دیا۔

یہاں پر ہم ترکوں کے ایک معاہدہ کو مزید فائدہ کے لئے نقل کر دیتے ہیں، ناظرین طول کلام سے گھبرائیں، مجھکو خود اختصار کا خیال ہے۔

ترکوں کا ایک معاہدہ

جب ۱۵۷۱ء میں ترکوں نے البانیا کے ساحل کا سب سے شمالی بندرگاہ انتی واری فتح کیا، تو فتح کے بعد جو شرائط ہوئے یہہ تھے کہ شہر والوں کو اپنے قدیم مجسٹریٹ اور قدیم قانون رکھنے کا اختیار ہوگا۔ اور یہہ کہ عیسائی مذہب کی پابندی علانیہ اور آزادی سے ہوگی گرجوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچیگا۔ اور اگر وہ گرجا بنائینگے تو دوبارہ تعمیر ہو سکینگے۔ شہر والے اپنی تمام منقولہ اور غیر منقولہ مال کے مالک رہینگے، اور جو محصول وہ دیتے ہیں اس سے زاید محصول اونپر جاری نہ ہونگے [3]

اسلام نے اہل کتاب کے علاوہ زردشتیوں، صابیوں اور عام بت پرستوں وغیرہ کو بھی مذہبی آزادی کے حقوق دیئے، اور اونکے ساتھ بھی وہی برتاؤ رہا۔

اسلامی شریعت نے مذہبی آزادی حاصل رہنے کے حقوق صرف عیسائیوں اور یہودیوں ہی کو نہیں دیئے تھے بلکہ زردشتیوں اور صابیوں اور اُن لوگوں کو بھی دیئے تھے جو مورتوں اور آگ اور پتھروں کو پوجتے تھے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ "خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] مقریزی۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۹۲۔ [2] لیک صفحہ ۲۵۰۔ اور پریچنگ آف اسلام۔ صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۸

اون کی لیاقت اور قابلیت کے موافق ملینگی، اور کسی لحاظ سے نہیں ملسکتیں تہ سلہ

خان سیرا اوردا کا فرمان مسلمانوں کے ثبوت صلح کل کے ثبوت میں اور غیر مذہب والوں کو مذہبی آزادی دینے کی شہادت میں جو تاریخی دستاویزیں ملتی ہیں اُن میں اُزبک خان (جو سیرا اوردا کا خان سنہ ۱۳۱۲ء سے سنہ ۱۳۴۲ء تک رہا تا سمہ اور جسکو اشاعت اسلام کا حد درجہ خیال بھی تہا۔) کا فرمان، جو اوس نے مطران لطرس (میٹرو پولیٹین پیٹر) کے نام جاری کیا تہا، بھی قابل غور ہے۔ وہ فرمان یہہ ہے ـ

"خدائے بزرگ کے حکم اور قدرت سے، اسکی عظمت اور رحمت سے اُزبک کا مراسلہ ہمارے سرداروں کے نام، خواہ اعلیٰ ہوں یا ادنےٰ کسی شخص کو نہیں چاہیئے کہ مطرانی کے کلیسا کی توہین کرے، جس کا افسر لطرس ہے، اور نہ اوس کے نوکروں اور قسیسوں کو بُرا کہے۔ کسی آدمی کو نہیں چاہیئے کہ اسکے مال و اسباب یا آدمیوں پر قبضہ کرے۔ جو شخص ایسا کریگا اور ہمارے فرمان کو توڑیگا، وہ خدا کے سامنے تقصیروار ہوکر عذاب کا مستوجب ہوگا، اور ہماری طرف سے اُسکو موت کی سزا ملیگی۔ مطران کو امن و حفاظت کے ساتھ رہنے دینا چاہیئے" تاکہ انصاف اور اطمینان قلب سے وہ یا اُسکا نائب مذہبی معاملات کے انصرام میں معروف رہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ نہ ہم خود اور نہ ہماری اولاد اور نہ ہمارے قلمرو کے بادشاہ اور نہ ہمارے ملکوں کے صوبے عیسوی کلیسا یا مطران کے معاملات میں دست اندازی کرینگے، اور نہ اون کے شہروں میں، اور نہ اون کی شکارگاہوں میں، اور نہ مچھلی پکڑنے کی جگہوں میں اونکے مزاحم ہونگے اور نہ اونکے شہد کی چھتوں، اور نہ اونکی زمینوں، اور اون کے میدانوں، اور جنگلوں، اور قصبات، اور دیگر مقامات سے، جو اُنکے عاملوں کے انتظام میں ہونگے، اور نہ اون کے انگورستانوں سے، نہ اون کی چکیوں سے، اور جاڑے میں مواشیوں کے رہنے کی جگہ سے، یا کلیسا کے مال اور اسباب سے ہمکو کسی طرح کا تعرض ہوگا مطران کے دلکو ہمیشہ پریشانی سے دور رہنے دو، اور اوسکو ہمارے لئے اور ہماری اولاد اور قوم کے لئے اطمینان قلب کے ساتھ خدا سے دعا کرنے دو۔ کوئی شخص جو کلیسا کی کسی مقدس چیز پر ہاتھ ڈالیگا وہ گنہگار ہوگا، اور خدا کا قہر اوس پر نازل ہوگا اور موت کی سزا اوسکو ملے گی، تاکہ اور لوگ اوس سے عبرت پکڑیں۔ جس وقت خراج، جسمیں چونگی یا ہل اور جوے کا محصول یا آدمیوں کا محصول شامل ہے، لیا جاوے،

سندھ کی فتح اور مذہبی آزادی

برہمن آباد پر جب اہل عرب سخت حملہ کرکے قابض ہوئے، تو وہاں کے لوگوں کو مندروں کی مرمت کی اجازت دے دی، کیونکہ انہی مندروں سے برہمنوں کا گذارہ ہوتا تھا، اور کسی شخص کو اسکے مذہب کی پیروی سے منع نہ کیا گیا[۱] اور اسکی کچھ مفصل کیفیت تاریخ سندھ علی بن حامد سے اوپر بھی لکھی جا چکی ہے۔

اورنگ زیب اور مذہبی آزادی

اورنگ زیب (جسکو سب سے زیادہ متعصب بادشاہ کہا جاتا ہے) کے ایک قلمی مجموعہ میں، جسکا ذکر ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ صاحب نے "پریچنگ آف اسلام" میں کیا ہے، مذہبی آزادی کا وہ جامع و مانع اصول درج ہے، جو ہر ایک بادشاہ کو غیر مذہب کی رعایا کے ساتھہ برتنا ضروری ہے۔ جس واقعہ کے متعلق یہہ اصول بیان ہوا ہے، وہ یہہ ہے کہ عالمگیر کو کسی شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازموں کو، جو تنخواہ تقسیم کرنے پر مقرر تھے، اس علت میں برخواست کر دیا جاوے۔ کہ وہ آتش پرست ہیں، اور ان کی جگہ کسی تجربہ کار معتبر مسلمان کو مقرر کیا جاوے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء* عالمگیر نے عرضی پر حکم لکھا کہ "مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں ہے، اور نہ ان معاملات میں تعصب کو جگہہ مل سکتی ہے" اور اس قول کی تائید میں یہہ آیت نقل کی لکم دینکم ولی دین۔ (تمکو تمہارا دین اور ہم کو ہمارا دین)۔ اور بادشاہ نے لکھا کہ جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہے، اگر یہی سلطنت کا دستور العمل ہوتا، تو ہم کو چاہیئے تھا کہ اس ملک کے سب راجاؤں اور اون کی رعیت کو غارت کر دیتے، مگر یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ بادشاہی نوکریاں لوگوں کو

* یہہ آیت اُن دشمنوں کے لئے ہے جو مسلمانوں کو ستائیں اور اون سے لڑیں اور دشمنانہ برتاؤ رکھیں ورنہ ایسے کافروں کے ساتھہ جو مسلمانوں سے نہ لڑیں اور نہ ستائیں نیکی اور احسان اور ہمدردی کرنیکا صاف حکم موجود ہے۔ مثلاً فرمایا "لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین" یعنی "جن لوگوں نے تمسے دین کی مخالفت میں لڑائیاں نہیں کیں، اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا وہ اگرچہ عیسائی ہوں، یا یہودی، یا بت پرست بیشک اونپر احسان کرو، اون سے ہمدردی کرو، انصاف کرو، کہ خدا ایسے لوگوں سے پیار کرتا ہے۔ ۱۲

[۱] دیکھو ایلیٹ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۸۶۔ ۱۲

جسکا نام جیسو جاہ (Ishoyahb) تہا، اوس نے ایران کے لاٹ پادری سیمون (Simeon) کو جو خط لکہا تہا، اسمیں یہہ الفاظ تہے :-

"عرب، جنکو خدا نے اسوقت جہان کی بادشاہی دی ہے، عیسائی مذہب پر حملہ نہیں کرتے، بلکہ برخلاف اسکے وہ ہمارے مذہب کی امداد کرتے ہیں، اور گرجوں اور خانقاہوں کے لئے عطئے دیتے ہیں۔"

میں مذہبی آزادی کے حقوق بہت کچہہ دکہلا چکا۔ جس سے صاف ثابت ہوگیا کہ ہرگز ہرگز اسلام جبر و اکراہ کے ذریعہ اپنی ترقی نہیں چاہتا، اور نہ کبہی اسلامی حکومتوں میں جبر و اکراہ سے کام لیا گیا، بلکہ وہ حقوق غیر مذہب والوں کو عطا کئے گئے جو ہرگز کوئی دوسری قوم اپنی تاریخ میں نہیں دکہلا سکتی۔ اب موقعہ ہے کہ اور حقوق کو بہی مختصراً بیان کروں۔

قصاص کا حق | دنیاوی حقوق میں سب سے مقدم قصاص کا حق ہے یعنی یہہ کہ قتل و خون کے معاملہ میں فاتح اور مفتوح کے حقوق برابر سمجہے جائیں۔ آریہ بیچارے تو کیا دکہلائنگے جنکے یہاں یہہ قانون موجود ہے کہ اگر فاتح (برہمن) کسی برہمن کو قتل کرتے، تو اوسکو راجہ صرف پیشانی داغ کر اپنے راج سے نکال دے، اور اگر وہ کسی مفتوح (شدر) کو قتل کرے، تو صرف دس گائیاں جرمانہ دیدے، اور اگر بیچارہ مفتوح (شدر) کسی فاتح (برہمن وغیرہ) کو مارے، تو اوسکو قتل کیا جائے، اور اوسکی جائداد ضبط کر لی جائے [۵۱] آج جن ملکوں میں تمدن اور تہذیب کی حکومت ہے، اور جنکا یہہ دعوے ہے کہ انہوں نے اس مساوات کو قایم رکہا ہے، وہ بہی نہیں دکہلا سکتے۔ اسکے مقابلہ میں دیکہو، اسلام نے کیا کیا۔؟

حضرت عمرؓ کے عہد کا واقعہ | قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرۃ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا تہا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دیگئی، اونہوں نے لکہہ بہیجا کہ "قاتل مقتول کے وارثوں کو حوالہ کر دیا جائے" چنانچہ قاتل حنین نام ایک شخص کو، جو مقتول کے وارثوں میں تہا، سپرد کر دیا گیا، اور اس نے اوسکو قتل کر دیا [۵۲] جہانتک مستند تاریخوں سے پتہ چلتا ہے حضرت عمرؓ کے اس طریق عمل سے کسی زمانہ میں اختلاف نہیں کیا گیا۔

حضرت علیؓ کا قول | بلکہ حضرت علی رضؓ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا۔ یعنی "جو لوگ ذمی ہو چکے انکا خون ہمارا خون ہے"

---

۵۱ بودہیانہ - ۱ : ۱۰ - ۱۹ - اور "انشنٹ انڈیا" پنڈت رومیش چندر دت - صفحہ ۲۴۸ -
۵۲ زیلعی تخریج ہدایہ مطبوعہ دہلی - صفحہ ۳۲۸ و ۳۴۹ -

...ڈاک کے لئے گھوڑے کسی سے طلب کئے جاویں - یا ہم فوج کے لئے رعایا میں سے آدمی بہرتی کریں، تو بڑے کلیساؤں سے، جو مطران لبطرس کے تحت میں ہیں کچہہ نہ لیا جاوے اور نہ اون کے قسیسوں سے کچہہ وصول کیا جاوے - جو کچہہ قسیسوں سے لیا جائیگا وہ تگنا کرکے دینا پڑے گا ...... اونکے آئین و قوانین کا، اونکے گرجاؤں اور خانقاہوں کا ادب کرنا ہوگا - اور جو کوئی اونکے مذہب کو متہم کرے گا، یا اوسکی توہین کرے گا، وہ کسی عذر یا حیلہ سے بے قصور تصور نہ ہوگا، بلکہ موت کی سزا اوسکو ملے گی - قسیسوں اور راہبوں کے بہائی اور بیٹے، جو ایک ہی دسترخوان پر کہاتے ہوں، اور ایک ہی چہت کے نیچے رہتے ہوں، اونکو بھی سب حقوق حاصل ہونگے" لہ

پوپ جان بست دوم خان سیرا واردا کا مشکور ہوتا ہے

سلطان ازبک خان کے اس فرمان میں خالی لفظ ہی لفظ نہ تہے - بلکہ جس مذہبی آزادی کا وعدہ ہوا، وہ فی الواقع عیسائیوں کو ملی - اور اوس کے ثبوت میں وہ مراسلہ ہے جو پوپ جان بست دوم نے سلطان ازبک کے پاس بہیجا، اور خان سیرا واردا کا شکریہ ادا کیا کہ اوس نے اپنی عیسائی رعایا کے حال پر بڑی مہربانی کی" ٥ہ

فقہ کا ایک مسئلہ اور مذہب کی آزادی

اسلام میں غیر مذہب والوں کے مذہبی احکام کا جو لحاظ کیا جاتا تہا اوس کا ثبوت اس سے بڑہکر کیا ہوگا کہ یہہ مسئلہ فقہ کا ہے کہ "اگر کوئی عیسائی ایک گرجا بنانے کی وصیت کر جائے" تو اسلامی عدالت اس وصیت کو جائز تسلیم کرے گی" اور مسجد بنانے کی وصیت کر جائے، تو ناجائز - چنانچہ صاحب ہدایہ نے باب الوصیت میں امام ابو حنیفہ رح کا یہہ مذہب نقل کرکے انکی طرف سے یہ دلیل پیش کی ہے "نحن امرنا بان نترکھم وما یدینون" یعنی "ہمکو یہہ حکم دیا گیا ہے کہ غیر مذہب والوں کو انکے احکام مذہبی پر چہوڑ دیں"

حضرت ابوبکر رضہ اور بڑے درجہ کی ذمیوں کی آزادی

ایک دفعہ جب حضرت ابوبکر رضہ کے عہد میں ایک عورت نے مسلمانوں کی ہجو کے اشعار گائے، اور ایک افسر نے اس جرم پر اسکے ہاتہہ کاٹ ڈالے تو حضرت ابوبکر رضہ نے اس افسر کو خط لکہا کہ اگر وہ عورت مسلمان تہی تو کوئی معمولی سزا دینی چاہیئے تہی، اور اگر وہ ذمی تہی، تو جب ہم نے اوسکے شرک اور کفر سے درگذر کی تو ہجو تو بہر حال شرک سے کم ہے - سٓہ

حضرت عمر رضہ کے عہد کے ایک پٹریارک کا خط

حضرت عثمان رضہ کے زمانہ میں مرو کا جو پٹریارک تہا...

لہ دیکھو "ٹاراسین" - جلد - صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۶ - ٥ہ "ترکستان" - تالیف سر اولو داوو ... شبلی - سٓہ ... طبری - واقعات سنہ ۱۱ھ -

مال اور جائداد کے حقوق، جنکو انگریزی میں رائیٹ آف پروپرٹی اور رائیٹ آف لینڈ سے تعبیر کیا جاتا ہے - انمیں بھی مسلمان ذمی برابر درجے رکھتے تھے - ذمیوں کے قبضہ میں جسقدر زمینیں تھیں، اسلام کے بعد عموماً بحال رکھی گئیں؛ یہانتک کہ اگر خلیفہ بادشاہ وقت کو مسجد یا کسی اور جماعت کی غرض سے زمین لینے کی ضرورت ہوتی تھی، تو معاوضہ دیکر لی جاتی تھی۔

حضرت عمر کے عہد کا واقعہ — حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کے پالنے کے لئے ایک رمنہ بنانا چاہا - آپنے ابوموسیٰ اشعری کو، جو بصری کے گورنر تھے، لکھہ بھیجا کہ "اگر وہ زمین ذمیوں کی نہ ہو اور اوس میں ذمیوں کی نہروں اور کنوؤں کا پانی نہ آتا ہو تو سائل کو زمین دیدیجائے" ۵۱

منصور عباسی کے زمانہ کا واقعہ — خلیفہ منصور عباسی نے جب بغداد کو دارالخلافت بنانا چاہا تو آس پاس کی قومیں، جو وہاں کی زمیندار تھیں، اون سے قیمت دے کر زمین مول لی - ۵۲

حضرت عمر کے عہد کا ایک اور واقعہ — حیرۃ میں قدیم زمانہ کے محل اور ایوان تھے، جو اسلام کے زمانہ میں ویران ہو چکے تھے - حضرت عمرؓ کے عہد میں کوفہ میں جو مسجد بنی اُس میں کچھہ ملبہ وہاں کے مکانات سے آیا تھا - اگرچہ اونکا کوئی قانونی وارث نہ تھا تاہم چونکہ ذمیوں کی زمین میں تھا، اسلئے ذمیوں کو اُنکی قیمت انکے جزیہ میں مجرا دیگئی - ۵۳

اسکے سوا سیکڑوں واقعات ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ذمیوں کے مال اور جائداد سے کبھی تعرض نہیں کیا گیا۔

ذمی اپنی زمین سے کسی طرح بیدخل نہیں کیے جا سکتے - — آغاز اسلام ہی میں یہہ مسئلہ بڑے معرکہ کے ساتھہ طے ہوگیا تھا کہ غیر مذہب والے، جو اسلام کی رعایا بن گئے ہیں - انکی مقبوضہ زمینیں انکے قبضہ سے نکالی نہیں جا سکتیں - حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ جسقدر مفتوحہ زمین ہے، اہل فوج کو تقسیم کر دیجائے - حضرت عمرؓ نے انکار کیا، اور دیر تک بحث رہی - بالآخر یہہ ٹھہرا کہ تمام مہاجرین اور انصار سے مشورہ کیا جائے - چنانچہ ایک

---

۵۱ فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۳۶۱ - ۵۲ فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۲۹۵ -
۵۳ فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۲۸۴ -

اور اون کا خون بہا ہمارا خون بہا ہے۔

حضرت علی کے عہد کا واقعہ

حضرت علی رضہ کو یہہ موقع خود ہی پیش آیا، اور اُنہوں نے صاف حکم دیدیا کہ قاتل، جو مسلمان تہا، قتل کردیا جائے۔ اس سے بڑھکر یہہ کہ جب مقتول کے وارثوں نے آکر عرض کیا کہ ہمنے خون معاف کردیا، تو آپ نے فرمایا کہ تمپر کچہہ دباؤ تو نہیں ڈالا گیا۔ ۵۱

عمر بن عبد العزیز کے زمانہ کا واقعہ

عمر بن عبد العزیز، جنکو دوسرا عمر کہا جاتا ہے، ان کے عہد میں بہی اس قسم کا واقعہ پیش آیا، اور انہوں نے بہی یہی حکم دیا کہ قاتل، مقتول کے وارثوں کے حوالہ کردیا جاوے۔ چنانچہ وارثوں نے اُسکو بے تکلف قتل کردیا۔ ۵۲

حضرت عثمان کے زمانہ کا واقعہ

حضرت عثمان رضہ کے زمانہ میں ولید بن عقبہ رضہ جو صحابی تہے، کوفہ کے گورنر تہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے اِن کے سامنے شعبدہ بازی کے تماشے دکہلائے، اسوقت اور بہت سے تماشائی موجود تہے، اِن میں جندب بن کعب ازدی بہی تہے، جو بڑے مشہور تابعی ہیں، اور صحیح ترمذی میں انکی روائتیں منقول ہیں، وہ اِن شعبدوں کو شیطان کا اثر سمجہے، اور یہودی کو قتل کردیا۔ ولید رضہ نے اسی وقت اُنکو گرفتار کرلیا، اور یہودی کے قصاص میں قتل کرنا چاہا لیکن چونکہ وہ بڑے جتہے کے آدمی تہے، اونکے قبیلے والے انکی حمایت کو کہڑے ہوگئے۔ ولید رضہ نے اوسوقت دفع الوقتی کے لئے اُنکو قید خانہ بہیجدیا، اور ارادہ کیا کہ موقع پاکر قتل کردینگے۔ داروغہ جیل کو اُنپر رحم آیا، اور کہا کہ تم چپکے سے بہاگ جاؤ۔ اونہوں نے کہا کیوں؟ کیا درحقیقت میں قتل کردیا جاوں گا؟ داروغہ نے کہا خدا کی خوشنودی کے لئے تمہارا قتل کردینا کچہہ بڑی بات نہیں۔ غرض وہ بہاگ گئے۔ صبح کو ولید نے جندب کو قصاص کے لئے طلب کیا۔ داروغہ نے کہا کہ وہ تو چہپ کر بہاگ گیا۔ ولید رضہ نے اوس کے بدلے داروغہ کی گردن ماردی۔ ۵۳

مولوی شبلی النعمانی جیسا تاریخ دان لکہتا ہے کہ ہمکو یہانتک معلوم ہے اسلام کی تمام تاریخ میں اسکے خلاف کوئی مثال نہیں ہے۔ جب قتل جیسے اہم مسئلہ میں ایسی مساوات ہے تو پہر اسی سے قیاس ہوسکتا ہے کہ چوری، ڈکیتی، مارپیٹ وغیرہ جرائم کی تعزیرات میں بہی ویسی ہی مساوات کا خیال رکہا گیا ہوگا، اسلئے ہم اِن اُمور پر بحث کرنیکی ضرورت نہیں دیکہتے

۵۱ زیلعی - صفحہ ۲۸ - ۵۲ زیلعی صفحات مذکورہ بالا - ۱۲
۵۳ مسعودی - ذکر خلافت حضرت عثمان - ۱۲

اور افتادہ زمین، جو کسی کے قبضہ میں نہ تھی، انتخاب کی؛ اور جب انکے نوکر نے کہا کہ کوئی عمدہ قطعہ لیجئے، تو اونہوں نے کہا "یہہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ معاہدہ میں جو شرطیں ہیں انمیں ایک یہہ بھی ہے کہ ذمیوں کی زمین انکے قبضہ سے نکالی نہیں جائیگی۔" [1]

خراج کے ساتھہ یہہ شرط بھی لکھہ دیگئی کہ آیندہ کبھی اسپر اضافہ نکیا جائیگا

ان سب سے بڑھکر یہہ کہ اکثر ممالک میں جو خراج **ذمیوں** پر مقرر کیا گیا، اُسکے ساتھہ یہہ شرط بھی لکھہ دی گئی کہ آیندہ کبھی اسپر اضافہ نکیا جائیگا۔ خود **مصر** کے معاہدہ میں یہہ شرط داخل تھی۔ چنانچہ امیر **معاویہ** رضہ کے عامل **وردان** کو لکھا کہ خراج کی مقدار میں اضافہ کیا جائے، تو اوس نے صاف انکار کیا، اور جواب میں لکھا کہ معاہدہ میں شرط ہوچکی ہے کہ خراج مقررہ پر اضافہ نہوگا۔ اگرچہ اس میں شبہہ نہیں ہوسکتا کہ زمان مابعد میں خراج کی مقدار بدلتی رہی، لیکن اسبات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ اصل جمع پر اضافہ ہوا۔ بہت سی زمینیں نئی آباد ہوگئی تھیں، اور انپر اضافہ ہونا خود مقتضائے انصاف تھا۔

ذمیوں کا رتبہ اور اعزاز

مذہبی اور قانونی حقوق کے بعد، جنکا ہم اوپر ذکر کرچکے، یہہ امر زیادہ قابل لحاظ ہے کہ **ذمیوں** کو رتبہ اور اعزاز کے لحاظ سے **اسلامی** گورنمنٹ اور **اسلامی** پبلک میں کیا درجہ حاصل تھا فاتح اور مفتوح کی تمیز ایک ایسا فطرتی اثر ہے، جو کسی طرح کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ پچھلی دنیا میں تو یہہ امتیاز اس حد تک پہونچا تھا۔ کہ فاتح قوموں نے ہمیشہ مفتوحین کو جانوروں سے کچھہ ہی زیادہ سمجھا۔ **ہندو آرین ہندوستان** میں آئے، تو یہاں کے اصلی باشندوں کو اسطرح خاک میں ملا دیا کہ انکو **شودر** کے لقب سے خود عار نہیں رہا۔ **رومن** نے تمام مفتوحہ قوموں کو گویا غلام بنا رکھا تہا۔ دنیا اسی حالت میں تھی کہ **اسلام** کا قدم آیا۔ اسکے گرد وپیش ہر طرف اسی قسم کی مثالیں موجود تھیں، لیکن اس

فاتح اور مفتوح کی تمیز اسلام نے اوٹھا دی

نے کیا کیا؟ یہہ کیا کہ دنیا کے اس عام رواج یا فتنہ قاعدہ کو دفعتہً مٹا دیا اور قول وفعل دونوں سے بتا دیا کہ حقوق عامہ میں جسقدر آدمی آسمان کے نیچے ہیں سب برابر ہیں۔ **اسلام** ہی نے یہہ بات سکھائی تھی کہ جب ایک یہودی نے **حضرت**

حضرت علی کا اپنا واقعہ

علی رضہ پر خود انکی خلافت کے زمانہ میں ایک زرہ کا دعوے کیا، تو آپ کو اس کی جواب دہی کے لئے عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ اور وہ بغیر کسی عذر کے معمولی فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ یہہ **اسلام** ہی کی تعلیم تھی کہ جب ایک عیسائی نے

[1] مقریزی۔ صفحہ ۲۰۸۔

بڑا مجمع ہوا، اور انصار میں سے دس شخص، جو اپنے اپنے قبیلہ کے وکیل اور قایم مقام تھے، مجمع میں حاضر ہوے۔ تمام بڑے بڑے مہاجرین صحابہ یعنی حضرت علی رض، حضرت عثمان رض، طلحہ رض، عبد اللہ بن عمر علیہم السلام وغیرہ، بھی موجود تھے۔ حضرت عمر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہوکر نہایت توضیح سے اس مسئلہ کو بیان کیا۔ حضرت بلال رض اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض اب بھی مخالف رہے، لیکن عام راے یہہ ہوئی کہ ذمی اپنی زمین سے بیدخل نہیں کئے جاسکتے۔ حضرت بلال رض اسپر بھی قائل نہیں ہوتے تھے، لیکن حضرت عمر رض نے جب قرآن مجید کی ایک آیت استدلال میں پیش کی، تو انکو مجبور ہونا پڑا، اور بلا اختلاف تمام صحابہ کے اتفاق سے یہہ مسئلہ طے ہوگیا[1]

اسی بنا پر فقہ کا یہہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اگر بادشاہ یا امام وقت کسی زمانہ میں زمین کو ذمیوں کے قبضہ سے نکالنا چاہے، تو نہیں نکال سکتا۔ قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں لکھتے ہیں۔ "وليس له ان ياخذها بعد ذالك منهم وهي ملك لهم يتوارثونها [illegible] ويتبايعونها" یعنی امام وقت کو یہہ اختیار نہیں کہ اسکے بعد انسے زمین کو چھین لے۔ وہ زمین انکی ملک ہے، انمیں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی رہیگی۔ اور وہ اسکو خرید و فروخت کرسکتے ہیں گے

بزور فتح کئے ہوئے ملک کے باشندوں کی جائداد مسلمان خرید بھی نہیں سکتے

اسکے ساتھ یہہ اصول بھی قرار پایا کہ جو ملک بزور فتح کیا جاتا ہے، وہاں کے باشندوں کی جائداد فروخت کرنے پر بھی مسلمانوں کے ہاتھ منتقل نہیں ہوسکتی۔ اس قاعدہ نے ذمیوں کو بہت بڑا فائدہ یہہ پہونچایا کہ زمین کسی حالت میں انکے خاندان، انکی قوم کے قبضہ سے باہر نہیں جاسکتی تھی۔ چنانچہ اسکے خلاف اگر کبھی عمل ہوا، تو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ امام لیث بن سعد نے مصر میں تھوڑی سی زمین مول لی تھی، اسپر وہاں کے بڑے بڑے علما مثلاً عبد اللہ بن لہیعہ اور نافع بن یزید سخت معترض ہوے[2]

عقبہ بن عامر ایک بڑے بزرگ صحابی تھے، اور امیر معاویہ رض نے انکو مصر کا گورنر مقرر کیا تہا۔ وہ مصر کے ایک گاؤں میں اپنی سکونت کے لئے مکان بنوانا چاہتے تھے، چنانچہ امیر معاویہ رض نے اس غرض سے انکو ایک ہزار جریب زمین عنایت کی۔ انہوں نے خراب

---

[1] یہہ پوری تفصیل کتاب الخراج صفحہ ۱۴ و ۱۵ میں ہے۔ ۱۲۔ [2] مقریزی۔ صفحہ ۲۹۵۔

ذمیوں کا ذکر اسلامی تاریخوں میں

ذمیوں کو معاشرت کے تمام اُمور میں جو مساویانہ درجہ حاصل تھا، اوس کا ثبوت اِس سے بڑھکر کیا ہو گا کہ اسلامی تذکروں میں جہاں کسی صاحب علم عیسائی یہودی، ہندو وغیرہ کا ذکر آتا ہے، تو اُسکا نام اُسی معزز اور مدح آمیز طریقہ سے لیا جاتا ہے جسطرح ایک مسلمان اہل کمال کا لیا جاسکتا تھا، یہانتک کہ اگر مذہب کی تصریح نہ ہو، تو کسی طرح امتیاز نہیں ہو سکتا کہ یہہ کسی مسلمان کا تذکرہ ہے یا کسی غیر مذہب کے آدمی کا۔ بختیشوع، جبرائیل، سلمویہ، حنین بن اسحاق، یوحنا ماسویہ، ابو اسحٰق صابی، منکہ ہندی، صالح (سالی) ہندی کا تذکرہ اسلامی تاریخوں میں [illegible] سے کیا گیا ہے، اون کتابوں کے پڑھنے سے اُسکا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس موقعہ پر نمونہ کے لئے صرف ابن التلمیذ کی نسبت، جو بغداد کا ایک معزز عیسائی تھا، ایک اسلامی مورخ کے چند فقرے نقل کرتا ہوں عماد کاتب نے، جو سلطان صلاح الدین کا میر منشی تھا، اُسکو سلطان الحکما کے لقب سے مخاطب کرکے یہہ الفاظ لکھے ہیں۔ ورأیتہ وھو شیخ بھی المنظر حسن الرواء لطیف الروح بعید الھم عالی الھمۃ مصیب الفکر حازم الرائے وکنت اعجب فی امرہ کیف حرم الاسلام مع کمال فھمہ وغزارۃ علمہ۔

کیا کوئی قوم کسی دوسری قوم کا ذکر اِس سے زیادہ مدح اور تعریف کے ساتھہ کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی کرو، ہر جگہ تم یہی پاؤگے کہ غیر مذہب والوں کے بزرگوں کے نام مورخان اسلام نے معزز اور مدح آمیز طریقہ سے لیا ہے، اور عموماً ہندوؤں کے ساتھہ بھی مسلمان مورخوں کا یہی طرز رہا ہے کسی رشی منی کا جب کبھی نام لیا ہے، تو سراپا جلال، خورشید طلعت، متوسلان درگاہِ ایزدی کے معزز لقب سے یاد کیا ہے۔ جہاں کہیں مرے ہوئے بزرگوں، راجاؤں کا ذکر کیا ہے تو لفظ مرحوم لکھا ہے۔ بزرگان ہنود کے لئے سری اور جی تو اِن کی زبان پر چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہندو پنڈتوں کا جب ذکر کرتے ہیں تو علمائے ہند کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (دیکھو سیر المتاخرین، آئین اکبری وغیرہ)

اِس ناپاک رسم نیوگ کا بھی جہاں کہیں ذکر کیا ہے، تو اِس طرز سے لکھا ہے کہ جتنی اوس کی برائیوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اِس موقعہ پر نمونہ کے لئے صرف سیر المتاخرین کے ترجمہ سے چند جملے نقل کرتا ہوں ؎ جب راج کی نوبت پانڈوں کے دادا کے ہاتھہ آئی، حسب قاعدہ اپنے گذشتہ بزرگوں کے عدل و انصاف کرکے عالم عقبہ کی راہ لی۔ اس کے کوئی وارث نہ تھا۔ کار پردازوں نے باہم مشورہ کیا، اور سری بیاس جی سے، جنکے طول بقا اور نشو و نما

عمر بن عبدالعزیز کے دربار کا واقعہ

ہشام بن عبدالملک پر جو بڑی عظمت اور اقتدار کا خلیفہ گذرا ہے ایک جائداد کا دعوے کیا، اور عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں مقدمہ پیش ہوا، تو عمر نے ہشام کو عدالت میں طلب کیا، اور کہا کہ مدعی کے برابر کھڑے ہوکر جواب دہی کرو۔ ہشام نے وکیل مقرر کرنا چاہا۔ عمر نے کہا، نہیں! تم خود سامنے کھڑے ہوکر جواب دو ہشام نے عیسائی کے ساتھہ سخت کلامی شروع کی۔ عمر نے نہایت سختی سے ڈانٹا، اور کہا کہ دوبارہ یہہ حرکت سرزد ہوئی، تو بغیر سزا دئے نہ چھوڑوں گا۔ چونکہ روداد سے عیسائی کا حق ثابت تہا، اوسکو ڈگری دلائی، اور حکم یہہ دیا کہ ہشام کی دستاویز، جو اوسنے پیش کی تھی، چاک کردیجائے۔ لہ

تاریخ اسلام میں اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں، لیکن یہاں صرف ان بزرگوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں، جو خود اسلام کے نمونے تہے۔

اسلامی حکومتوں میں مسلمان اور ذمی عموماً برابری کی حیثیت سے رہتے تہے؛ سرکاری مناصب میں، مجالس عامہ میں، عام معاشرت میں فاتح و مفتوح کی کچھہ تمیز نہ تہی حضرت عبداللہ بن عباس رض، جنکو بحر العلم کا خطاب ملا تھا، وہ فرمایا کرتے تہے کہ کوئی شخص یہودی ہو یا عیسائی یا آتش پرست سب کے سلام کا جواب اسیطرح دینا چاہئے جسطرح وہ تمکو سلام کرتا ہے، کیونکہ خدا نے خود فرمایا ہے۔ اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اور دوہا یعنی "جب تمکو کوئی شخص سلام کرے تو تم اوس سے زیادہ عمدہ طور پر اوسکا جواب دو، یا عمدہ طور سے نہیں تو برابر طور سے ہی" عبداللہ بن عباس رض کا یہہ قول امام بخاری رح نے ادب المفرد میں نقل کیا ہے۔ ابوموسی اشعری جو بڑے رتبہ کے صحابی تہے، انہوں نے ایک عیسائی راہب کو خط لکہا، تو سرنامہ پر سلام لکہا، اوسپر ایک شخص نے اعتراض کیا، انہوں نے جواب دیا کہ اوسنے مجکو خط میں سلام لکہا تہا، تو میں نے بھی لکہا۔ امام بخاری رح نے ادب المفرد میں عبداللہ بن عباس رض کا قول لکہا ہے لو قال لی فرعون بارك الله فيك قلت وفيك۔ یعنی "اگر فرعون بہی مجہکو یہہ الفاظ کہے کہ خدا تجکو برکت دے، تو میں اوس کے جواب میں کہونگا کہ خدا تجہکو برکت دے"

حاصل یہہ کہ اسلام کا یہہ اصول تہا، اور اسی پر ہمیشہ عمل درآمد رہا کہ جو قوم جسطرح اسلام کے ساتھہ پیش آتی تھی، اوسکے ساتھہ اوسی طرح پیش آتا تہا۔ جو عیسائی یا یہودی وغیرہ دوستانہ اور مہذبانہ برتاؤ کرتے تہے، اونکے ساتھہ اسی طریقہ سے برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لہ عمر بن عبدالعزیز ابن الجوزی - صفحہ ۱۰۷

خلیفہ المعتضد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزرا، امرا کھڑے رہتے تھے، صرف وزیر اعظم اور ثابت بن قرۃ کو بیٹھنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ ثابت بن قرۃ مذہبًا صابی تھا۔ ایک دن معتضد ثابت بن قرۃ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ٹہل رہا تھا، دفعۃً معتضد نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت خوف سے کانپ اُٹھا۔ معتضد نے کہا، ڈرو نہیں! میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ کے اُوپر تھا، لیکن چونکہ تم علم و فضل میں مجھ سے بڑھکر ہو، اسلئے تمہارا ہاتھ اُوپر ہونا چاہیئے "

سلطان صلاح الدین کے دربار میں ذمیوں کی عزت

سلطان صلاح الدین، فاتح بیت المقدس نہایت پابند شریعت اور متقی و پرہیزگار تھا۔ اسلئے دربار میں کثرت سے عیسائی تھے، اور وہ ان کی نہایت عزت اور توقیر کرتا تھا۔ انھیں میں سے بن المطران ایک عیسائی تھا۔ صلاح الدین کی عادت تھی کہ وہ لڑائی کے معرکوں میں ایک سرخ خیمہ نصب کرتا تھا، اور جب لڑائی سے فارغ ہوکر بیٹھتا تھا تو اسی خیمہ میں بیٹھتا تھا، اور چونکہ یہہ امتیاز کی علامت تھی، اسلئے حکم تھا کہ اور کوئی شخص اس رنگ کا خیمہ نہ رکھے بن المطران چونکہ شان و شوکت اور تمام باتوں میں سلطان صلاح الدین کی ہمسری کرنا چاہتا تھا، اسنے اپنا خیمہ بھی سُرخ رنگ کا تیار کرایا، اور اسی میں بیٹھا کرتا تھا۔ صلاح الدین نے دیکھا تو کہا کہ مجھکو اس سے کوئی اغراض مقصود نہیں تھا، صرف ضرورت کی وجہہ سے ایسا کیا گیا، تاکہ لوگ میرے خیمہ کو باسانی پہچان لیں۔ یہہ کہکر اوسکا خیمہ اُکھڑوا دیا۔ بن المطران اسپر سخت برہم ہوا، اور وہ دن تک دربار میں نہ آیا۔ آخر صلاح الدین نے بڑی استمالت سے اُسکو راضی کیا۔

راجہ بیربر کی عزت

راجہ بیربر کے مرنے کے ذکر میں مصنف سیر المتاخرین لکھتا ہے کہ " راجہ بیربر بلندی سے گرکر روانہ خلد بریں ہوا...... عمدہ مصاحب بادشاہی تھا، سہ ہزاری منصب پر سرفراز تھا۔ جسقدر اس شخص کو اکبر کے حضور میں قرب حاصل تھا، کسیکو میسر نہ تھا۔ اسلئے مرجانے سے اکبر کی محفل عیش منغص ہوگئی، اور بادشاہ کے دلمیں یہہ سانحہ نہایت گراں گذرا۔ بمجرد خبر پہونچنے کے بے اختیار آنکھیں بھر آئیں، آہ دردناک بلند آواز سے بھری، دو دن رات تک ضروریات کیطرف توجہہ نہ کی، اور فرمایا کہ " ابتداء جلوس سے اس وقت تک کہ تیس سال ہے کبھی ایسا رنج نہیں ہوا " سلہ اس قسم کی سیکڑوں مثالیں ہیں، کہاں تک گنوائی

سلہ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۲۲۴۔

میں قدرت الٰہی پائی جاتی ہے، رجوع کرکے اوسکے ذریعہ سے مرحوم راجہ کی رانیوں سے تین لڑکے پیدا کرائے۔ روایت ہے کہ پہلی رانی نے اوس سراپا جلال کی تاب مشاہدہ نلاکر اپنی آنکھہ بند کرلی تھی، اس سبب سے اوس کے نابینا لڑکا، جسکا نام دھرتراشٹ رکھا گیا، پیدا ہوا۔ دوسری رانی اس خورشید طلعت کی شعاع سے زرد ہوئی، اسکا لڑکا زرد رنگ پانڈ نام پیدا ہوا تیسری بار میں لونڈی سے بدر نام کا ظہور ہوا۔ سلہ

عباسیوں کے دربار میں ذمیوں کی عزت

خلفائے عباسیہ کے دربار میں غیر مذہب والوں کو جو اعزاز اور رتبہ حاصل تھا، اوس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ عباسیوں کے دربار کا یہہ خاص آئین تھا کہ کسی شخص کا نام دربار میں لقب اور کنیت کے ساتھہ نہیں لیا جاتا تھا اس قاعدہ سے صرف ایسا ہی بڑی عزت اور مرتبہ کا آدمی مستثنیٰ ہوسکتا تھا، یہانتک کہ اکثر بڑے بڑے علما کو یہہ عزت نصیب نہیں ہوتی تھی۔ باوجود اسکے مامون الرشید جبریل بن بختیشوع کا نام دربار میں کنیت کے ساتھہ لیتا تھا۔ ہرون الرشید نے عام حکم دیا تھا کہ جس شخص کو مجھے کچھہ کہنا ہو، یا کوئی غرض پیش کرنی ہو، تو جبریل بن بختیشوع کے ذریعہ سے کرے۔ چنانچہ بڑے بڑے امرا خود ہرون الرشید سے جو کچھہ عرض و معروض کرتے تھے جبریل کے ذریعہ سے کرتے تھے متوکل باللہ جیسے سخت مزاج خلیفہ کے دربار میں بھی ذمی اہل کمال کو یہہ عزت حاصل تھی کہ بختیشوع دربار میں خود متوکل کا سا لباس پہنکر آتا تھا، اور اکثر صحبتوں میں متوکل سے زانو سے زانو ملاکر بیٹھتا تھا، یہانتک کہ ایک دفعہ بختیشوع متوکل کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اتفاق سے وہ اوسوقت دیوان خاص کی چوکھٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ بختیشوع بھی وہیں چوکھٹ پر اس کے برابر بیٹھہ گیا۔ سلمویہ بن بنان کو، جو عیسائی مذہب رکھتا تھا، معتصم باللہ کے دربار میں یہہ عزت حاصل تھی کہ معتصم کے جقدر فرمان صادر ہوتے تھے، سلمویہ کے دستخط سے ہوتے تھے۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں سلمویہ کی نسبت معتصم کا یہہ فقرہ نقل کیا ہے کہ اکبر عندی من قاضی القضاۃ۔ یعنی "سلمویہ میرے نزدیک قاضی القضاۃ سے بڑھکر ہے" سلمویہ جب بیمار ہوا، تو معتصم خود عیادت کو گیا، اور افسوس کے ساتھہ رویا۔ سلمویہ نے جب وفات پائی، تو اس رنج میں تمام دن کھانا نہیں کھایا، اور حکم دیا کہ اسکا جنازہ ایوان شاہی میں لاکر رکھا جائے، اور عیسائی مذہب کے موافق شمع اور بخور جلاکر اسکے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔ سلہ

سلہ ترجمہ سیر المتاخرین۔ صفحہ ۸۴ و ۸۵۔ سلہ ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطباء۔ پہلی جلد صفحہ ۱۲۴۔

فرمایا بھیک کیوں مانگتا ہے؟ بولا کہ تنگی اور مفلسی کی وجہ سے، اور جزیہ کے ادا کرنے کے لیے۔ حضرت عمر رضؓ اسکو اپنے ساتھ اپنے مکان پر لوا لے گئے، اور کچھ نقد اپنے پاس سے دیکر بیت المال کے افسر کے پاس کہلا بھیجا کہ۔ انظر ھذا وضربائہ فواللہ ما انصفناہ ان اکلنا شبیبتہ ثم نخذلہ عند الھرم انما الصدقات للفقراء والمساکین والفقراء ھم المسلمون وھذا من المساکین من اھل الکتاب ؎۱ یعنی اس بوڑھے اور اسکے اور ساتھیوں پر خیال کرو، خدا کی قسم یہہ انصاف کی بات نہیں کہ اس کی جوانی کی کمائی ہم نے کھائی اور اب یہہ بوڑھا ہو گیا ہے، تو اسکو ہم نکال دیں۔ صدقہ کی نسبت جو خدا نے کہا ہے کہ فقیروں اور مسکینوں کو دینا چاہیے، تو فقیروں سے مسلمان، اور مسکینوں سے اہل کتاب مراد ہیں۔

حضرت عمر رضؓ کی اس ہمدردی اور رحم کا جو انکو ذمیوں کے ساتھ تھا، اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوگا کہ باوجود اس کے کہ وہ ایک ذمی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، تاہم ذمیوں کا انکو یہہ خیال تھا کہ وفات کے وقت تین نہایت ضروری وصیتیں جو کیں، انمیں ایک یہہ تھی کہ ذمیوں کے ساتھ جو اقرار ہیں، وہ پورے کئے جائیں، انکی طاقت سے زیادہ کام اُن سے نہ لیا جائے، اور اون کے دشمنوں کے مقابلہ میں انکی طرف سے لڑائی کی جائے ؎۲

عراق میں حضرت عمر رضؓ نے جو خراج مقرر کیا تھا، اگرچہ نہایت خفیف تھا، تاہم انکو ہمیشہ خیال رہا کہ تشخیص مالگذاری میں سختی تو نہیں کی گئی۔ چنانچہ جن لوگوں نے زمین کی پیمایش کرکے جمع تشخیص کی تھی، انکو اکثر بلا کر اس کی نسبت پوچھا کرتے تھے۔ خراج جب آتا تو دس شخص بصرہ سے اور دس کوفہ سے طلب کئے جاتے۔ حضرت عمر رضؓ انکے اظہار لیتے تھے اور جب وہ چار دفعہ شرعی قسم کھا کر کہتے تھے کہ مالگذاری کے وصول کرنے میں ذمیوں پر سختی نہیں کی گئی ہے، تب انکی تسلی ہوتی تھی مسلمانوں کو ذمیوں کے ساتھ جو ہمدردی تھی، اُسکے لئے اس قسم کی سیکڑوں جزئی مثالیں ملتی ہیں، لیکن اون سبکا استقصا نہیں کیا جاسکتا، اسلئے یہاں پر ایک ایسے واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس سے جماعت اسلامی کی عام رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سائپرس کا واقعہ

جزیرہ سائپرس جب ۲۹ھ میں فتح ہوا، تو شرط یہہ ٹھہری کہ وہاں کے لوگ مسلمانوں اور رومیوں کے باہمی معرکوں میں کسی کا ساتھ نہ دینگے۔ لیکن ۳۲ھ میں انہوں نے مسلمانوں کے برخلاف رومیوں کو مدد دی۔ امیر معاویہ رضؓ

؎۱ کتاب الخراج امام ابو یوسف صاحب۔ ۱۲ ؎۲ حضرت عمر رضؓ کے اس قول کو امام بخاری رحؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ۱۲

آریو! اگر اسلامی حکومتوں میں ذمیوں کی اسیطرح ذلت اور تحقیر کی جاتی تھی، تو کاش تمہارے آباد اجداد بھی بیچارے غریب اصلی ھند کے باشندوں کے ساتھ ایسی ذلت اور تحقیر کا برتاؤ کرتے !!!

ذمیوں کے ساتھ ہمدردی

اب ہم یہہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اسلام اور جانشینان اسلام ذمیوں کی نسبت دلی ہمدردی اور غمخواری کے کیا خیالات رکھتے تھے۔

ذمیوں کی نسبت اگرچہ ہر قسم کے معاملات حضرت عمر رضہ کے عہد میں منضبط ہوئے، اور زمانہ مابعد میں بہ لحاظ اغلب انہیں کا طرز عمل سچے مسلمانوں کا طرز عمل رہا، لیکن ابتدا خود جناب رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں ہو چکی تھی، اور اسوجہہ سے ہم کو اس باب میں خود

آنحضرت کی خاص ہدائتیں

آنحضرت کا طرز عمل معلوم ہو سکتا ہے۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں یہہ حدیث روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ارقم کو جزیہ کے وصول کرنے پر مقرر کیا تو اون کو بلاکر فرمایا۔

الا من ظلم معاھدا او کلفہ فوق طاقتہ او انتقصہ او اخذ منہ شیئاً بغیر طیب نفسہ فانا حجیجہ یوم القیامۃ[۱] یعنی "جان لو! کہ کسی معاہد (یعنی ذمی) پر جو شخص ظلم کریگا، یا اوس سے اسکی طاقت سے زیادہ کام لیگا، یا اوسکو ذلیل کریگا، یا اوس سے کوئی چیز اسکی مرضی کے بغیر لے گا، تو میں قیامت کے دن اوسکا دشمن ہونگا" اس کے علاوہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "جو ذمیوں کو تکلیف دیتا ہے، وہ مجھکو تکلیف دیتا ہے"[۲]

صحابہ کرام کا طرز عمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدائتوں کا یہہ اثر تھا کہ صحابہ جہاں کہیں ذمیوں پر سختی کسی قسم کی ہوتی دیکھتے تھے، فوراً مواخذہ کرتے تھے۔ سعید بن زید نے ایک دفعہ دیکھا کہ ذمیوں کو مالگذاری وصول کرنیکے لئے دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے، اوسی وقت وہاں کے حاکم سے جاکر کہا کہ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کو عذاب دیتا ہے، خدا اسکو عذاب دیگا۔ ہشام بن حکیم رضہ کو بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، اور اونہوں نے اسی وقت حاکم وقت یعنی عیاض بن غنم کے پاس جاکر ملامت کی، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی قول سند میں پیش کیا۔[۳]

حضرت عمر کی ہمدردی

ایک دفعہ حضرت عمر نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ایک دروازہ پر بھیک مانگ رہا ہے۔ اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے؟ اوس نے کہا یہودی

[۱] کتاب مذکور۔ صفحہ ۷۔ [۲] المکین۔ صفحہ ۱۱۔ [۳] کتاب الخراج۔ صفحہ ۷۱۔

سے مہذب حکومتوں نے فاتح اور مفتوح میں جو حد فاصل قایم کی ہے وہ اسلامی حکومتوں نے کبھی نہیں کی۔ اسلام نے یا اسلامی حکومتوں نے کبھی یہہ قاعدہ نہیں بنایا کہ جو شخص ولایت زا نہو اسکو فلاں قسم کے حقوق نہیں مل سکتے، یا فلاں فلاں عہدے فاتح قوم کے افراد کے ساتہہ مخصوص ہیں۔ عالمگیر کے حکم میں بھی یہہ الفاظ موجود ہیں کہ "بادشاہی نوکریاں لوگوں کو انکی لیاقت اور قابلیت کے موافق ملینگی، اور کسی لحاظ سے نہیں مل سکتیں"۔ اس حکم کو ہم پورا اس مضمون کے پہلے حصہ میں درج کر چکے ہیں۔

آغاز اسلام میں ملکی اور فوجی عہدے مختلف نہ تھے اسلیئے غیر قومیں خود ان پر خطر خدمات کو گوارا نہیں کرتی تھیں

اسلام کے آغاز میں ملکی اور فوجی عہدے مختلف نہ تھے جو شخص صوبے کا گورنر ہوتا تھا، وہی سپہ سالار بھی ہوتا تھا، بہانتک کہ جو لوگ منصب قضا پر مامور ہوتے تھے، وہی ضرورت کے وقت فوج کے جنرل مقرر ہو کر بھیجدیے جاتے تھے۔ تہذیب اور شایستگی کے تاریخ دان اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ سلطنت جب اوّل اوّل قایم ہوتی ہے، تو اوس کے مختلف صیغے مدت تک باہم مختلط رہتے ہیں، جسقدر تمدن زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے، اُسیقدر تقسیم عمل کا اصول زیادہ عمل میں آتا جاتا ہے، اور ہر ہر صیغہ جُدا جُدا صورت پکڑتا جاتا ہے۔ اسی کلیہ کے موافق اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی اس قسم کا اختلاط و التباس رہا۔ اور اس کا یہہ لازمی نتیجہ تھا کہ مفتوح قومیں ملکی انتظام میں کم شامل ہوسکیں، کیونکہ اسوقت تک جسقدر ملکی عہدے تھے، اُنہیں فوجی مہمات بھی شامل تھیں، اور اسوجہہ سے غیر قومیں خود اون پر خطر خدمات کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔

اگر غیر قوموں نے فوجی خدمتوں کو قبول کیا، تو اسلام نے بے تکلف منظور کیا، اور کل حقوق دیئے

اس موقعہ پر یہہ امر قابل استفسار ہے کہ اگر غیر قوموں نے خود فوجی خدمتوں کو قبول کرنا چاہا، تو اسلام نے اون کی خواہش کا کہانتک لحاظ رکھا؟ اور جواب یہہ ہے کہ اسلام نے بے تکلف اون کی درخواست منظور کی۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں بارہا یہہ موقعے پیش آئے کہ عیسائیوں اور آتش پرستوں نے باوجود اپنے مذہب پر قائم رہنے کے فوجی خدمتوں میں شامل ہونیکی درخواست کی، اور حضرت عمرؓ نے نہایت خوشی سے انکی درخواست کو منظور کر کے اُنکو تمام وہ حقوق دیئے جو فوجی خدمتوں میں مسلمانوں کو حاصل تھے۔ ۵ل

حضرت عمرؓ کے زمانہ کی

۵ل حضرت عمرؓ کے زمانہ کے ایسے واقعات بہت کچہہ جزیہ اور خلفائے راشدین کی جنگوں کے اسباب کے مضامین میں قبل آچکے ہیں، اسلیئے یہانپر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور دیکھو الفاروق۔ ۱۲۔

نے اونپر چڑھائی کی، اور شہر کو فتح کرکے پہلی شرط پر پھر صلح کرلی، لیکن وہ اپنی شرارت سے پھر باز نہ آئے۔ اُسپر ولید بن یزید نے ایک گروہ کو جلاوطنی کی سزا دی۔ اگرچہ وہ اس سزا کے فی الحقیقت مستحق تھے، لیکن انکی سازش کا ثبوت قطعی نہ تھا؛ تمام مسلمان، علما، اور فقہا ولید کی اس حرکت پر سخت برہم ہوئے کہ ذمیوں کے ساتھہ ایسا سلوک جائز نہیں۔ چنانچہ ولید کے بعد جب اوس کا بیٹا تخت خلافت پر بیٹھا، تو اسنے اُن سب کو واپس بلایا۔ تمام مسلمانوں نے اوسکی اس کارروائی کی تحسین کی۔ دولت عباسیہ کے زمانہ میں وہاں کی رعایا نے پھر بغاوت کا ارادہ کیا؛ اسوقت عبدالملک بن صالح گورنر تھا، اور بڑے بڑے نامور ایمہ اور فقہا مثلاً لیث بن سعد، امام مالک، سفیان بن عینیہ، موسی بن اُعین، اسماعیل بن عیاش، یحیی بن حمزہ، ابواسحق فزاری، مخلد بن حسین وغیرہ وغیرہ موجود تھے عبدالملک نے ان سب کے پاس استفتا بھیجا، اور پوچھا کہ قاعدہ شریعت کی روسے ان سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں ان ایمہ کے فتوے الگ الگ ان کے الفاظ میں نقل کئے ہیں۔ اکثروں نے تو یہی رائے دی کہ ان سے درگذر کرنا چاہئے۔ کیونکہ فقط ارادۂ بغاوت سے وہ ذمیت کے حقوق سے محروم نہیں ہوگئے؛ لیکن جن بعض بزرگوں نے سختی کی، اونہوں نے بھی صرف یہہ اجازت دی کہ ان کو سال بھر کی مہلت دیجائے، اگر اس مدت میں وہ پورے مطیع ہو جائیں تو بہتر، ورنہ انکو کہدیا جائے کہ رومیوں کے ملک میں چلے جائیں، یحیی بن حمزہ، ابواسحاق فزاری اور مخلد بن حسین نے فتوے دیا کہ ان لوگوں کے پاس جسقدر مال واسباب اور زمین وغیرہ ہے، ایک ایک چیز کی دوگنی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے، اور اُنکو کہدیا جائے کہ وہ اور کہیں جاکر آباد ہو جائیں۔ اسماعیل بن عیاش نے لکھا کہ وہ بیچارے رومیوں کے مظلوم ہیں، اسلئے ہمکو انکی مدد کرنی چاہئے ان بزرگوں کے فتووں اور رایوں سے بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ذمیوں کے ساتھہ اسلام کا کیا برتاؤ تھا۔

ملکی حقوق

سب سے آخیر بحث ملکی حقوق کی ہے، یعنی یہہ کہ ذمیوں کو انتظام سلطنت میں کہانتک دخل تھا۔ اسپارہ میں بھی بیچارے آریوں سے کیا مقابلہ کریں، جو مفتوح قوموں کو غلام بنانے کے سوا کچھہ جانتے ہی نہ تھے، اسلئے ہم ملکی حقوق کی بحث میں یورپ کی نظام سلطنت سے موازنہ کرینگے، جنکو عدل والنصاف کا بڑا دعوے ہے۔

فاتح اور مفتوح میں کوئی حد فاصل نہیں

سب سے مقدم امر یہہ ہے کہ ملکی حقوق کی نسبت یورپ کی مہذب

فنانشل کمشنر اور وہاں کا حاکم مقرر ہوا[۱]۔ رفتہ رفتہ کوئی بڑے سے بڑا منصب اور عہدہ ایسا نہیں رہا، جو غیر مذہب والوں کے دسترس سے باہر رہا ہو۔ مذہبی صیغہ کو چھوڑ کر دربار میں سب سے بڑے عہدے دو تھے: وزارت اور کتابت آجکل کی اصطلاح میں چیف سکرٹری کے عہدہ کے برابر تھی، یعنی ہر قسم کے فرامین سلطنت اور سلطنتِ غیر سے مراسلت کا کام اسی سے متعلق ہوتا تھا، اور اسی وجہ سے وہ وزیر کے برابر یا اس سے دوسرے درجہ پر خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جہاں اس عہدہ کا ذکر کیا ہے، لکھا ہے کہ "ان صاحب ھذہ الخطۃ لابد ان یتخیر من ارفع طبقات الناس"۔

وزارت اور کتابت بھی جو اعلےٰ ترین مناصب تھے، ذمیوں کو عطا کئے گئے

غرض یہ دونوں منصب جو اعلےٰ ترین مناصب تھے ذمیوں کو عطا کئے گئے عبد الملک بن مروان، جو سلطنت بنو امیہ کا دوسرا تاجدار تھا، اوس کا کاتب ابن سرجون ایک عیسائی تھا۔ دولت عباسیہ کے عہد میں ابو اسحاق صابی، جو اس منصب پر تھا، بڑے رتبہ کا شخص گذرا ہے، اور ابن خلکان وغیرہ نے اسکے فضل و کمال کی بڑی تعریف کی ہے۔ سلطنتِ دیلم کا سرتاج عضد الدولہ جو شہنشاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا، اوس کا وزیر اعظم ایک عیسائی تھا، جس کا نام نصر بن ہارون تھا[۲]۔

خلفا کے دربار میں اکثر عیسائی مناصب جلیلہ پر ممتاز ہوئے

خلفا کے دربار میں اکثر عیسائی مناصب جلیلہ پر ممتاز ہوئے، چنانچہ ایک مسیحی عرب، جسکا نام اخطل تھا، دربار کا شاعر تھا، اور سینٹ یوحنا دمشقی کا باپ خلیفہ عبد الملک (۶۸۵ء-۷۰۵ء) کا مشیر گذرا ہے۔ خلیفہ معتصم (۸۳۳ء-۸۴۲ء) کی خدمت میں دو عیسائی بھائی رہتے تھے، جو خلیفہ کے سب سے زیادہ معتمد تھے۔ انہیں سے ایک کا نام سلمویہ تھا۔ دریافت ہوتا ہے کہ اسکو تقریباً وہی منصب حاصل تھا، جو آجکل سکرٹری آف اسٹیٹ کا ہوتا ہے۔ کوئی شاہی مکتوب اوس وقت تک مستند تصور نہ ہوتا تھا جبتک کہ سلمویہ کے بھی دستخط اسپر نہ ہوتے۔ دوسرے بھائی ابراہیم کے سپرد مہر خلافت تھی، اور صیغۂ بیت المال بھی اوسی کی نگرانی میں تھا۔ یہ عہدہ بیت المال کے روپیہ اور صرف کے لحاظ سے ایسا تھا، جسکی نسبت توقع ہو سکتی تھی کہ اسپر ہمیشہ مسلمان مقرر ہوتا، لیکن ایسا نہ تھا[۳]۔ خلیفہ ہارون الرشید کا طبیب خاص، جسکا نام جبریل تھا، نسطوری عیسائی تھا، اور علاوہ ذاتی جائداد کے جسکی آمدنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ تھی، دو لاکھ اسی ہزار درہم خلیفہ کی ملازمت کے صلہ میں ملتے تھے۔

[۱] تاریخ یعقوبی۔ ذکر حکومت امیر معاویہؓ۔ [۲] ابن الاثیر۔ جلد ۸۔ صفحہ ۲۰۱۔ [۳] ابن ابی اصیبعہ۔

حضرت عثمان کے زمانہ کے واقعات

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب حبیب بن مسلمہ نے قوم جراجمہ پر فتح پائی، جو ایک مسیحی قبیلہ انطاکیہ کے قرب وجوار میں آباد تھا تو اون لوگوں نے فوجی خدمتوں میں بوقت ضرورت شریک ہونا خود پسند کیا، اور صلح اس شرط پر ہوئی کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے دوست رہینگے، اور لڑائی میں اون کے طرفدار بنکر لڑینگے، اور اُنکو جزیہ دینا نہ پڑیگا، بلکہ اموال غنیمت میں سے بھی اُنکو حصہ ملا کریگا [۱] نہ صرف جراجمہ بلکہ بہت سے نبطیوں اور اونکے متصل کی آبادیوں نے یہہ امر اختیار کیا، اور وہی شرائط اون سے بھی طے پائے [۲] ۲۲ھ میں جبوقت عرب کے معرکے فارس کے شمال میں ٹرہے، تو اسی قسم کا عہدنامہ ایک سرحدی قبیلہ سے ہوا، جس نے فوجی خدمات قبول کیں - [۳]

جن عہدوں میں فوجی خدمتوں کا لگاؤ نہ تھا وہ ذمیوں ہی کے قبضہ و اختیار میں رہا

بہرحال اسلام کے ابتداء زمانہ میں وہ خدمتیں اور عہدے، جنمیں فوجی حیثیت بھی شامل تھی، ذمیوں کو کم ملے - لیکن جس صیغہ میں اس حیثیت کا لگاؤ نہ تھا، وہ ذمیوں کے لئے کھلا رہا، بلکہ حق یہہ ہے کہ انہیں کے قبضہ اختیار میں رہا - خراج اور مالگذاری کے محکموں اور دفتر پر عموماً عیسائی اور آتش پرست قابض تھے [۴] شام میں ۸۱ھ تک دفتر خراج لاطینی زبان میں تھا، اور اُسوقت اَنتسنساش نام ایک عیسائی اس محکمہ کا افسر تھا - عراق کا دفتر حجاج بن یوسف کے زمانہ میں فارسی سے عربی زبان میں منتقل ہوا - وہ بھی اسوجہ سے کہ دفتر خراج کے میر منشی نے، جو آتش پرست تھا اور جسکا نام فرخ زاد تھا، مغرورانہ یہہ دعوی کیا تھا کہ عربی زبان اس قابل نہیں کہ حساب کے تمام جزئیات کو ادا کر سکے - اسپین میں جزیہ کے دفتر میں بھی عیسائی نوکر تھے، اور جزیہ کی تحصیل کے لئے کل حکام عیسائی ہی مقرر کئے جاتے تھے - [۵]

جب ملکی اور فوجی صیغہ میں امتیاز ہوا تو ذمیوں کو ملکی صیغوں میں بار ہونے لگا

رفتہ رفتہ جب تمدن نے زیادہ ترقی کی اور ملکی اور فوجی صیغہ میں فی الجملہ امتیاز ہوا تو ذمیوں کو ملکی صیغوں میں بار ہونے لگا سب سے پہلے اس کی ابتدا امیر معاویہ رضہ کے عہد میں ہوئی - اُنہوں نے ایک عیسائی کو دربار کا میر منشی مقرر کیا، اور ابن آثال ایک عیسائی حمص کا

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۱۵۹ - [۲] فتوح البلدان بلاذری - صفحہ ۱۶۱ - [۳] طبری - سپلا سیریز - صفحہ ۲۶۶۵ - [۴] فون کریمر (۱) جلد ۱ - صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸ - [۵] دوزی (۲) - توم ۲ - صفحہ ۳۹

ذمیوں کے لئے کھلے تھے، اور ہر زمانہ میں سیکڑوں اور ہزاروں عیسائی، یہودی، ہندو آتش پرست سرکاری خدمتوں پر مامور رہے۔ ہندوستان میں ایک خاص تغیر ہوا، یعنی یہ کہ ہندوؤں نے کثرت سے فوجی خدمتیں قبول کیں، اور فوج میں بہت بڑا حصہ انکا تھا۔ اس کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستان نے ہر قسم کے بڑے بڑے ملکی عہدے حاصل کئے۔ ناواقف ہندو خیال کرتے ہیں کہ یہ فیاضی صرف اکبر کے ساتھ مخصوص تھی۔ لیکن یہہ انکی تاریخی جہالت کا نتیجہ ہے۔ جہانگیر، شاہجہان، یہانتک کہ عالمگیر جسکو نہایت متعصب خیال کیا جاتا ہے، سب نے ہندوؤں کو بہت بڑے بڑے عہدے دئے۔

ہندوستانیں کثرت سے ہندوؤں نے فوجی خدمتیں قبول کیں اور ہر قسم کے بڑے بڑے ملکی عہدے حاصل کئے

جہانگیر کے عہد میں راجہ مانسنگھ معزز افسر ان سلطنت سے تھا، اور بنگالہ کا صوبہ دار تھا[۵۱] اور راجہ سورجمل ولد راجہ باسو، راجہ بکرماجیت برہمن، راجہ جگت سنگھ برادر خورد راجہ سورجمل، راجہ نرسنگھ دیو بوندیلہ، راجہ گج سنگھ راٹھور اور راجہ جے سنگھ کچھواہہ وغیرہ بھی بہت بڑے بڑے افسران سلطنت تھے، اور بڑا بڑا منصب رکھتے تھے[۵۲]

شاہجہاں کے دربار میں سب سے بڑا منصب نہ ہزاری تھا، یعنی وہ ارکان سلطنت جسکو نو ہزار سواروں کے رکھنے کی اجازت تھی۔ اس سے اوتر کر ہفت ہزاری، اور اس عہدے پر مہابت خاں خانخاناں ممتاز تھا۔ اوس کے نیچے پنج ہزاری و چار ہزاری وغیرہ تھے چنانچہ اس درجے کے مناصب پر مسلمانوں اور ہندوں کی تعداد قریب قریب برابر تھی یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ اس قسم کے ہندو عہدہ داروں کی فہرست لکھی جاتی ہے، جو شاہجہان کی سرکاری تاریخ شاہجہان نامہ سے انتخاب کیا گیا ہے:-

(۱) راجہ جگت سنگھ	پنجہزاری۔
(۲) گج سنگھ	"
(۳) جے سنگھ	"
(۴) راؤ رتن ہاڈا	"
(۵) جھجار سنگھ	"
(۶) مالوجی دکنی	"

---

۵۱ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اول۔ صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۶۔ راجہ مانسنگھ کو جہانگیر ہی نے بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ ۱۲۔ ۵۲ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اول۔ صفحہ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۲۱۔

دوسرا عیسائی طبیب بھی بائیس ہزار درہم سالانہ تنخواہ پاتا تھا۔[1]

یہ تمام خلفا و سلاطین دنیوی جاہ و جلال کے ساتھ مذہبی شان بھی رکھتے تھے۔ یورپ کو اس قسم کی بے تعصبی اور فیاضی تک پہونچنے کے لئے ابھی کئی سو برس درکار ہیں۔

جو معاملات غیر مذہب والوں کے خاص باہمی ہوتے تھے انکے انفرام کا اختیار انکو اپنے مذہبی پیشوا اور ججوں کو حاصل تھا

علاوہ ان سب ملکی حقوق کے جو معاملات غیر مذہب والوں کی خاص باہمی ہوتے تھے، انکے انصرام کا قطعی اختیار سلطنت بالائی طرف سے انکو حاصل تھا۔ اور انکے مذہبی پیشوا ایسی صورت میں جبکہ کسی معاملہ میں فریقین انکے ہم مذہب ہوں، مالی مقدمات کے فیصلہ کرنے میں پورے اختیار رکھتے تھے[2] اور اسپین میں بجز ایسے جرائم کے جو شریعت اسلام کے خلاف سرزد ہوں عیسائیوں کے کل مقدمات انہیں کے ججوں کے سامنے انہیں کے قانون کے مطابق فیصلہ پاتے تھے۔[3]

راجہ ٹوڈرمل ادنے محرری سے ترقی کرکے وزیر اعظم ہوگیا

یہاں پر ہم راجہ ٹوڈرمل (جسنے ادنے محرری سے ترقی کرکے وزارت کا درجہ پایا) کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے:-[4] ٹوڈرمل کی صغر سنی میں باپ مرگیا تھا، اور ماں بیوہ بڑے افلاس اور تہیدستی میں پرورش کرتی رہی۔ قسمت میں تو کاتب تقدیر نے ایسے مراتب تحریر فرمائے تھے، تقدیر نے بادشاہی نویسندوں میں نوکر کرادیا، اور اپنی دانشمندی اور کارگذاری اور بخت بلندی سے روز بروز ترقیاں پاپاکیا۔ جسطرح کہ صاحب تدبیر اور اہل قلم تہا، کوس اور علم کا بھی مالک ہوا۔ اکثر معرکوں میں مردانہ کوشش اور ایسی دلیریاں کیں کہ بادشاہ کے دلمیں جگہ ہوئی۔ گجرات اور بنگالہ میں سخت سخت لڑائیاں لڑکر فتحمند واپس آیا۔ رفتہ رفتہ وزارت کا مرتبہ حاصل کیا۔ جلوس کے ستیوئیں سال میں وزیر اعظم ہوگیا۔ جب وہ مرا تو بادشاہ کو بہت تاسف اور صدمہ ہوا[5] عالمگیر کے ذکر میں ہم دیکھتے ہیں کہ سلطان الحسن والی حیدرآباد دکن کا وزیر ایک برہمن مادنا تہا۔[6]

دین غیر مذہب وزیر اعظم

ایک امر البتہ قابل لحاظ ہے کہ اسلامی حکومتوں میں سول اور ملٹری ڈپارٹمنٹ کسی زمانہ میں صاف صاف الگ نہیں ہوئے، اسواسطے جس حد تک ملکی صیغہ میں فوجی حیثیت کا لگاؤ رہتا تھا، ذمی اس سے کم متمتع ہوسکتے تھے۔ لیکن اسکے سوا اور ہر قسم کے مناصب اور عہدے تمام

[1] فون کریمر (۱) جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱۔ [2] فون کریمر (۱) جلد ۱۔ صفحہ ۱۸۲۔ [3] بودسن صفحہ ۱۱۰ و ۱۳۰ و ۱۹۶۔ [4] ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۱۔ صفحہ ۲۳۴۔ [5] ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۲۸۔

(۵) رانا راج سنگھ۔
(۶) راجہ جے سنگھ کچھواہہ۔
(۷) کنبرت سنگھ ولد راجہ امرت سنگھ راٹھور۔
(۸) مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور۔
(۹) راجہ راج روپ زمیندار جمو۔
(۱۰) مہیش داس راٹھور۔
(۱۱) بلدی چوہان۔
(۱۲) ہرر ام۔
(۱۳) ہررام راٹھور۔
(۱۴) راجہ رائے سنگھ سی سودھیا۔
(۱۵) بیرم دیو۔
(۱۶) سیتل سنگھ سی سودھیا۔
(۱۷) راجہ چتر من جادواں۔
(۱۸) کنور رام سنگھ کچھواہہ ولد جے سنگھ۔
(۱۹) راؤ امراؤ سنگھ چندراوت۔
(۲۰) جگت سنگھ ہاڈا۔
(۲۱) راجہ اندرمن۔
(۲۲) راجہ دیبی سنگھ بوندیلہ۔
(۲۳) راجہ سجان سنگھ۔
(۲۴) راؤ بہاؤ سنگھ۔
(۲۵) راؤ بہاؤ سنگھ ہاڈا۔
(۲۶) رائے سنگھ راٹھور۔
(۲۷) کونر پرتھی سنگھ ولد راجہ جسونت سنگھ راٹھور۔
(۲۸) جسونت بوندیلہ۔
(۲۹) راجہ مانسنگھ۔
(۳۰) کشور سنگھ ہاڈا۔

(۷) اودا جی رام ۔ .... پنجہزاری ۔
(۸) بہادر جی ۔ .... //

(۱) راجہ بٹھل داس .... چہار ہزاری
(۲) بھارت بندیلہ .... //
(۳) راؤ سور .... //
(۴) جگدیو رائے .... //
(۵) ہمیر رائے ۔ .... //

انکے علاوہ گیارہ ہندو افسر دو ہزاری، بارہ ڈیڑھ ہزاری، سولہ ایکہزاری آٹھ نہ صدی، گیارہ ہشت صدی، آٹھ ہفت صدی تھے، اور ان سے نیچے کے عہدہ دار تو بیشمار تھے ۔ انکے علاوہ مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور راجہ گج سنگھ راٹھور کو منصب ہفت ہزاری اور ہفت ہزار سوار اور ایک لاکھ روپیہ انعام عطا ہوا ۔ اس سے بڑا منصب سوا شاہزادوں کے شاہجہاں کے عہد میں کسی کو میسر نہ ہوا ۔ اس مہاراجہ کو مالوہ کی صوبہ داری بھی عطا ہوئی تھی[۱] اور راجہ جے سنگھ کو ہزاری ذات اور ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ اضافہ کرکے منصب شش ہزاری عطا ہوا تھا[۲] اور رانا راج سنگھ ولد رانا جگت سنگھ کو بھی منصب پنجہزاری حاصل تھا[۳] اور ساہو جی بھوسلہ بھی منصب پنجہزاری پر سرفراز تھا[۴] اور رائے امر سنگھ ولد راجہ گج سنگھ کو منصب سہ ہزاری حاصل تھا[۵] ایک ماتہ میں تو راجہ بھیم ولد رانا کرن شاہجہان کی فوج کا امیر تھا[۶]

عالمگیر کے عہد میں بھی ہندوں کو بڑے بڑے عہدے ملے ۔ صرف ایک سیر المتاخرین سے مندرجہ ذیل ہندوؤں کا بہت بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر ممتاز ہونا معلوم ہوتا ہے

(۱) کبرائے برہمن ۔
(۲) راجہ بینی سنگھ ۔
(۳) رگھناتھ سنگھ ۔
(۴) راجہ جے سنگھ بوندیلہ ۔

[۱] ترجمہ سیر المتاخرین ۔ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۶۹ ۔ [۲] ترجمہ سیر المتاخرین ۔ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۶۹ ۔
[۳] ترجمہ سیر المتاخرین ۔ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۶۱ ۔ [۴] ترجمہ سیر المتاخرین حصہ اول ۔ صفحہ ۳۳۲ ۔
[۵] ترجمہ سیر المتاخرین ۔ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۴۴ ۔ [۶] ترجمہ سیر المتاخرین ۔ حصہ اول ۔ صفحہ ۳۲۲ ۔

ضمیمہ
باب ہشتم

اسلامی سکون میں آتش و قربانگاہ اور صلیب وغیرہ کی تصویریں ضرب ہوئی۔

خلفائے اسلام خصوصًا خلفائے راشدین اور اون کے متبعین کی بے تعصبی اور اپنی غیر مذہب والی رعایا کی دلداری کا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ انہوں نے اُنکے قدیم سکوں کو، جو مذہبی شان لئے ہوئے تھے، قایم رکھا، نہ صرف قایم رکھا، بلکہ اپنا سکہ جو جاری کیا، تو اسی وضع کا جس وضع کا قبل سے جاری تھا، باوجودیکہ اُن سکوں میں صلیب اور آتشکدوں کی تصویریں بھی ہوتی تھی۔ اور صرف یہہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہہ سکے اسلام کے زمانہ میں ضرب ہوئے ہیں، کوئی عربی کا لفظ یا جملہ بڑھا دیا جاتا۔ جناب مولوی عزیز مرزا صاحب۔ بی۔ اے۔ ڈپٹی کمشنر ضلع بیڑ علاقہ سرکار نظام نے ایک مضمون "سکہ کی ابتدا اسلام میں" مخزن کے جون ۱۹۰۴ء کے نمبر میں شائع کرایا ہے۔ اسمیں جو واقعات درج ہیں، اون سے میرا مطلب صاف ثابت ہورہا ہے اس لئے میں اُن واقعات کو جو اس بحث سے سروکار رکھتے ہیں بلفظہٖ نقل کرتا ہوں مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"عرب میں قدیم زمانہ میں کوئی ملکی سکہ رائج نہ تھا، بلکہ جس جس حصۂ ملک پر جس سلطنت کا اثر تھا، یا تجارتی تعلقات تھے، اُسیکا سکہ وہاں رائج تھا۔ جنوبی عرب میں، جہاں قدیم سے یمنی تمدن پھیلا ہوا تھا، حمیری سکے رائج تھے، اور وسط عرب میں جو سلطنت ایران سے متاثر تھا، ساسانی سکوں کا رواج تھا، اور شمال میں جہاں رومی سلطنت کا سایہ پڑا تھا، رومی درہم و دینار عام طور پر مروج تھے۔ جب ہمارے ہادی برحقؐ نے جزیرہ نمائے عرب میں کلمۃ الحق کا اعلان کرکے اسلام کی تبلیغ کی، تو جس زمانہ تک کہ اسلام کے بیرونی تعلقات قایم نہ ہوئے تھے، وہی قدیم سکے رائج رہے، لیکن جب نور اسلام نے دوسرے ممالک کو روشن کیا، اور جدید تمدنی ضرورتوں اور تجارتی وسعت کے لحاظ سے پردیسی سکوں کی تعداد جو قدیم زمانہ میں اہل عرب کی محدود ضرورتوں کے لئے کافی تھی، ناکافی ثابت ہوئی، تو جطرح پر کہ دوسرے مفید انتظامات کی بنیاد امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انمیں اکثر ہفت ہزاری، شش ہزاری، پنجہزاری، اور چہار ہزاری منصبوں پر سرفراز تھے۔ راجہ جسونت سنگھ راٹھور کو جسکو ہفت ہزاری منصب حاصل تھا، اتنے بڑے ملک گجرات اور کابل کی صوبہ داری بھی ملی تھی[51] اور عموماً عالمگیر کے دفتروں میں بھی ہنود بڑا بڑا منصب رکھتے تھے، جنکو راجگی کا خطاب تک حاصل تھا[52] یہانتک کہ بندرابن ایک ہندو دیوان تھا[53]

ہندو افسروں کو بھی خلعت و انعام وغیرہ ملا کرتا تھا

عالمگیر کے دربار میں ہندو افسروں کو بھی مثل مسلمان افسروں کے خلعت خاص اور انعام مثل زنجیر فیل، شمشیر مرصع، عقد مروارید، سرپیچ مرصع وغیرہ کے ملا کرتا تھا[54] رائے سنگھ راٹھور کو، جو راجہ جسونت کا بھتیجا تھا، خطاب راجگی سے سرفراز کرکے خلعت و فیل مع مادہ فیل اور شمشیر مرصع اور نقارہ اور انعام ایک لاکھ روپیہ اور اصل و اضافہ سے چار ہزاری چار ہزار کے مرتبہ پر بڑھا کر راجگی اولوس راٹھور اور مرزبانی جودھپور کی عطا کی گئی[55]

ان تمام واقعات کے ثابت ہونے کے بعد دنیا خود فیصلہ کرسکتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں نے غیر قوموں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ چونکہ اسلئے متعلق ہمکو اسی کتاب کی دوسری جلد میں اشاعت اسلام کے تحت میں متفرق طور پر کچھ لکھنا پڑے گا، اسلئے اس مضمون کو ہم یہیں پر ختم کرتے ہیں۔

{اقتباس از رسائل شبلی و ایزاد بر آن}

---

۵۱ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۴۰۰ و ۴۲۱۔
۵۲ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۴۱۹۔
۵۳ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۴۳۶۔
۵۴ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۴۰۰۔
۵۵ ترجمہ سیر المتاخرین۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۳۹۷۔

عبدالملک بن مروان نے خالد بن یزید بن معاویہؓ کے صلاح و مشورہ سے جسکو بوجہ علم وفضل اور دانش وفرہنگ کے حکیم بنی اُمیہ کا معزز خطاب دیا گیا ہے، سنہ ۷۶ھ میں اسلامی سکہ بنانا شروع کیا۔ مختلف تاریخوں کے دیکھنے سے ایک عجیب اختلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مورخین نے لکھا ہے کہ سنہ ۷۴ھ میں سکہ ضرب ہوا، اور اکثر کا اسپر اتفاق ہے، جیسا کہ بیہقی لکھا ہے، کہ سنہ ۷۶ھ میں سکہ کا رواج ہوا۔ لیکن اگر خود سکوں کو علامہ مقریزی کے بیان سے مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جو سکہ عبدالملک نے بنوایا تھا، اوس میں بڑی حد تک رومی شان قائم رکھی گئی تھی، یعنی اُسمیں عبدالملک نے خود اپنی تصویر بنوائی تھی " جسکی کمر سے تلوار لٹکتی تھی۔ اب ہم چند قدیم سکوں کی تفصیل بتاتے ہیں:[1]

(۱) طرفِ اوّل۔ رومی طرز کی مورت، سر پہ تاج، اُسپر صلیب۔ سیدھے ہاتھ میں ایک کرہ، اُسپر صلیب۔ اور اسکے داہنی طرف لفظ " بحمص " عربی خط میں، اور بائیں طرف یونانی لفظ (Kaam) عمدہ۔

طرفِ ثانی۔ حرف (M) اُسپر ایک ستارہ اور دو دائرہ، اور حاشیہ پہ یونانی لفظ (Emeche) اور اوس کے نیچے عربی لفظ " طیب "۔

(۲) طرفِ اوّل۔ رومی طرز کی مورت، جسم سیدھا، ہاتھ اوپر کو اوٹھا ہوا، برچھا لئے ہوئے۔ دوسرے ہاتھ میں ایک کرہ، جسپر صلیب چڑھی ہوئی۔ بائیں طرف " بسم اللہ " سیدھی طرف ۸ ٥ ن۔

طرفِ ثانی۔ (M)، اُسپر صلیب۔ حاشیہ میں (Emeche) اوسکے نیچے " طیب "۔

(۳) طرفِ اوّل۔ دو قدِ آدم مورتیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں عصائے شاہی، جسپر صلیب لگی ہوئی۔ اور اون مورتوں کے بیچ میں " محمد رسول اللہ "۔ اور حاشیہ پہ " لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ "

(۴) طرفِ اوّل۔ قدِ آدم مورت، بال بڑے بڑے، اور ایک طرف کمر سے تلوار لٹکتی ہوئی۔ حاشیہ پر " محمد رسول اللہ "

طرفِ ثانی۔ (M) حاشیہ پر " ایلیا فلسطین "

(۵) طرفِ اول۔ مورت نصف جسم، چہرہ سامنے اور بال لمبے۔ حاشیہ پر " لا الٰہ الا اللہ "

---

[1] ان اور دوسرے سکوں کو محقق مضمون نگار نے خود جمع کیا ہے، جیسا کہ آخر مضمون میں انہوں نے لکھا ہے۔ ۱۲ مولف عفی عنہٗ۔

کے مبارک زمانہ میں پڑی تھی، اسطرح سکّہ کو بھی پہلی دفعہ ممالکِ اسلامیہ میں ضرب ہونے کی عزت اسی متبرک عہد میں سنہ ۱۸ھ میں حاصل ہوئی [له]

* * * *

* * * * * * *

ابتدا میں سکہ جب ضرب کیا گیا ہے، تو نہ اس کا نام یا وزن بدلا گیا، اور نہ صورت و ہیئت، چنانچہ جو سکّے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مضروب ہوئے تھے، وہ درہم و دینار و فلوس ہی کہلاتے تھے، اور بعد میں بھی یہی نام مروج رہے، حالانکہ لفظ دینار، رومی لفظ دینارلیس اورلیس (Dinarius Oriuo) اور درہم، لفظ دریکم (Drachma) اور فلس، لفظ فالس (Folis) سے نکلا ہے۔ اور اسی طرح ہیئت کے اعتبار سے رومی اور ایرانی ٹھپہ قائم رکھے گئے، صرف اون پہ نام یا کوئی برکت کا کلمہ عربی زبان کا بڑھا دیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا کوئی سکّہ ہماری نظر سے نہیں گذرا، لیکن ایڈورڈ ٹامس نے جن ساسانی سکّوں کی تصویریں دی ہیں، اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں نام بھی عربی زبان میں نہیں لکھتے تھے، بلکہ بنانے والے اور دار الضرب کا نام بھی دری زبان میں لکھا جاتا ہے، اور اُنپر ایک طرف خسرو پرویز کی مورت اور دوسری طرف آتش و قربانگاہ اور دو موبدوں کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ سب سے زیادہ اس قسم کے سکّے زیاد ابن اُمیہ کے زمانہ کے پائے جاتے ہیں، جبکہ وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔ اسکے بعد عبد اللہ ابن زبیر کا زمانہ آیا، تو اُنہوں نے، اس وجہ سے کہ اکثر مختلف قیمتوں اور عیار کے سکّے رائج تھے، اور اُنکی وجہ سے عام طور پہ کاروبار میں نہایت خرابی پڑتی تھی، اسطرف توجہ فرمائی، اور اُن کے بھائی مصعب ابن زبیر کے حکم سے حارث ابن عبد اللہ ابن ربیعہ المخزومی نے سنہ ھ میں سکّے بنانے شروع کئے، مگر یہہ سکّے بھی بالکل ایرانی وضع کے تھے، صرف اتنا فرق تھا کہ ایک طرف الفاظ "برکت اللہ" اور بڑھائے جاتے تھے۔ لیکن چونکہ عبد اللہ ابن زبیر کا زمانۂ خلافت محض چندروزہ تھا، اور یوسف بن حجاج کے ظالم، مگر قوی ہاتھوں نے بہت ہی جلد اس کا خاتمہ کر دیا، اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانہ کے سکّے زیادہ عرصہ تک مروج نہیں رہے۔ ابتدا میں ایرانی طرز کے سکّوں کے مضروب ہونے کی یہہ وجہہ تھی کہ دار الضرب قسطنطیہ تو جاری تھی، اسلئے ممالک شام وغیرہ میں سکّوں کی کمی ہوتی تھی، تو وہاں سے پوری ہو جاتی تھی۔ مگر برخلاف اُس کے دار الضرب ایران ساسانیوں کی تباہی کی وجہہ سے بند ہو گئی تھی، اور اِس لئے وہاں سلطنتِ اسلامیہ ہی کو جدید سکّے بنانے پڑے۔ * * * *

[له] المقریزی ص ۱۱

آغاز درحقیقت منصور کے عہد سے سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے دربار کے لئے جو ٹوپی اختیار کی وہی مجوسیوں کی ٹوپی تھی، جو خاص اون کی قوم تھی۔ معتصم باللہ جس کے زمانہ میں دولت عباسیہ پورے شباب پر پہنچ گئی تھی، اس نے بالکل شاہان عجم کی وضع اختیار کرلی تھی۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے۔ وغلب علیہ التشبہ بملوک الاعاجم فی الآلۃ ولبس القلانس والشاشیات فلبسھا الناس اقتداءً بفعلہ وائتماماً بہ فسمیت المعتصمیات۔ [1] یعنی وہ ٹوپی اوڑھتے، پگڑی باندھتے، اور ساز وسامان رکھنے میں رئیسان عجم کی تقلید کا بہت شایق تھا، چنانچہ اُسکو دیکھکر سب نے یہ وضع اختیار کرلی، اور اس وضع کا نام معتصمی پڑگیا۔

سندھ وغیرہ میں جب عربوں کی حکومت قایم ہوئی، اور اوس کے مختلف حصوں میں خاص عرب کی نسل کے سلاطین فرمانروا ہوئے، تو تمام مسلمانوں نے ہندوؤں کی وضع اختیار کرلی، چنانچہ ابن حوقل بغدادی، جسنے چوتھی صدی کے آغاز میں ان ممالک کا سفر کیا تھا، کھنبات کی نسبت اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے۔ وزی المسلمین والکفار بھا واحد فی اللباس وارسال الشعر۔ یعنی یہاں مسلمان اور کافروں کی ایک وضع ہے، دونوں ایک سا لباس پہنتے ہیں، اور بال بڑے بڑے رکھتے ہیں۔

وہی مورخ سندھ اور منصورہ کی نسبت لکھتا ہے۔ وزیھم زی اھل العراق الا ان زی ملوکھم یقارب زی ملوک الھند۔ یعنی یہاں کے مسلمانوں کا لباس عراق کا سا ہے، لیکن یہاں کے بادشاہوں کی وضع ہندو راجاؤں کے قریب قریب ہے۔

ترکوں کو دیکھو کر مرد، عورت سبھوں نے سوا فیض اور نقاب کے بالکل یورپ کی وضع اختیار کرلی۔

اب میں ان تمہیدی مضامین کو یہیں پر ختم کرتا ہوں اور اصل رسالہ کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

---

[1] مروج الذہب مسعودی۔ ذکر خلافت قاہر باللہ۔ ۱۲



طرف ثانی - مٹا ہوا۔

(۶) طرف اوّل - کھڑی مورت، چوغہ پہنے ہوئے، ہاتھ سینہ تک اُٹھا ہوا۔ اس ہاتھ میں تلوار کا غلاف، جو کمر سے لٹکتی ہے۔ اور حاشیہ پہ خطِ کوفی میں "بعبداللہ عبدالملک امیر المومنین" لکھا ہوا۔

طرف ثانی - ایک صلیب، جسکا سرا چار سیڑھیوں پر قایم ہے۔ اُسکے سیدھی طرف "بقنسرین" اور اُلٹی طرف "واف" ۔ حاشیہ پہ "لا الہ الا اللہ وحدہ - محمد رسول اللہ"۔ [۱]

ایسی بے تعصبی اور ایسے اعلیٰ خیالی کسی قوم میں اتبک پائی نہیں گئی

ایسی بے تعصبی، ایسی آزادی اور اپنی ذمی رعایا کی ایسی دلداری کہ خاص اپنے سکّوں میں صلیب اور آتش و قربانگاہ وغیرہ کی تصویریں قایم رکھیں، دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی!! آجکل کی تہذیب یافتہ گورنمنٹوں سے بھی ایسی بے تعصبی اور اعلیٰ خیالی ظاہر نہیں ہوئی۔ بہت سی تہذیب و شایستگی کی مدعی عیسائی قوموں نے ممالک اسلامیہ فتح کئے، مگر کسی نے بھی یہ فیاضی نہیں دکھلائی کہ اسلامی سکّوں کے نشانات اپنے سکّوں میں قایم رکھے، اور بجائے کروس (صلیب) کے کریسنٹ (ہلال) ضرب کرائے۔

مسلمانوں نے مفتوح قوموں کا لباس اختیار کرنا معیوب نہ جانا

ایک اور خاص قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ مسلمان جہاں جہاں گئے اور جہاں جہاں اون کی حکومتیں قایم ہوئیں، اُنہوں نے خود مفتوح قوموں کا لباس اختیار کر لیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ غیر قوموں سے محض برادرانہ سروکار رکھنا چاہتے تھے، اور اس خیال کو کہ ہم فاتح ہو کر مفتوح کی چیزوں کو کیوں اختیار کریں، جس سے مفتوحوں کی تحقیر و تذلیل ظاہر ہوتی ہے، وہ ہرگز جایز نہیں رکھتے تھے۔ مفتوح قوموں کو فاتح قوموں کا لباس وغیرہ اختیار کرتے تم بہت پاؤگے۔ مگر فاتح ہو کر مفتوح کی چیزوں کو اختیار کر لینا یہہ اسلام ہی کی خوبی ہے، جو انتہا درجہ کی بے تعصبی کا سبق سکھلاتا ہے۔

گو حضرت عمرؓ نے اپنے مذاقِ طبیعت سے، جسکے معنی یہ تھے کہ تمام قومیں اپنی اپنی خصوصیتوں پر قایم رہیں، اہلِ عرب کو عجم کی وضع سے پرہیز کرنے کی تاکید کی تھی، اور غیر قوموں کو عرب کے لباس کے اختیار کرنے سے روکا تھا، مگر یہہ بات بہت دنوں تک قایم نہیں رہی، اور اُنہیں کے زمانہ میں اسکے خلاف ہونے لگا، اور رفتہ رفتہ یہہ بات اکدم اُٹھ گئی۔ عباسیوں کی سلطنت کا

[۱] مخزن - جلد ۷ - نمبر ۳ - جون ۱۹۰۴ء - صفحہ ۲ تا ۷ -

اُن ظلموں اور بیجا زیادتیوں پر بھی غور کرنا چاہیئے تھا - جو سکھوں کے ہاتھوں سے پنجاب کے مسلمانوں اور مرہٹوں وغیرہ کے ہاتھوں سے سارے ہند کے مسلمانوں پر ہوئیں - اور پھر اُن ظلموں پر بھی نظر دوڑانا چاہیئے تھا' جو آپکے مقدس آباؤ اجداد نے ہند کے اصلی سیاہ رنگ کے باشندوں پر کئے' اور پھر اوسکے بعد اُنکی پاک اولادوں نے بدھ مت والوں پر کیئے ' جنکا ذکر اسی کتاب میں اپنے موقع پر کیا گیا ہے -

فصلِ دُوم

جوابِ دیباچہ مُصنّف

پنڈت جی نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ہمنے مسلمانوں کی اون کتابوں کو' جنکا نام حاشیہ میں درج ہے' (جنمیں اس اعتراض کا کہ زبردستی اسلام پھیلانے کا حکم ہے' کافی جواب ہے - مؤلف عفی عنہ) بغور دیکھا ہے' اور اسکے بعد اس رسالہ کو لکھنے بیٹھے ہیں - مگر افسوس! کہ پنڈت جی اون دلائل میں سے ایک دلیل کو بھی اس رسالہ میں توڑ نہ سکے' اور اکثر وہی باتیں لکھدیں جنکا جواب باصواب اُن کتابوں میں ہو چکا تھا' اور اون جوابوں کی طرف عمداً ذرا بھی توجہ نہیں کی! اور کیونکر توجہ کرتے جبکہ اون کے پاس کچھ جواب نہ تھا - غرضکہ اسطرح پبلک کو یہ دھوکا دینا چاہا کہ اُن کتابوں میں کوئی دلیل ایسی نہیں' جس کی طرف پنڈت جی توجہ کرتے - شرم! شرم!! شرم!!!

پنڈت جی کی ایک اور خوبی اس دیباچہ سے معلوم ہوئی کہ جو کوئی آپکے خیال کا رد کرے' اوسکو آپ نیچری کا خطاب دیتے ہیں - چنانچہ اونہوں نے اس مسئلہ جہاد میں مخالفوں کے اعتراض کا دندان شکن جواب دیا ہے' نیچری کا خطاب عطا فرمایا ہے' جنمیں مولوی غلام نبی صاحب' مولوی غلام حسین صاحب' مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ الرحمٰن اور خلیفہ سید محمد حسن صاحب بہادر بھی شامل ہیں اس سے بھی پنڈت جی کی دیانت کا پتہ لگتا ہے -

اس کے بعد پنڈت جی نے اِن علما کی نسبت بہت سے افترا تراشے ہیں' جنکی نسبت ہم بڑی جرأت سے عموماً کہہ سکتے ہیں کہ لعنة الله على الكاذبين اور ہم بڑی دلیری سے چیلنج کرتے ہیں کہ اے آریو! اگر تم پنڈت جی کو سچا سمجھتے ہو تو اِن افتراؤں کا پتہ اِن علما کی مصنفہ کتب سے جلد دو' اور اگر نہ دیسکو تو پنڈت جی کے جھوٹے ہونے کا اشتہار دو' ورنہ تم بھی اُس

باب نہم

جواب رسالہ جہاد

فصل اوّل

[جواب ٹائیٹل پیج و دیباچہ اڈیٹر]

ٹائیٹل پیج پر اس رسالہ کے مضامین کا خلاصہ یہ درج ہے کہ "جسمیں قرآن، احادیث اور تاریخ کے مستند حوالجات سے ثابت کیا گیا ہے کہ جہاد دین محمدی کا جزو اعظم سمجھا جاتا ہے" ہم نہیں سمجھتے کہ بھلا ان تحقیقات پر اتنا شور و غل کس بات کا ہے، اور کیا فتح انہیں حاصل ہوئی، جسپر آخری التماس میں پنڈت جی نے اور شروع دیباچہ میں اڈیٹر صاحب اتنی تعلّی کی ہے؟ اگر جہاد دین محمدی کا جزو اعظم ہے، تو کیا ویدکی یہہ تعلیم ہے کہ تم ہر ایک ظلم و زبردستی اور بے عزتی کے وقت اپنے کو دشمنوں کے ہاتھ میں دیدو، اور اُنکے تختۂ مشق بنے رہو، اور ہرگز ہرگز اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیئے اُنکے مقابلہ کا نام تک نہ لو۔ اگر یہی تعلیم ہے، تو ایسی تعلیم غیور خدا کیطرف سے اُسکے شریف اور پاکباز اور باعزت و باحمیت بندوں کے لیئے ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اڈیٹر صاحب نے اپنے دیباچہ میں سفیر کشمیر※ کے حوالہ سے کشمیر کی دو ایک تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے، جسمیں کشمیر کے ایک دو مسلمان بادشاہوں کی زیادتی مذکور ہے۔ مگر نہ معلوم اس سے اڈیٹر صاحب کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ کشمیر میں جو کچھہ اسلام پھیلا ہے، وہ جبر و اکراہ کے ذریعہ سے پھیلا ہے؟ اور اگر یہہ پوچھو کہ پھر کشمیر میں اسلام کیونکر پھیلا، تو اسکو اسی کتاب کی دوسری جلد میں اپنے مقام پر دیکھو۔ اور اگر اڈیٹر صاحب کو اپنے کشمیری بھائیوں کی مظلومیت پر، جو صرف ایک دو مسلمان بادشاہوں کے ہاتھوں ہوئی، ترس آگیا، جسکے جوش میں ان واقعات کو نقل کر مارا، تو خیر کچھہ مضائقہ نہیں ہے۔ مگر اس کے قبل اڈیٹر صاحب کو

※ سفیر کشمیر ایک ہندو اخبار ہے، جسنے ایک ایسی تاریخ سے ان واقعات کو لیا ہے، جو صرف کشمیر کے ہندو پنڈتوں کی تحریروں سے تیار کی گئی ہے، جسکا خود اڈیٹر صاحب کو اسی دیباچہ میں اقرار ہے۔ ۱۲

اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ ان سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ زبردستی کافروں کو مسلمان کرنا اسلام میں جائز ہے۔ بلکہ ان معنوں سے صرف یہ معلوم ہوا کہ ان لفظوں کے معنی جنگ (جدھ) وغیرہ کے ہیں، چاہے کافروں ہی سے کیوں نہو۔ مگر یہہ کیونکر ثابت ہوا کہ زبردستی مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرنا چاہئے۔ باقی رہا یہہ کہ پھر کس لئے اور کس حالت میں جنگ (جدھ) کرنا چاہئے؟ تو اس کو ہم اوپر مفصل بیان کر آئے ہیں، حاجت اعادہ کی نہیں۔

فصل سویم

(جواب باب اوّل)

قبل اسکے کہ ہم اس باب کی ہر بیہودہ بات کا مفصل جواب دیں، ناظرین کو اس امر کی طرف توجہہ دلاتے ہیں کہ پنڈت جی نے اس باب میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرآن میں بڑے شد و مد سے حکم کہ کافروں کو بجبر مسلمان کرو۔ چنانچہ پنڈت جی قبل شروع کرنے اس باب کے لکھتے ہیں کہ "اسلام جسطرح دنیا میں پھیلا، اور جس چیز کے زور سے اسکی اشاعت ہوئی اسکا نام جہاد ہے........ بنا بر آں ہم نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ اسکی مفصل کیفیت قرآن و حدیث و کتب تواریخ سے عام و خاص پر ظاہر کریں"۔

لیکن، پنڈت جی تو اب موجود نہیں، ہم آریہ صاحبان سے، خصوصاً آریوں کے اون مہاشاؤں سے، جو عربی، فارسی جاننے کے مدعی ہیں، دریافت کرتے ہیں کہ بتلائیں کہ کونسی آیت اور کونسی حدیث سے پنڈت جی کا دعوی مذکورہ بالا ثابت ہوا؟

پنڈت جی ایک بھی ایسی آیت پیش نہ کرسکے، جس میں صراحتاً تو درکنار اشارۃً بھی یہہ بات پائی جاتی ہو کہ کافروں سے بجبر اسلام قبلوانا چاہئے۔ البتہ بعض آیتوں میں قتال کا حکم ہے، اور قتال کا حکم ہونا ہمارے دعوے کے منافی نہیں؛ ہم تو خود لکھ آئے ہیں کہ قتال کا حکم ہوا، اور ضرور ہوا، مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ زبردستی مسلمان کرنے کے لئے قتال کا حکم تھا جبکہ ہم قرآن کی صریح اور صاف آیتوں سے یہہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ کسی ایک فرد کو بھی جبر و اکراہ کے ساتھ مسلمان کیا جائے۔ اور ہم یہہ بھی دکھلا چکے ہیں کہ کن مجبوریوں اور مظلومیت کے وقت میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا، اور قرآن کی کھلی کھلی آیتوں سے یہہ بھی

جھوٹ میں شریک سمجھے جاؤ گے ۔

پنڈت جی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ روم و مصر وغیرہ میں ہر جگہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ زبردستی مسلمان کرنا ضروری ہے ۔ مگر یہہ سراسر افترا ہے ۔ کوئی **دیانندی آریہ** اسبات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ زبردستی مسلمان بنانے کے حامی ہیں، بلکہ ٹرکی اور مصر وغیرہ کے علمائے تو بڑی شرح اور بسوط کتابیں عیسائیوں کے اس افترا کے جواب میں تصنیف کی ہیں یہاں پر ہم ٹرکی کے ایک بہت بڑے عالم مولانا **محمد روحی آفندی خالدی** سلمہ الرحمٰن کی **اسپیچ** سے جو انھوں نے **فرانس** میں دی تھی، اور جو چھپ بھی گئی ہے، چند سطریں نقل کرتا ہوں تاکہ پنڈت جی کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہو جائے ۔ وہ فرماتے ہیں ۔

" اور ان لوگوں کے اعتراض کا ایک مختصر جواب دیتا ہوں جو کہتے ہیں کہ دین **محمدی** نے بزور شمشیر اشاعت پائی ۔ میں کہتا ہوں کہ **دین محمدی**ؐ نے محض دعوت اور اظہار معجزات سے اشاعت پائی ۔

* * * * * * *

ہمارے دعویٰ کے ثبوت کے لئے **یورپ** کی تاریخیں کافی ہیں، جنہیں حضرت **عمر فاروق** اور **صلاح الدین صفدی** کا **بیت المقدس** کو فتح کرنا، اور مسلمانوں کا **اہل یورپ** کے ساتھ نرمی اور انسانیت سے پیش آنا بیان ہوا ہے ۔ پس اے اہل انصاف ! سوچو کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے جبر کہاں تھا "

صفحہ ۶ ۔ ۷ ۔ ۸ کے حاشیہ میں **پنڈت جی** نے جہاد ۔ غزا ۔ **غنیمت** ۔ سریہ وغیرہ کے معنی چند اردو فارسی کی لغت سے لکھے ہیں ۔ مگر نہ معلوم اس سے **پنڈت جی** کو کیا فائدہ ہوا، کیونکہ جیسا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ پنڈت جی اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ **غزوہ** وغیرہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ کفار کو بجبر مسلمان کرنیکے لئے لڑا جائے ۔ یہہ ثابت نہ ہوا ۔ مثلاً دیکھو **پنڈت جی** لکھتے ہیں کہ " **غزوہ** ۔ بالفتح، قصد کردن و بجنگ کسے رفتن " پھر فرماتے ہیں " **غزاۃ** بالفتح، غزا کنندگان و آں جمع غازی است " پھر لکھتے ہیں " **غزوات** بفتحاۃ، جمع غزوہ " پھر تحریر فرماتے ہیں " سریہ ۔ بالفتح اول و کسر ثانی و تشدید تحتانی، لشکریکہ از دہ از پنجکس باشد تا چہارصد کس، و باصطلاح اہل حدیث، لشکریکہ **حضرت رسالت پناہ**ؐ خود بذات مقدس در آں نہ باشد و بسر کردگی یکے از اصحاب باشد ۔ *

* ان نقلوں میں غلطیاں ہیں، وہ خاص پنڈت جی مہاراج کی غلطیاں ہیں جنکو میں نے اسی طرح نقل کر دیا ۔ ۱۲

الفاظ آئے ہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مظلوم تھے ۔
پنڈت جی نے جب دیکھا کہ ان آیتوں میں میرا دعویٰ کا کوئی ثبوت نہیں، تو پڑھنے والوں کا خیال ہٹانے کے لئے **ناسخ و منسوخ** کی بحث چھیڑ دی ہے، اور یہہ کہا ہے کہ پہلی آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے ۔ ہمکو ضرورت نہ تھی کہ اس کا جواب دیتے، مگر شاید میرے **آریہ بھائی** یہہ سمجھیں کہ ہم اون کی خاطر سے پہلو تہی کرتے ہیں، اسوجہہ سے اسکا بھی جواب دئے دیتے ہیں ۔
یاد رکھو کہ **نسخ** کے حقیقی معنی ابطال و ازالے کے ہیں، اور ان معنوں کے لحاظ سے **قرآن** میں کوئی آیت منسوخ نہیں ۔ اور کیونکر ہو جبکہ **قرآن** کی آیتوں میں کچہہ بھی اختلاف نہیں قرآن کا یہہ دعوے ہے کہ **لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا** ۔
یہہ لوگوں کی غلطی ہے کہ جب دو آیتوں میں اون کے نزدیک اختلاف معلوم ہوتا ہے تو فوراً ایک کو دوسری کا ناسخ بتا دیتے ہیں، اور مندرجہ بالا آیت پر غور نہیں کرتے کہ قرآن میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا ۔ چونکہ یہہ بحث میری کتاب سے کچہہ سروکار نہیں رکھتی، اس لئے میں اس بحث کو طول نہیں دیتا، اگر ناسخ و منسوخ کی پوری بحث دیکھنی ہو تو دیکھو جواب شبہہ ورد نسخ مصنفہ **مولوی حکیم نورالدین** صاحب سلمہ اللہ تعالے ۔
ان دونوں آیتوں میں بھی کچہہ اختلاف نہیں ۔ پنڈت جی نے انکے ترجمہ میں غلطی کی ہے، اسلئے میں دونوں آیتوں کا لفظی ترجمہ لکھکر دکھلاتا ہوں کہ انمیں کچہہ بھی اختلاف نہیں ۔
ترجمہ :۔ اے نبی برانگیختہ کر ایمانداروں کو قتال پر ۔ اگر ہونگے تم میں سے بیس صبر کرنے والے، غالب آئینگے دو سو پر، اور اگر ہونگے تم میں سو غالب آئینگے ہزار کافروں پر، اسلئے کہ وہ قوم ہیں جو سمجھتے نہیں ۔ اسوقت تخفیف کی اللہ تعالے نے، اور دیکھا کہ تم میں کمزوری ہے ۔ پس اگر ہونگے تم میں سے سو صبر کرنے والے، غالب آئیں گے دو سو پر، اور اگر ہونگے تم میں ہزار، غالب آئینگے دو ہزار پر، اللہ کے حکم سے ۔ اور اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھہ ہے ۔
مطلب یہہ کہ جنگ بدر پہلی جنگ ہے، جسمیں صحابہ کرام کو عمایدِ مکہ اور صنادید **قریش** سے مقابلہ کا اتفاق پڑا، تو اس پہلی جنگ میں اللہ تعالے نے فرماتا ہے کہ آیندہ تو تمکو، اگر تم صابر ہوئے تو بیس کو دو سو کے ساتھہ، سو کو ہزار کے ساتھہ مقابلہ کرنا پڑیگا، اور تم کامیاب ہو گے، اور اس وقت اس پہلی بار میں اللہ نے تخفیف کی، اگر تمہارا مقابلہ دو چند سے ہوا تو کامیاب ہو گے ۔ بات تو صاف ہے، نہ یہاں ناسخ و منسوخ ہے نہ کچہہ اختلاف ہے ۔
دونوں آیتوں کا ایک ساتھہ ایک جگہ جنگ **بدر** کے وقت نازل ہونا اور **الآن** (اسوقت) اور بھی ہمارے دلیل کے موئد ہیں ۔

ثابت کرآئے ہیں کہ سوا اون لوگوں کے جو مسلمانوں سے لڑیں، یا جو معاہدہ توڑ کر امن میں خلل اندازی کرنا چاہیں، یا جو مسلمانوں اور اُنکے بچوں اور عورتوں کو عذاب اور تکلیف دیں، اور اسطرح ہر طرح کی آزادی میں خلل انداز ہوں، اور کسی سے لڑنیکا حکم نہیں ہے؛ تو اگر کسی آیت میں صرف لڑنے کا حکم ہوگا، تو وہ انہیں مذکورہ بالا لوگوں سے لڑنیکا حکم ہوگا۔ اور ہم تو صلح اور معاہدہ کے احکام اور جزیہ کے احکام اور حقوق ذمئین سے بھی یہہ بات بڑی وضاحت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اسلام کا ہرگز یہہ مقصد نہیں تھا کہ اسلام زبردستی منوایا جائے۔ اور ہم آنحضرتؐ کے غزوں اور سریوں کو نقل کرکے، اور خلفاء راشدین کے وقت کی کل جنگوں کے اسباب بیان کرکے، یہہ بھی ثابت کر آئے ہیں کہ ایک جنگ میں بھی ایسی نہ تھی کہ جو کافروں کو زبردستی مسلمان کرنیکے لئے کی گئی ہو۔ پھر پنڈت جی کی بے سری باتیں کیونکر قابل سماعت ہوسکتی ہیں۔

اب میں ناظرین کو دکھلانا چاہتا ہوں کہ پنڈت جی نے اپنے دعویٰ کا جو اوپر بلفظہٖ نقل کیا گیا ہے، کچھہ ثبوت دیا ہے یا صرف دعوے ہی دعوے ہے:-

قولہ - نمبر ۲ - سورۂ انفال - یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ○ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِیْنَ -

ترجمہ - اے پیغمبر شوق دلا مسلمانوں کو قتال کا - اگر ہوں تمہارے بیس آدمی صبر کرنیوالے، غالب ہونگے دو سو آدمی پر - اگر ہوں تمہارے سو آدمی، غالب ہونگے ہزار آدمی پر کافروں سے - اس سبب سے کہ وہ گروہ ہیں، جو نہیں سمجھتے - (اب پہلے حکم کو) خدا نے (اُسکی) تخفیف کردیا ہے تمہارے سر سے، اور جان لیا خدا نے کہ تمہارے میں کمزوری ہے - پس اگر ہوں تمہارے سو آدمی صبر کرنے والے، غالب آویں دو سو پر اور اگر تمہارے ہوں ہزار آدمی، غالب آویں دو ہزار پر خدا کے حکم سے - اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھہ ہے"

اقول - پنڈت جی تو اس باب میں یہہ ثابت کرنے چلے تھے کہ قرآن میں زبردستی مسلمان کرنے کے لئے لڑنیکا حکم ہے مگر ان دو آیتوں میں حکم تو درکنار، اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا - صرف قتال کا ذکر ہے، اور قتال سے مجھے انکار نہیں، اور میں دکھلا چکا ہوں کہ کن صورتوں میں قتال کا حکم دیا گیا ہے - یہاں پر بھی صَابِرُوْنَ، صَابِرَةٌ اور صَابِرِیْنَ

پنڈت جی نے غنیمت کو جو لوٹ کا مال لکھا ہے، میں خوب سمجھتا ہوں، کہ اس میں پنڈت جی کی نیت خیر نہیں، بلکہ یہہ اسلئے لکھا ہے تاکہ غنیمت کی ایک ڈراونی شکل ہو جائے ۔ اگر غنیمت کو لوٹ کا مال کہتے ہیں، تو اس لوٹ کا حکم وید میں بھی ہے، جسکو آپکے پنڈت دیانند جی یوں نقل کرتے ہیں "۔ اس آئین کو کبھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی، گھوڑا، ہاتھی، چھتر، دولت، رسد، گائی وغیرہ جانور نیز عورت اور دیگر سب قسم کا مال ومتاع اور گھی تیل وغیرہ کے کپئے فتح کئے ہوں، وہی اوسکو لیوے " (اردو ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۱۹۶ ۔)

بھاگے ہوئے غنیموں کے اسباب پر قبضہ کر لینا کیا اسبات کی دلیل ہوسکتی کہ زبردستی مسلمان بنانا جائز ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ۔ کیا وید نے بھی اسی غرض سے مال غنیمت پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا تھا کہ زبردستی آریہ بنایا جائے؟ اگر نہیں، تو پھر پنڈت جی نے اسکے ذکر سے کیا فائدہ سوچا تھا؟ اس زمانہ تہذیب میں بھی کونسی مہذب سے مہذب قوم ہے جو اس فعل کو نامہذب اور ناجائز قرار دیسکتی ہے؟ اور کون شخص ہے جو اسکو بجبر و زبردستی ہتھیاروں کے زور سے مذہب کا قبلوانا قرار دیسکتا ہے؟

قولہ "۔ نمبر ۴ سورۃ انفال ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ۔

ترجمہ ۔ اور جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور جہاد کئے خدا کی راہ میں (یعنی دین محمدیؐ کے پھیلانے کی خاطر)، اور جنہوں نے اُنکو جگہ دی اور اُنکی (روپیہ وغیرہ سے) مدد کی، ایسے آدمی وہی ہیں جو سچے مسلمان ہیں، انہیں کے واسطے معافی ہے اور نیک روزی "

اقول ۔ ناظرین! دیکھو کہ پنڈت جی نے یہاں پر کیسا دجل کیا ہے ۔ جب اونہوں نے دیکھا کہ میرا مطلب کسی طرح حاصل ہوتا نظر نہیں آتا تو فی سبیل اللہ کے معنی "خدا کے راستہ میں" لکھکر بریکٹ میں "یعنی دین محمدیؐ پھیلانے کی خاطر" اپنی طرف سے بڑہا دیا ۔ یہہ کیسی بے ایمانی ہے جو پنڈت جی نے کی ہے! بلا قرائن قویہ کے خلاف منشاء متکلم بریکٹ بڑہانا، تاکہ اپنا مطلب ثابت ہو جائے، حد درجہ کی بے ایمانی ہے ۔ تفسیر ابن عباسؓ ہی کو دیکھ لیتے، جو عموماً مترجم قرآن کے حاشیہ پر درج ہوتا ہے، کہ فی سبیل اللہ کے کیا معنی لکھے ہیں، تو اگر اون میں حیا ہوتی، تو ہرگز ایسا لکھنے کی جرأت نہ کرتے ۔ آریو! اگر پنڈت جی نے نہیں دیکھا، تو تم دیکھو " وجاھدوا فی سبیل اللہ فی طاعۃ اللہ " (تفسیر عباسی برحاشیہ قرآن مترجم ۔ مطبوعہ مطبع ہاشمی ۱۲۸۵ھ ۔ صفحہ ۲۰۸) دیکھو! یہاں فی سبیل اللہ کے معنی "دین محمدی پھیلانے کی خاطر"

ان دونوں آیتوں کا ترجمہ لکھنے کے بعد پنڈت جی فرماتے ہیں :- اسپر شاہ ولی اللہ صاحب حاشیہ چڑھاتے ہیں صحابہ از اسیران الخ :-

علاوہ اس کے کہ یہہ حاشیہ کچھہ حقیقت نہیں رکھتا، جبکہ اسکا اثر کچھہ قرآن وسنت میں نہیں پایا جاتا، پنڈت جی کی یہہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ اس حاشیہ کو آیت نمبر ۲ کا حاشیہ بتاتے ہیں - یہہ ہرگز اس آیت کا حاشیہ نہیں ہے - ان دونوں آیتوں میں قیدیوں اور فدیہ کا ذکر تک نہیں ہے، پھر یہ حاشیہ انکے متعلق کیونکر ہوسکتا ہے ؟

آیت نمبر (۱) کا ترجمہ لکھکر فرماتے ہیں :- پہلے یہہ آیت نازل ہوئی، لیکن مسلمان مقابلہ کفار پر نہ ٹھہر سکے الخ :-

میں آریوں سے پوچھتا ہوں کہ پنڈت جی نے یہہ کیا کہہ دیا ؟ یہہ دونوں آیتیں تو جنگ بدر کے وقت نازل ہوئی ہیں، اور جنگ بدر میں، جو کامیابی اور فتحمندی مسلمانوں کو نصیب ہوئی، وہ بچہ بچہ تک جانتا ہے پھر "مقابلہ کفار پر نہ ٹھہر سکے" چہ معنی دارد ؟ کیا تم پنڈت جی کی ایسی ہی جھوٹی باتوں پر خوش ہو بیٹھے ہو، اور ذرا نہیں شرماتے ! کیا ایسے ہی جھوٹے تم میں پنڈت، سوامی اور کہا کیا لقب پاتے ہیں ؟ شرم ! شرم !! شرم !!!

قولہ :- نمبر ۳ - سورۂ انفال - يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ -

ترجمہ - اے پیغمبر کہو ان قیدیوں سے، جو تمہارے ہاتھ میں ہیں، کہ اگر جانے خدا تمہارے دل میں نیکی یعنی ایمان محمدی تو بیشک دیگا تمکو بہتر اس (مال و اسباب) سے، جو تمہارا لیا گیا ہے، اور تم کو بھی معاف کردے گا ؛ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے :-

اقول - ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس آیت سے جبرًا مسلمان کرنا کہاں ثابت ہوا ؟ بلکہ اس سے تو اگر ثابت ہوا تو یہی ثابت ہوا کہ اون کو بذریعہ وعظ و نصیحت کے اسلام کی دعوت کی گئی - مگر ایک بات اور غور کے قابل ہے کہ پنڈت جی نے ترجمہ میں "یعنی ایمان محمدی" اپنی طرف سے بڑھایا ہے، ورنہ اس آیت کے یہہ معنی ہیں کہ اگر تمہارے دل میں نیکی ہو، یعنی مسلمانوں کو نہ ستاؤ اور جیسا کہ اسوقت تمنے وعدہ کیا ہے کہ پھر مسلمانوں سے نہ لڑینگے، اس پر قایم رہو اور خیانت نہ کرو، تو تم کو خدا اس کا بدلہ دیگا، اور معاف کریگا - اسکے بعد کی آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "خیرًا" سے یہاں یہی مراد ہے جو ہمنے لکھا، کیونکہ وہ آیت یوں ہے - وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ الخ -

قولہ :- اور لوٹ کے مال کی بابت خدا کہتا ہے - فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا :-

اقول - ۵ بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم -

اور پبلک کو دکھاؤں گا کہ پنڈت جی میں کہانتک انصاف تھا، اور کہاں تک سچ کو قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں مستعدی رکھتے تھے - اس امر کے ثبوت مزید کے لئے کہ پنڈت جی ہرگز سچ کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اور جھوٹ سے پیار کرتے تھے، ہم ان آیتوں کے معنی تفسیر حسینی ہی سے لکھتے ہیں، جس سے پنڈت جی کو بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے، (اور کیوں نہ ہوتی، اُنکا علم اس سے آگے بڑھنے کب دیتا تھا، جو متعدد عربی تفسیروں کو دیکھتے -) تاکہ معلوم ہو کہ کس طرح پنڈت جی نے حقیقی معنی سے الدم الگ ہو کر اور جان بوجھکر ایک من گڑھت معنی لکھکر عوام کو دھوکا دینا چاہا ہے - تفسیر حسینی کے معنی یہ ہیں :-

"پس چوں بگذرد ماہہائے حرام یعنی بست روز ذی الحجہ و تمام محرم پس بکشید مشرکان را کہ عہد نہ کردہ اید با ایشاں یعنی آنانکہ عہد شما شکستہ اند ہر جا کہ بیابید در حل و حرم و بگیرید ایشاں را باسیری و باز دارید شان از طواف مسجد حرام و بنشینید برائے ایشان بر ہر ممرے یعنی بستہ گردانید برایشاں راہ ہا تا منتشر نگردند در بلاد و قریٰ - پس اگر باز گردند از شرک بایماں و بپائے دارند نماز و بدہید زکوٰۃ اموال خود را و ازیں ہر دو عمل دلیل تصدیق ایشان روشن شود پس خالی کنند راہ ایشاں را یعنی دست بدارید از ایشاں و راہ دہید تا ہر جا کہ خواہند روند، بدرستیکہ خدائے امرزندہ است مر گناہہائے گذشتہ ایشاں را، مہربان است بدادن ثواب بحساب بدیشاں - و اگر یکے از مشرکاں کہ تعرض ایشاں میبایدکرد بعد از انقضائے اشہر حرم زنہار خواہد از تو پس ایمن ساز او را و زنہار دہ تا بشنود سخن خدائے را کہ قرآن است پس اگر اسلام نیارد برساں او را بجائے کہ موضع امن اوست - این امان دادن بسبب آنست کہ ایشاں گروہے اند کہ نمیدانند خدا یرا و سخن او نشنودہ اند پس اماں باید داد تا بشنود کلام خدا را و دراں تدبر و تفکر نماید"

تو اب ناظرین غور کریں کہ جب آیت وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ الخ سے یہہ بیّن طور پر ثابت ہو گیا کہ ایسے کافروں کو بھی جو صلح اور امن کے عہد کو توڑ چکے ہوں امن دیجائے اور ہرگز ہرگز بجبر مسلمان نکیا جائے، بلکہ صرف قرآن کی صداقت اون کو سمجھا دیجائے، اور اوسپر بھی وہ ایمان نہ لائیں تو اون کو اون کے گھروں تک پہونچا دیا جائے، تو پھر بجبر مسلمان کرنا ان آیتوں سے کہاں ثابت ہوا - تو اب اوپر کی آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ - الخ کا سوا اس کے اور کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسے مشرک جو صلح اور امن کا معاہدہ توڑ کر امن میں خلل انداز ہوئے ہوں، وہ مسلمانوں کے حق میں بڑے مخدوش گروہ ہیں - اُنسے لڑو، اونکی راہوں کو روکو، اون کی شرارتوں سے پورے ہوشیار رہو، کیونکہ تمہاری ذرا سی غفلت پر

لکھا ہے، "یا اللہ کی فرمانبرداری ہیں" مرقوم ہے؟ شرم! شرم!! شرم!!!
اور علاوہ اسکے جاهدوا سے "جہاد کئے" یعنی "جنگ کئے" قرآن کے محاورے کی رو سے کوئی ثابت نہیں کر سکتا - یہاں پر بھی جاہدوا عام کوشش وسعی وغیرہ کے لئے آیا ہے۔

قولہ - نمبر ۵ - سورۂ مائدہ - اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ -

ترجمہ - (مسلمان لوگوں کی تعریف یہ ہے، گویا ایک قسم کا حلیہ) وہ تواضع کرنیوالے ہیں مسلمانوں پر، سختی کرتے ہیں کافروں پر - جہاد کرتے ہیں خدا کے راستہ میں، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے - یہہ خدا کی بخشائش ہے"

اقول - پنڈت جی! یہہ مسلمانوں کا حلیہ نہیں، یہہ آپکی غلط فہمی ہے - یہاں الکافرین سے کل کافر مراد نہیں ہیں بلکہ وہ خاص کافر، جو مسلمانوں کی بیخ کنی میں دل وجان سے کوشش کر رہے تھے، اور جنکے بعض منافقین خفیہ سروکار رکھتے تھے، جنکا اوپر کی آیتوں میں ذکر ہے - اور ال یہاں استغراقی نہیں بلکہ عہد ذہنی اور تخصیصی ہے - کیونکہ ایسے کافروں سے جو مسلمانوں کو ستاتے نہیں دوستی اور سلوک کرنے کا بڑی شد و مد کے ساتھ حکم ہے - لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ (سورۂ ممتحنہ - آیت - ۷) یعنی "جو لوگ تم سے لڑے نہیں، اور نہ تمکو تمہارے گھروں سے نکالا، اُنکے ساتھ سلوک کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے"

پس کیسی صاف بات ہے کہ سچے مسلمان اُن کافروں پر جو دن رات مسلمانوں کی بیخ کنی میں لگے رہتے اور جن سے منافقین خفیہ سروکار رکھتے سختی کرتے تھے - مگر اس کا کیا علاج ہو کہ "ہٹ دھرمی خلاف منشا متکلم کلام کے معنی کیا کرتے ہیں - (دیباچہ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۷) اور آنکے پیچھے کے نہ سمجھنے والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا" (بھومکا - صفحہ ۵۲)

قولہ - نمبر ۶ - سورۂ توبہ - فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝ -

اقول - ناظرین! ان آیتوں کے معنی میں پنڈت جی نے بڑا ہی دجل کیا ہے، اور جان بوجھ کر پبلک کو دھوکا دینا چاہا ہے، اسلئے میں پنڈت جی کے معنی کی ہر ایک غلطی کو نیچے بیان کرونگا

اور اسلام کی تبلیغ کر چکنے کے بعد اوسکو اوس کے امن کی جگہ یعنی گھر تک پہونچا دو، اور ہرگز ہرگز جبر نہ کرو، تو پھر مسلمان کرکے اور قتل کرنے کے بغیر نہ چھوڑنا چہ معنی دارد - یہہ بھی ہے پنڈت جی کے جھوٹ سے پیار کرنے کا ایک ثبوت!

ثم ابلغہ مامنہ کے معنی پنڈت جی مہاراج لکھتے ہیں "تو اوسکو پہونچا دے لشکر گاہ اسلام میں" اے جھوٹے! مامنہ کے معنی لشکر گاہ اسلام تونے کیونکر لکھدیا؟ کیا تیرے وید کی یہی تعلیم ہے اور تجھکو اوس نے یہی سکھلایا ہے کہ جب کوئی لفظ تیرے غلط خیال کو الدم بیخ دین سے اوکھیڑ دینے والا آئے، تو تو اُس لفظ کا ایسا معنی اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے کردے کہ جس معنی کو اُس لفظ سے اتنا ہی سروکار نہ ہو جتنا کہ گدہے کو سینگ سے؟ کیا ایسی ہی کرتوتوں سے تو نادان آریوں کو خوش کرنا چاہتا تھا؟ ابلغہ مامنہ کے معنی سوا اس کے کچھہ نہیں ہوسکتے کہ پہونچا دو اُسکو اوس کی امن کی جگہ یعنی اُسکے وطن تک، گھر تک، جیسا کہ تفسیر حسینی والے نے بھی لکھا ہے، اور دوسرے تفسیروں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے*۔ چنانچہ تفسیر عباسی میں ہے "ابلغہ مامنہ وطنہ الی حیث ما جاء ان لم یؤمن" (تفسیر عباسی برحاشیہ قرآن مترجم مطبوعہ مطبع ہاشمی دہلی ۱۲۸۵ھ صفحہ ۲۰۹) - یہہ ہے ایک بہت بڑا ثبوت پنڈت جی کے جھوٹ سے پیار کرنے اور سچ سے دشمنی رکھنے کا!

حاشیہ میں اس پشاوری معنی کو عوام کے نزدیک درست ثابت کرنیکے لئے مسافر صاحب لکھتے ہیں "کیونکہ جہاد کے وقت میں سوائے مسلمان ہونے یا قتل ہونیکے کوئی امن کا سامان قرآن میں نہیں ہے"۔

اے پنڈت! تجھے خدا سمجھے - کیوں دیدہ و دانستہ پبلک کو دھوکا دے رہا ہے؟ کیا آپس میں صلح کا ہونا اور امن کا معاہدہ ہونا امن کا سامان نہیں؟ جسکے بارہ میں قرآن فرماتا ہے - فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (سورۂ نساء - آیت ۹۲) یعنی "تو اگر وہ تم سے کنارہ کریں، پھر نہ لڑیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام بھیجیں، تو اللہ نے اُنپر تم کو لڑنیکا اختیار نہیں دیا ہے" اور کیا غیر مذہب والوں کا مغلوب ہو کر جزیہ قبول کرنا، جسکے بعد اُنکو باوجود سابقہ مخالفت اور

---

* یعنی وطن کو اوسکے (تفسیر وطن) اوس جگہ سے جہاں سے وہ آیا ہو اگر نہیں ایمان لایا ہے۔

پنڈت لیکھرام پشاور کا رہنے والا تھا - ۱۲ -

یعنی پنڈت لیکھرام آریہ مسافر - ۱۲ -

وہ تمکو پیس ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔ غرضکہ ہر وقت اون سے ہوشیار رہو، غفلت نہ کرو۔ ہاں اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو پھر کوئی اندیشہ نہیں فخلوا سبیلھم۔ یعنی اب اون سے ہوشیار اور خوفزدہ رہنے اور روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں ہرگز یہہ مراد نہیں کہ اون کو بجبر تلوار کے ذریعہ سے مسلمان کیا جائے، بلکہ صرف مراد یہہ ہے کہ جب وہ کسی طرح مسلمان ہوجائیں، تب اون سے ہوشیار رہنے اور روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اگر زبردستی مسلمان کرنا مقصود ہوتا تو نیچے کی آیت میں ان احد من المشرکین۔ الخ میں یہہ ہرگز حکم نہ ہوتا کہ اگر امن چاہیں، تو امن دو اور صرف اسلام کی تبلیغ کردو اور کچھہ جبر نکرو، بلکہ اُنکو اون کے امن کی جگہ یعنی گھروں تک پہونچا دو۔ اور آزادی مذہب کے بارے میں جو کچھہ ہم فرما چکے ہیں اوسپر بھی غور کرنا چاہئے۔

اب ہم پنڈت جی کا دجل یعنی اون کے معینوں کی وہ غلطیاں جو اونہوں نے دیدہ و دانستہ اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے کی ہیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ کس طرح پنڈت جی جھوٹ سے پیار کرکے عوام کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔

فاقتلوا المشرکین کے معنی پنڈت جی نے لکھے ہیں "تب قتل کرو مشرکوں کو" یہہ غلط ہے، اس ترجمہ سے عموم پایا جاتا ہے، مگر یہاں ال عہد ذہنی کا ہے، یعنی اون مشرکوں کو جنہوں نے امن وصلح کا عہد توڑ دیا ہے۔ جنکا قبل و بعد کی آیتوں میں ذکر ہے۔ مگر ہٹ دھرمی خلاف منشا متکلم کلام کے معنی کیا کرتے ہیں" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

"اور آگے پیچھے کے نہ سمجھنے والے جاہلوں کو واقفی علم نہیں ہوتا" (بھومکا صفحہ ۵۲) چنانچہ تفسیر حسینی میں بھی یہی ترجمہ کیا گیا ہے "مشرکاں را عہد نہ کردہ اند با ایشاں یعنی آناں کہ عہد شمارا شکستہ اند" یہہ ہے ایک ثبوت پنڈت جی کے جھوٹ سے پیار کرنیکا۔!

فخلوا سبیلھم کے معنی پنڈت جی کے کرتے ہیں "تب اون کو بغیر قتل کرنے کے چھوڑ دو" تو خالی کرو اون کی راہ" یا چھوڑ دو اون کی راہ" یعنی روک ٹوک کرنیکی اب ضرورت نہیں۔ سبیلھم کے معنی اُنکو بغیر قتل کرنے کے" میں نے پنڈت جی ہی سے سنا ہے۔ اور اس معنی کے پنڈت جی ہی میرے اوستاد ہیں۔ یہہ ہے ہمارے اوستاد کے جھوٹ سے پیار کرنیکا ایک اور ثبوت!۔

بریکٹ میں پنڈت جی لکھتے ہیں" (غرضکہ بغیر مسلمان کرنے یا قتل کرنے کے مت چھوڑو۔)" افسوس! اگر پنڈت جی کو دوسری بہت ساری آیتوں پر غور کرنے کی فرصت نہ تھی، تو اسی پہلی آیت وان احد من المشرکین۔ الخ ہی کو کیوں غور سے نہیں دیکھ لیا تھا، جس میں صاف صاف ہدایت ہے کہ اگر کوئی تمہارا دشمن مشرک بھی امن چاہئے تو امن دو

پس مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافرون اور منافقون کے ساتھہ وعظ ونصیحت سے کوشش کرو، اور اون کے ساتھہ سختی کرو، یعنی اُن سے نرم نہ ہو جاؤ، اور اون کے دہوکے مین نہ آجاؤ گے۔[1]

قولہ۔ نمبر ۱۰۔ سورہ توبہ۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا ۔

اقول۔ ناظرین! ہمکو تو ایک ایسا مخاطب مل گیا ہے، جو سمجھتا ہی نہین کہ ہمکو کیا لکھنا چاہئے اور ہم کیا لکھ رہے ہین! اس آیت مین کوئی ایسی بات نہین جسکی تصریح کی جائے، صرف ایک غلطی جو پنڈت جی نے دیدہ ودانستہ کی ہے، قابل توجہ ہے۔ **پنڈت جی** نے وعدًا علیہ حقًا کو اس آیت کے ساتھہ ملایا ہے، مگر حقیقت مین اس جملہ کو اس آیت سے کوئی تعلق نہین، بلکہ وعدًا علیہ حقًا سے دوسری آیت ہی شروع ہوتی ہے، اور یہہ اوسی آیت کا ایک جملہ ہے دیکھو! یقتلون اور وعدًا علیہ حقًا کے درمیان مین (قف) ہے اور یہہ علامت ایسی موقعون پر ہوتی ہے جہان قاری کو گمان ملانے کا ہو مگر حقیقت مین وہ ملا ہوا نہ ہو اور اکثر بے تعلق ہو۔ مگر باوجود (قف) کے **پنڈت جی** نے ملا ہی دیا، اور اپنی کتاب مین (قف) کو اکثر کہا ہی گئے، او ٹوکا تک نہ لی۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ ایسی جہالت اور قرآن پر اعتراض، العجب ثم العجب! تو جب وعدًا علیہ حقًا کو اس آیت سے سروکار نہین رہا، تو پھر پنڈت جی کو یہہ لکھنا کہ "اور قتل ہو جاتے ہین بموجب سچے وعدہ خدا کے الخ" بھی درست نہ رہا۔

اور اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: "تحقیق اللہ نے خرید لین مومنون سے انکی جانین اور اموال بعوض اسکے کہ اون کے لئے بہشت ہے۔ لڑتے ہین اللہ کے حکم سے، تو مارتے بہی ہین، اور مرتے بھی ہین"

قولہ۔ نمبر ۱۱۔ توبہ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔

اقول۔ ناظرین! اس آیت مین بہی کوئی ایسی بات نہین جس سے **پنڈت جی** کے

---

[1] دی جہاد۔ مصنفہ مولوی چراغ علی صاحب۔ صفحہ ۱۸۶۔

جنگ وجدل کے پوری آزادی ملتی ہے، امن کا سامان نہیں؟ جسکے بارہ میں خدا اسی سورۂ توبہ میں فرماتا ہے - حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ط (سورۂ توبہ رکوع ۴-)
خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی کافر قوموں سے امن کے معاہدے کئے ہیں، اور بہت سی قوموں سے جزیہ پر امن کا معاہدہ ہوا ہے، جس کا ہم بہت کچھ گذشتہ بابوں میں ذکر کر آئے ہیں، پھر بھی یہہ کہنا کہ قرآن میں سوا قتل ہونے یا مسلمان ہونے کے کوئی امن کا سامان نہیں کیسا گندہ جھوٹ ہے - یہہ بھی ایک بہت بڑا ثبوت ہے مسافر صاحب کے جھوٹ سے پیار کرنیکا!

قولہ ۷ نمبر - سورۂ توبہ - وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ۔

اقول - یہاں پر تو پنڈت جی نے عجیب چالاکی کی ہے کہ آگے پیچھے کے جملوں کو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑنیکا اُنسے حکم ہے جو صلح کے عہد کو توڑ کر امن میں مخل ہوتے ہوں، نہ درج کرکے صرف بیچ سے ایک ناتمام جملہ نقل کر دیا ہے، اور ترجمہ میں یہہ لکھدیا ہے کہ دین میں اعتراض کرنے کی وجہہ سے قتل کرنیکا حکم ہے، حالانکہ اسی جملہ کے بعد جسکو انہوں نے نقل کیا ہے، اس قتال کی وجہ بتائی گئی ہے - اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ - یعنی (یہہ اسلئے کہ) انکے عہد و پیمان کچھہ (حقیقت) نہیں (رکھتے)" - اور پوری آیت یہ ہے - وَاِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ لا اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ ۝

قولہ - نمبر ۸ - سورۂ توبہ - اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَاتِلُوْھُمْ یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ بِاَیْدِیْکُمْ وَیُخْزِھِمْ وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْھِمْ۔

اقول - واہ پنڈت جی واہ! آپنے تو کمال کیا ہے کہ ایک آیت کا ایک جملہ آخر کا لکھکر اسکو اوس کے بعد کی آیت کے چند جملوں سے ملا دیا، اور اس طرح اپنا مطلب ثابت کرنا چاہا - مگر اسپر بھی آپ کو کچھ فائدہ حاصل نہوا - خیر یہ تو الگ بات ہے کہ اس چالبازی سے بھی آپکو کچھہ فائدہ نہوا، مگر یہہ کیسی ایمانداری تھی کہ ایک جملہ ادہر کا اور ایک جملہ اُدہر کا اور چند جملے ادھر کے لیکر اپنا مطلب نکالنا چاہتے تھے؟ افسوس ایسی بے حیائی پر اور ایسی کمینہ کرتوتوں پر! ناظرین! اب ہم ان دونوں آیتوں کو، جنمیں سے ایک کے آخیر کا جملہ اور ایک کے پہلے چند جملے پنڈت جی نے نقل کئے ہیں، لکھکر انصاف چاہتے ہیں کہ ان آیتوں سے بجبر مسلمان کرنے کے لئے لڑائی کرنا ثابت ہوتا ہے یا مظلومیت کی حالت میں دشمنوں کے حملوں سے بچنے کے لئے :-

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ط اَتَخْشَوْنَھُمْ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ کیوں نہیں لڑتے ایسی قوم سے کہ جنہوں نے توڑ دیا اپنے (صلح کے) عہدوں کو، اور فکر میں ہیں کہ رسول کو نکال دیں، اور اُنہوں نے ہی پہلے چھیڑ کی تمسے ۔ کیا اُنسے تم ڈرتے ہو، پس اللہ ہے زیادہ حقدار کہ اُس سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو ۔ سو لڑو اون سے تا عذاب دے اللہ اون کو تمہارے ہاتھوں سے، اور رسوا کرے اُنکو، اور مدد کرے تمہاری اونپر، اور ٹھنڈی کرے بہت سے (مظلوم) مسلمانوں کے دل ۔

قولہٗ ۔ نمبر ۹ ۔ سورۂ توبہ ۔ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۔

ترجمہ ۔ اے پیغمبر جہاد کر کافروں سے اور جہاد کر منافقوں سے اور سختی کر اون پر اور جگہ اون کی دوزخ ہے ۔

اقول ۔ تو پھر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ زبردستی مسلمان بنانے کے لئے جنگ کیا جائے ۔ اور جب شروع سورۃ ہی سے ایسے کافروں کا ذکر چلا آرہا ہے کہ جنہوں نے معاہدہ توڑا اور رسول کو جلا وطن کرنے کی فکر میں اور اون منافقوں کا بھی قبل و بعد کی آیتوں میں ذکر موجود ہے جو اُن کافروں کے ساتھ ملکر اسلام کی بیخ کنی میں لگے رہتے تھے ۔ تو انہیں لوگوں سے جہاد کا حکم ہوا نہ کہ دوسروں سے، جبکہ الف و لام عہد ذہنی بھی موجود ہے، مگر آگے پیچھے کے نہ سمجھنے والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا ۔ (بھومکا صفحہ ۵۲)

ہاں یہہ یاد رہے کہ قرآن کے محاورے کی رو سے جاهد وغیرہ سے جنگ کرنا سمجھا نہیں جاسکتا، اور اس آیت میں تو اور بھی ناممکن ہے کہ جہاد کرنے سے جنگ کرنا سمجھا جائے ۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم منافقین سے کبھی لڑے نہیں، اسلئے جاهد کے معنی جنگ کرنے کے نہیں لئے جاسکتے ۔ آنحضرت نے جس حکم پر اپنا عمل رکھا وہ اس آیت سے نکلتا ہے ۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ ۔ ترجمہ ۔ اور اے پیغمبر کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانو اور اون کی ایذا دہی کی (کچھ) پروانہ کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو، اور خدا کارساز بس ہے ۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۷) ۔

پنڈت جی کے مطلب کا ثابت ہونا تو درکنار اُنکے مطلب کی طرف اشارہ تک بھی پایا نہیں جاتا ہے ۔

حنین والوں کو تو زبردستی مسلمان کرنے کے لئے گئے تھے؟ اور ہم غزوات نبوی میں مستند تاریخی حوالجات سے بتلا چکے ہیں کہ قوم ہوازن وغیرہ حنین میں اہل اسلام سے لڑنیکو اکٹھی ہوئی تھیں، اسوجہہ سے انپر حملہ کیا گیا تھا۔

پھر پنڈت جی مدارج النبوۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حنین میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ مگر یہہ غلط ہے، قرآن میں صاف فتح کا ذکر ہے، جیساکہ اوپر گذر چکا ہے، اور تاریخیں بھی قرآن کی ہمزبان ہیں۔ مدارج النبوۃ میں بھی ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے۔ پنڈت جی نے صرف شروع کے واقعات لکھے ہیں اور پھر آگے نہیں بڑھے ہے۔

اس کے بعد پنڈت جی نے مدارج النبوت، فصل الخطاب، اور حاشیہ قرآن شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے جنگ بدر اور جنگ احد کے کچھہ حالات لکھے ہیں۔ مگر نہ معلوم اس سے انکا کیا مطلب تھا؟ کیونکہ جو بات وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام بجبر پھیلا، ان حوالوں میں بھی پایا نہیں جاتا۔

ایک بات اس میں قابل ذکر ہے کہ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کے حضرت امیر حمزہ رضہ کے جگر چبانے اور مسلمان مقتولوں کے گوشش و بینی کاٹ کر اون کے ہار بناکر گلے میں پہننے کو پنڈت جی تعریف کے ساتھہ بیان کرتے ہیں، اور اوس عورت کو بہادر، شجاع اور نیک بخت عورت کے خطاب سے یاد کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا دل کیسے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا، اور آریوں کی پاک اور اچھوتی عورتیں ایسی ہی ہوا کرتی تھیں اور ہوا کرتی ہیں کہ مردوں کے اعضا جگر، ذکر، ناک، بینی وغیرہ چبانے اور ہار بناکر لٹکانے میں بھی دریغ نہیں کرتیں کیوں؟

پھر پنڈت جی لکھتے ہیں کہ بدر میں محمدی لشکر کی تعداد پندرہ سو (۱۵۰۰) تھی۔ اے آریو! تمہارے پنڈت کی اسقدر جھوٹ بولنے کی عادت کیوں تھی؟ پنڈت جی نے تو کوئی حوالہ نہیں دیا، کیا تم ہی کسی تاریخ کا حوالہ دیسکتے ہو جس میں لکھا ہو کہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ سو (۱۵۰۰) تھی؟ تمام تاریخوں میں مسلمانوں کی تعداد تین ساڑھے تین سو لکھی ہے اور قریشیوں کی ہزار (دیکھو، ابن ہشام، تاریخ طبری، اور ابن الاثیر وغیرہ۔ ذکر جنگ بدر)۔

فرشتوں کی مدد پر پنڈت جی کو تعجب ہوتا ہے۔ پنڈت جی! اگر فرشتوں کی مدد نہ ہوتی تو قلیل التعداد مسلمان کثیر التعداد قریشیوں پر فتح کیونکر پاتے! اور فرشتوں کی مدد کیا ہے؟ مسلمانوں کے دلوں میں تسلی، بہادری، شجاعت، حزم اور احتیاط پیدا کرنا۔ یہہ نہ ہوتا تو فتح ناممکن تھی۔

قولہ، (صفحہ ۱۳۳) "سورۂ توبہ۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ

مگر پنڈت جی کو تو صرف آیات کے نقل کرنے سے غرض تھی، تاکہ نادان آریہ جانیں کہ ہمارے پنڈت جی بڑے قرآن دان ہیں۔ اسلئے ہم صرف اس آیت کا ترجمہ لکھکر آگے بڑھتے ہیں۔

ترجمہ :- اے وہ جو ایمان لائے ہو لڑو اُن کافروں سے، جو تمہارے نزدیک ہیں۔ (یعنی بنی قریضہ، بنی نضیر، اور اہل فدک و خیبر ۔۔) اور معلوم کریں وہ تم میں قوت جنگ اور یاد رہے کہ خدا پرہیزگاروں (یعنی بدعہدی سے بچنے والوں) کے ساتھ ہے۔

یہہ حکم تو خاص قبیلوں کے لئے اُنکی شرارتوں کی وجہہ سے تھا، پھر پنڈت جی اسکو کیوں نقل کیا ؟ آیات کی تعداد بڑھانے کے لئے۔

قولہ :- نمبر ۱۲- توبہ- يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ہ

ترجمہ- جو جہاد کرتے ہیں اپنے مال سے، اپنی جان سے، ایسے ہی پرہیزگاروں کو خدا جانتا ہے۔

اقول- باوجود اسکے کہ پنڈت جی نے آیت کو ادھورا نقل کرکے بہت کچھ معنی میں غلطی کی ہے، اُسپر بھی پنڈت جی کو اسکے نقل کرنے سے کچھہ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ خیر ہم اس پوری آیت کو لکھکر ترجمہ لکھہ دیتے ہیں، جس سے پنڈت جی کی عربی دانی کی بھی قلعی کھل جائیگی، اور معلوم ہو جائیگا کہ پنڈت جی نے لفظ جو اور ایسے ہی ترجمہ میں اپنے گھر سے لایا ہے- وھوھذا

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ہ

ترجمہ- وہ جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر، تجھہ سے رخصت نہیں مانگتے اس سے کہ جہاد کریں اپنے مال اور جان سے- اور اللہ پرہیزگاروں کو جانتا ہے۔

قولہ :- نمبر ۱۳- توبہ- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ لا إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ہ

ترجمہ- تحقیق فتح دی تمکو بہت جگہ میں، اور حنین کے روز بھی، جب تعجب دلایا تمکو تمہاری کثرت نے، پس دفعہ نہ کیا اس زیادتی نے تمہارے سے کچھہ چیز کو، اور تنگ ہوئی تمہارے پر زمین باوجود اسکی فراخی کے، پس تم بھاگے پشت دیکر۔

اقول- ہاں پنڈت جی ! پھر اس سے کیا ہوا ؟ یہی ہوا تاکہ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ آگیا، اور اسلئے وہ بے احتیاط ہو گئے، اور مقابلہ جو ناگہاں ہو گیا تو وہ بھاگ چلے، پھر خدا نے مدد کی، اور وہ فتحیاب ہوئے- مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ مسلمان

اکراہ سے مسلمان بنایا جاوے۔ (دیکھو ابواب سابقہ کو)

البتہ بعض کم فہم یہہ خیال کر سکتے ہیں کہ گو اس آیت سے جبراً مسلمان کرنیکے لئے لڑنا ثابت نہیں ہوتا، تاہم بلا وجہہ جنگ کرنا ظاہر ہوتا ہے، مگر میں بڑی متانت سے اون کو جواب دیتا ہوں کہ جب قرآن کریم میں صاف آتیں ہیں کہ سوا ظلم اور زیادتی کرنیوالوں اور دغا بازوں کے اور کسی سے جنگ نکرو، بلکہ اون سے دوستی اور سلوک کرو، اگرچہ وہ دوسرے مذہب کے پیرو ہوں، تو پھر اس آیت سے یہہ کیونکر سمجھا جاسکتا ہے کہ بلا وجہہ جنگ کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس [illegible] یہی سمجھا جائیگا کہ یہہ آیت بھی اونہیں لوگوں کے بارہ میں ہے جنسے لڑنے کی وضاحت کرکے [illegible] قرآن کریم نے حکم دیا ہے، یعنی اُنسے جو مسلمانوں سے لڑیں، اور اون سے جو معاہدہ توڑ کر دغا [illegible] ہیں، اور اسطرح امن میں خلل انداز ہوں، اور اون سے جو مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر ظلم و زیادتی کریں اور اون کی آزادی چھین لیں، جنکو ہم مفصل احکام جنگ میں لکھہ چکے ہیں۔

غور کرو ان آیات پر کہ کس صفائی سے ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور دغا بازی سے بچنے والے غیر مذہب کے پیروؤں سے بھی لڑنیکو منع فرمایا ہے۔

(۱) قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝[1] (سورۂ بقر۔ آیت ۱۸۶۔)

(۲) فَاِنِ انْتَہَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝[2] (سورۂ ایضاً۔ آیت ۱۸۹)

حد سے گذرنے والوں ظالموں اور زیادتی کرنیوالوں کی تصریح مندرجہ ذیل آیتوں میں بھی ہے، جو اسی سورہ کی آئتیں ہیں، جسکی آیت اسوقت پیش نظر ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ ؕ اِنَّہُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً ؕ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝[3] (سورہ توبہ۔ آیت ۹و۱۰ رکوع ۲)۔

---

[1] لڑو اللہ کی راہ میں اُن سے، جو تمسے لڑتے ہیں اور زیادتی (بغیر اُنکے لڑے لڑائی) مت کرو، کیونکہ زیادتی کرنے والوں (یعنی بلا وجہہ لڑنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا" ۱۲

[2] یعنی اگر وہ ظلم و زیادتی کرنا موقوف کردیں، تو دست درازی کرنی نہیں چاہیئے، کیونکہ دست درازی تو سوا ظالموں کے کسی پر جائز ہی نہیں " ۱۲

[3] اللہ کے نشانات کے عوض انہوں نے تہوڑے دام لئے، اور اللہ کے راستہ سے دوسروں کو روکتے رہے، بحقیقت میں وہ جو کرتے ہیں (یعنی دوسروں کو مسلمان ہونے سے جو روکتے ہیں) بہت ہی بُرا ہے۔ مومنوں کے بارہ میں [illegible] کا لحاظ رکھتے ہیں نہ عہد کا اور یہی لوگ حد سے گذرنے والے ظالم ہیں " ۱۲

اَلْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ط"

اقول - قبل اسکے کہ میں اس آیت کے معنی لکھکر اوسپر بحث کروں، میں ناظرین کو یہہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ **پنڈت جی** نے اس آیت کے معنی میں بڑا دہوکا دیا ہے، اور اس کے دو ٹکڑے کرکے ایک کو عام مشرکین کے لئے مانا ہے اور ایک کو **اہل کتاب** کے لئے مگر یہہ اون کی محض غلطی ہے، اور جو شخص کچہہ بھی **عربی** سے شد بد رکھتا ہوگا، اوسپر **پنڈت جی** کی غلطی کھل جائے گی -

ترجمہ پنڈت جی :- "جنگ کرو اُن کے ساتھہ جو ایمان نہیں لاتے خدا پر، اور نہ قیامت پر، اور حرام نہیں جانتے جنکو خدا اور پیغمبر نے حرام کیا، اور سچے دین کو اختیار نہیں کرتے (باقی رہے **یہود اور عیسائی** - اُنکے واسطے حکم ہے) کہ **اہل الکتاب** سے یہہ کہ وہ دیویں جزیہ اپنے ہاتھہ سے خوار ہوکر "

صحیح ترجمہ :- "لڑو اون لوگوں سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ پر اور نہ آخرت پر، اور نہ حرام جانتے اوسکو جنکو اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے، اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں اہل کتاب میں سے، یہانتک کہ **جزیہ** دیں اپنے ہاتھہ سے خوار ہوکر " ٭

گو اس آیت میں وجہہ جنگ کچہہ مذکور نہیں، اور جن سے لڑنیکا حکم ہے اون کی چند برائیوں کا صرف ذکر ہے، تاہم اس آیت سے یہہ کسی طرح نہیں نکلتا کہ اسلئے لڑکر اونکو جبر واکراہ اور ہتھیاروں کے زور سے مسلمان کرو، کیونکہ اگر ایسا ہوتا، تو پھر **قرآن کریم** یہہ کیوں کہتا کہ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ط "یہانتک کہ **جزیہ** دیں اپنے ہاتھہ سے خوار ہوکر" بلکہ یوں کہتا کہ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ط "یہانتک کہ ایمان لے آئیں اللہ اور رسول پر" مگر اوس نے ایسا نہیں کیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ حکم بہی زبردستی مسلمان کرنے کے لئے نہیں تھا - اور کیونکر ہوسکتا تھا جبکہ **قرآن کریم** کی کھلی کھلی آیتوں سے، جنکو ہم نے **تحقیق جبر واکراہ** میں درج کیا ہے، یہہ بات ثابت ہے کہ جبر واکراہ سے مسلمان بنانا **اسلام** میں ہرگز جائز نہیں، اور **اسلام** کا ہرگز یہہ مقصد نہیں کہ جبر و

٭ گو اس آیت میں صرف اہل کتاب سے **جزیہ** لینے کا حکم ہے، مگر چونکہ اسلام نے کوئی تفرقہ بحیثیت محکوم کے اہل کتاب اور دوسرے مذہبوں میں نہیں رکہا ہے - اس لئے اسی آیت کو استخراج کرکے آنحضرت (صلعم) اور صحابہ کرام نے دوسرے مذہب والوں مثلاً مجوس، صابی اور زردشتیوں وغیرہ سے بہی **جزیہ** لیا اور **جزیہ** کا قاعدہ کل ذمیوں کے لئے قرار پایا - ۱۲ -

بلا وجہہ جنگ ہرگز ہرگز **اسلام** میں جائز نہیں - مندرجہ بالا آئتیں اور **احکام جنگ** اور آنحضرت اور خلفاء راشدین کا بلا وجہہ جنگ نکرنا، جنکا ذکر سابقہ بابوں میں گذر چکا ہے، صاف اسی بات کی دلیل ہے -

اسکے بعد **پنڈت جی** نے کسی **قرآن** کے حاشیہ سے **فتح الرحمٰن** کے دو جملے نقل کئے ہیں، جس سے یہہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ بلا وجہہ جنگ بھی جائز ہے - مگر یہہ کہ اون کی غلطی ہے مصنف فتح الرحمٰن کا یہہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا وجہہ جنگ کرنا ہی جائز ہے، بلکہ اونہوں نے یہہ لکھا ہے کہ ان کفاروں سے جنکا آیت میں ذکر ہے تحریم کے مہینوں میں بھی لڑنا جایز ہے، کیونکہ وہ بھی ان مہینوں میں تمسے لڑتے ہیں میں دونوں آئیتوں کو جنکے یہہ حاشئے ہیں، مع ان حاشیوں کے، دو ادھوڑے جملے پنڈت جی نے نقل کئے ہیں، درج ذیل کرتا ہوں - اور **پنڈت جی** کے ادہوڑے جملوں پر نشان کرونگا تاکہ اونکی الیہ فریبی ناظرین کو معلوم ہوجائے -

(۱) اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ -

(سورۂ توبہ - رکوع ۵) -

ترجمہ :- مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے علم میں، جسدن پیدا کیا آسمان اور زمین، اونمیں چار ہیں حرمت والے - یہی ہے اُستوار دین، سو انمیں ظلم نہ کرو اپنے اوپر، اور لڑو ان مشرکوں سے ہرحال جیسے وہ لڑتے ہیں تمسے ہرحال - اور جانو اللہ (حرمت کے مہینوں میں لڑنے سے) ڈرنیوالوں کے ساتھ ہے (یعنی بغیر اون کے لڑے مت لڑو) - یہہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑہائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں، گمراہی میں پڑے ہیں اُس سے کافر - حلال گنتے ہیں اُسکو ایک برس، اور حرام گنتے ہیں اوسکو دوسرے برس، تاکہ پوری کرلیں گنتی اُس سے جو اللہ نے حرام کی ہے - پھر حلال کرتے ہیں جو اللہ نے حرام کیا - بہلے معلوم ہوتے ہیں انکو انکے برے افعال، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا منکر قوم کو :-

حاشیہ :- در دین حضرت ابراہیم مقرر بود کہ در **محرم و رجب و ذیقعدہ و ذی الحجہ** بایکدیگر جنگ نکنند، واہل جاہلیت این حکم را تحریف کردہ گاہے صفر را محرم می ساختند و محرم را صفر و علیٰ ہذا القیاس، و این را نسئی می گفتند، خدا تعالیٰ اصل این حکم را باقی داشت

(۳) لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤی اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [1] (سورۂ ممتحنہ۔ آیت ۷ و ۸۔)

(۴) فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا [2] (سورۂ نساء۔ آیت ۹۲)

پس جو کوئی ان اور ایسی آیتوں پر نظر انصاف سے نظر ڈالیگا، اوسکو بلا دریغ ماننا پڑے گا کہ اس پیش نظر آیت سے بھی ہرگز ہرگز بلا وجہ بغیر مخالف کی حملہ آوری، یا حملہ آوری کے خوف، یا ظلم و زیادتی اور بد عہدی کے جنگ کرنے کا حکم سمجھا نہیں جا سکتا۔ اور اوسکو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ آیت بھی از قبیل انہیں آیتوں کے ہے، جنکا ذکر خود پنڈت جی نے اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۲۳ میں اسطرح کیا ہے:۔

"جیسا کہ معرکوں اور میدانہائے جنگ میں مبارزین کی تقویت اور ترغیب کے لئے دانشمند سپہ سالار ہر طرح کی تجاویز عمل میں لاتے ہیں، مثلاً باجون، دل افزا تقریروں اور دیگر اسباب سے اون کے حوصلوں کو بڑھاتے ہیں، اور اون کی ہمت کو ابھارتے ہیں۔ ویسا ہی موقع پڑنے اور مشکلات کے پیش آنے پر قرآن کریم بھی ایسی تدبیر کو کام میں لاتا ہے۔ اور ٹھیک اہل عرب کے موافق جیسے کہ وہ معرکہائے قتال میں رجز پڑھتے ہیں، اور ان رزمیہ اشعار سے تیر و تفنگ سے بڑھ کر کام نکالتے ہیں قرآن نے بھی شکستہ دل مسلمانوں کے استظہار اور قوت قلبی کو قوی کرنے کے لئے رجزیہ اشعار کے بجائے پُر تاثیر آیات بیان فرمائی ہیں، جنہوں نے قوی اور کثیر مخالفین کے مقابلہ میں سیف و سناں کا کام دیا۔ اسی لئے اس آیت وجہہ جنگ کا ذکر تک نہیں، صرف مسلمانوں کو جوش دلانے کے لئے مخالفین کی چند برائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔"

---

[1] جو لوگ تمسے دین (کی مخالفت) میں لڑے نہیں، اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اُنکے ساتھ سلوک اور احسان کرنیسے خدا تم کو منع نہیں کرتا، بلکہ سلوک کرنیوالوں کو پیار کرتا ہے صرف اون سے دوستی رکھنے کو منع کرتا ہے، جو تمسے دین (کی مخالفت) میں لڑتے ہیں، اور تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا، اور جنہوں نے تمکو تمہارے گھروں سے نکالدینے پر نکالنے والوں کی مدد کی، اور جنہوں نے اُنسے دوستی کی یہی لوگ ظالم ہیں ۱۲۔

[2] پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں، اور نہ لڑیں، اور صلح کا پیغام بھیجیں، تو اللہ نے تمہارے لئے انپر (حملہ کرنیکی) کوئی راہ نہیں رکھی ۱۲

اور سنت رسولؐ و صحابہؓ کے ساتھ ساتھ مخالفوں کا منہ کالا کر رہی ہیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمرؓ خلیفۂ ثانی، عطا ابن ابی رباح، عمرو بن دینار، عبداللہ ابن شبرمہ اور سفیان الثوری وغیرہ (جو بوجہہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہونیکے اسلام کے نمونہ اور قابل اقتداء ہیں)، ان کل متقدمین کا اجماع ہے کہ جنگ کرنا مذہبًا واجب نہیں ہے، اور یہہ کہ جنگ کرنا صرف اپنی مرضی پر موقوف ہے، اور یہہ کہ صرف اُنسے لڑانے کا حکم ہے جو مسلمانوں پر حملہ کریں۔[1]

اب ہم ان فقہائے اسلام کا مختصر تذکرہ بھی مستند کتابوں سے نقل کرکے درج کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ ان متقدر فقہا کے قول کے سامنے، جنکو آنحضرتؐ کے قرب کا بھی شرف حاصل ہے، کسی دوسرے کے قول کو پیش کرنا کیسی حماقت ہے، جس حالت میں کہ اوس کے قول کو خود قرآن و سنت بھی رد کر رہا ہو:۔

(۱) ابو عبدالرحمن عبداللہؓ ابن عمرؓ ابن خطاب آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے ہیں، اور اپنی پرہیزگاری، سخاوت اور دنیا سے بے پروائی، اور اپنے علم و فضل کی وجہہ سے بہت ہی بزرگ ہیں۔ نسبًا وہ اس قابل تھے کہ حکومت اسلامیہ میں اونکو بہت بڑے بڑے رتبے ملتے، لیکن اُنہوں نے کبھی اس کی خواہش نہیں کی .... تینتیس برس تک برابر لوگ بہت دور دور سے حدیثوں کے پڑہنے اور سمجھنے کے لئے اون کے پاس آتے تھے ...... اون کی وفات بمقام مکہ ۷۳ھ میں ہوئی جبکہ اون کی عمر ۸۴ برس کی تھی۔....." (طبقات الفقہاء ص۵)

(۲) عطا ابن ابی رباح:۔ " بحیثیت فقیہہ انکو مکہ میں بہت بڑا درجہ حاصل تھا، اور تابعی اور بہت بڑے دیندار بزرگ تھے۔ اور اُنہوں نے فقہہ اور حدیث کا علم جابر ابن عبداللہ انصاریؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور دوسرے صحابہؓ سے حاصل کیا تھا ...... مکہ میں مفتی کے عہدہ پر یہہ اور مجاہد جبتک زندہ رہے، سرفراز رہے ..... انکی وفات ۸۸ برس کی عمر میں ۱۱۵ھ یا ۱۱۴ھ میں ہوئی۔"[1]

[1] دیکھو ترجمہ کتاب اسماء الرجال ابن خلکانؒ یعنی ابن خلکانس بائیوگرافیکل ڈکشنری۔ مترجمہ بیرن میک گکن ڈی سلین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴۔ مطبوعہ لندن (Ibn Khallikan's Biographical dictionary translated from the Arabic by Baron Mac Guckin De Slane Vol II PP. 203-204. London MDCCCXLIII.)

بایں وجہ کہ جنگ ناحق ہیچگاہ درست نیست، و دریں ماہ ہا حرمت آں مغلظ میشود، و جنگ با کافراں ہمہ وقت درست است، ولغی تحریف ایشاں فرمود - ۱۲ - فتح الرحمٰن"۔ (قرآن مترجم - مطبوعہ مطبع ہاشمی ۱۲۸۵ھ - صفحہ ۲۱۴ -)

پس صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ مصنف فتح الرحمٰن نے لکھا ہے وہ حرمت والے مہینوں کے بارہ میں لکھا ہے - اور آیت سے ہی صاف ظاہر ہے کہ اُنسے لڑنے کی ہر وقت اسوجہ سے اجازت ہوئی کہ وہ ہی مسلمانوں سے ہر وقت و ہر زمانہ میں بلا لحاظ ماہ حرام کے لڑتے تھے۔

(۲) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط (سورہ بقر - رکوع ۲۷ -)

ترجمہ :- تجھسے حرام مہینوں اور اُسمیں لڑنیکی بارہ میں پوچھتے ہیں - کہہ اُسمیں لڑنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اوس کا اور مسجد حرام کا انکار کرنا ہے اور اُس سے اُسکے رہنے والوں کا نکالنا اور ہی بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک - اور ظلم و زیادتی کرنا قتل سے بھی بڑھکر ہے - اور وہ تو تم سے لڑتے ہی رہینگے، یہانتک کہ پھیر دیں تمکو تمہارے دین سے، اگر اون سے ممکن ہو"۔

حاشیہ :- حاصل جواب آنست کہ قتال کفار جائز است و تحریم قتال مسلمین مغلظ میشود - ۱۲ - فتح"۔ (قرآن " - صفحہ ۴۰)

یہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے ماہ حرام کے متعلق لکھا ہے - اور آیت سے ہی صاف ظاہر ہے کہ ظلم و زیادتی کافروں ہی کی تھی، اور وہ مسلمانوں پر دین سے پھیرنے کے لئے ظلم و زیادتی کرتے اور اُنسے لڑتے تھے۔

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ مصنف فتح الرحمٰن یا کسی اور کی رائے میں بلا وجہ کفار سے لڑنا جائز ہے، پھر بھی وہ ہمارے لئے یا کسی اور کے لئے حجت نہیں ہو سکتی - جبکہ قرآن کریم کی کھلی کھلی آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ زبردستی مسلمان کرنے کے لئے، یا بلا وجہ جنگ کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور یہہ بھی ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے وقت میں ایک جنگ بھی زبردستی مسلمان کرنے کے لئے، یا بلا وجہ نہیں ہوئی تھی، تو پھر کسی دوسرے کی رائے کیا حقیقت رکھتی ہے، اور ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم کسی اور کے قول یا رائے کو تلاش کریں، مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُسنے پہلی اور دوسری صدی کے فقیہوں کی رائیں بھی ابتک قائم رکھی ہیں، جو قرآن کریم

کیونکر ثابت ہوا؟ اس آیت میں تو کفار کا ذکر تک نہیں۔ آیت کا صاف اور سیدھا مطلب تو یہہ ہے کہ خدا کی رضا اور طاعت میں جان و دل سے جہد (کوشش) کرو، اور یہہ تمہارے لئے بہتر ہے ۔ ۹
اور اگر ہم مان بھی لیں کہ جاہدوا سے جنگ کرنا ہی مراد ہے، تب بھی کچھہ ہرج نہیں۔ انہیں لوگوں سے لڑا جائیگا جنسے لڑنیکا قرآن میں حکم ہے، نہ عام کفار سے۔

قولہ - (صفحہ ۱۴) " سورۂ محمد - فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۔ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ

ترجمہ ✻ :- پس جب لڑائی کرو کافروں سے تو اون کی گردنیں مارو۔ اور جب بہت خونریزی کرچکو، تو اون کو مضبوط قید کرلو، یا احسان سے خلاصی کرو اسکے بعد یا مال لیکر، یہانتک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھدے "

اقول - گو پنڈت جی نے حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ کا ترجمہ " اور جب بہت خونریزی کرچکو " محض غلط کیا ہے، تاہم اس آیت میں وجہہ جنگ صاف ظاہر ہے کہ جنگ وجدل کے مٹانے اور امن و امان قایم کرنے کے لئے جنگ کرنے کا حکم ہے، نہ کہ جبر و اکراہ سے مسلمان کرنے کے لئے، کیونکہ حکم ہے کہ اوسوقت تک لڑو جبتک کہ لڑائی اپنے ہتھیار نہ رکھدے، یعنی لڑائی موقوف نہ ہوجائے اور امن و امان قایم نہ ہوجائے۔
حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ کے معنی ہیں " یہانتک کہ اچھی طرح انکا زور توڑ لو "

قولہ - (صفحہ ایضاً) " سورۂ نساء - فَإِن تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ - الخ -

اقول - ناظرین! آپ دیکھتے ہیں پنڈت جی کی چالاکی کہ جب اونہوں نے دیکھا کہ پوری آیت نقل کرنے سے اپنا مطلب ثابت نہیں ہوگا، تو جھٹ آدھی آیت لکھکر الخ کہدیا! اسلئے میں یہہ آیت پوری نقل کرکے معنی لکھونگا جس سے ناظرین پر صاف ظاہر ہوجائیگا کہ اس آیت میں بھی انہیں

---

۹ دیکھو " پریچنگ آف اسلام " ڈی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ صاحب۔ ضمیمہ نمبر ۱۔ اور " دی جہاد " مصنفہ مولوی چراغ علی صاحب۔ ضمیمہ۔ ۱۲-

✻ آریو! دیکھو، پنڈت جی نے خود اس کو نقل کیا ہے، جس سے صاف ثابت ہے کہ قیدیان جنگ کو غلام بنانا ہرگز جائز نہیں، یا تو معاوضہ لیکر چھوڑ دیا جائے یا بے معاوضہ چھوڑکر احسان کیا جائے۔ پس دو ہی حکم ہیں، پھر پنڈت جی آگے چلکر یہہ کسطرح لکھتے ہیں کہ قیدیان جنگ کو غلام بنانا اسلام میں جائز ہے۔ آریو! پنڈت جی کے اس اقرار کو یاد رکھیو، آیندہ تم کو فائدہ پہونچائیگا - ۱۲

(۳) عمرو ابن دینار:- یہہ بہت ہی مشہور تابعین مین شمار کئے گئے ہین، اور بہت ہی مستند راوی انکو سمجھا گیا ہے۔ وہ مجتہد اماموں میں سے ایک تھے۔ اسی (۸۰) برس کی عمر میں ۱۲۶ھ میں انکی وفات ہوئی " (طبقات الفقہا)۔

(۴) عبد اللہ ابن شبرمہ ابن طفیل سربرآوردہ امام اور تابعی کوفہ کے ایک مشہور فقیہہ تھے۔ .... انکی راستی اور انکا فقیہوں میں بہت بڑا رتبہ رکھنا سارے جہان کو قبول تھا۔ وہ پرہیزگار، فہیم، عابد، سخی اور شکیل تھے، اور شاعرانہ وصف رکھتے تھے۔ وہ مامون کے عہد میں سوادِ کوفہ کے قاضی تھے۔ انکی پیدائش ۹۲ھ میں ہوئی اور ۱۴۴ھ میں انہوں نے وفات پائی" (طبقات الفقہا)۔

(۵) سفیان الثوری کوفہ کے رہنے والے تھے، اور علم حدیث اور دوسرے علموں میں بڑے مستند مانے جاتے تھے۔ انکی ایمانداری، پرہیزگاری، راستی اور دنیا کیطرف سے لاپروائی کو سارا جہان مانتا تھا۔ اور بحیثیت امام انکا شمار مجتہدوں میں ہوا ہے.... سفیان ابن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ سفیان الثوری سے اسباب کا زیادہ علم رکھنے والا کہ از روے قانون اسلام کیا جائز ہے اور کیا ناجائز کسی کو نہیں جانتا۔ .... سفیان ۹۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ دوسرے واقعات اسکی پیدائش کو ۹۶ھ یا ۹۷ھ میں ثابت کرتے ہیں۔ اسنے ۱۶۱ھ میں بمقام بصری وفات پائی .... بعض کہتے ہیں کہ ۱۶۲ھ میں انکا انتقال ہوا، لیکن پہلا قول صحیح ہے" ۔ ؎۱

قولہ (صفحہ ۱۴۱) " سورۂ توبہ۔ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔

ترجمہ۔ اور جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جان سے خدا کے راستہ میں (یعنی دین خدا کے واسطے)، یہہ تمہارے واسطے بہتر ہے۔ اگر جانتے ہو تم "

اقول۔ پنڈت جی! پھر اس سے کیا ہوا؟ اس سے بجبر و اکراہ مسلمان کرنا یا بلاوجہ کفار سے لڑنا

؎۱ " ابن خلکانس بائی گرافیکل ڈکشنری " مترجمہ بیرن میک گکن ڈی سلین۔ جلد ۱۔ صفحہ ۵۷۶ تا ۵۷۸۔
" مطبوعہ لندن۔

Ebn Khalkan's Biographical Dictionary translated from the Arabic by Baron MacGuckin De Slane. Vol. I, pp. 576-8. London. MDCCCXLIII

ان پانچ آیتوں کو نقل کرکے ترجمہ لکھدیتا ہوں، ناظرین خود دیکھہ لیں گے کہ پنڈت جی کا دعویٰ درست ہے یا محض غلط ۔ حقیقت یہہ ہے کہ تعصب میں پھنسکر آدمی اکدم اندھا ہو جاتا ہے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جسنے لوٹ تاراج کی روک تھام میں خاص حصّہ لیا ہے، مگر پھر بھی تعصب کے غلام اور ہٹ دھرمی اعتراض کرتے ہیں کہ اُسنے لوٹ مار کی ترغیب دی ہے ۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو بیعت لیا کرتے تھے، تو اوس میں ایک شرط یہہ بھی ہوتی تھی کہ ہم لوٹ سے مجتنب رہینگے ۔ تو جو شخص بیعت میں خصوصیت کے ساتھہ لوٹ سے مجتنب رہنے کا اقرار لے، پھر وہ اُنہیں لوگوں کو لوٹ کی ترغیب کیونکر دیسکتا ہے ۔؟

صحیح بخاری کی ایک مرفوع متصل روایت میں عبادہ ابن صامت رضؓ سے مروی ہے کہ میں اُن نقیبوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھہ پر بیعت کی تھی ۔ ہم لوگوں نے اقرار کیا تھا کہ نہ خدا کے ساتھہ دوسرے خداؤں کو شریک کرینگے، نہ چوری کرینگے، نہ زنا کاری کے پاس جائینگے، نہ خون کرینگے، ...... اور نہ لوٹینگے ۔ لہ

اب میں پانچوں آیتیں مع ترجمہ نقل کرتا ہوں :-

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (سورۂ توبہ رکوع ۴)

ترجمہ لہ :- اے مومنو! مشرک※ ناپاک ہیں ۔ پس وہ مسجد حرام کے قریب اس سال کے بعد نجائیں لہ ۔ اور اگر تمکو (اُنکی آمد و رفت کے بند ہو جانے کے سبب تجارت ماندی پڑجانے سے مفلسی کا ڈر ہو، تو ضرور ضرور اللہ تمہیں اپنے فضل سے جب چاہیگا غنی کر دیگا تحقیق اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

اس حکم کے نازل ہونیسے مکّہ والوں کو تجارت کے نقصان کا خوف تھا مگر نبی بکر بن وائل کی تجارت کی وجہہ سے مکّہ والوں کو یہہ نقصان زیادہ دن تک اوٹھانا نہیں پڑا ۔

※ مثلاً بت پرست، قبر پرست، عیسیٰ پرست، مادّہ اور روح کو ابدیت و ازلیت میں خدا کا شریک ماننے والے وغیرہ ۔ ۱۲

لہ جب مکّہ کے سارے باشندے مسلمان ہوگئے، تو یہہ حکم اس لئے ہوا کہ مکّہ توحید کامل کا نمونہ بن جائے، اور کل دنیا کے حجاج کوئی مشرک کی مثال دیکھکر اپنے ملکوں کو واپس ہوا کریں، بلکہ خالص توحید اور بریت عن الشرک کا کامل سبق لیکر جایا کریں ۔ ۱۲

لوگوں سے لڑانے کا حکم ہے، جو مسلمانوں سے لڑتے اور امن میں خلل انداز ہوتے تھے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَنۡ يُّقَاتِلُوۡكُمۡ اَوۡ يُقَاتِلُوۡا قَوۡمَهُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمۡ عَلَيۡكُمۡ فَلَقٰتَلُوۡكُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ۞

ترجمہ:۔ پس اگر سرکشی کریں، تو ان کو پکڑو، جہاں پاؤ قتل کرو، اور انہیں سے کسی کو دوست یا مددگار نہ بناؤ۔ مگر جو لوگ ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تم میں اور ان میں صلح کا عہد و پیمان ہے، یا تمہارے ساتھ لڑنے سے یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ دل ہو کر تمہارے پاس (پناہ لینے کے لئے) آئیں:۔ (تو ایسے لوگوں سے نہ لڑو، اور دوستی کر لو)۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان لوگوں کو تم پر غلبہ دیتا تو یہ تم سے لڑتے پھرتے۔ پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کش رہیں، اور تم سے نہ لڑیں، اور تمہاری طرف پیغام صلح ڈالیں، تو ایسے لوگوں سے لڑنے کا تمہارے خدا نے کوئی رستہ نہیں رکھا۔"

قولہ۔ (صفحہ ایضاً):۔ سورہ فتح ۔ قُلۡ لِّلۡمُخَلَّفِيۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَهُمۡ اَوۡ يُسۡلِمُوۡنَ ۚ

اقول۔ **ترجمہ**:۔ کہو پیچھے رہے ہوئے اعراب سے کہ کوئی دن آتا ہے کہ تم بڑی لڑنے والی قوم کے مقابلہ کے لئے بلائے جاؤ گے تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کر لیں گے۔"

یُسۡلِمُوۡنَ کے صاف اور سیدھے معنی اطاعت قبول کر لینے ہی کے ہیں۔ مگر بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں کہ **یُسۡلِمُوۡنَ** کے معنی مسلمان ہو جانا ہے تب بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں زبردستی مسلمان کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ تو ایک پیش گوئی ہے کہ ایسا ہوگا۔

قولہ:۔ اب وہ آیتیں جن میں محمد صاحب نے اعرابیوں کو دولت کی طمع اور لوٹ مار کی ترغیب دی ہے درج کرتے ہیں:۔ (صفحہ ۱۵)۔

اقول۔ کیسے شرم کی بات ہے کہ دعوے تو اتنا بڑا کر دیا مگر ایک آیت بھی اس کے ثبوت میں نہ لا سکے۔ میں کچھ اور لکھ کر اپنا وقت اور کاغذ خراب کرنا فضول سمجھتا ہوں، صرف

کرنے لگے، اور نافرمان بنے بعد اس کے کہ تم جو (فتح) پسند کرتے تھے، وہی تم نے دیکھ لیا تھا۔"

ناظرین! ذرا دیکھیں تو اس آیت میں لوٹ مار کی ترغیب کہاں ہے؟ پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "اس آیت کے آگے ما تحبون کے لفظ سے صاف جتلا دیا کہ لوٹ مار کی خاطر بہت لوگ جنگ میں شامل ہو جاتے تھے، اور دین اسلام پھیلتا جاتا تھا" اے بد باطن شخص! تو کیا سمجھتا تھا کہ تیرے جیسی ساری دنیا جاہل ہے؟ ما تحبون سے تو صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار قریش نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اور احد کی پہاڑی کے پاس مقابلہ ہوا تھا، تو مسلمان یہی چاہتے تھے کہ ہماری فتح ہو، جو اون کو ابتدائے جنگ میں حاصل بھی ہو گئی تھی۔ پھر میں تیرے اس لکھنے پر کہ "ما تحبون کے لفظ سے صاف جتلا دیا ہے کہ لوٹ مار کی خاطر بہت لوگ جنگ میں شامل ہو جاتے تھے، اور دین اسلام پھیلتا جاتا تھا" سوا اسکے کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين۔ اس جنگ احد میں، جس کا اس آیت میں ذکر ہے، مسلمان صرف سات سو تھے، اور کفار قریش تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر چڑھ آئے تھے۔

آریو! بتاؤ کہ بہت سے لوگ لوٹ مار کی خاطر کفار کے ساتھ ہو گئے تھے یا مسلمانوں کے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

(۵) سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ج يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ط قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ج (سورۂ فتح۔ رکوع ۲)

ترجمہ:- اب کہینگے پیچھے رہ گئے ہوئے جب چلو گے غنیمتیں لینے کو چھوڑو ہم چلیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدلیں اللہ کے حکم کو تو کہہ کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے، ایسا ہی کہا ہے اللہ نے پہلے سے۔"

آریو! بتاؤ تو کہ اس آیت میں لوٹ مار کی ترغیب کہاں ہے؟ لوٹ مار کا تو ذکر ہی کیا، جو صرف مال غنیمت یعنی جنگ میں فتح کی ہوئی چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے، اون کو بھی روکا گیا، اور وہ سرے سے جنگ میں شریک ہی نہیں کئے گئے۔ کیا اسی کو لوٹ مار کی ترغیب کہتے ہیں؟ شرم! شرم!! شرم!!!

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً۔ (سورۂ فتح) "وعدہ کیا ہے اللہ نے بہت سی فتح کی ہوئی چیزوں کا" اس سے لوٹ مار کی ترغیب ثابت کرنا ہمارے پنڈت جی ہی کا کام ہے ورنہ کوئی اہل عقل اس سے لوٹ مار کی ترغیب نہیں سمجھ سکتا۔ کہاں فتح کی ہوئی چیزیں اور کہاں لوٹ!

اور خدا کا وعدہ کہ میں تمکو غنی کر دونگا اسطرح پورا ہوا۔ مفسرین نے بنو بکر ہی کی تجارت کو اس وعدہ کے پورے ہونے کا ذریعہ بتایا ہے۔

خیر یہہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ناظرین! غور تو کریں کہ اس آیت میں لوٹ مار کی ترغیب کہاں ہے؟

(۲) فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط (سورہ نساء۔ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ پس اللہ کے پاس بہت ساری غنیمتیں یعنی ثواب ہیں۔

تفسیر عباسی میں لکھا ہے۔ مغانم کثیرۃ ثواب کثیرا۔ اور سیاق و سباق کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مغانم سے مراد ثواب ہے۔ اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ مغانم سے جنگ میں فتح کی ہوئی چیزیں ہی مراد ہیں، پھر بھی لوٹ کی ترغیب تو درکنار جنگ میں فتح کی ہوئی چیزوں کے حاصل کرنے کی بھی ترغیب پائی نہیں جاتی۔

(۳) وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب رکوع ۳)

ترجمہ:۔ اور اون کی زمین اور اون کے گھروں اور اون کے مالوں کا اور (نیز) اوس زمین (خیبر) کا، جس میں تم نے قدم تک نہیں رکھا تھا، تمکو مالک کر دیا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہہ آیت فتح خیبر کے متعلق نازل ہوئی تھی، جو پنڈت جی کو بھی قبول ہے خیبر والوں سے جن وجوہ سے جنگ کی گئی تھی، وہ مغازی الرسول میں ناظرین پڑھ چکے ہیں، اور وہاں میں ثابت کر چکا ہوں کہ اون سے جو جنگ کی گئی تھی، وہ امن و امان قایم کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر آریہ سماج کسی غدار قوم سے امن قایم کرنے کے لئے لڑے، اور اوس قوم پر فتح پاوے تو اگر کوئی شخص اس فتح پر مبارکباد دے، اور کہے کہ خدا نے تمہیں اس قوم پر فتح دی، اور تم انکی زمینوں وغیرہ کے مالک اسکے فضل سے ہوگئے، تو کیا یہہ کہا جائیگا کہ اوس نے آریہ سماج کو لوٹ و مار کی ترغیب دی ہے؟ ماجوا بکم فھو جوابنا!

واللہ! اس آیت سے لوٹ کی ترغیب نکالنا پنڈت جی ہی کا کام تھا!! کہاں کسی فتح کا ذکر، کہاں لوٹ کی ترغیب! العجب!! ثم العجب!!!۔

(۴) وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔ اور اللہ نے تمسے اپنا وعدہ سچا کیا (یعنی فتح دی)، اور تم انکو اسکی مدد سے تہ تیغ

اون کے مالکوں کے اذن سے اُنکے ساتھ نکاح کرو، اور نیکنامی کے طریقہ پر اُنکا مہر اُنکو ادا کرو، وہ عفیفہ بنکر قید (نکاح) میں رہیں، نہ کہ مستی نکالنے والی، اور نہ چھپی آشنائی کرنے والی *

(۲) وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط (سورۂ نساء۔ رکوع ۴۔)

ترجمہ :- اور ان کے علاوہ تمپر حلال ہیں یہہ کہ طلب کرو اپنے مالوں سے مہر اور دونو پر خرچ کرکے)، پارساؤں کے طریق پر قید (نکاح) میں لانے کے لئے نہ شہوت رانی کے لیئے۔

(۳) اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ط (سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۔)

ترجمہ :- آج کے دن تمپر پاک چیزیں حلال کی گئیں۔ اور اون لوگوں کا کہانا، جنکو کتاب دی گئی، تمہارے واسطے حلال ہے، اور تمہارا کہانا اون کے واسطے حلال ہے ؟ اور حلال ہیں مسلمان پارسا عورتیں، اور نیز اُن لوگوں کی عفیفہ عورتیں، جنکو تمسے پہلے کتاب دی گئی، جب تم اون کو اون کے مہر ادا کردو، اور تمہارا ارادہ قید (نکاح) میں لانیکا ہو، نہ کہ کُھلم کُھلی بدکاری کا اور نہ در پردہ آشنائی کرنے کا ؂

پس اب ثابت ہوگیا کہ اسلام ہرگز ہرگز زنا کو جائز نہیں رکھتا، اور نہ صرف زنا کو، بلکہ سوا نکاح کے عورت و مرد کے کسی قسم کے تعلق کو چاہے کُھلا ہو یا پوشیدہ، جائز نہیں رکہتا۔

پنڈت جی نے پانچ آئتیں اپنے غلط دعوی کے ثبوت میں بخیال خویش پیش کی ہیں جنمیں سے دو آیتوں میں تو نکاح کے احکام ہیں، اور دوسری آیت کے بارہ میں ہم یہہ کہنے کو مجبور ہیں کہ یہہ محض پنڈت جی کی دہوکا دہی ہے، ایسی کوئی آیت سورۂ احزاب میں موجود نہیں، اور پچھلی دو آئتیں تو ایسی ہیں کہ جنمیں احکام نکاح کا بھی ذکر نہیں، بلکہ خدا کی رضا وطاعت میں کوشش کرنیوالوں پر خدا کی رحمت اور اون کی کوششونکے بہتر ہونیکا ذکر ہے اس لئے ہم پہلے اون دو آئتوں پر بحث کرتے ہیں، جنمیں احکام نکاح ہیں، اُسکے بعد پچھلی دو آئتوں

* یعنی لونڈیوں سے بہی ایسا تعلق نہ رکہو جسکا مدعا زناکاری اور محض مستی نکالنا ہو بلکہ اون کو بہی آزاد عورتوں کی طرح قید نکاح میں لاؤ، جنکے حقوق عام معاشرت خانہ داری اور میراث میں اصول حکمت کے موافق قایم کئے گئے ہیں ۔۔ ۱۲

قولہ :- اب ہم وہ آیتیں بتلاتے ہیں جنمیں فوجی سپاہیوں کو بیگانی منکوحہ عورتیں واسطے
" زنا کے دیتے کی ترغیب ہے "
(صفحہ ۱۶)

اقول - پنڈت ! تجکو جھوٹ سے اتنی محبت کیوں تھی ؟ قرآن تو بار بار زنا سے منع کرتا ہے، اور زانیہ اور زانیوں کے لئے سخت سزائیں تجویز کرتا ہے، پھر تیرے منہ سے یہہ کیا بات نکل رہی ہے !

آریو ! غور کرو ان آیتوں پر کہ قرآن کریم زنا کا کیسا سخت مخالف ہے، جسکی مثال تم کسی اور کتاب میں چاہے تمہارا وید ہی کیوں نہ ہو، بتا نہیں سکتے ۔

(۱) وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَّسَآءَ سَبِيْلًا - (سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵ -)

ترجمہ :- اور زنا کے قریب نہ جاؤ - تحقیق یہہ بے حیائی اور بری راہ ہے ۔

(۲) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (سورۂ نور - رکوع ۱ -)

ترجمہ :- زنا کرنیوالی عورت اور مرد، سو مارو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے - اور تمکو انپر خدا کے حکم کے عاید کرنے میں ترس نہ آنا چاہئے، اگر تم خدا اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو - اور مؤمنوں کا ایک گروہ انکے عذاب (یعنی سزا) کو دیکھے ۔

آریو ! دیکھو قرآن زنا کا کیسا سخت دشمن ہے ! اور صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مردوں اور عورتوں کے تعلق کو سوا نکاح کے اور کسی طرح جائز ہی نہیں رکھتا - غور کرو آیات ذیل پر :-

(۱) وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ج فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج (سورۂ نساء - رکوع ۴ -)

ترجمہ :- اور جسکو یہہ مقدور حاصل نہ ہو کہ عفیفہ مومنہ (آزاد) عورتوں سے نکاح کر سکے، تو مؤمنہ لونڈیوں میں سے جو تمہارے قبضہ میں آئی ہوں (اون سے نکاح کرے) اور اللہ تمہارے ایمانوں کو جانتا ہے - بعض تمہارے بعض سے ہیں، پس اون کے

اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ

اقول۔ ترجمہ :- تو عورتوں میں سے جو پسند ہوں، دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لیا کرو۔ پس اگر تمکو خوف ہو کہ عدالت نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر یا اونپر جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے ہیں (یعنی زوجیت میں آچکی ہیں، چاہے ایک ہو یا زیادہ) کفایت کرو۔ یہہ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے قرین مصلحت ہے۔

قرآن کریم میں ان دو مقاموں کے علاوہ نو مقاموں میں اور بھی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ وغیرہ آئے ہیں، اور ہر جگہ یہی عام لفظی معنی اپنے اندر رکھتے ہوئے حسب موقع و محل مستعمل ہوئے ہیں۔ خاص غلام اور کنیزوں کے لئے یہہ جملہ قرآن شریف میں صرف ایک ہی جگہ مستعمل ہوا ہے، لیکن وہاں پر بھی اصلی و حقیقی معنی سے اس مرادی معنی کی طرف پھیرنے کے لئے قرینہ صارفہ موجود ہے۔ ہم یہاں پر اون کل آیتوں کو مع ترجمہ کے درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں :-

(۱) وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ (سورہ نساء۔ رکوع ۴۔)

ترجمہ :- اور جس کو یہہ مقدور حاصل نہ ہو کہ عفیفہ مومنہ (آزاد) عورتوں سے نکاح کر سکے تو مومنہ لونڈیوں میں سے جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہوئے ہوں (اون سے نکاح کرلے) :-

صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے محاورہ میں مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وغیرہ سے غلام و لونڈی مراد نہیں، بلکہ اس کے عام لفظی معنی مراد ہیں، ورنہ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کے بعد مِنْ فَتَیٰتِکُمْ کہنے کی کیا ضرورت تھی ؟

(۲) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ (سورۂ نساء۔ رکوع ۶۔)

ترجمہ :- اور اللہ کی عبادت کرو، اور کسی شے کو اسکا شریک مت ٹھہراؤ، اور والدین اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور ہم صحبت سے اور مسافر سے اور اُنسے جنکے تیرے ہاتھ مالک ہیں (یعنی متعلقین سے) عمدہ سلوک کرو۔ تحقیق اللہ متکبر شیخی بگھارنے والے کو پیار نہیں کرتا :-

کو ناظرین کے سامنے پیش کرینگے۔

قولہ :- سورۂ نساء ۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔

ترجمہ :- اور حرام کی گئی ہیں اوپر تمہارے شوہر دار عورتیں، مگر سوائے انکے جنکے مالک قتل ہوئے تمہارے ہاتھ ؎

اقول :- پنڈت جی کے اس معنی پر بجبہ بچہ ہنستا ہے ۔ کہاں مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اور کہاں "جنکے مالک قتل ہوئے تمہارے ہاتھ" پنڈت جی کی عربی دانی اور ساتھ ہی اڈیٹر صاحب کی عربی دانی کی بھی قلعی کھل گئی ۔ کیوں آریو! کیا ایسے ہی عربی داں تمہارے یہاں موجود ہیں، جنپر تمکو بڑا فخر ہے؟ خیر، ناظرین ذرا غور تو کریں کہ پنڈت جی کے معنی سے بھی انکا مدعا ثابت ہوا؟ یہہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس آیت میں حلال و حرام نکاح کا ذکر ہے کہ کون کون عورتیں جائز ہیں اور کون کون عورتیں نہیں ۔ تو پھر جب "جنکے مالک قتل ہوئے تمہارے ہاتھ" تو بیگانی منکوحہ عورتوں سے زنا تو درکنار نکاح بھی ثابت نہ ہوا! اون کے شوہر تو قتل ہی ہو چکے ہیں ۔ مگر خدا اُنپر تو لکھنے کو لکھ گیا کہ "فوجی سپاہیوں کو بیگانی منکوحہ عورتیں واسطے زنا کے دینے کی ترغیب ہے"، مگر آیت کے ترجمہ کے وقت فوراً ہی اپنے دعویٰ کو بھول گیا، اور اون کے شوہروں کو قتل کر بیٹھا ۔ سچ ہے ع ۔ دروغ گو را حافظہ نباشد ۔!

اب اس آیت کے حقیقی معنی سنئے :۔

ترجمہ :- اور دوسروں کی منکوحہ عورتیں بھی تمپر حرام ہیں، مگر وہ جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے ہیں (یعنی جو تمہاری زوجیت میں پہلے سے داخل ہو چکی ہیں) ؎

پس صاف ظاہر ہے کہ دوسروں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح کرنا ناجائز ٹھہرایا گیا، صرف اُن عورتوں کو بدستور سابق رکھا گیا جو زمانۂ جاہلیت میں زوجیت میں آچکی تھیں، اور آئندہ کے لئے الکدم ممانعت کردی گئی ۔

قولہ :- سورۂ احزاب ۔ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؎

اقول :- ایسی کوئی آیت نہیں ۔

آریو! دیکھو، ذرا سوچو کہ تمہارے پنڈت کی یہہ کیسی ایمانداری ہے کہ آیتوں کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنی طرف سے آیت بھی گڑھنے لگے!

قولہ :- سورۂ نساء ۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی

اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو الخ "
یہاں پر " مما ملکت ایمانکم " سے لونڈی و غلام مراد لینا چاہیئے، کیونکہ جیسا میں پہلے لکھ چکا ہوں، یہاں پر اصلی و لفظی معنی سے اس مرادی معنی کی طرف پھیرنے کے لئے قرینہ صارفہ موجود ہے۔ علاوہ اسکے کہ اسی آیت اور اسکے اوپر والی آیت میں عبادکم " اِمائکم " و فتیٰتکم " کے الفاظ میں لونڈی غلاموں کا ذکر موجود ہے اور انہیں کا ذکر برابر چلا آرہا ہے، جو بہت بڑا قرینہ صارفہ ہے، خود " الکتٰب " کا لفظ بھی صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں " مما ملکت ایمانکم " سے لونڈی غلام مراد لینا چاہیئے، کیونکہ سوا غلام اور لونڈی کے کسی اور کے لئے اس تحریر سے کیا مطلب ہوگا؟

(۵) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ط ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ ط (سورۂ نور ۔ رکو ۸۶ ۔)

ترجمہ :۔ اے مومنو! وہ جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہیں (یعنی تمہارے متعلقین) اور نابالغ لڑکے تین موقع پر اجازت لیکر اندر آیا کریں :۔ نماز فجر سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے (آرام کے لئے) اُتار دیتے ہو، اور نماز عشا کے بعد تمہارے واسطے تین پردے کے وقت ہیں "

دیکھو، یہاں بھی " الَّذِیْنَ مَلَکَتْ ایمانکم " عام لفظی معنی کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

(۶) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ ۔ الخ ۔ (سورۂ احزاب ۔ رکو ۶۶ ۔)

ترجمہ :۔ اے نبی ہمنے جائز رکھیں تیرے لئے تیری وہ بیویاں جنکا تونے مہر ادا کیا ہے، اور وہ بیویاں جنکو اللہ نے مفت تجھے عنایت کیں کہ تیرا ہاتھ انکا مالک ہوچکا (یعنی وہ بیویاں جنسے بغیر ادائے مہر نکاح ہوا) الخ "

دیکھو، یہاں بھی " ما ملکت یمینک " عام لفظی معنی کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

(۷) قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِھِمْ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ الخ ۔
(سورۂ احزاب ۔ رکو ۶۶ ۔)

دیکھو اس آیت میں بھی "مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" عام لفظی معنی کے لئے مستعمل ہوا ہے ۔

(۳) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص (سورۂ نور ۔ رکوع ۴ ۔)

ترجمہ :۔ اور مومنہ عورتوں سے کہدے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں، اپنے ستروں کی حفاظت کریں، اپنی آرائش نہ دکھایا کریں، سوائے اسقدر کے جو خواہ مخواہ ظاہر ہوجائے ۔ اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کے بُکل مار لیا کریں، اور اپنی آرائش کسی پر ظاہر نہ کیا کریں، مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادوں پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادوں پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اون پر جنکے مالک انکے ہاتھ ہیں (یعنی اپنے متعلقین پر) یا ایسے خدمتگار مردوں پر جو (عورتوں سے) بے غرض ہوں یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے بھید سے واقف نہیں ہوئے ۔

دیکھو، اس آیت میں بھی "مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ" عام لفظی معنی کے لئے مستعمل ہوا ہے ۔

(۴) وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ق وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ ... وَلَا تُکْرِهُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ الخ ۔

(سورۂ نور ۔ رکوع ۴ ۔)

ترجمہ :۔ اور وہ لوگ بچے رہیں جو نکاح کی وسعت نہیں رکھتے یہانتک کہ اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کردے ؛ اور اون سے جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہوئے ۔ (یعنی غلاموں اور لونڈیوں سے) جو لوگ تحریر* چاہیں تو اون کو تحریر لکھکر دیدو، اگر اون میں بہتری دیکھو ۔ اور جو مال اللہ نے تمکو دیا ہے، اوسمیں سے بھی اون کو دو ۔

* اس تحریر سے یہہ مراد ہے کہ اگر غلام یا لونڈی درخواست کرے کہ میں محنت و مزدوری سے روپیہ کماکر تمہیں دیدونگا تاکہ تم مجھے آزاد کردو تو مالک کو اسپر رضامند ہوجانا چاہیے، اور اوسکو محنت و مزدوری کی رخصت دینی چاہیے اور ساتھ ہی یہہ بھی حکم ہے کہ اگر محنت و مزدوری سے وہ کل روپیہ حاصل نہ کرسکے تو کچھ اپنے پاس سے بھی دو یعنی معاف کردو ۔ ۱۲

(۴) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ "اور البتہ مسلمان غلام" سورۂ بقر - رکوع ۲۷ -)
(۵) مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ "تمہاری مسلمان لونڈیوں میں سے" (سورۂ نسأ - رکوع ۴)
(۶) فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ "تو آزاد کرنا ایک غلام کا" (سورۂ نساء - رکوع ۱۳ -)
(۷) فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ "تو آزاد کرنا ایک غلام کا" (سورۂ نساء - رکوع ۱۳ -)
(۸) اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ "یا آزاد کرنا ایک غلام کا" (سورۂ مائدہ - رکوع ۱۲)
(۹) وَفِي الرِّقَابِ "اور غلاموں (کی آزادی) میں" (سورۂ توبہ - رکوع ۸ -)
(۱۰) مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ "اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے" (سورۂ نور - رکوع ۴)
(۱۱) وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ "اور نہ جبر کرو اپنی لونڈیوں پر" (سورۂ نور - رکوع ۴)
(۱۲) فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ "تو آزاد کرنا ایک غلام کا" (سورۂ مجادلہ - رکوع ۱)
(۱۳) فَكُّ رَقَبَةٍ "آزاد کرنا ایک غلام کا" (سورۂ البلد - رکوع ۱ -)

پس اسطرح ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کے محاورہ میں "ماملکت ایمانکم" وغیرہ سے غلام اور لونڈی مراد نہیں ہوتے، بلکہ اس معنی کے لیئے دوسرے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

پنڈت جی نے آیت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ الخ کے معنی میں "وما ملکت ایمانکم" کے معنی جو "لوٹ کی لونڈیاں" کی ہیں، وہ بچند وجہ غلط ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ ماملکت ایمانکم وغیرہ قرآن کریم میں لونڈی غلام کے لئے مستعمل نہیں ہوئے ہیں، بلکہ لونڈی غلام کے لئے دوسرے الفاظ ہیں، جیسا کہ ثابت ہوچکا ہے۔ دوسرے یہہ کہ اسلام میں لوٹ تو جائز ہی نہیں، پھر لوٹ کی لونڈیاں چہ معنی دارد؟ ناظرین دیکھہ چکے ہیں کہ پنڈت جی نے جو دھوکا دیا تھا کہ اسلام میں لوٹ جائز ہے، کیسا غلط ثابت ہوا۔ اور اگر پنڈت جی کی لوٹ سے جنگ مراد ہے، تو یاد رہے کہ اسلام میں قیدیاں جنگ کو لونڈی غلام بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ پنڈت جی نے بھی اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۱۴ میں وہ آیت نقل کی ہے، جسمیں صاف حکم ہے کہ قیدیان جنگ کو یا تو فدیہ لیکر یا احساناً بغیر فدیہ لئے چھوڑ دو۔ لونڈی غلام بنانیکا ہرگز ہرگز حکم نہیں۔

اگر کوئی شخص ایک آیت بھی قرآن کریم سے نکالدے، جس میں قیدیاں جنگ کے لونڈی غلام بنانے کا حکم ہو، تو ہم اوسکو پانچسو ۵۰۰ روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ وہ آیت جس کا ذکر ابھی ہوا، یہہ ہے:-

وَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ

(پارہ ۲۶ - سورۂ محمد - رکوع ۱ - آیت ۴ -)

ترجمہ :۔ ہمکو معلوم ہے جو ہمنے اُنپر ازواج کے بارہ میں اور اُنکے بارہ میں جنکے مالک اُنکے ہاتھ ہو چکے ہیں (یعنی زوجیت میں آئی ہوئی عورتوں کے بارہ میں) فرض کر رکھا ہے۔الخ
یہاں بھی " ما ملکت ایمانھم " عام لفظی معنی کے لئے آیا ہے۔

(۸) وَلَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَکَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتۡ یَمِیۡنُکَ ؕ (سورۂ احزاب ۔ رکوع ۶۔)

ترجمہ :۔ اسکے بعد تجھے کوئی عورت حلال نہیں، اور نہ یہہ حلال ہے کہ اون کے بدلے اور بیویاں کرے خواہ اون کا حسن تجھے کیسا ہی پسندیدہ ہو، مگر وہ عورتیں جنکا تیرا ہاتھ مالک ہو چکا حلال ہیں (یعنی زوجیت میں داخل ہو چکی ہوئی بیویاں حرام نہیں، بلکہ حلال ہیں ۔ صرف نئی بیویاں جائز نہیں)
یہاں پر بھی "ما ملکت یمینک" اپنے لفظی ہی معنی مستعمل ہوا ہے۔

(۹) لَا جُنَاحَ عَلَیۡهِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیۡنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدًا ۝ (سورۂ احزاب ۔ رکو ۶ ۷ ۔)

ترجمہ :۔ اُنپر اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں کوئی گناہ نہیں، اور نہ اپنے بیٹوں کے نہ اپنے بھائیوں کے نہ اپنے بھتیجوں کے نہ اپنے بھانجوں کے نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اون کے (سامنے ہونمیں کچھ گناہ ہے) اور وہ اللہ سے ڈرتے رہیں ۔ تحقیق اللہ ہر شے پر شاہد ہے "
یہاں بھی " ما ملکت ایمانھن " اپنے لفظی ہی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

پس صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں " ما ملکت ایمانکم " وغیرہ جہاں کہیں آئے ہیں وہاں وہ اپنے عام لفظی معنی ہی کے لئے آئے ہیں ۔ اور افصح العرب والعجم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی محاورہ معلوم ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے جو مرض الموت میں حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنینؓ وغیرہ کی خبرگیری کے لئے نصیحت کی، اُسمیں یہہ الفاظ تھے :۔ الصَّلٰوۃ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔ یعنی " نماز اور متعلقین سے بے خبر نہ رہنا "

اور خاص غلاموں اور لونڈیوں کے لئے قرآن شریف میں دوسرے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جنکو میں یہاں پر درج کرتا ہوں ۔

(۱) وَفِی الرِّقَابِ :۔ اور غلاموں (کی آزادی) میں " (سورۂ البقر ۔ رکو ۲۲ ۔)
(۲) وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ :۔ اور غلام کے بدلے غلام " (سورۂ بقر ۔ رکو ۲۲ ۔)
(۳) وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ :۔ اور البتہ مسلمان لونڈی " (سورۂ بقر ۔ رکو ۲۷ ۔)

آزاد کرا دیا گیا۔
پس اب ہر طرح ثابت ہوگیا کہ اسلام میں قیدیان جنگ کو غلام و لونڈی بنانا ہرگز جائز نہیں، اور نہ اسلام میں کسی قسم کی زناکاری (چاہے منکوحہ عورتوں سے ہو یا غیر منکوحہ عورتوں سے) جائز رکھی گئی ہے۔
اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ منکوحہ عورتوں سے معاذ اللہ زنا تو درکنار نکاح بھی جائز نہیں۔
اب ہم حسب وعدہ پچھلی دو آیتوں کو مع ترجمہ درج کرتے ہیں، اور آریوں سے پوچھتے ہیں کہ ان آیتوں میں بھی معاذ اللہ بیگانی منکوحہ عورتیں واسطے زنا کے دینے کی ترغیب کہاں ہے؟

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ بقر۔ رکوع ۲۷۔)

ترجمہ: "جن لوگوں نے ایمان لایا، اور جنہوں نے اللہ کی رضا میں ہجرتیں اور کوششیں کیں، یہی ہیں جو خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں"

(۲) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ (سورۂ صف۔ رکوع ۲۶۔)

ترجمہ: "اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے کوشش کرتے رہو۔ یہ تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو"
ناظرین دیکھیں تو کہ ان آیتوں سے پنڈت جی کا دعوے کیونکر ثابت ہوتا ہے۔

قولہ۔ لوٹ کے مال کی تقسیم "(صفحہ ۱۸)"

اقول — اس ڈھنگ کے نیچے پنڈت جی نے مال غنیمت کی تقسیم دکھلانی چاہی ہے، اور چار آیتیں

---

* پنڈت جی نے اپنے اس غلط دعوے کے ثبوت میں ایک روایت بھی تفسیر حسینی سے نقل کی ہے۔ گو اس روایت میں معاذ اللہ زنا کا تو کچھ مذکور نہیں، بلکہ نکاح کا ذکر ہے، تاہم ہم ایسی اکا دکا ضعیف روایات کو قرآن کریم کی کھلی کھلی آیتوں اور دوسرے بین ثبوتوں کے سامنے معرض بحث میں لانا فضول سمجھتے ہیں۔ اور اس روایت کا غلط ہونا تو خود اسکے الفاظ سے ظاہر ہے۔ راوی صاحب کا بیان ہے کہ "حرمت زنان شوہر دار را معلوم شدہ بود ...... بعد از عرض حال بحضرت رسالت پناہ این آیت نازل شد" یعنی آیت وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ۔ غور کرنیکا مقام ہے کہ اسی آیت سے تو حرمت زنان شوہردار معلوم ہوتی ہے، پھر راوی صاحب کو پہلے سے کیونکر معلوم تھا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ روایت محض بناوٹی ہے۔ اور مفسروں کے اقوال کا میں ذمہ دار نہیں

ترجمہ :- جب کفار سے تم معرکہ آرا ہو، تو ان کی گردنیں مارو - یہانتک کہ تم فتحمند ہو جاؤ - پھر (دشمنوں کو) قید کرلو - آخر احسان کرکے چھوڑ دو یا جرمانہ لیکر رہا کردو - یہاں تک کہ لڑائی رکھدے سلاح اپنے - یہی ہے حکم ؂

پس کیسی صاف بات ہے کہ قیدیانِ جنگ کے لئے بس صرف یہی حکم ہے کہ یا تو اُنکو احساناً بلا معاوضہ چھوڑ دیا جائے، یا کچھ جرمانہ لیکر رہا کیا جائے -

اِسی حکم کے مطابق تم دیکھہ چکے ہو کہ سریہ نخلہ (رجب ۲ھ) کے قیدی، اور غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان ۲ھ) کے قیدی رہا کئے گئے - غزوہ بنی مصطلق (شعبان ۵ھ) کے قیدی بھی بلا معاوضہ رہا ہوئے [۱] اور تمکو یہہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ (ذی الحجہ ۵ھ) کے قیدیوں اور لبطن* مکہ کے گرفتاروں کو بھی رہا کیا گیا - اور ایسے ہی تم یہہ بھی دیکھہ چکے ہو کہ حنین و ہوازن (شوال ۸ھ) کے قیدی، جنکی تعداد چھہ ہزار تھی، اور سریہ بنی طے (سنہ ۹ھ) کے قیدی بلا معاوضہ رہا ہوئے - اور اِن کل جنگوں کے قیدیوں میں سے کوئی بھی لونڈی غلام نہیں بنایا گیا - اِن غزووں اور سریوں※ کے علاوہ اور کسی غزوہ یا سریہ میں کوئی قید نہیں ہوا، یہانتک کہ جنگ اُحد، احزاب، خیبر اور فتح مکہ کے بڑے بڑے واقعات میں بھی کوئی گرفتار ہو کر نہیں آیا -

خلفائے راشدین کے وقت میں بھی کوئی صحیح روایت سے ثابت نہیں کرسکتا کہ جنگ کے قیدیوں میں سے ایک شخص کی بھی آزادی چھین لی گئی ہو، اور غلام اور لونڈی بنالئے گئے ہوں بلکہ اسکے خلاف کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کہیں قیدیانِ جنگ اگر غلام بنالئے گئے، تو اونکو پھر

---

[۱] دیکھو ابن خلدون - کتاب ثانی - جلد سوم - ذکر غزوہ بنی مصطلق - ۱۲ -

* لبطن مکہ کے گرفتاروں سے وہ قیدی مراد ہیں جو صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ) کے موقع پر اسوجہ سے گرفتار کئے گئے تھے کہ اونہوں نے بے وجہ بے سبب آنحضرتؐ پر پتھروں اور تیروں سے حملہ کیا تھا - مگر آنحضرتؐ نے اون کو معاف کردیا اور بے معاوضہ رہا کردیا - (دیکھو کتاب ہذا - صفحہ ۷۲) -

※ سریہ ام قرفہ اور اوس کی بیٹی کی گرفتاری کا یہہ حال ہے کہ اکثر مورخین تو اُسکے موقعہ جنگ ہی میں قتل ہو جانے کا ذکر کرتے ہیں، اور جنہوں نے صرف اون کی گرفتاری کا ذکر کیا ہے وہ نہیں لکھتے کہ اونکا حشر کیا ہوا؟ مگر یہہ بھی کہیں سے ثابت نہیں کہ وہ لونڈی بنائی گئی تھیں - اسلئے یہہ بات ماننی پڑتی ہے کہ وہ دونوں بھی اور جنگوں کے قیدیوں کی طرح حسب فرمودۂ قرآن یا تو فدیہ لیکر یا بلا فدیہ احساناً چھوڑ دی گئی ہوں گی - ۱۲ -

علیہ السلام کے خلیفوں کا سلسلہ شروع ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آکر ختم ہوگیا، اسی طرح اس اُمت میں بھی اُنہیں خلیفوں کے قدم بقدم خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا" اور ایک محمدی مسیح پر جاکر ختم ہوگا۔"

(۴) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (سورۂ صف۔ رکوع ۲)

ترجمہ:۔ اے مومنو! کیا میں ایک سوداگری بتاؤں، جو تم کو دردناک عذاب سے بچاوے؟"

قولہٗ:۔ مولویوں کے فضول عذرات کا جواب:۔ (صفحہ ۱۹)

اقول ۔ اس تحت میں پنڈت جی نے اون بیشمار آیات میں سے، جو جبر و اکراہ کی منافی ہیں، جنہیں سے اکثر کو میں نے "تحقیق جبر و اکراہ" میں نقل کیا ہے، صرف دو آیتوں کو لکھکر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور آیت لکم دینکم ولی دین کو بھی معرض بحث میں لایا ہے۔ مگر اس آیت کو خاص اس بحث سے چنداں سروکار نہیں ہے۔

میں ایک ایک آیت مع ترجمہ لکھکر پنڈت جی کے جوابات پر بحث کرتا ہوں، اور دکھاتا ہوں کہ اون کے کل جوابات محض غلط ہیں، اور ایک جواب بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

(۱) لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ج قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ج (سورۂ بقر)

ترجمہ:۔ دین کی بابت جبر کی حاجت نہیں۔ تحقیق ظاہر ہوچکی ہے ہدایت گمراہی سے:۔

قولہٗ:۔ اس کا پہلا جواب، شاہ ولی اللہ صاحب کہتے "حجت اسلام ظاہر شد، پس گویا جبر کردن نیست، اگرچہ فی الجملہ جبر باشد:۔

جواب اول ۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاویل لاطائل پر آریو! خوش نہ ہوجاؤ اور تنکے کا سہارا نہ پکڑو۔ اگر تم میں جرٔت ہے تو خود الفاظ قرآن سے یہ مطلب ثابت کرکے دکھلاؤ اس تاویل کی کوئی دلیل بھی ہے کہ "گویا جبر کردن نیست"۔ قرآن میں تو ہے "جبر کرنا نہیں" پھر یہ گویا کہاں سے آگیا، اور پھر "فی الجملہ جبر باشد" کیونکر اس آیت سے اخذ ہوا؟ پس پہلا جواب خود الفاظ قرآن دیتے ہیں، جو کسی طرح اس تاویل لاطائل کو جگہ نہیں دیتے۔

جواب دوم ۔ پھر دوسرا جواب وہ متفقہ شان نزول دیتی ہے، جسکو پنڈت جی نے بھی اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۲۲ میں ادھوری نقل کی ہے۔ میں اُسکو اُسی کتاب سے نقل کرتا ہوں، جس سے پنڈت جی نے لیا ہے:۔

؎ ابو الحصین انصاریؓ دو پسر قابل داشت۔ ناگاہ ترسائے از شام بمدینہ

نقل کی ہیں ۔مگر دو پچھلی آیتوں میں مال غنیمت کا ذکر تک نہیں ہے ۔جنر مال غنیمت کی تقسیم ہمارے دعووں کے منافی نہیں ہے ۔میں ان آیتوں کو مع ترجمہ درج کر دیتا ہوں، ناظرین خود دیکھ لیں گے کہ یہ تقسیم کن عمدہ اصول پر مبنی ہے ۔صرف یہ کہدینا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مال غنیمت یعنی جنگ میں فتح کی ہوئی چیزوں کو لوٹ کا مال ظاہر کرنا پنڈت جی کی محض خیانت ہے ۔

(۱) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ ۔ (سورۂ انفال ۔رکوع ۵)

ترجمہ ۔ اور جان رکھو کہ جو چیز جنگ میں فتح کر کے لاؤ، تو اوس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول (یعنی دینی کاموں) کے لئے اور قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے (رکھو، اور بقیہ حصے فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوں)، اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو، (تو اسی تقسیم پر عمل کرو ۔)"

(۲) وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ۔ (سورۂ صف ۔ رکوع ۱)

ترجمہ "جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے پہونچا دیا، وہ اللہ اور رسول (یعنی دینی کاموں) اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے واسطے ہے، تاکہ تمہارے دولت مندوں میں ہی دولت دائر نہ رہے ۔"

کیا عمدہ اصول ہیں کہ جہاں فتح کرنے والوں کا مال غنیمت میں حصہ قایم ہوا، وہاں دینی ضرورتوں، اور یتیموں مسکینوں وغیرہ کا بھی حق قرار پایا ۔

اب میں پچھلی دو آیتوں کو بھی مع ترجمہ درج کرتا ہوں، جنکو پنڈت جی نے تقسیم مال غنیمت کے تحت میں درج کیا ہے، مگر انمیں اسکا کچھ ذکر نہیں ۔

(۳) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ (سورۂ نور ۔ رکوع ۷) [پنڈت جی نے اس آیت کو سورۂ توبہ میں لکھا ہے، مگر یہ سورۂ نور کی آیت ہے]۔

ترجمہ ۔ وعدہ کرتا اللہ اُنسے جنہوں نے تم میں ایمان لایا، اور اچھے عمل کرتے ہے کہ اون کو ضرور ضرور اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائیگا، جسطرح اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا، جو اون سے پہلے تھے ۔ (یعنی اس اُمت میں بھی خلافت کا سلسلہ اُسی طرح قایم ہوگا، جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں قایم ہوا گیا، یعنی جسطرح یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ

اقول۔ یہہ بحث کہ قبائل عرب سے دین اسلام کے سوا اور کچھہ قبول نہ تھا، اس مقام سے کچھہ سروکار نہیں رکھتی، اور ناظرین خود دیکھہ سکتے ہیں کہ اُن آیات میں جنمیں جبر واکراہ کی ممانعت ہے کسی قوم یا ملک کی تخصیص نہیں، بلکہ عام حکم ہے کہ دین کی بابت کسی قسم کے جبر کی حاجت نہیں تو اوپر ایمان لانے کے جبر نہیں کرسکتا، اور رسول پر سوا صاف صاف حکم پہونچا دینے کے کچھہ نہیں وغیرہ وغیرہ حیز اب ہم ناسخ ومنسوخ کا جواب حسب ذیل دیتے ہیں۔

جواب اوّل۔ پہلا جواب تو یہہ ہے کہ اس کتاب میں ہر طرح ثابت ہوگیا کہ آیت قتال کا یہہ مطلب نہیں کہ کسی کو جبر وزبردستی سے مسلمان کیا جائے، بلکہ وہ کل کی کل ظلم وزیادتی موقوف کرانے اور امن وچین حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ پھر یہ آئتیں جبر واکراہ سے منع کرنے والی آیتوں کو کیکر منسوخ کرسکتی ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ حکم این آیت بآیت قتال منسوخ نشد وایں قول غلط است کہ منسوخ شد۔ چنانچہ خود مفسر نے بھی گفتہ (قیل) لکہکر اس قول کا ضعیف ہونا ظاہر کردیا ہے۔ مگر پنڈت جی بیچارے کیا سمجہیں۔

جواب دویم۔ دوسرا جواب خود قرآن کریم دیتا ہے:۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًاo (سورۂ نساء رکوع ۱۱-)

ترجمہ:۔ کیا وہ قرآن پر غور وفکر ہی نہیں کرتے؟ اور اگر یہہ اللہ کے سوا کسی اور کیطرف سے ہوتا، تو اس میں ضرور بہت اختلاف پائے۔

پس جب قرآن خود اسبات کا قائل نہیں کہ اُس میں اختلافات ہیں، تو پھر ناسخ ومنسوخ چہ معنی دارد۔!

جواب سویم۔ تیسرا جواب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں:۔

عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ قال سمع النبی صلعم قوما یتدارؤن فی القرآن فقال انما ھلک من کان قبلکم بھذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض وانما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً فلا تکذبوا بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوبہ وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ (رواہ احمد ابن ماجہ)۔

ترجمہ:۔ عمرو ابن شعیب نے روایت کی ہے اپنے باپ سے، جس نے سنا عمرو کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے کہ نبی صلعم نے چند لوگوں کو قرآن کی چند آیتوں کی تشریح وتفصیل میں جھگڑتے سنا، تو آپنے ان لوگوں سے کہا کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے کہ وہ

آمد وایشان با او مصاحبت نمودند - بوجہہ فسوں وافسانۂ وے مغرور گشتہ دین ترسائی اختیار کردند، وہمراہ او متوجہ شام شدند - ابوالحصینؓ از حضرت رسالت پناہ دستوری خواست تا پسران ایشاں را باکراہ بیراہ شرع باز آرد - این آیت نازل شد کہ اکراہ ملکنید کسے را کہ بدینے تدین شدہ است[۵۱]"

اے آریو! دیکھو کہ اس آیت کا خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیا مطلب سمجھتے تھے؟ اگر آنحضرت اُس تاویل لاطائل کے، جو شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے، معاذ اللہ قائل ہوتے، تو پھر ابو الحصین انصاریؓ کو اپنے بیٹوں پر جبر کرنے سے کیوں روکتے؟

جوابِ سویم - تیسرا جواب حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب علیہ السلام خلیفہ ثانی دیتے ہیں - آپکا غلام جب باوجود ہدایت وترغیب کے اسلام نہ لایا، تو اُسپر نہیں کیا، بلکہ یہہ فرمایا کہ "لا اکراہ فی الدین" [۵۲]

آریو! دیکھو کہ صحابہ کرام اس آیت کا کیا مطلب سمجھتے تھے؟ کیا وہ بھی نعوذ باللہ اس تاویل لاطائل کے قائل تھے؟

جوابِ چہارم - چوتھا جواب دینے کے لئے اکثر مفسرین بھی موجود ہیں - مگر خود رسول خدا اور صحابہ کا قول وفعل موجود رہتے ہوئے، مفسرین کے اقوال کو پیش کرنا محض تحصیل حاصل ہے مگر ہم یہاں پر خود شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے کا قول نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اون کی تاویل کو خود اون کے بیٹے نے بھی قبول نہیں کیا۔

شاہ عبد القادر صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "زور نہیں ہے دین کی بات میں، یعنی کسی کو زور سے مسلمان کرنا ضرور نہیں" پھر لکھتے ہیں "**فائدہ** - یہہ نہیں کہ زور سے اپنی بات قبول کروائی ہے" [۵۳]

پھر ایک جگہ فائدہ میں لکھتے ہیں "یعنی لڑائی کافروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو، اور دین سے گمراہ نہ کرسکیں، اور حکم اللہ کا جاری رہے - اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں - اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل" [۵۴]

قولہ "دوسرا جواب مفسر حسینی دیتا ہے - گفتہ اند حکم این آیت بآیت قتال منسوخ است، از تمام قبائل عرب جز دین اسلام قبول نبود - امّا با دیگراں قتال باید کرد تا جزیہ نہ قبول کنند"

[۵۱] تفسیر حسینی - جلد ۱ - صفحہ ۴۸ - مطبوعہ مطبع نولکشور - ۱۲ [۵۲] یہہ روایت طبقات ابن سعد میں موجود ہے، جو نہایت معتبر کتاب ہے - دیکھو کنز العمال - جلد ۵ - صفحہ ۴۹ - مطبوعہ حیدر آباد - ۱۲

[۵۳] دیکھو تفسیر موضح القرآن منزل (۱) صفحہ ۸۴ - مطبوعہ خادم الاسلام - دہلی - ۱۲ -

[۵۴] دیکھو حاشیہ قرآن - مطبوعہ مطبع ہاشمی سنہ ۱۲۸۵ھ - صفحہ ۲۶ -

قولہ :- جواب چہارم سورۂ انفال میں لکھا ہے - قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ"

اقول - ترجمہ :- کافروں سے کہو کہ اگر (اب بھی اپنی شرارتوں سے) باز آجائیں، تو اون کے پچھلے قصور معاف کر دئے جائینگے - اور اگر پھر شرارت کرینگے، تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے۔ (وہی انجام انکا بھی ہونا ہے) - اور اُنسے لڑو یہانتک کہ فتنہ یعنی دین میں ستائے جانا (نام ونشان کو باقی) نہ رہے، اور وہاں ساری خدا ہی کی ہو (یعنی جبر [illegible] کی وجہسے کوئی اندر سے مسلمان اور مجبوراً ظاہراً کافر نہ رہے[1])

صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں بھی صرف ظلم و زیادتی کے مٹانے اور امن وچین حاصل کرنے کے لئے لڑائی کا حکم ہے، نہ کہ جبر واکراہ سے مسلمان کرنے کے لئے - پس یہہ آیت پنڈت جی کی طرف سے کوئی جواب نہ ہوئی، بلکہ اِس سے بھی میرا ہی مدعا ثابت ہوا کہ اسلام صرف ظلم و زیادتی مٹانے کے لئے جنگ کا حکم دیتا ہے -

(۲) لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ○ (سورۂ کفرون)

ترجمہ :- تمکو تمہارا دین (مبارک) اور ہمکو ہمارا دین :-

قولہ :- اسکا جواب اوّل تفسیر جلالین میں لکھا ہے :- لکم دینکم الشرك ولی دین الاسلام، وهذا قبل يوم الحرب -

ترجمہ :- تمکو تمہارا دین سے مراد شرک ہے اور ہمکو ہمارا سے مراد اسلام ہے، اور یہہ حکم اسلام میں لڑائی (جہاد) شروع ہونے سے پہلے کا ہے :-

اقول - جیسا کہ میں لکھہ چکا ہوں، یہہ آیت خاص اِس بحث سے کہ اسلام میں جبر جائز نہیں تعلق نہیں رکھتا - بلکہ اِس طرف یہہ مطلب ہے کہ یہہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان تمسے ملکر شرک کے مراسم ادا کریں، تمکو تمہارا دین مبارک ہو اور مسلمانوں کو اپنا - مگر یہہ کہنا کہ یہہ آیت جنگ کے احکام سے منسوخ ہوگئی ہے غلط ہے - اوّل تو اس لئے کہ یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنگ کے احکام صرف ظلم وزیادتی مٹانے کے لئے ہیں، نہ کسی کو بجبر واکراہ اپنے دین سے برگشتہ کرنے کے لئے - دوسرے یہہ کہ خود قرآن وحدیث سے ثابت ہوگیا کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ موجود نہیں - پھر کسی مفسر کا قول کیا حقیقت رکھتا ہے، مگر یہاں پہ تو بیچارے مفسر نے بھی یہہ نہیں لکھا ہے کہ یہہ آیت منسوخ ہے :- بلکہ صرف یہہ لکھتا ہے کہ یہہ آیت جنگوں کے دنوں سے پہلے کی ہے، یعنی پہلے نازل ہوئی ہے؛ اور پہلے نازل ہونا اور بات ہے اور منسوخ ہونا اور -

[1] لا تکون فتنۃ - ای حتی لا یفتن مومن عن دینہ - ویکون الدین کلہ للہ [illegible] (تفسیر [illegible] صفحہ ۲۵ [illegible])

کتاب اللہ کی بعض آیتوں کو بعض آیتوں سے رد کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ اس طرح ہوئی ہے کہ اوس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے - پس تم ایک آیت قرآنی کی دوسری آیت قرآن سے تکذیب نہ کرو، بلکہ جہانتک تمکو علم ہو ایک کو دوسرے سے تطابق کرلو اور جہاں تم ایسا نہ کرسکو، تو اوس کے عالم کے پاس جاؤ، اور اوس کے معنی حل کرلو۔ (روایت کیا اسکو احمد و ابن ماجہ نے) ؎

پس جب قرآن کریم میں اختلاف نہیں، اور ایک آیت دوسری آیت کی تصدیق کرتی ہے تو پھر منسوخ کہاں رہا ؟

قولہ ؎ جواب سوم خود قرآن بھی اس آیت کو رد کرتا ہے یا منسوخ ..... جیساکہ سورۃ البقرہ میں لکھا ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج ۔

اقول - لعنۃ اللہ علی الکاذبین - ہرگز یہہ آیت آیت زیر بحث کو یا کسی آیت کو رد نہیں کرتی !! تم دیکھہ چکے ہو کہ قرآن کا یہہ دعوے ہے کہ اوس میں اختلاف نہیں، اور خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ آیت قرآنی ایک دوسرے کو رد نہیں کرتی، بلکہ تصدیق کرتی ہے اب خاص ان دونوں آیتوں میں بھی غور کرو - اس آیت میں جنگ کا مسلمانوں پر گراں ہونا بیان ہوا ہے، اور آیت زیر بحث میں غیر مذہب والوں پر دین اسلام کے قبول کروانے کے لئے جبر کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے - پھر یہہ آیت آیت زیر بحث کو رد کیا کرتی؟ اسمیں ذکر ہی اور ہے اُسمیں ذکر ہی اور ! اب ہم اس آیت کا ترجمہ لکھ دیتے ہیں :-

ترجمہ ؎ حکم ہوا تم کو لڑائی کا، اور وہ تم کو ناگوار ہے - اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمکو بُری لگے، اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو ؎

لطیفہ - بالفرض محال بقول پنڈت جی کے اگر ہم مان بھی لیں کہ ان دونوں آیتوں میں اختلاف ہے، اور ایک دوسرے کو رد کرتی ہیں، تو کتب علیکم القتال الخ ہی آیت لا اکراہ فی الدین ج الخ سے (معاذ اللہ) رد ہو جاتی ہے، کیونکہ یہہ دونوں آئتیں سورۂ بقرہ کی ہیں، اور کتب علیکم القتال الخ چھبیسویں ۲۶ رکوع میں ہے، اور لا اکراہ فی الدین ج الخ چونتیسویں رکوع میں ! پس اگر رد کرتی ہے تو لا اکراہ فی الدین ج الخ ہی آیت کتب علیکم القتال الخ کو، نہ کہ اس کا اولٹا، کیونکہ جب کوئی حکم رد ہوتا ہے، تو اپنے بعد کے حکم سے، نہ کہ اپنے قبل کے حکم سے - یہہ ہے پنڈت جی کی انتہا درجہ کی بیوقوفی کا ثبوت !

اقول - قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ آیتوں کا موجود نہ ہونا بڑی وضاحت سے ثابت ہو چکا
" حاجت زیادہ لکھنے کی نہیں -
قولہ :- اور دیکھو قرآن سورۂ بقر - یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ "
اقول - نہ معلوم پنڈت جی نے اس آیت کو کیا سمجھکر لکھا ہے ؟ خیر اسکا ترجمہ یہہ ہے -
ترجمہ :- ادب والے مہینوں میں جنگ کرنے کی بابت پوچھتے ہیں تجھسے - کہہ کہ ادب والے مہینوں میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے "
قولہ :- اور دیکھو سورۂ حج - وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ
اقول - پنڈت جی کو تو آیت درج کرنے کی دہت ہے، چاہے اوس میں کچھہ ہی لکھا ہو ہم صرف ترجمہ کر دینا کافی سمجھتے ہیں -
ترجمہ :- اور کوشش کرو اللہ (کی معرفت) میں جیساکہ اسمیں کوشش کرنے کا حق ہے - اُسنے تمکو انتخاب فرمایا، اور دین میں تمپر کسی طرح کی سختی نہیں کی - دین تمہارے باپ ابراہیم کا "
اللہ میں جہد کرنے کے معنی اللہ کی معرفت میں کوشش کرنے کے سوا اور کچھہ نہیں ہوسکتے -
(۳) اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝
(سورۂ ممتحنہ)
ترجمہ :- یہہ کہ احسان کرو ساتھہ اُنکے اور سلوک کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے سلوک کرنیوالوں کو "
قولہ :- اسکا جواب باصواب یہہ ہے کہ جناب مولوی صاحبان آپ اس آیت کا پہلا حصہ ظاہر فرماتے ہیں، مگر اسکے دوسرے حصہ کو چھپاتے ہیں - ذرا آنکھیں کھولکر دیکھئے اسمیں کیا لکھا ہے
اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
ترجمہ - منع کرتا ہے تمکو خدا اس سے کہ تم دوستی رکھو اُنسے، اور جو کوئی دوستی رکھے ہیں اون سے پس وہ ظالم ہیں "
اقول - آریو ! ذرا اپنے پنڈت کی چالاکی اور قابل شرم چالاکی ملاحظہ فرماؤ - یہہ کہنا کہ مولوی صاحبان نے اس آیت کے پہلے حصہ کو ظاہر فرمایا ہے، اور دوسرے حصہ کو چھپایا ہے

پھر پنڈت جی نے دوسرے جواب کے لئے تائید اسلام سے یہہ نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں " لکم دینکم ولی دین ہ " نازل ہوئی تھی، اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ " اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (قتل کرو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ) نازل ہوئی -

اگر اسکا یہہ مطلب ہے کہ اس پچھلے حکم سے پہلی آیت منسوخ ہوگئی، تو یہہ غلط ہے، جیساکہ ثابت ہوچکا - اور اگر صرف یہہ مطلب ہے کہ یہہ پچھلی آیت پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے، اور ہر آیت کے نازل ہونے کا ایک موقعہ تھا، تو بہت درست ہے - اور اگر یہہ خیال ہو کہ یہہ پچھلا حکم زبردستی مسلمان کرنے کے لئے ہوا تھا، تو یہہ درست نہیں، بلکہ خود پنڈت جی نے مصنف تائید الاسلام کا یہہ قول نقل کیا ہے " اور شرارت کفار بڑھنے لگی، تو دوسرا حکم ہوا - (تائید اسلام صفحہ ۳۸) "

قولہ " جواب سویم قرآن دیتا ہے - سورۂ تحریم - یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ہ -

ترجمہ - اے پیغمبر جہاد کر کافروں سے اور جہاد کر منافقوں سے اور سختی کر اُنپر - اور جگہہ اون کی دوزخ ہے - اور وہ بُری جگہہ ہے -

اقول - یہہ بات ثابت ہے کہ قرآن کریم کے محاورہ میں جاھد وغیرہ کے معنی جنگ کے نہیں ہوتے، بلکہ اوس کے معنی کوشش کرنا محنت کرنا وغیرہ ہیں [له] اور علاوہ اسکے چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم منافقین سے کبھی لڑے نہیں، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جاھد وغیرہ کے معنی جنگ کے نہیں لئے جاسکتے - آنحضرت کا طرز عمل یہہ تھا کہ " وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ہ (احزاب - آیت ۴۷)

ترجمہ " اور اے پیغمبر کافروں اور منافقوں کا کہا نہ مانو اور اُنکی ایذادہی کی کچھہ پروا مت کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو - اور خدا کارساز بس ہے "

پس مذکورۂ بالا آیت کا مطلب یہہ ہے کہ ان کافروں اور منافقوں کے ساتھہ وعظ ونصیحت سے کوشش کرو اور اُنکے ساتھہ سختی کرو، یعنی اُنسے نرم نہ ہوجاؤ، اور اُنکے دھوکے میں نہ آجاؤ -

قولہ " جواب چہارم مولوی حسین واعظ مصنف تفسیر حسینی دیتا ہے کہ این آیت بآیت سیف منسوخ شدہ "

له دیکھو، پریچنگ آف اسلام " ضمیمہ نمبر (۱) - اور " دی جہاد " مصنفہ مولوی چراغ علی صاحب - ضمیمہ کتاب - ۱۲

اسکے بعد پنڈت جی نے ابو سفیانؓ کے اس قول کو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین سے کوئی مرتد نہیں ہوتا، جو اونہوں نے ہرقل کے دربار میں بیان کیا تھا، غلط ثابت کرنے کی بے موقعہ اور بے محل کوشش کی ہے۔ اور اسکے غلط ثابت کرنے کے لیئے ابو الحصین انصاری کے دونوں جوان بیٹوں اور ایک یہودی کا مرتد ہونا تفسیر حسینی سے نقل کیا ہے۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ یہہ دونوں واقعے ابو سفیان کے بیان مذکورہ بالا کے بعد کے ہوں؟ اور کیا "الشاذ کالمعدوم" مسئلہ مسلمہ نہیں؟

اب پنڈت جی صفحہ ۳۰۲ میں ایک مختصر مگر معنی خیز مضمون لکھتے ہیں، جسے میں بعینہٖ نقل کردیتا ہوں، بلکہ کچھ اور ایزاد بھی کردیتا ہوں:-

جیساکہ معرکوں اور میدا نہائے جنگ میں مبارزین کی تقویت اور ترغیب کے لیئے دانشمند سپہ سالار ہر طرح کی تجاویز عمل میں لاتے ہیں، مثلاً باجوں، دل افزا تقریروں اور دیگر اسباب سے اون کے حوصلوں کو بڑہاتے ہیں، اور اون کی ہمت کو ابھارتے ہیں، ویسا ہی موقعہ پڑنے پر اور مشکلات کے پیش آنے پر قرآن کریم بھی ایسی تدابیر کو کام میں لاتا ہے، اور ٹھیک اہل عرب کے موافق، جیسے کہ وہ معرکہ ہائے قتال میں رجز پڑہتے تھے اور ان رزمیہ اشعار سے تیر و تفنگ سے بڑھکر کام نکالتے ہیں، قرآن نے بھی شکستہ دل مسلمانوں کے استظہار اور قوت قلبی کو قوی کرنے کے لئے رجزیہ اشعار کے بجائے پر تاثیر آیات بیان فرمائی ہیں، جنہوں نے قوی و کثیر مخالفین کے مقابلہ میں سیف و سناں کا کام دیا ہے۔ اور اون تمام آیات کے ضمائر کے مرجع اور اسماء اشارات کے مشارٌ الیہم اور عہد ذہنی الف لاموں کے معہود فی الذہن مخصوصاً وہی ظالم و جابر حملہ آور مقاتلین ہیں، جنسے اہل اسلام کو پالا پڑا تھا۔ پنڈت لیکھرام جیسے ناداں مخالفین انکو استغراقی الف لام گمان کرکے اور مختص المقام آیات نہ سمجھکے سخت غلطیوں اور دھوکوں میں پڑے ہیں، یا دیدہ و دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے۔

پھر پانچ چھہ سطروں میں سخت سے سخت گالیاں دیکر، جنکو درج کرنا بھی میں خلاف تہذیب سمجھتا ہوں، پنڈت جی نے دولت فاروقی سے نقل کیا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی سپاہ سے کہا کہ "تم روم کی تمام فوج کو دیکھتے ہو، تم انسے بچکر جا نہیں سکتے۔ مگر جب تمہاری فتح ہوگی، سارا شام کا ملک تمہاری تابعداری کریگا۔ پس تمکو چاہئے کہ شوق سے اور واسطے مذہب کے لڑو"۔

ہاں! ہاں!! بیشک وہ مذہب ہی کے لیئے لڑنے گئے تھے، اسکی حمایت نے انکو گھر بار سے چھڑایا، اور جنگ کی مصیبتیں برداشت کرائیں۔ رومیوں نے چاہا تھا کہ

محض غلط ہے، کیونکہ یہہ ٹکڑا جو پنڈت جی نے نقل کیا ہے، وہ اوس کے بعد کی آیت کا ٹکڑا ہے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ مولوی صاحبان نے دوسرے حصّہ کو نہیں لکھا، تو اسلئے نہیں لکھا کہ اُس کے لکھنے سے بھی وہی مطلب حاصل ہوتا جواب حاصل ہے۔ مگر پنڈت جی نے جو الزام مولوی صاحبان پر لگایا ہے، اُسکے خود مرتکب ہوئے، اور اس لئے ہوئے تا کہ اصلی حقیقت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ شرم! شرم!! شرم!!!

اب ہم پہلی اور دوسری دونوں آیتوں کو نقل کرتے ہیں، اور دکھلاتے ہیں کہ پنڈت جی نے کس چالاکی اور قابل شرم چالاکی سے کام لیا ہے، اور دوسری آیت کا صرف ایک ٹکڑا لکھکر اصل حقیقت کو چھپانا چاہا ہے۔ ناظرین خود دیکھہ لینگے کہ حق کسکی طرف ہے، پنڈت جی کی طرف یا مولوی صاحبان کی طرف؟

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ۔

ترجمہ :۔ نہیں منع کرتا تمکو اللہ اُنسے جن لوگوں نے تمسے دین (کی مخالفت) میں جنگ نہیں کی، اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے یہہ کہ احسان کرو ساتھہ اون کے اور سلوک کرو طرف اُنکے۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے سلوک کرنے والوں کو۔ اللہ تو تم کو صرف اون سے منع کرتا ہے جو تمسے دین (کی مخالفت) میں جنگ کرتے ہیں، اور تمکو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے، اور جنہوں نے تمکو تمہارے گھروں سے نکالدینے پر نکالنے والوں کی مدد کی ہے یہہ کہ تم دوستی رکھو اون سے اور جنہوں نے دوستی رکھی اون سے یہی لوگ ظالم ہیں :۔

پس ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام زبردستی مسلمان کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، بلکہ غیر مذہب والوں سے بھی سلوک و احسان کرنیکا حکم دیتا ہے، اور اس عمل پر خدائے کریم کی محبت کی خوشخبری سناتا ہے۔ صرف اون ظالموں سے دوستی رکھنے کو منع فرماتا ہے، جو مسلمان بلا وجہہ بلا سبب صرف دین کی مخالفت میں قتل کرنے اور گھروں سے نکالدیتے اور نکالدینا چاہتے تھے۔

پس پنڈت جی کا یہہ کہنا کہ "دیکھئے کتنا اخلاق اور انصاف کا خون ہو رہا ہے" کیا غلط اور جھوٹ ہے۔ بیشک ظالموں سے دوستی رکھنے والے ظالم ہی ہوتے ہیں، اور وہ قابل لعنت ہیں !!!

مگر ایک حدیث بھی نہ ملی۔ نہ معلوم اس سفید جھوٹ سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اور اے آریو! آنحضرتؐ نے وہی فرمایا ہے، جو قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ پنڈت جی تو تمہارے صرف جھوٹا وعدہ ہی کرکے رہ گئے، اور موت تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرسکے، اگر تم اون کو سچا ثابت کرنا چاہو تو تم ہی احادیث صحیحہ سے اُنکے دعوے کو ثابت کرکے دکھلاؤ، اور ضرور دکھلاؤ!

پنڈت جی کی پیش کردہ حدیث یہہ ہے:۔

حدیث۔ الجنۃ تحت ظلال السیوف۔

ترجمہ۔ بہشت نیچے سایہ تلواروں کے ہے۔

بیشک اپنے مذہب، اپنے ملک، اپنی عزت و آبرو بچانے والے بہادروں کے لئے ایسا ہی ہوا اور ہوگا!



فصل پنجم



{جواب باب سیوم رسالہ جہاد}

اس باب میں تاریخ سے اپنے دعوے کا ثبوت کرنا چاہا ہے شروع میں اونہوں نے ایک نقشہ دیا ہے، جس میں دکھلایا ہے کہ اسلام کہاں کہاں پھیلا۔ اسمیں بھی پبلک کو بہت کچھ دہوکا دیا ہے۔

اوّل تو صرف مندرجہ ذیل ملکوں میں اسلام کا پھیلنا بتلایا ہے:۔

عرب[1]، روم[2]، فارس[3]، افغانستان[4]، بلوچستان[5]، ہندوستان[6]، پرتگال[7]، اسپین[8] یا ہسپانیہ، مصر[9]، نٹال[10]، مراکو[11]۔

اور لکھا ہے کہ سوائے ان ممالک کے اور جگہ اسلام کا پتہ نہیں ملتا۔

میں پنڈت جی کے بیان کا غلط ہونا مستند کتابوں سے پبلک پر ظاہر کرتا ہوں۔

ایشیا:۔

۱۔ "اے کلاس بک آف جاگرفی" مصنفہ سی۔ بی۔ کلارک۔ ایف آر۔ ایس مطبوعہ میکملن اینڈ کو لمیٹڈ لندن ۱۸۹۷ء۔ صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے کہ ٹرکی، عرب، ترکستان، فارس اور افغانستان ممالک اسلامیہ ہیں ہندوستان کی آبادی میں پانچواں حصہ مسلمانوں کا ہے۔ اور اسلام ملایہ میں بھی کثرت سے پھیلا ہوا ہے

اسلام کے نونہال پودوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیں، اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں ۔ پس مسلمانوں نے ضروری سمجھا کہ آگے بڑھکر انکے حملہ کو روکا جائے، اور اسطرح اپنی جان و مال، ہاں اپنے پاک و پوتر مذہب کی حفاظت کی جائے [۵۱] وہ کچھ آریوں کی طرح، ہاں ہاں !! وید کے رشیوں کی طرح، دجلہ و فرات کے پانی سندھ و گنگا کی طرح ظلم و زیادتی کے خون سے آلودہ کرنے نہیں گئے تھے، بلکہ خود مظلوم ہوکر اپنے دین، اپنی عزت اور جان و مال کی حفاظت میں جانیں لڑا دینے کے لیئے گھر سے چل کھڑے ہوئے تھے ۔ جسطرح وید کے رشیوں اور اون کے چیلے چانٹوں نے دریائے سندھ و گنگا کے پاک و صاف پانی کو ظلم و زیادتی کے خون سے آلودہ کیا اوسکو کون نہیں جانتا [۵۲] مگر مسلمانوں، ہاں ! رسول خدا اور آپ کے پاک اصحاب نے ایسا نہیں کیا ہے، بلکہ اونہوں نے اپنی جان اپنے مال، اپنے دین کی حفاظت کے لئے تلوار اوٹھائی، اور اوسوقت تک لڑتے رہے جبتک ظلم و زیادتی کا خاتمہ نہ ہوگیا ۔



فصل چہارم

{جواب باب دوم رسالۂ جہاد}

اس باب میں جو صرف ایک صفحہ کا باب ہے پنڈت جی نے حدیث سے یہہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام میں جبر و اکراہ جائز ہے، اور تلوار کے زور سے مسلمان کرنا فرض ۔ مگر افسوس ہے کہ سارے باب میں صرف ایک حدیث (جسکا نیچے ذکر آتا ہے) نقل کی ہے، اور وہ بھی اُنکے دعوے کو ثابت نہیں کرتی ۔ آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ " ہم صرف زبانی ہی نہیں بلکہ اون کتابوں کی اصل عبارت لکھکر مستند ترجموں سے شہادت لاویں گے، اور باحسن الوجوہ ثابت کرکے تجاہل عارفانہ کرنے والے مہربانوں کو دکھلاویں گے اور احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلعم کیا فرماتے ہیں، اور آپ اون کے برخلاف ہوکر پبلک کو کیا اولٹا سمجھاتے ہیں " یہہ پڑھکر مجھے بڑا تعجب ہوا، اور ساری کتاب کو ورق ورق صفحہ صفحہ دیکھ ڈالا

---

۵۱ دیکھو کتاب ہذا ۔ اسباب جنگ سلطنت روما ۔ صفحہ ۹۶ ۔

۵۲ دیکھو کتاب ہذا ۔ باب دہم " آریوں کے ظلم و زبردستی کے تاریخی ثبوت " ۱۲

سیام، لیاس، برما، سنگاپور، ملکا، سیلون، لکادیپ، اور مالدیپ میں کثرت سے مسلمان ہیں، اور بعض ملکوں میں کل مسلمان ہی آباد ہیں

یورپ

ع۱ حکومت ترکی میں، جسمیں رومانیہ، سرویہ، مانٹن نیگرو، بلغاریہ، مشرقی رومیلہ، بوسینیا، ہرزیگونیہ، رومیلیہ، میسیڈونیہ اور البانیہ اور جزائر کریٹ وغیرہ شامل ہیں، کثرت سے مسلمان ہیں۔ (دیکھو، اے کلاس بک آف جاگرفی صفحہ ۹۷ و ۱۰۰۔)

ع۲ رشیہ میں تاتاری اور مغل عموماً مسلمان ہیں مغلوں اور تاتاریوں کی تعداد رشیہ میں (۸۰) لاکھ سے زیادہ ہے (دیکھو جاگرفی مذکور۔ صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۱۔)

ع۳ آسٹریہ میں بھی پچاس لاکھ مسلمان ہیں۔ (دیکھو جاگرفی مذکور صفحہ ۱۰۵۔)

ع۴ شہر لیورپول انگلستان میں بھی اسلام پھیل رہا ہے۔ (دیکھو، پریچنگ آف اسلام صفحہ ۴۹۶۔)

پس یورپ میں بھی پنڈت جی کے بتائے ہوئے ملک پرتگال اور اسپین کے علاوہ رمانیہ، سرویہ، مانٹن نیگرو، بلغاریہ، مشرقی رومیلہ، بوسینیا، ہرزیگونیہ، رومیلیہ، میسیڈونیہ، البانیہ، جزائر کریٹ وغیرہ، اور رشیہ اور آسٹریہ میں کثرت سے مسلمان آباد ہیں۔ اور شہر لیورپول انگلستان وغیرہ میں بھی اسلام پھیل رہا ہے۔

افریقہ

ع۱ شمالی افریقہ (جسمیں مصر اور نوبیہ داخل ہے) کے کل باشندے مسلمان ہیں (دیکھو، اے کلاس بک آف جاگرفی صفحہ ۲۱۱۔)

ع۲ شمالی ساحل افریقہ یعنی مراکو، الجیریہ، ٹیونس، طرابلس، اور بارکا کے کل باشندے مسلمان ہیں۔ صرف الجیریہ میں (۴) لاکھ اور کچھ ٹیونس میں یورپین ہیں، جو عیسائی ہیں۔ (دیکھو جاگرفی مذکور۔ صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵)

ع۳ تبلیغ اسلام کی جنوبی حد افریقہ میں خط استوا سے شمال میں دس درجہ کا عرض بلد ہے گو اس عرض بلد سے شمال کی طرف میں بعض قومیں بت پرست بھی ہیں مگر اس عرض بلد تک اسلام پہونچ گیا ہے۔ (دیکھو، لوپل۔ صفحہ ۲۹۴۔ ۲۹۷۔ اور آرنلڈ پریچنگ...)

۳ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۸ میں لکھا ہے کہ "سائبیریہ اور منچوریہ کے باشندے عموماً تاتاری ہیں، لیکن روسی بھی اب کچھ آباد ہیں۔ تاتاری عموماً مسلمان ہیں، اور دوسری قومیں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ گریک کرسچن۔ اور سموڈیس وغیرہ بیگان ہیں"
۴ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ "ٹرکی ان ایشیا کی آبادی کا بہت ہی بڑا حصہ مسلمان ہے۔ صرف ایشیائے کوچک اور شام کے ساحلی شہروں میں یونانی ہیں، جو عیسائی ہیں"
۵ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھا ہے کہ "ترکستان کے کل باشندے مسلمان ہیں"
۵ اور صفحہ ۱۶۶ میں منگولیہ (مع تبت) کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہاں عموماً تاتاری آباد ہیں، اور وہ عموماً مسلمان ہیں۔ مشرق اور جنوب با مشرق میں بدھ مذہب کے پیرو ہیں"
۶ پھر جاگرفی مذکور میں لکھا ہے کہ مجمع الجزائر ملایہ میں بھی عموماً اور کثرت سے مسلمان ہی آباد ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۶) ۔ اور آر۔ ان لمہوشش کی جاگرفی میں بھی لکھا ہے کہ یہاں عموماً مذہب اسلام شائع ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۲)
۷ پھر جاگرفی مذکور الصدر کے صفحہ ۲۰۲ میں لکھا ہے کہ "افغانستان اور بلوچستان کے کل باشندے مسلمان ہیں؟ صرف بلوچستان کے ساحل پر ایک وحشی قوم آباد ہے، جو مچھلی پر زندگی بسر کرتی ہے"
۸ چین میں بھی سات کرور مسلمان ہیں۔ (دیکھو "ثمرات الفنون" بیروت مورخہ ۲۶ ر ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ۔ صفحہ ۳)
۹ ٹرینس گینجٹک پنینولہ یعنی جزیرہ نمائے ملایہ (جسمیں انام، کمبوڈیہ، سیام، لے آس، برما، سنگاپور، ملکا شامل ہیں) میں کثرت سے مسلمان ہیں۔ (دیکھو، مور صفحہ ۲۴۳۔ اور نیو ہولڈ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۶ و ۳۴۶۔)
۱۰ سیلون میں بھی مسلمان ہیں۔ (دیکھو، سر جمیس ایمیرسن سیتانت "سیلون"۔ جلد ۱۔ صفحہ ۶۳۱۔ ۶۳۳۔ پانچویں اڈیشن۔ مطبوعہ لندن)
۱۱ لکادیپ اور مالدیپ میں اب بالکل مسلمان ہیں۔ (دیکھو اُردو "پریچنگ آف اسلام" ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ صاحب۔ صفحہ ۲۸۵۔)

پس اب معلوم ہوا کہ ایشیا میں پنڈت جی کے بتائے ہوئے ملکوں (عرب، روم، فارس، افغانستان، بلوچستان اور ہندوستان) کے علاوہ سائبیریہ، منچوریہ، منگولیہ، تبت، چین، ترکستان، مجمع الجزائر ملایہ، انام، کمبوڈیہ،

صرف بلوچستان کے ساحل پر ایک وحشی قوم آباد ہے، جو مچھلی پر زندگی بسر کرتی ہے [۵۱] شاید یہی وحشی قوم آریہ ہوگی! کیوں پنڈت جی؟ مگر اس پارٹی میں داخل ہوگی! کیوں؟

سوئم اسپین اور پرتگال کے بارہ میں پنڈت جی لکھتے ہیں کہ یہاں کے کل باشندے عیسائی ہوگئے۔ یہہ محض غلط ہے۔ وہاں کے مسلمانوں پر مصیبت آئی اور یسوع کے بھیڑوں نے ان کو ظلم اور زبردستی کے ساتھ تہ تیغ بے دریغ کیا اور ملک سے نکال دیا۔ سنو!۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے قابل قدر مصنفین اسپین کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ فلپ سیوم کی پرہیزگاری ویسی ہی اسپین کے لئے مصیبت زا ہوئی جیساکہ اُسکے متقدمین کا قوی تعصب جو قوم مور کی نسبت تصدیعہ میں صاف صاف ظاہر ہوا۔ پہلی بغاوت (۱۵۰۲ء) - {جو قوم مور کی مظلومی کی وجہہ سے پھوٹ پڑی تھی} - کے فرد کرنیکے بعد ہی سے وہ بے رحمی کے ساتھہ ستائے جانے لگے۔ چارلس پنجم نے ۱۵۰۲ء کے فرمان شاہی (راج آگیا) کو ۱۵۲۶ء میں پھر تازہ کیا، اور اسلام کا ظاہرہ اقرار اسپین میں موقوف کردیا گیا۔ لیکن خفیہ وہ اپنے آبا واجداد کے مذہب پر قایم رہے، اور یہہ ایک ایسے بادشاہ کے اُبھارنے کے لئے کافی تھا جو غیر مذہب والوں پر حکومت کرنیکی نسبت بے رعیت رہنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اور فلپ دوئم کے فرمان نے ۱۵۶۶ء میں اُنکو عربی زبان میں بولنے اور لکھنے سے روکدیا، اور روایتی عادات و رسوم کے ترک کرنیکا حکم صادر ہوا۔ اور بھی زیادہ جھگڑے بکھیڑے ایک سخت بغاوت کیوجہہ سے، جو ۱۵۶۸ء میں فرو کی گئی، پیدا ہوئے۔ باغیوں میں سے جو زیادہ سرکش تھے وہ افریقہ کو جلاوطن کئے گئے، مگر زیادہ حصہ باغیوں کا بڑی مشکلوں کے بعد مطیع ہوگیا۔ فلپ سوئم نے اپنے باپ کے ادھورے کام کو پورا کرنے کا ارادہ کرکے اپنے مذہبی جوش کو ثابت کرنا چاہا۔ ۱۶۰۹ء میں کل قوم مور کو تین روز کے اندر جزیرہ نما (یعنی اسپین اور پرتگال) کے چھوڑنے کا حکم ہوا، اور اس حکم کے نہ ماننے والوں کے لئے سزائے موت تجویز ہوئی؛ اور اون عیسائیوں کے لئے بھی، جو ان مظلوموں کو پناہ دیں، یہی سزا قرار پائی۔ یہہ فرمان مانا گیا، مگر اسپین کے لئے تباہی تھی" [۵۲]

[۵۱] اے کلاس بک آف جاگرفی" صفحہ ۲۰۲ - [۵۲] دیکھو، انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا - جلد ۲۲ - ذکر اسپین صفحہ ۲۳۳ -

اسلام ۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ صاحب - صفحہ ۳۶۱ -)

پس اس تحقیق سے افریقہ میں مصر، نوبیہ، اور شمالی ساحل کے ممالک، اور کیپ کالونی اور نٹال وغیرہ کے علاوہ صحرائے اعظم، سوڈان، ابی سینیا یعنی حبشہ، سمالی لینڈ، زنجبار، برٹش ایسٹ افریقہ، جرمن ایسٹ افریقہ، سینی گیمبیہ، اپر گائنا اور کانگو فری اسٹیٹ وغیرہ میں بھی اسلام پھیلا ہوا ہے۔

کیپ کالونی اور نٹال وغیرہ میں بھی کثرت سے مسلمان ہیں - (دیکھو موڈرن وائیٹ اینڈ ٹروولر پہلی جلد - صفحہ ۹۳ - مطبوعہ لندن - مصنفہ ولیم آڈمز)۔

پس افریقہ میں بھی پنڈت جی کے بتائے ہوئے ملکوں (مصر، نٹال اور مراکو) کے علاوہ نوبیہ، الجیریہ، ٹیونس، ٹراپولی، بارکا، صحرائے اعظم، سوڈان، حبشہ، سمالی لینڈ، زنجبار، برٹش ایسٹ، افریقہ، جرمن ایسٹ افریقہ، سینی گیمبیہ، اپر گائینہ، کانگو فری اسٹیٹ، اور کیپ کالونی وغیرہ میں مسلمان عموماً آباد ہیں۔

امریکہ

امریکہ میں بھی اب اسلام کی اشاعت ہو چلی ہے - (دیکھو، لکچر مسٹر وب - مطبوعہ بدرالدین عبداللہ قور - بمبئی سنہ ۱۸۹۳ء -)

اب دیکھو کہ سترہ ممالک ایشیا کے اور چودہ یورپ کے اور سولہ افریقہ کے، کل سینتالیس ممالک ایسے ہیں جنمیں اسلام پھیلا ہوا ہے، مگر پنڈت جی نے اون کا ذکر نہیں کیا - صرف گیارہ ممالک متذکرہ صدر کا نام لیا ہے، اسکے بعد بڑی دلیری سے لکھدیا ہے کہ "سوائے ان ممالک کے اور جگہ اسلام کا پتہ نہیں ملتا" اس سفید جھوٹ کا کچھ علاج ہے!

دوم پنڈت جی ہندوستان کے علاوہ عرب، فارس، افغانستان، بلوچستان مصر اور نٹال میں بھی آریوں کا ہونا منوایا چاہتے ہیں۔

ہندوستان میں تو ہم مانتے ہیں کہ ساٹھ پینسٹھ ہزار آریہ ہیں، جنہوں نے اپنے آبائی برہمنی مذہب کو ترک کرکے دیانند جی سے تعلق جوڑ لیا ہے، مگر اور ملکوں کی بابت ہم مجبور ہیں، بغیر ثبوت کے کیونکر مان لیں!

لطیفہ :- بلوچستان میں بھی آریوں کا ہونا پنڈت جی منوانا چاہتے ہیں، مگر کلارک صاحب اپنی جاگرفی میں لکھتے ہیں کہ "افغانستان اور بلوچستان میں کل مسلمان ہیں،"

مرحوم مغفور کے چند جملوں پر بے موقع خامہ فرسائی کی ہے، اوس کا بھی جواب دیدیں ـ مرحوم نے جو کچھہ لکھا ہے وہ مستند تاریخوں سے اقتباس کرکے لکھا ہے، مگر پنڈت جی صرف اپنی بدزبانی سے اوسکو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں ـ ناظرین غور کرو!

سر سید نے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں جب کسی ملک کے فتح کرنے کے لئے لشکر بھیجا جاتا تھا، تو اوس لشکر کے سردار کو جو احکام دئے جاتے تھے، اونمیں امور مفصلہ ذیل پر نہایت تاکید کیجاتی تھی:ـ

ع۱ کوئی عورت اور لڑکا اور بڈہا اور ضعیف نہ مارا جائے ـ اسکو پنڈت جی قبول کرتے ہیں، مگر اپنی بدزبانی کی عادت سے مجبور ہوکر اسلام پر بیگانی عورتوں کے ساتھہ زنا کرانے، خاوند سے جدا کرا لینے، بھیڑ بکری کی طرح بیچوا ڈالنے، تمام اعضا برہنہ کروانے اور لڑکوں کو اغلام کے لئے فروخت کروانے کے الزام لگائے ہیں ـ مگر ثبوت ایک کا بھی نہیں ـ اسلئے ہم ان سب باتوں کے جواب کے لئے ناظرین کے انصاف کو کافی سمجھتے ہیں، اور صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتے ہیں ـ

ع۲ کسی کا ناک کان نہ کاٹا جاوے ـ

اس حکم کو بھی پنڈت جی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے، مگر بڑی مہربانی کی ہے کہ اسپر کچھہ نہیں لکھا ـ

ع۳ عبادت کرنیوالے گوشہ نشین قتل نہ کئے جائیں، اور انکے عبادت خانے نہ کھودے جاویں ـ اسپر پنڈت جی نے فتوح المصر کے حوالہ سے گرجے، آتشکدے اور یہودیوں کے مکان کا مسمار کیا جانا، برہمن، پادری، یہودی، کاہن اور پارسی کا قتل کیا جانا تحریر فرمایا ہے ـ

یہودیوں کے مکانوں کا مسمار کیا جانا ہمکو قبول ہے، جنگی ضرورتوں کے لئے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے، مگر گرجے اور آتشکدے کے مسمار کئے جانے کا کوئی ثبوت نہیں برہمن کا فتوح المصر میں ذکر! العجب!! ؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

مگر ہمکو جنگ کرنے والے برہمنوں، پادریوں، یہودیوں، کاہنوں، پارسیوں کا قتل کیا جانا قبول ہے، مگر عبادت کرنے والے گوشہ نشینوں کے قتل کئے جانیکا کوئی ثبوت نہیں

ناظرین! اب تم خود دیکھہ سکتے ہو کہ پنڈت جی کا یہہ کہنا کہ اب ان دونوں ملکوں کی باشندگ بالکل عیسائی ہو گئے" اپنے اندر کہانتک سچائی رکھتا ہے!

اور سنو! ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ صاحب اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھتے ہیں کہ "مسلمانِ ہسپانیہ کے دلوں میں **اسلام** کی بنیاد کا پختہ ہونا اس واقعہ سے ثابت ہے کہ ۱۶۱۰ء میں جب مورسکی قوم کے لوگ، جو وطن ترک کرنیسے باقی رہ گئے تھے، ہسپانیہ سے نکالے گئے، تو باوجود اسکے کہ ایک صدی تک انپر جبر ہوتا تھا کہ ظاہر میں عیسائی مذہب کے پابند رہیں، وہ اپنے آبائی دین **اسلام** پر ثابت قدم رہے..... غرض اس طرح ایک قوم کو ملک سے نکال دینا ایسے ملک کے لئے سخت صدمہ اور نقصان کا باعث تھا، جسمیں پہلے بھی ملک کے اصلی باشندے زیادہ نہتھے [۵۱] شہر کے شہر اور گانوں کے گانوں آدمیوں سے خالی ہو گئے، گھر بوسیدہ ہوکر کھنڈر ہو گئے کیونکہ اونکا کوئی بنانے والا نہ تھا [۵۲] یہہ مورسکی مسلمان اصلی باشندگان ہسپانیہ کی اولاد تھے، جنمیں عربوں کا خون کم یا بالکل نہ تھا۔ اس دعوی کے ثبوت میں کہ انمیں عربوں کا میل کم یا بالکل نہ تھا جو دلائل ہیں وہ طویل ہیں، اور یہاں اونکو درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک بات بیان کرتے ہیں، جسکی شہادت ایک مکتوب سے ملتی ہے، جو ۱۳۱۱ء میں تحریر ہوا تھا۔ اسمیں لکھا ہے کہ دو لاکھ مسلمانوں میں سے، جو اوسوقت غرناطہ کے شہر میں آباد تھے، پانچ سوسے زیادہ مسلمان عربی النسل نہ تھے، باقی کل مسلمان ہسپانیہ کے خاص نومسلم باشندوں کی اولاد تھے [۵۳]" (دیکھو اردو "پریچنگ آف اسلام" صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰)

ہاں! پنڈت جی نے اُن گیارہ ملکوں میں سے بھی، جنمیں اُنہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اور اسطرح سینتالیس اور چار، اکاون ملکوں پر، جہاں **اسلام** پھیلا، پنڈت جی نے کچھہ بھی روشنی نہیں ڈالی۔ اور ان سات ملکوں پر بھی جو کچھہ لکھا ہے وہ روشنی نہیں بلکہ تاریکی ہے، جو ناظرین کو آگے چلکر معلوم ہوگی۔ مگر قبل اسکے کہ پنڈت جی نے ان سات ملکوں پر جو کچھہ لکھا ہے، ناظرین کے سامنے پیش کریں، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پنڈت جی نے جو بہانہ "تہذیب الاخلاق" سر سید احمد خان صاحب

---

۵۱ مورگن دوسری جلد۔ صفحہ ۲۲۷"

۵۲ مورگن۔ دوسری جلد صفحہ ۳۳۷" ۵۳ مورگن۔ دوسری جلد۔ صفحہ ۲۸۹"

گھوڑوں کی سونڈ - آہن! یہہ کیا؟ آریو! تم ہی بتاؤ -

ہاں ہاتھیوں کی سونڈ کاٹی گئی، اور کیوں نہ کاٹی جاتی، جب دشمن انہی سے حملہ کرتے تھے؟

۷ کوئی کام بغیر صلاح و مشورہ کے نہ ہووے -

اسپر پنڈت جی نے کچھہ خامہ فرسائی نہیں کی، صرف نقل کر دیا ہے -

۸ ہر ایک کے ساتھہ طریقۂ انصاف و عدل برتا جاوے - کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جاوے -

اسپر بھی پنڈت جی نے خاص طور پر کچھہ نہیں لکھا -

۹ جو عہد و پیماں غیر مذہب والوں سے کیا جاوے، وہ بیشک وفا کیا جاوے -

اسپر بھی پنڈت جی نے کچھہ تحریر نہیں فرمایا، صرف نقل کر دیا ہے -

۱۰ جو لوگ اطاعت قبول کریں اور جزیہ دیں، اُنکے جان و مال مسلمانوں کے جان و مال کے برابر سمجھے جاویں، اور اُنکے دشمنوں سے اُنکی حفاظت کی جاوے، اور تمام معاملوں میں اُنکے احکام مثل مسلمانوں کے تصور کئے جاویں -

اسکے اور نمبر ۸ دونوں کے جواب میں پنڈت جی امان عمرؓ کے مضمون کو پیش کرتے ہیں - مگر امان عمرؓ کی یہہ حالت ہے کہ غیر مذہب والوں نے بھی اُسکا غلط ہونا مان لیا ہے - چنانچہ ٹی - ڈبلو - آرنلڈ صاحب اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہہ بات مشہور ہے کہ جس کسی عیسائی شہر نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کی، اُسنے امان عمرؓ کے مضمون کو اختیار کیا - لیکن زمانہ قدیم کے مورخوں نے اُسکا کچھہ ذکر نہیں کیا ہے - اور سر ولیم میور نے بھی اوسکی صحت میں شبہہ ظاہر کیا ہے، اور سمجھا ہے کہ امان حضرت عمرؓ میں ایسی سخت شرائط ہیں، جو حضرت عمرؓ کے بے تعصب عہد خلافت کی نہیں معلوم ہوتیں، بلکہ زمانہ مابعد کی خصوصیتیں اون میں پائی جاتی ہیں" [1] اسکے بعد امان عمرؓ کے مضمون کو نقل کرکے یہہ دکھلایا ہے کہ اوسکی شرائط بھی کچھہ ایسی سخت نہیں ہیں -

سر ولیم میور جیسے متعصب کے خاص الفاظ یہہ ہیں: "امان عمرؓ کا ذکر، جسکے بموجب کل قلمرو اسلامیہ میں عیسائی قوموں کی حالت قائم ہوتی تھی، آخیر زمانہ میں دیکھا جاتا ہے - لیکن حضرت عمرؓ جیسے صلح کل فرمانروا کے ساتھہ "امان" کی شرائط میں سے اکثر کی پابندی کو منسوب

[1] ترجمہ پریچنگ آف اسلام

ناظرین! ذرا اس آیت پر غور کرو کہ قرآن کریم عبادت خانوں کی حفاظت کی تائید اور خواہش ظاہر کرتا ہے، یا مسمار کرنے کی؟

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ (سورۃ الحج ۔رکوع ۶)

ترجمہ:- اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (کے ہاتھ سے) نہ ہٹواتا رہتا، تو (نصاریٰ کے) صومعے اور گرجے، اور (یہودیوں کے) عبادتخانے، اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے، کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔

سبحان اللہ! اس آیت اور خلفائے راشدین کے احکام میں کیسی مطابقت پائی جاتی ہے!!

۴؎ کوئی درخت پھل دار نہ کاٹا جائے۔

اس حکم کے غلط ثابت کرنے کے لئے پنڈت جی سورہ حشر کی آیت مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ الخ ۔یعنی کھجوروں کے درخت جو تمنے کاٹ ڈالے، یا اونکو اُنکی جڑوں سمیت کھڑا رہنے دیا، تو خدا ہی کے حکم سے تھا" پیش کرتے ہیں، اور اوسپر مفسرین کی رائے بھی دکھلاتے ہیں کہ کاٹنا اور نہ کاٹنا دونو جائز ہے۔

الجواب:- اوّلؔ تو لینہ بے پھل کھجور کو بھی کہتے ہیں، دوسرؔے اگر ہم مان بھی لیں کہ اس آیت سے پھل دار درختوں کا کاٹنا اور نہ کاٹنا دونوں جائز معلوم ہوتا ہے، تو پھر بھی خلفائے راشدین کے حکم کی تردید کیونکر ہوئی؟ سمجھ لو کہ اُنہوں نے ایک ہی شق پر اپنا عملدرآمد رکھا۔

۵؎ کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کیجائے۔

پنڈت جی اسکا انکار کرتے ہیں، مگر ثبوت نہیں دیتے ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہی حکم تھا، اور اسی پر صحابہ کرام کا عملدرآمد رہا۔ اور اگر کوئی عمارت کہیں توڑی بھی گئی، تو وہ جنگی مصلحتوں کے لئے محض مجبور ہو کر توڑی گئی۔ اسکے خلاف تم ثابت نہیں کر سکتے۔

۶؎ کسی جانور، بکری، اونٹ وغیرہ کی کوچیں نہ کاٹی جاویں۔

پنڈت جی لکھتے ہیں کہ کونچیںؔ بھی کاٹی گئیں، گھوڑونکی سونڈھ اور ہاتھیوںؔ کی سونڈ کاٹی گئی ہیں۔ کونچیں کاٹنے کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

قتل کے لئے دوڑے، مگر آنحضرت صلعم کے حکم سے باز رہے، اور رات کو ابو سفیان رض حفاظت میں رکھے گئے - صبح کو آنحضرت نے پوچھا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو کہے کہ خدا وحدہٗ لا شریک ہے، اور سوائے اُسکے کوئی معبود لائق پرستش نہیں، اور میں نبی برحق ہوں ؟ اسپر ابو سفیان رض بہت شکر گذار ہوئے، اور خدا کی وحدانیت اور اُسکی معبودیت کا اقرار کیا، اور پھر حضرت عباس کے کہنے سے آنحضرت کی نبوت کے بھی مُقر ہوئے -

ناظرین! اگر ہم مان بھی لیں کہ یہہ بیان درست ہے، تو پھر بھی اسمیں جبر و اکراہ کہاں ہے ؟ اور پنڈت جی کے ہاتھ میں اس کا کیا ثبوت ہے کہ اگر وہ اُسوقت مسلمان نہ ہوتا، تو اُسکو تلوار کے زور سے مسلمان کیا جاتا ؟ حضرت عمر رض قتل کے لئے دوڑے، اور ضرور دوڑے کیونکہ وہ اپنی بے حد زیادتیوں اور * شرارتوں کی وجہہ سے واجب القتل تھا، مگر آنحضرت صلعم نے رحم فرمایا کہ قتل سے بچا دیا - آنحضرت صلعم کا یہہ کہنا کہ کیا وقت نہیں آیا الخ اسلئے تھا کہ اس فتح مکہ سے کئی نشانات پورے ہوئے تھے - ایک تو قرآن میں جو جو وعدے کئے گئے تھے کہ آخر کار مسلمانوں کی فتح ہے، اور اُنکے دشمن نیچا دیکھینگے وغیرہ وغیرہ، وہ پورے ہو رہے تھے - دوسرے بائیبل کی دس ہزار قدوسیوں والی پیشگوئی پوری ہو رہی تھی - مطلب یہہ کہ ان نشانات کے دیکھنے کے بعد بھی کیا وقت نہیں آیا کہ تو اسلام قبول کرے - جبر کا تو ذکر ہی نہیں - اور حضرت عباس رض (جو ابھی اسی سفر میں مکہ سے آکر شریک ہوئے تھے، اور آنحضرت صلعم کی صحبت سے بہت کم حصہ لیا تھا) کے قول کے جوابدہ آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتے، اور اس سے یہ کسی طرح سمجھا نہیں جا سکتا کہ رسول خدا کا کیا ارادہ تھا -

اسکے بعد پنڈت جی نے آنحضرت صلعم کے ستائیس غزوات گنائے ہیں، اور ان غزوں کے ناموں کو جبر و اکراہ کے ثبوت میں پیش کیا ہے - چونکہ ہم ان اور دوسرے غزوات اور سریوں پر مفصل بحث کر آئے ہیں، اسلئے یہاں پر کچھہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں - ناظرین **باب ششم** کو دیکھہ لیں کہ ایک جنگ بھی جبر و اکراہ سے مسلمان کرنیکے لئے نہیں کیگئی تھی -

---

* چنانچہ اپنی شرارتوں کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے، جسکو پنڈت جی نے بھی نقل کیا ہے کہ "ابو سفیان نے کہا کہ ماں باپ میرے آپ پر فدا ہوں، کیا حلیمی و کریمی آپ کی ہے کہ عوض اُن گستاخیوں اور بے ادبیوں کے جو وقوع میں آئیں، یہ عنایت میرے حال پر ہے" ۱۲ - [1] دیکھو، ابن خلدون - ذکر فتح مکہ - ۱۲ -

کرنا اُس فرمانروا پر بہتان باندھنا ہے - اس سخت امان میں جو شرائط ایسی ہیں کہ سب سے زیادہ مخل آزادی عیسائیوں کے حق میں ہوئیں، اُنپر عملدرآمد صرف آخیر وقت میں ہوا ۔ ؀ آٹھویں صدی ہجری سے پہلے اس "امان" کا ذکر کسی مستند ذریعہ سے بیان نہیں ہوا - (سٹینڈرڈ - صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۷ کو دیکھو -)

اور ہمنے جو کچھہ ثبوت حقوق ذمئین کے مضمون میں پیش کیا ہے، وہ بھی اس "امان" کو بڑے زوروں کے ساتھ غلط ثابت کر رہا ہے -

عــ۱۲ جبتک اسلام کے قبول کرنیکی دعوت نہ لی گئی ہو، دفعتاً نہ لڑنا چاہیئے -

اسپر پنڈت جی بہت کچھہ منہ آئے ہیں، اور لکھا ہے کہ "نتیجہ اسکا صاف ظاہر ہے کہ یا مسلمان بناؤ یا قتل کرو، تیسری طرح کا تو کوئی علاج نہیں ۔"

مگر ناظرین یہ بات کیسی سچّی ہے کہ :- "دروغ گو را حافظہ نباشد ۔"

ابھی نمبر (۱۰) میں لکھ چکے ہیں کہ "جو لوگ اطاعت قبول کریں اور جزیہ دیں الخ" پھر بھی یہہ لکھنا کہ "تیسری طرح کا کوئی علاج نہیں" حافظہ نباشد کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے ؟

اسمیں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام اس بات کی کوشش میں ہمیشہ رہتے تھے کہ جس روشنی کا ہمنے فائدہ اُٹھایا ہے، اوس روشنی سے دوسری قومیں بھی فائدہ اُٹھائیں ؛ اسلئے دشمن وحملہ آور قوموں سے جو جنگ کرتے تھے، تو اونکو بھی دعوت اسلام کر لیتے تھے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام قبول کرنیکی قابلیت رکھتے ہوں، اور جنگ میں قتل ہو جائیں - مگر ایسا کبھی نہ ہوا کہ مذہب اسلام نہ قبول کرنیکی وجہہ سے جنگ کی گئی - خلفائے راشدین کی جنگوں کے اسباب میں تم دیکھہ چکے ہو کہ مذہب اسلام کے بجبر و اکراہ قبول کروانے کے لئے ہرگز جنگ نہیں کی گئی تھی، بلکہ کل جنگیں دفاعی تھیں -

عــ۱۳ کسطرح مسلمان ہوا
کا
جواب

پنڈت جی ابو سفیان رضؓ کے مسلمان ہونے کا حال تاریخ انبیاء سے یوں لکھتے ہیں کہ "مکہ پر جب چڑہائی ہوئی، تو حضرت عباس رضؓ انکو آنحضرت کے پاس لے آئے - حضرت عمر رضؓ اُنکے

؀ دیکھو "خلافت" صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ - ۱۴۰

پہلی بات تو پوری ہوگئی، جو اسلام کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ اسی نیت سے مسلمانوں کا اسلام قبول کرنا محض غلط ہے۔ نہ معلوم اس نیت کو مسلمانوں نے کس پہ ظاہر کیا تھا؟ اور تیسری بات کا جواب بھی سوا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہاں اگر ہم ان کل باتوں کو مان بھی لیں، تو جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل ہونا۔ جو پنڈت جی کا دعوے تھا، کہاں ثابت ہوا؟

اسکے بعد پنڈت جی نے، تاریخ انبیاء کے حوالہ سے غزوہ بدر الکبری کے وقت صحابہ کرام کی وفاداری، اور انکی یہہ خواہش کہ ہمپر چاہے کتنی ہی مصیبت آئے مگر آنحضرت کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو، تحریر فرمائی ہے۔ اس سے بھی ہمارا ہی دعویٰ ثابت ہوتا ہے، اور انکی اوپر والی بات کہ "اکثر مرتبہ اُسوقت کے مسلمان روگرداں و پشیمان ہوتے رہے" غلط ہوتی ہے، کیونکہ ایسی وفادار لوگوں سے ایسی امید کسی وقت نہیں کیجا سکتی۔

"غنیمت کے مال بانٹنے پر ہمیشہ جھگڑے ہوتے تھے، اسی لوٹ کے مال کی خاطر پہلے لوگ مسلمان ہوئے تھے، اور اسی کی ترغیب سے مختلف وقتوں میں مسلمان ہوتے رہے"

غنیمت کے مال کی تقسیم پر جنگ بدر میں مختلف رائیں ہوئیں، پھر احکام الٰہی نازل ہوئے اسی کو جھگڑا سمجھو یا جو کہو، پھر کبھی اختلاف نہ ہوا، ہمیشہ کہنے والے پر لعنت! اور دوسری دونوں باتیں محض غلط! اگر جرءت ہو تو ثابت کرو۔ اور غنیمت کے مال کو لوٹ کا مال کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ (دیکھو کتاب ہذا۔ باب نہم۔ فصل سوم۔ رسالہ جہاد صفحہ ۱۵ و ۱۸ کے جوابات)

پھر بنی قینقاع کے مدینہ سے نکالے جانیکا ذکر کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲ کتاب ہذا کہ اُنکے نکالے جاتے کے کیا اسباب تھے۔ اور ان یہودیوں کو (جنھوں نے حرمت نسواں کا بھی پاس نہ کیا) "بے گناہ" کہنا آپ ہی جیسے بد اخلاقیوں کے حامی کا کام تھا!

قتل کعب بن اشرف کے لئے دیکھو کتاب ہذا۔ صفحہ ۵۳ و ۵۴۔

جنگ احد کے ذکر میں پنڈت جی نے مہاجر و انصار کا سردار کا شناخت کی پاسبانی میں مبالغہ کرنا، قریشیوں کا اتفاق کرکے آنا، جنگ میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار کا شہید ہونا آنحضرت کا زخمی ہوکر گڑھے میں گرجانا، اور حضرت علی رض اور حضرت طلحہ رض کا آپکو باہر نکالنا،

حصار قموص کے موقع پر رسول خدا کا یہہ کہنا کہ "جبتک اشہدان لاالہ اللہ محمد الرسول اللہ نہ کہیں تب تک قتل کرو" تاریخ انبیاء کی سی غیر مستند کتاب کے حوالہ سے پنڈت جی نے لکھا ہے - یہہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا (فرضی) قول تو تاریخ انبیاء ہی میں ہے اگر کسی صحیح حدیث میں بھی ہوتا، تو قرآن کی کھلی کھلی آیتوں کے خلاف پاکر کوئی مسلمان اوسکو رسول خدا کا قول تسلیم نہیں کرسکتا، اور یہی کہتا کہ یہہ حدیث موضوع ہے -

اور دوسرے اس قول کا غلط ہونا اسطرح سے بھی ثابت ہے کہ جب حصار قموص کے علاوہ خیبرکے یہودیوں کے اور قلعے بھی فتح ہوگئے، تو رسول خدا نے اونکو جبراً مسلمان نہیں کیا، بلکہ انکو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی پوری آزادی عنایت فرمائی، جبکو ہم مفصل غزوہ خیبر میں لکھ چکے ہیں -

پنڈت نے بنو قریضہ کے قتل کا ذکر کیا ہے، جبکو ہم خود لکھ چکے ہیں، اور ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ انکے قتل کے اسباب کیا تھے؟

فدک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "انہوں نے نہ پیغام صلح دیا، اور نہ لڑنے کو باہر میدان میں نکلے"

پنڈت: اگر جبراً مسلمان کرنا تھا تو یہ صلح کیسی؟

حضرت ابوبکر رضی کے لئے خلافت کا فیصلہ ہونے وقت جو سعد بن عبادہ نے تقریر کی تھی، اوسکو پنڈت جی نے نقل کیا ہے - نہ معلوم اس سے اونہوں نے کیا فائدہ سوچا تھا! اس سے تو صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مکہ میں مذہبی آزادی حاصل نہیں تھی، اسلئے بہت کم لوگ اسلام میں داخل ہوئے، چنانچہ خود تقریر میں ہے کہ "کوئی اُسوقت مصیبت میں ساتھی نہ ہوا، مگر جب مدینہ میں آئے، تو ایک گونہ مذہبی آزادی حاصل ہوئی، اور پھر جب مخالفین لڑ بھڑ کر تھک کے بیٹھ رہے، تو پوری آزادی مذہب میں حاصل ہوگئی، اور اسلام ترقی کرتا گیا -

پھر پنڈت جی نے آنحضرت کا خزائن قیصر و کسریٰ کے ملنے کا وعدہ کرنا، اسی نیت سے لوگوں کا مسلمان ہونا، اور اکثر مرتبہ اوسوقت کے مسلمانوں کا رو گرداں و پشیمان ہوتے رہنا تحریر فرمایا ہے -

اور اسلام کی حقیقت سارے عرب میں پھیلنی شروع ہوئی، اور لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک، جس زمانہ میں جنگ ایک دم موقوف تھی، جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے، وہ محدثوں اور تاریخ ... سے پوشیدہ نہیں، مگر جنگ بدر و احزاب وغیرہ میں باوجودیکہ بڑی کامیابیاں ہوئیں، تاہم اُس زمانہ میں اسلام کی اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی۔ (دیکھو کتاب ہذا۔ صفحہ ۴۷)

پھر غلامی کا ذکر کرتے ہیں کہ یہہ عرب میں آنحضرتؐ کے وقت سے جاری ہے۔ مگر یہہ غلط ہے۔ غلامی عرب میں پہلے سے جاری ہے، اور اسلام نے تو غلامی اُٹھانی چاہی ہے۔ مگر یہہ بحث یہاں پر غیر متعلق ہے، اگر چاہو تو دیکھو "دی جہاد" یعنی "کریٹیکل ایکسپوزیشن آف دی جہاد" مصنفہ مولوی چراغ علی صاحب۔ ضمیمہ (ب) مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۵ء۔ ہاں! کیا ہندوستان میں غلامی نہیں تھی؟ کم سے کم منو سمرتی ہی ملاحظہ ہو!

ہاں! عرب کے جبر و اکراہ سے مسلمان ہونیکا اور بھی ثبوت سنئے گا؟ پنڈت جی فرماتے ہیں کہ "ایک لائق اور قابل قدر مورخ لکھتا ہے کہ عرب والے نوح کی اولاد سے نہیں ہیں، بلکہ سام پسر کرشن جی کی اولاد سے ہیں، اور اسی واسطے وہ سامی کہلاتے ہیں۔ دوارکا سے خارج ہونیکے بعد سام جی عرب میں مع اپنے رشتہ داروں و ملازموں کے آگئے، اور اسی روز سے عرب آباد ہوا، ورنہ پہلے اس سے وہاں آبادی نہیں تھی۔ اور عرب لفظ سنسکرت کا ہے (یعنی آریہ تہ (آریوں کا راستہ)۔ ملک مصر کو آریوں کے جانے کا راستہ۔ اور یہہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ عرب کے انگریزی نام اربے بیہ کے دیکھنے سے۔ پس درحقیقت اہل عرب سام جی پسر کرشن جی کی اولاد ہیں"

یہہ ہے ثبوت جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل ہونیکا! ہاں آریو! میں تو ان بے ثبوت باتوں کو نہیں مانتا۔ تمہاری مرضی!

روم کسطرح مسلمان ہوا
کا جواب

اسبات کے ثبوت میں کہ روم جبر و اکراہ سے مسلمان ہوا، سب سے پہلے پنڈت جی نے

اور دندان مبارک کا شہید ہو جانا، آنحضرتؐ کی وفات مشہور ہو جانی، حضرت امیر حمزہؓ وغیرہ کا شہید ہونا اور قریش کی عورتوں کا اُنکے ناک کان کاٹ لینے، یہہ تو باتیں لکھی ہیں۔ مگر نہ معلوم اس سے بھی اُنکو کیا فائدہ ہوا؟ یہہ باتیں تو ہمارے ہی دعویٰ کی موید ہیں کہ مدینہ میں ہجرت کر آنے کے بعد بھی منکروں نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا؛ اتفاق کرکے آئے، اور مسلمانوں کو تہ تیغ بیدریغ کرنا چاہا۔ اسوجہہ سے ضرور ہوا کہ اُنسے جنگ کیجاوے، تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔

پھر صفحہ ۳۳ سے ۳۴ تک ارتداد عرب کا ذکر ہے، جسکا جواب باب ہفتم میں صفحہ ۸۷ سے صفحہ ۹۱ تک ہم دیچکے ہیں، حاجت اعادہ کی نہیں۔

پھر صفحہ ۳۴ میں پنڈت جی نے حضرت طلحہؓ(۱) حضرت زبیرؓ، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ کا، اور(۲) حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگوں کا، اور(۳) فریقین کی صلح کا، اور(۴) حضرت علیؓ کی شہادت کا اور(۵) واقعہ کربلا کا ذکر کیا ہے۔

چونکہ یہہ باتیں اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، اسلئے ہم انکے متعلق کچھہ لکھنے سے قاصر ہیں۔

پھر صفحہ ۳۵ میں دس سطروں تک پنڈت جی نے جو کچھہ لکھا ہے، اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ عرب جب مسلمانوں سے "لڑتے لڑتے عاجز آگئے، اور سرگرداں و پریشان وادی ادبار و انکسار کے ہوگئے" تو ایمان لے آئے۔

ناظرین! ہمنے تو غزوات اور سریوں کو لکھکر اُنکے وجوہ و اسباب بھی مستند تاریخوں سے نقل کردئے ہیں، اب آپ ہی بتائیں کہ کونسی ایسی جنگ تھی، جسمیں مسلمانوں کی زیادتی تھی؛ اور اُنہوں نے عرب کو "سرگرداں و پریشان" کرنیکے لئے جنگ کی تھی؟

ناظرین! آپ دیکھہ سکتے ہیں کہ کل جنگیں دفاعی تھیں:- مسلمانوں کو ستایا جاتا تھا، اُنپر چڑھائی کی جاتی تھی، اُنکی مویشی لوٹے جاتی تھیں - اسپر مسلمانوں نے تلوار اُٹھائی، اور عرب میں امن و چین کی روح پھونک دی، اور مذہبی آزادی ہر طرح حاصل ہوگئی، جسکی وجہہ سے اسلام کی طرف لوگ اُمنڈ آئے۔ مگر نادانوں نے یہہ سمجھہ لیا ہے کہ جنگ سے تنگ آکر عرب مسلمان ہوگئے۔ نہیں! نہیں!! بلکہ جب امن مطلوبہ حاصل ہوگئی، تو آپس میں لوگ ملنے جلنے،

دوسرے یہہ کہ دوسری مستند تاریخوں مثلاً ابن خلدون وطبری وغیرہ میں بھی اس مضمون کے خطا کا کچھہ ذکر نہیں، بلکہ واقعات جو درج ہیں، وہ اس مضمون کے خطا کی تردید کرتے ہیں
حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے فتح انطاکیہ ہی کے بعد لشکر اسلام کو ہر طرف پھیلا دیا تھا - اس مقام پر ابن خلدون لکھتا ہے :-

"ان واقعات سے عساکر اسلامی کی بہادری، دلاوری، استقلال، عزم کا لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھہ گیا - جس طرف کوئی افسر تھوڑی سی فوج لیکر نکل جاتا تھا، عیسائی امراء خود آکر صلح کر لیتے تھے - ابو عبیدہ رضؓ نے چاروں اطراف اسلامی فوجیں پھیلا دیں، سواروں کو سرزمین وتیری کی طرف بڑہنے کا حکم دیا - چنانچہ عساکر اسلامی نے قنسرین اور انطاکیہ کے کل مضافات پر قبضہ کر لیا، پھر حلب کو دوبارہ فتح کر کے قورس کا قصد کیا - مقدمۃ الجیش پر عیاض بن غنم رضؓ تھے - بلا کسی جدال وقتال کے اہل انطاکیہ کی شرائط صلح پر اہل قورس نے صلح کر لی - تل عزاز اور اسکے قریب قریب جتنے شہر تھے بہت آسانی سے اس طرح مفتوح ہوگئے کہ کہیں پر خون کا ایک قطرہ نہ گرا - منبج کو سلطان بن ربیعہ باہلی نے بصلح فتح کیا اور عیاض رضؓ نے اہل دلوک عنتیاب سے اہل منبج کی شرائط پر مصالحت کر لی، مگر اسقدر ان شرائط کو اور اضافہ کر دیا کہ وقت ضرورت فوجی خدمت بھی دینا ہوگا -" (دیکھو، ابن خلدون - کتاب ثانی جلد چہارم - ذکر فتح حلب و انطاکیہ -)

کہو، اگر یہہ حکم تہا کہ جو اسلام قبول نہ کریں، انکو تہ تیغ بیدریغ کرو، تو پھر ان مصالحتوں کے کیا معنی ہیں؟

پھر پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضؓ نے اسامہ رضؓ کو سپہ سالار مقرر کر کے بالشکر جرار غزاو جہاد کے واسطے شام کے ملک میں بھیجا - اُسنے وہاں جا کر وہ قلع وقمع کیا کہ تمام کافروں کا ناک دم میں کیا، اور گھبرا کر اپنے مواطن ومساکن کو چھوڑ بھاگے، اور مارتا دھاڑتا وہاں تک جا پہونچا - اُس حوالی کی مخلوق سے بہت بدلا لیا، اور پھر سالماً وغانماً بہت سا اسباب غنیمت لیکر خدمت خلیفۂ رسول میں حاضر ہوا - اُسوقت اہل بغض وعناد کی کمر ٹوٹ گئی، کیونکہ ان نادانوں کا گمان تہا کہ اب اسلام میں بندوبست نہ رہیگا، اور اسقدر قوت نہ ہوگی

معاذ بن جبل کا سفیر بنکر[۳] بطارقہ حاکم روم[۴] کی طرف جانا، اور جزیہ[۱]، اسلام[۲]، اور جنگ[۳] پیش کرنا لکھا ہے۔

نہ معلوم یہہ کس قسم کا ثبوت ہے۔ اوّل تو میں نے مانا کہ اُنہوں نے جزیہ[۱]، اسلام[۲] اور جنگ[۳] پیش کیا تھا، تو پھر اس میں اعتراض کیا ہے؟ میں جیسا پہلے لکھ چکا ہوں کہ صحابہ کرام کی بڑی خواہش تھی کہ جس روشنی سے اُنہوں نے فائدہ اٹھایا تھا، اُس سے دوسرے بھی منور ہو جائیں، اس لئے دشمنوں کو بھی وہ اس سے محروم رکھنا نہیں چاہتے تھے، اور پہلے خوب خوب سمجھاتے اور لمبی لمبی تقریریں کرتے تھے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام قبول کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں، پھر بھی جنگ میں مارے جانے کی وجہہ سے محروم رہجائیں۔ اسلام پیش کرنیسے یہہ مطلب نہیں کہ صرف کہدیا کہ مسلمان ہو جاؤ، نہیں، بلکہ براہین و دلائل سے اسلام کی سچائی ظاہر کرتے تھے، چنانچہ تاریخوں میں ایسی بہت تقریریں درج ہیں، جو تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسکے بعد دشمن قوم کے لئے سوا اسکے کچھہ چارا نہیں کہ بغیر لڑے اطاعت قبول کرے، اور ٹیکس ادا کرے، یا جنگ کرکے فیصلہ کرے۔ پھر اسمیں اعتراض کیا ہے؟ یہہ تو نہیں کہ مسلمان نہ ہونے ہی کی وجہہ سے اُنسے جنگ کی گئی تھی، بلکہ جنگ تو دفاعی تھی۔ دیکھو کتاب ہذا "سلطنت رومہ سے جنگ کے اسباب" صفحہ ۱۸۶ تا ۱۹۶

اور دوسرے یہہ کہ یہہ واقعہ جو پنڈت جی نے لکھا ہے، اسکا تاریخوں میں کہیں پتہ نہیں چلتا اور پتہ کیونکر چلے؟ بھلا بطارقہ حاکم روم بھی کوئی کبھی ہوا ہے؟ بطارقہ اور روم کا حاکم! ایسی تاریخ دانی کے صدقے!

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ایک خط کا خلاصہ درج کیا ہے، جو کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ خط کا خلاصہ یہہ ہے کہ میں نے لشکر اسلام کو ہر چہار جانب پھیلا دیا ہے، اور یہہ حکم دیا ہے کہ جو دین قبول کریں، اُنکو امان دو، اور جو نہ قبول کریں، اُنکو قتل کرو۔ اور حوالہ تاریخ انبیاء کا ہے۔

اوّل[۱] تو تاریخ انبیاء محض غیر مستند کتاب ہے، اُسپر بھی میں چیلنج کرتا ہوں کہ اُسکے خاص الفاظ نقل کرکے پبلک کو دکھلاؤ کہ اُس خط کا یہی خلاصہ ہے، تو میں پچاس روپیہ دینے کو حاضر ہوں جہاں چاہو پہلے جمع کرالو۔

ہاں! میں نے مانا کہ امیر المؤمنین نے یہ تینوں باتیں فرمائی تھیں، پھر اعتراض کیا ہے؟ خدا سے ڈرتے رہنا، یہہ تو نیک لوگوں کا فرض ہے، جس سے آپکو بھی انکار نہ ہوگا۔ اور اُسکی راہ میں جہاد کرنا، کیا اپنے ملک، اپنی عزت و آبرو، اور سب سے بڑھکر اپنے پاک و پوتر مذہب کی بچانے کی کوشش میں خدا کی راہ میں لڑنا نہیں؟ اور شام کے کافروں کو قتل کرنا، اسمیں بھی کیا اعتراض ہے، جبکہ آپکو معلوم ہوچکا کہ ملک شام سے جو جنگ کی گئی تھی، وہ دفاعی جنگ تھی۔

مگر ناظرین کو معلوم ہو کہ فتوح الشام میں پچھلی دو باتیں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ دیکھو وصیت ابو بکر صدیق رض۔ فتوح الشام۔ مطبوعہ نظامی ۱۲۹۱ھ۔ صفحہ ۱۱۔

پھر پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "ایک جنگ میں ملک شام چھہ سو قیدی پکڑے آئے۔ عمرو بن العاص نے اونپر دین اسلام پیش کیا۔ پس کوئی اونمیں کا مسلمان نہ ہوا۔ پھر حکم ہوا کہ اونکی گردنیں ماری جائیں"۔

اس مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ چھہ سو ۶۰۰ قیدی اسلئے قتل ہوئے کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ مگر یہہ بات نہیں ہے۔ پنڈت جی نے فتوح الشام کا حوالہ دیا ہے، اور اُسمیں صاف وجہہ قتل کا ذکر ہے، جسکو پنڈت جی اپنا مطلب ثابت کرنیکے لئے ڈھکوس گئے اور ڈکار تک نہ لیا۔ اُسمیں لکھا ہے کہ "کہا عمرو نے مسلمانوں سے کہ عنقریب مقابلہ ہونیوالا ہے روبیس سے، پس چھوڑنا انکا بُرا ہے اپنے حق میں، پس حکم دیا اُنکے قتل کا، اور مارا اُنکو مسلمانوں نے"۔ (دیکھو، فتوح الشام۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۳۔)

ناظرین! ذرا پنڈت جی کی دھوکا بازیوں کو ملاحظہ فرماتے جاؤ۔ اور یہہ بھی یاد رہے کہ اس عظیم واقعہ کا کسی مستند تاریخ مثلاً طبری، ابن خلدون وغیرہ میں ذکر نہیں۔

پھر پنڈت جی فتوح الشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ دمشق کے محاصرہ کی جنگ میں خالد رض نے کلوجس اور عزرائیل کو اسلام نہ قبول کرنیکی وجہہ سے قتل کروا ڈالا۔

ناظرین! اب غور کرو کہ اس واقعہ کو صرف واقدی نے بیان کیا ہے، ورنہ طبری فتوح الشام ازدی، فتوح البلدان اور ابن خلدون وغیرہ مستند تاریخوں میں اسکا کچھہ ذکر نہیں۔ اور واقدی کی یہہ حالت ہے کہ وہ ضعیف و غلط روایات کو بھی کثرت سے لے لیا

کہ جہاد کریں ؛

جواب میں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ اُسامہ رض نے اُس قوم سے بدلا لیا، جسنے محض ظلم وزیادتی سے اُسکے دادا اور باپ کو شہید کیا تہا، اور خاص مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی تہی۔ دیکھو کتاب ہذا "سلطنت رومہ سے جنگ کے اسباب" صفحہ ۹۶ تا ۹۸

اِس مضمون کے بعد ہی جو پنڈت جی نے حضرت ابوبکر رض کے ایک خط کے چند الفاظ فتوح الشام سے نقل کئے ہیں، وہ بھی صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ ملک شام اسلام کا کھلا دشمن ہوگیا تہا۔ پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "شام کی فتح کے واسطے جو خطوط بطلب اہل مکہ معظمہ کے واسطے جہاد کے حضرت ابوبکر صدیق رض نے لکھے، اُسمیں لکھا کہ "الی جہاد علی روم والشام"

پھر پنڈت جی فتوح الشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "یزید رض بن ابی سفیان و ربیعہ رض بن عامر سرداران لشکر نے کہا کہ مناسب ہے کہ سب مال، جو رومیوں سے ہاتھ لگا ہے حضرت صدیق رض کے حضور میں بھیجا جاوے، تاکہ مسلمانوں اُسکو دیکھکر قصد جہاد رومیوں کا کریں"

اے جھوٹے، تجھپر لعنت! جھوٹ بول بولکر اپنی بات کو بنا ہنا اچھے آدمیوں کا کام نہیں۔ ناظرین! یہہ محض پنڈت جی کی دھوکا دہی ہے، ہرگز فتوح الشام میں یہہ نہیں لکھا ہے کہ "تاکہ مسلمان اُسکو دیکھکر قصد جہاد رومیوں کا کریں" اُسمیں صرف اتنا ہی لکھا ہے "اور کہا آپس میں کہ بھیجدیں ہم سب غنیمت طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، پس راضی ہوئے تمام لوگ اس بات پر، اور روانہ کردیا سب مال غنیمت کا سوا ساز جنگ اور ہتھیاروں کے" (دیکھو، فتوح الشام۔ صفحہ ۸۔ مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۱ھ)

پھر پنڈت جی نے اُس وصیت سے، جو حضرت صدیق اکبر رض نے حضرت عمرو بن العاص رض کو شام روانہ کرتے وقت کی تھی، تین باتیں لکھی ہیں:۔ خدا تعالٰے سے ڈرتے رہنا، اُسکی راہ میں جہاد کرنا، اور وہاں کے کافروں کو قتل کرنا۔ اور حوالہ فتوح الشام کا دیا ہے۔

اس سے بھی اس واقعہ کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اگر حضرت خالدؓ کی بے تعصبی اور مذہبی آزادی کا خیال دیکھنا منظور ہو، تو اور واقعات کو چھوڑ کر کم سے کم اسی فتح دمشق کے صلح نامہ کو ملاحظہ فرماؤ:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ھذا ما اعطی خالد بن الولید اھل دمشق اذا دخلھا اعطاھم امانا علی انفسھم واموالھم وکنائسھم وسور مدینتھم لا یسکن ولا یھدم شیء من دورھم لھم بذالک عھد اللہ و ذمۃ رسولہ (صلعم) والخلفاء والمؤمنین لا یعرض لھم الا بخیر اذا اعطوا الجزیۃ" (دیکھو، فتوح البلدان بلاذری۔ ذکر فتح دمشق)۔

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ وہ (حقوق) ہیں جو خالدؓ بن الولید نے اہل دمشق کو دئے ہیں ۔جب کہ اس میں داخل ہونگے، تو اون کو امان دیتے آنکی جانوں، اُنکے اموال، اُنکے کلیسوں اور اُنکے شہر پناہ پر۔ اور اُنکے دور میں کوئی سکونت اختیار نہ کریگا، اور نہ اون کے دور میں سے کوئی شے منہدم کیجائے گی ۔اس بابت پر اُنسے اللہ کا عہد اور اسکے رسولؐ ، اور خلفاء اور مومنوں کا ذمہ ہے ۔اور نہیں پیش آئینگے ہم واسطے اونکے سوائے نیکی کے جب دیں وہ جزیہ"

آخر میں پنڈت جی نے کتاب کا زمانہ ترک" (شاید یہہ کارنامہ ترک کی خرابی ہے!) کے حوالے سے ہر سال ایک ہزار عیسائی بچوں کا جبراً جاںنثاری فوج میں بھرتی کیا جانا، اور انکا جبراً مسلمان کیا جانا تحریر فرمایا ہے ۔ اور پھر اپنی قدیمی بدزبانی و بدلگامی کیوجہ سے اُنکے ساتھہ خلاف وضع فطری کے ارتکاب کا بھی الزام لگایا ہے۔

"کارنامہ ترک" تو میرے پاس نہیں، جو میں اُسے دیکھوں ۔مگر میں تمہاری باتوں کا غلط ہونا مستند تاریخوں سے ظاہر کرتا ہوں ۔ سنو!

اسمیں کوئی شک نہیں کہ ترکوں نے تین سو برس تک نیگچیری کی مشہور و معروف فوج کے لئے خراج میں عیسائیوں سے بچے لئے ۔ہم اسکو خود ایک حد تک ظلم مانتے ہیں، اور اسلام ہرگز ایسے خراج کی اجازت نہیں دیتا ۔مگر تمہارا یہہ لکھنا کہ ہر سال ایک ہزار بچے جبراً فوج

کرتے ہیں، چنانچہ اُنکے بارہ میں لکھا ہے کہ "الواقدی محمد بن الواقد الاسلمی المدنی الذی استقر الاجماع علی وھنہ کما فی المیزان" (شرح محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی علی المواھب الدنیه)

ترجمہ:۔ الواقدی محمد بن عمر بن الواقد الاسلمی المدنی کی ضعیف (روایت) پر اجماع کا استقرار ہوگیا ہے ۔ جیسا کہ میزان میں ہے :۔

تو پھر جب اس واقعہ کا ذکر سوا اس ضعیف راوی کے اور کسی نے نہیں کیا، تو اس کے غلط ہونیمیں کیا کسر باقی رہگئی؟ مگر علاوہ اسکے خود اس واقعہ میں بہت سی ایسی باتیں ہیں، جو خود اس واقعہ کا جھوٹا ہونا ظاہر کررہی ہیں۔

واقدی نے لکھا ہے کہ:۔

۱۔ دمشق کے محاصرہ کے وقت وہاں رومیوں کے دو اعلےٰ افسر تھے، اور یہہ دونوں سپہ سالار تھے ۔ ایک کا نام کلوس اور دوسرے کا نام عزرائیل تھا ۔ ان دونوں کو حضرت خالدؓ نے لڑکر گرفتار کرلیا، اور پھر اسلام قبول نہ کرنے کی وجہہ سے قتل کروادیا۔

اب دیکھو کہ کل مستند تاریخوں میں کلوس اور عزرائیل کا ذکر تک نہیں، بلکہ یہہ لکھا ہے کہ اوسوقت جو دو اعلےٰ افسر رومیوں کے وہاں تھے، انمیں سے ایک کا نام نسطاس بن نسطورس اور ایک کا ماہان تھا ۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "دمشق میں ان دنوں رومیوں کا نامی سپہ سالار نسطاس بن نسطورس اور اونکا مذہبی پیشوا ماہان بطریق بطور ایک ذمہ دار حاکم کے موجود تھے" (دیکھو، ابن خلدون ۔ کتاب ثانی ۔ جلد چہارم ۔ واقعہ فتح دمشق ۔)

تو پھر جب کلوس و عزرائیل کا وجود ہی ثابت نہیں، تو پھر اونکا اسلام نہ قبول کرنیکی وجہہ سے قتل ہونا چہ معنی دارد!

۲۔ حضرت خالدؓ کلوس کو لڑکر گرفتار کرچکے تھے، اور عزرائیل کو فوراً ہی گرفتار کیا تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ لشکر اسلامی میں پہونچے۔

یہہ غلط ہے ۔ کل تاریخوں میں اسکے خلاف لکھا ہے کہ اسموقع پر دونوں حضرات ساتھ آئے تھے۔

"لیکن یہہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ جطرح روم کے عیسائی شہنشاہ کسی شہر سے عیسائی بچوں کو، جو ذہانت اور لیاقت میں اوروں سے بڑھکر ہوتے تھے، مالی اور فوجی عہدوں کی تعلیم پانے کے واسطے لیتے تھے، اُسیطرح ترکوں نے بھی، جب وہ بازنتین سلطنت کے مالک بنے، تو اپنا حق ثابت کیا کہ عیسائیوں سے اون کے کم عمر لڑکے، جو ذہین اور لائق ہوں، لے سکتے ہیں"۔ (دیکھو، داؤ دکتر لوس۔ (صفحہ ۱۲ و ۱۳)۔)

اور ہم یہہ بھی کہ سکتے ہیں کہ جب یہہ معلوم ہوگیا کہ ماں باپ اپنے لڑکوں کو روپیہ دیکر واپس بھی لے سکتے تھے، تو پھر اس ظلم کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"لیکن ماں باپ کو اجازت ہے کہ روپیہ دیکر اپنے لڑکوں کو اُن ترکی حاکموں سے واپس لے لیں، جو لڑکوں کو جمع کرتے ہیں"۔ (دیکھو، داؤ دکتر لوس۔ صفحہ ۱۳۔)

فارس (ایران) کسطرح مسلمان ہوا
کا
جواب

اسموقع پر پنڈت جی نے روضۃ الصفا اور سند التواریخ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔ مگر اس خلاصہ میں بہت سی غلط بیانیاں ہیں، جنکو یکے بعد دیگرے میں ناظرین کو دکھلاتا ہوں:۔

قولہ۔ "عمرؓ نے بعد خلیفہ ہونے کے لشکر عرب کو یہہ حکم دیکر ایران میں بھیجا کہ اگر اس ملک کے لوگ خوشی سے دین محمدی قبول کریں تو بہتر، نہیں تو اُنسے محاربہ و مقاتلہ کر کے انہیں بزور قرآن کا معتقد، اور محمدؐ کا تابع کرو"۔

اقول۔ ایسا ہرگز نہیں یہہ صرف پنڈت جی کی چالبازی ہے اس قسم کی کوئی بات بھی حضرت امیر المؤمنین نے نہیں فرمائی تھی۔ اگر سچ ہو، تو کتاب کے خاص الفاظ یا اصل کے سامنے پیش کرو۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی تھی، وہ ابن خلدون میں

میں بھرتی کرنے کے لئے جاتے تھے، غلط ہے - اوّل تو بچے ہر سال جمع نہیں کئے جاتے تھے بلکہ ہر چوتھے سال - (دیکھو "پریکٹیکل آف اسلام" کا ترجمہ - صفحہ ۱۶۷) - اور دوسرے تمنے جو جبراً بھرتی کیا جانا لکھا ہے، وہ بھی غلط ہے - مورخوں نے لکھا ہے کہ عیسائی لڑکوں کی مقررہ تعداد جمع کرنے میں جبر کرنیکی بہت کم ضرورت پڑتی تھی، بلکہ ماں باپ خود آرزو کرتے تھے کہ اُنکے بچے ایسی خدمت پر مامور ہوں، جو عموماً انکی ترقی کا باعث ہوتی تھی - اور اسکا یقین تو والدین کو ہر صورت میں ہوتا تھا کہ اون کے بچوں کی غور پرداخت ایسی ہوگی کہ اونکی زندگی آرام سے بسر ہو جائیگی، کیونکہ ان کم عمر بچوں کی پرورش اور تعلیم اسطرح ہوتی تھی کہ گویا وہ سلطان کی اولاد ہیں - (دیکھو، کریسی - صفحہ ۹۹ - دہوسن - توم ۳ - صفحہ ۳۹۷ -)

کہو! کیا اسی کو جبراً بھرتی کرنا کہتے ہیں؟

اور جبراً مسلمان کیا جانا بھی محض افترا ہے - ایک محقق عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "ان نوعمر عیسائیوں کو مجبور نہیں کیا جاتا تھا کہ اپنا مذہب تبدیل کریں، کیونکہ ٹرکی گورنمنٹ کے اُصول اور احکام قرآن کے خلاف ہے کہ غیر مذہب والوں کو زبردستی مسلمان کیا جائے"

(دیکھو، ام دہوسن - جلد ۳ - صفحہ ۲۹۷ -)

اور خلاف وضع فطری کے ارتکاب کا غلط ہونا بھی اوپر کے حوالوں سے ظاہر ہو گیا، جہاں لکھا ہے کہ "ان نوعمر بچوں کی پرورش اور تعلیم اسطرح ہوتی تھی کہ گویا وہ سلطان کی اولاد ہیں" جب اونکی پرورش و تعلیم سلطان کی اولاد کی طرح ہوتی تھی، تو پھر اون کے ساتھ ایسے فعل کا ارتکاب، کبھی عقل مان نہیں سکتی -

ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ رضامندی سے بھی چھوٹے بچوں کو فوج میں بھرتی کرنیکے لئے لینا ایک حد تک ظلم ہے، مگر اس ظلم کا جواب وہ اسلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ اسلام ایسی باتوں کو جائز نہیں رکھتا - اس ظلم کا اگر الزام ہے تو اُس زمانہ کے تُرک بادشاہوں پر ہے - مگر جب یہ خیال کیا جاوے کہ انکی غور و پرداخت نہایت عمدہ طور سے ہوتی تھی، اور عیسائی شہنشاہان روم کے زمانہ میں بھی ایسا ایک قاعدہ جاری تھا، تو یہ ظلم کچھ ایسا سخت نہیں رہتا - ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے -

ونواح کے ملک پر دخل کیا۔" (آمین! صرف دخل کیا، جبراً مسلمان نہیں کیا! (مولف عفی عنہ)

اقول۔ اسمیں بھی پنڈت جی نے غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ دین اسلام سے انکار کرنیکی وجہہ سے جنگ کرنا تو غلط ثابت ہو چکا۔ اور تین بار شکست کھانا بھی غلط ہے۔ سنو!

حضرت عمر فاروقؓ کے عراق میں فوج کشی کرنیکے بعد سے نواحی فراتؔ پر قبضہ ہونے تک چار جنگیں نہیں، بلکہ پانچ جنگیں ہوئی ہیں، جنکے نام جنگ نمارق، جنگ کسکر، جنگ جالینوس جنگ قس ناطف اور جنگ بویب ہیں، جنمیں سے تین میں نہیں، بلکہ صرف ایک جنگ قس ناطف میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی۔ (دیکھو، ابن خلدون۔ کتاب ثانی۔ جلد چہارم۔ ذکر فتوح عراق۔)

قولہ۔ "سعدؓ بن وقاص نے، جو عرب کے لشکر کا سردار تھا، یزدجرد کے پاس ایلچی بھیجا تاکہ اسے محمدی قبول کراوے۔ اور اگر وہ قبول نہ کرے، تو لڑائی کرے"

اقول۔ اگر دین محمدی قبول کروانے سے پنڈت جی کا مطلب زبردستی قبول کرانا ہے، تو یہہ محض غلط ہے۔ بیشک چند مسلمان یزدگرد کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے گئے تھے، مگر وہ اسکو بحث ومباحثہ کے ذریعہ سے مذہب اسلام میں لانا چاہتے تھے، چنانچہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "سعدؓ بن وقاص کے خط کے جواب میں عمر فاروقؓ نے لکھہ بھیجا کہ تو اس سے مضطر نہ ہو، جو اُسطرف تیاریاں ہورہی ہیں، اور اُنکے کثرت سے خائف نہ ہو، اللہ تعالےٰ سے امداد کا خواستگار رہ، اور اُسی پر بھروسہ کر، اور قبل از جنگ چند آدمیوں کو، جو ذی عقل وفراست اور بحث ومباحثہ کا شعور رکھتے ہوں، کسریٰ شاہ فارس کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیجدے۔ اللہ تعالےٰ اسکا وبال بھی انہیں پر ڈالیگا۔ چنانچہ سعدؓ نے چند آدمیوں کو یزدجرد کی طرف روانہ کیا" (دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی۔ جلد چہارم۔ ذکر جنگ قادسیہ)

اور پنڈت جی کے دوسرے جملے سے کہ "اگر قبول نہ کرے تو لڑائی کرے" معلوم ہوتا ہے کہ جنگ سے بچنے کے لئے سوا مسلمان ہونیکے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ مگر یہہ غلط ہے! خود اُن تقریروں میں، جو مسلمانوں نے یزدگرد کے سامنے کی تھیں، یہہ جملہ موجود ہے کہ "جزیہ دینا منظور کرو

مفصل درج ہے۔ اوس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ لکھا ہے کہ :-

"پس عمر فاروق نے ابو عبیدہؓ بن مسعود کو اس لشکر پر جو عراق کو روانہ ہو رہا تھا، بوجہ سبقت جواب سردار مقرر کیا، اور اون سے مخاطب ہو کر کہا۔ دیکھو اصحاب رسول (صلعم) کے مشوروں کو غور سے سننا، اور کاموں میں انکے شاکر رہنا، اپنی خودرائی پر عمل نکرنا، کیونکہ یہہ لڑائی ہے، اور لڑائی کی صلاحیت اسی شخص میں ہوتی ہے، جو سونچ سمجھکر کام کرتا ہو، مزاج میں عجلت نہ ہو، وقت و موقع پہچانتا ہو۔ مجکو کسی چیز نے سلیطؓ کی سرداری سے نہیں روکا، سوائے اسکے کہ اُسکے مزاج میں لڑائی میں عجلت کرنا نقصان ہے۔ بخدا اگر اُس کے مزاج میں عجلت نہ ہوتی، تو میں اُسکو امیر لشکر مقرر کرتا۔" (دیکھو، ابن خلدون۔ کتاب ثانی۔ جلد چہارم۔ ذکر فتح عراق۔)

آگے چلکر پھر جنگ جالینوس کے ذکر میں لکھا ہے کہ "عمر فاروق نے روانگی کے وقت ابو عبیدہؓ کو سمجھایا تھا کہ تم بے شک مکروفریب، خیانت وبدباطنی کے سرزمین میں جاتے ہو، تم ایسی قوم پر بھیجے جاتے ہو، جو شر کرنے پر جری ہوگئی ہے، اور نیکی کو بھلا دیا ہے۔ تم انکو اسکی تعلیم کرنا، اور دیکھتے رہنا کہ وہ کس انداز پر چلتی ہے، اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھنا، اور اپنے راز کو چھپانا، کیونکہ اہل راز جبتک اُسکو چھپائے رکھیگا، ایسے اُمور سے محفوظ رہیگا، جنکو وہ برا جانتا ہے، اور جب اسنے افشا کردیا، تو نقصان میں پڑجائیگا۔" (دیکھو حوالہ مذکور الصدر)۔

اور صفحہ ۹۱ تا ۹۶ میں تمکو یہہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ فارس سے جو جنگ چھیڑی گئی تھی وہ دفاعی تھی، اور ایران کی آئے دنکی شرارتوں اور حملوں کے خوف سے ایسا کیا گیا تھا، نہ کہ جبراً مسلمان کرنے کے لئے۔

اور حضرت عمرؓ کی بے تعصبی اور آزادی مذہب کے خیال کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ باوجود پے در پے سمجھانے کے جب اُنکے غلام نے اسلام لانیسے انکار کیا، تو آپنے جبر نہیں کیا، بلکہ یہہ فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین۔ اسکا ذکر ہم اسی باب کے فصل سویم میں کر چکے ہیں۔ پس ایسے شخص سے یہہ کب ممکن تھا کہ قوم کی قوم کو جبراً مسلمان کرنیکا حکم دیتا۔

قولہ۔ جبکہ ایرانیوں نے دین اسلام قبول کرنیسے انکار کیا، تو لشکر عرب نے لڑائی شروع کی۔ تین بار ایران کی سپاہ سے شکست کھائی مگر چوتھی بار اُنپر غالب ہو کر دریائے فرات کے گرد

پھر پنڈت جی تاریخ فرشتہ سے نقل کرتے ہیں ؎ امیر المومنین سعید بن العاص رض را
قایم المقام گردانید۔ در ہماں سال بطرف طبرستان رفت۔ امیر المومنین حسن وحسین علیہ السلام
نیز دراں یورش تشریف داشتند، وازمیامن قدوم حسنات لزوم ایشان ولایت جرجان
کہ دار الملک استرآباد است مفتوح شد، وعوض صلح مردم جرجان دو لیست ہزار دینا تسلیم
کردند۔ و اسلام را در خانۂ خویش آباد گردانیدند ؎

خراج قبول کرکے صلح کرلینا اور پھر اسکے بعد اسلام قبول کرلینا، یہہ تو ہمارے ہی دعویٰ
کو ثابت کرتا ہے، کہ وہ بغیر جبر واکراہ کے مسلمان ہوئے تھے۔

پھر ڈاکٹر لائٹیز صاحب کی کتاب کے حوالہ سے پنڈت جی حضرت عمر رض پر
تین الزام لگاتے ہیں:۔

۱۔ نوشیرواں کے ایوان کو خراب کیا۔

۲۔ اور کتب خانوں کو جلایا، اور پانی میں ڈبویا۔

۳۔ اسکندریہ کا بھی یہی حال کیا۔

پہلی بات کے جواب میں ہم سوا لعنۃ اللہ علے الکاذبین کے کیا کہسکتے ہیں۔ آریو!
نوشیرواں کے ایوان کو خراب کرنا تو کیا معنی، اس عمارت کی تصویروں کو بھی، جس سے مسلمانوں
کو ایک طرح کی نفرت ہے، اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا۔ دیکھو تاریخ طبری اور ابن خلدون۔ ذکر
فتح مدائن۔ اور وہ عمارت اسی طرح بہت دنوں تک قایم رہی، چنانچہ ابو جعفر محمد بن جریر یزید
الطبری کے زمانہ تک وہ ایوان اسی طرح قایم تھا، جیسا کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے
پھر بھی یہہ کہنا کہ نوشیرواں کے ایوان کو حضرت عمر رض نے خراب وبرباد کیا کیسی خباثت ہے۔

اور دوسری بات کتب خانوں کے جلانے کے بارہ میں ہے۔ پنڈت جی نے نہیں بتایا
کہ کہاں کہاں کے کتب خانوں کو جلایا۔ حضرت عمر علیہ السلام کے زمانہ میں ثابت کردو، تو ہم دوسو
(۲۰۰) روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔

اور اسکندریہ کے کتب خانہ کا مسلمانوں کے وقت میں جلایا جانا بھی محض غلط ہے۔
(دیکھو، رسائل شبلی ؎ کتب خانہ اسکندریہ ؎)۔

ورنہ یہہ تلوار ہے، جو ہمارے اور تیرے درمیان قطعی فیصلہ کرنیوالی ہے" (دیکھو ابن خلدون ذکر جنگ قادسیہ - قیس بن زرارہ کی تقریر کا آخر حصہ -)

جب وہ مخالفت کرچکا تھا، تو پھر سوا اسکے کیا چارہ تھا کہ اوسکو کہا جاتا کہ یا تو اطاعت قبول کرلو، یا جنگ سے فیصلہ چاہو؟

پھر پنڈت جی نے چند فتوحات کا ذکر کے آخر صفحہ تک یہہ لکھا ہے کہ ایرانیوں نے جو اسلام قبول کیا، وہ خلفا اور مسلمانوں کے ظلم و زیادتی سے قبول کیا -

اسکے جواب میں ہم ناظرین کو حقوق ذمئیں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کیا اسلام نے ایرانیوں کو اعلےٰ درجہ کی مذہبی آزادی اور دوسرے حقوق نہیں بخشے تھے؟ پھر کوئی یہہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ ایرانی خلفا اور مسلمانوں کے ظلم و زیادتی سے مسلمان ہوئے - چونکہ ہم اس کتاب کی دوسری جلد میں ہر ملک و قوم کی نسبت الگ الگ لکھینگے کہ وہاں اسلام کیونکر پھیلا، اس لئے یہاں پر کچھہ اور لکھنے کی ضرورت نہیں دیکھتے، مگر ناظرین کی دلچسپی کے لئے ٹی - ڈبلو - آرنلڈ صاحب کی "پریچنگ آف اسلام" سے اسکے متعلق کچھہ نقل کردینا بے موقع نہ ہوگا - وہ لکھتے ہیں کہ:-

غرضکہ اسلام کی یہہ وسیع اشاعت تلوار کے زور سے نہیں ہوئی، کیونکہ ان لوگوں کو جو فتح ایران کے بعد اپنے قدیم مذہب زردشت سے وابستہ رہے، مسلمانوں نے مذہبی آزادی دی - موجودہ زمانہ میں بھی آتش پرستوں کے گروہ ایران کے بعض اضلاع میں آباد ہیں - اگرچہ ایک زمانہ میں ان لوگوں پر سختیاں ہوئیں، لیکن سنہ ہجری کی ابتدائی صدیوں* میں انکو بالکل مذہبی آزادی حاصل رہی، اور اون کے آتشکدوں کا بہت لحاظ کیا جاتا تھا" پھر ایک اسلامی سالار کا حال اور اسلامی فتوحات کے بہت دنوں بعد تک ایران کے مختلف حصوں میں آتشکدوں کا موجود رہنا، جنکو ہم حقوق ذمئین میں لکھہ چکے ہیں، لکھکر صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

"جب ایسے واقعات دریافت ہوں، تو زردشتی مذہب کی نسبت یہہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمان فاتحوں نے زردشتیوں کو زبردستی مسلمان کرکے اس مذہب کو غارت کردیا" لہ

* جس زمانہ کی کارروائیوں کے ہم پورے جواب دہ ہیں - ۱۲ (مولف عفی عنہ) لہ ترجمہ پریچنگ آف اسلام - صفحہ ۱۳۲

چنانچہ وہ زمرۂ اہل اسلام میں داخل ہوا اور بڑا مرتبہ پایا"
اے جھوٹے! خدا سے تو کچھ نہیں ڈرتا !! نہ وہ کبھی مسلمان ہوا نہ زمرۂ اہل اسلام
میں داخل ہوکر بڑا مرتبہ پایا، بلکہ وہ کفر ہی کی حالت میں مسلمان ہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔
سنو! جس قصہ کو تو رنگ آمیزی کے ساتھہ لکھتا ہے، وہ یوں ہے :-
"ایک سخت و نہایت خونریزی کے بعد جابان کو مُنظر بن فضہ تیمی نے اور مردانشاہ کو
جو لشکر فارس کے میمنہ کا افسر تھا) اکتل رضؓ بن شماخ عکلی نے گرفتار کر لیا۔ اکتلؓ نے
تو مردانشاہ کو گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالا، اور جابان منظر کو* دھوکا دیکر امن حاصل کرکے نکل
کھڑا ہوا۔ مسلمانوں میں سے اسکو پھر کسی نے گرفتار کر لیا، اور ابو عبیدہ کے پاس لایا۔
ابو عبیدہ نے اسکے قتل کا حکم دیدیا، لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ مُنظر نے اسکو امن دی ہے، تو
یہہ کہکر چھوڑ دیا کہ کل مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں، پس جب انمیں سے کسی ایک نے ایک بات کو
اختیار کر لیا، تو سب نے گویا اسکو اختیار کیا۔ جابان رہا ہونیکے بعد منہزموں میں جا ملا، اور
ابو عبیدہ کے ان کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا، تا آنکہ اس ہزیمت خوردہ لشکر فارس
نے کسکر میں جا کر دم لیا، جہاں پر نرسی ٹھیرا ہوا تھا" (دیکھو ابن خلدون۔ ذکر جنگ
نمارق۔)
اور اس کے مارے جانے** کا حال سنو :-
بہمن کی مراجعت کے بعد جابان و مردانشاہ بھی، اسکے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔
مثنیٰ نے یہہ خبر پاکر لوگوں پر عاصمؓ بن عمرو کو امیر کرکے چند سواروں کو ہمراہ لیکر جابان و مردانشاہ
کے پاس پہونچ گئے۔ وہ دونوں یہہ سمجھکر بھاگے ہوئے آرہے ہیں، انکے پاس آگئے۔ انہوں
نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اہل لیس اس واقعہ سے مطلع ہوکر گرمجوشی کے ساتھہ اپنے
سرداروں کو چھڑانے نکلے، لیکن مثنیٰ کو مستعد پاکر ٹھنڈے ہوگئے۔ اور مثنیٰ سے صلح کر لی۔

---

* دو غلام دینے کا وعدہ کرکے اسنے امن حاصل کی تھی، جسکو اس نے وفا بھی کیا۔ ۱۲
(مولف عفی عنہ) ** یہہ دوسرا مردانشاہ ہے۔ ۱۲

پھر پنڈت جی نے لاٹینر صاحب کی زبان سے حضرت عمرؓ کا ایرانیوں کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنا تحریر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک جیسے آپ نے یہے لاٹنر صاحب، پھر یہی کیوں نہیں لکھدیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ نے ایرانیوں کو تلوار کے زور سے مسلمان کیا تھا۔ وہ بھی ایسا ہی ثبوت ہوجاتا جیساکہ یہہ ہے! اور اسکا بہت کچھہ جواب ہوچکا ہے، حاجت اعادہ کی نہیں۔

پھر مولوی ذکاء اللہ صاحب کی تاریخ ہند سے نقل کرتے ہیں کہ پارسی بمبئی میں کثرت سے رہتے ہیں۔ اُنکے یہاں آباد ہونیکا سبب یہہ ہے کہ ساتویں صدی میں جب ایران میں اہل اسلام کا تسلط ہوا، اور ساسانیوں کا تہہ وبالا ہوا، تو یہہ خوف کے مارے ادھر بھاگ آئے۔ وہ اپنی ہی رسم و آئین کے پابند بدستور چلے آتے ہیں۔

اگر یہہ درست بھی ہو کہ یہہ پارسی، جو اسوقت بمبئی میں ہیں، وہ ساتویں صدی میں ایران سے بھاگ کر آئے تھے، تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ ایک اجنبی قوم جب کسی ملک پر قبضہ کرتی ہے تو وہاں کے باشندوں کو خوف دامنگیر ہوتا ہی ہے۔ اور وہ اس خوف سے ملک چھوڑ بھی دیں، تو تعجب کی بات نہیں۔ مگر اب دیکھنا تو یہہ ہے کہ ان ایرانیوں کا خوف کھانا بجا تھا یا بیجا؟ اور اُنکا بمبئی چلا آنا ضروری تھا یا نہیں؟ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اُنکا خوف بیجا تھا، اور بمبئی چلا آنا بھی محض بیکا! کیونکہ اُن ایرانیوں کو، جو فتح ایران کے بعد وہیں رہکر اپنے قدیم مذہب زردشت سے وابستہ رہے، مسلمانوں نے مذہبی آزادی دی، اور کسیطرح اُنپر جبر و ظلم نہ ہوا، جیساکہ ہم ابھی پریچنگ آف اسلام سے نقل کرچکے ہیں۔ اور دیکھو، حقوق ذمئیں۔

پھر پنڈت جی نے تاریخ انبیاء سے حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہؓ کے ساتھہ لشکر اسلام کو فتح ایران کے لئے روانہ کرتے وقت وہاں کی نعمتوں کو یاد دلاکر جوش دلانا نقل کیا ہے۔ پھر کیا ہوا! فوجوں کو جوش دلانے کے لئے یہہ سب کچھہ کیا ہی جاتا ہے، اسمیں اعتراض کی کونسی بات ہے؟

پھر پنڈت جی لکھتے ہیں کہ جابان نام ایک بہادر ایرانی جب مقابلہ میں گرا مطرؓ اُسکا سر کاٹنے لگا، تب اوسنے (ڈر کے مارے) کلمہ پڑھا کہ میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ

رسول اللہ الی مقوقس سلام علی من اتبع الھدیٰ اسلم تسلم من عذاب اللہ تعالےٰ یوم القیامت فلک الجنة وان لم یسلم فانی ادیت الرسالة -

ترجمہ :- بسم اللہ الرحمن الرحیم - اے لوگو! تحقیق میں بھیجا ہوا اللہ کا تم سب کی طرف ہوں، وہ جس کے واسطے ملک آسمانوں اور زمین کا ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی، وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے - (آخر آیت تک) - محمد رسول اللہ کی طرف سے مقوقس کے نام - سلام ہے اوپر اُس شخص کے جس نے ہدایت کی پیروی کی - اسلام لا اور بچ جا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قیامت کے دن - پس واسطے تیرے بخشش ہے - اور اگر تو نے نہ مانا، تو میں نے ادا کی رسالت :-

آریو بتاؤ، اس سے بڑھکر آزادی مذہب کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے ؟

پھر فتوح المصر سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ "الحرب خدعة" یعنی لڑائی انصرام پاتی ہے ساتھ فریب کے :-

گو یہ حدیث اس کتاب سے کوئی سروکار نہیں رکھتی، اور اسپر کچھ مجکو لکھنا ضرور نہیں، تاہم عام فائدہ کے لئے میں کچھ مختصر اعرض کرتا ہوں - سنو! **خدع** کے معنی رنگ رنگ ہونے کے بھی ہیں، چنانچہ منتخب میں بھی اسکے معنی "رنگ رنگ شدن" کے لکھا ہے - تو اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ الفاظ آنحضرت کی زبان سے نکلے تھے، تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ جنگ انصرام پاتی ہے رنگ رنگ ہونے سے، مطلب یہ کہ کبھی فوجوں کو سمیٹ کر ایک سمت یورش کرنا، کبھی فوجوں کو متفرق کر کے کئی طرف سے حملہ کر دینا، کبھی نقل بازگشت کرا دینا، کبھی تیروں سے حملہ کرنا، کبھی نیزوں کو لیکر جھک پڑنا، کبھی تلواریں میان سے نکال لینی وغیرہ وغیرہ - بتلاؤ، کیا وجہ ہے جو ہم یہ معنی نہ لیں؟ جبکہ ہمکو کوئی ثبوت اسبات کا نہیں ملتا کہ آپنے کبھی کسی جنگ میں معاذ اللہ فریب سے کام لیا ہو - قول کی تفسیر فعل سے بڑھکر اور کچھ نہیں ہو سکتی -

پھر فتوح المصر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "عمرو بن العاص نے بادشاہ مصر کے سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے تائید کی بسبب تلوار کے، اور اسی تلوار کے سبب سے ذلیل کیا ہے مشرکین کو :-

لیکن انہوں نے اس سے پیشتر اُنکو آتے ہوئے دیکھکر اُنکے قیدیوں کو مار ڈالا تھا۔" (دیکھو ابن خلدون ذکر جنگ قس ناطف -)

پھر ایک قابل تسخر بات تاریخ انبیاء کے حوالے سے لکھی ہے کہ یزدجرد کے سپہ سالار کو ایک نجومی نے گمراہ کر دیا، جس سے وہ بزدل ہوگیا، اور یہی بات عربوں کی فتح کا باعث ہوئی۔ جس سے ہمکو کوئی بحث نہیں۔

مصر و مراکو وغیرہ کسطرح مسلمان ہوئے کا جواب

لاٹیز صاحب کی کتاب کے حوالے سے کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانیکا الزام حضرت عمرؓ اور حضرت عمرو بن العاص پر لگایا گیا ہے۔

آریو! وہ زمانہ گیا کہ لوگ ایسی ایسی تاریخی غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اب وہ زمانہ نہیں کہ تم ایسی غلط تاریخی شہادتوں سے کچھ فائدہ اٹھا سکو۔ اب دنیا جان گئی کہ یہ الزام غلط اور سر تا پا غلط ہے۔ ؎

خیال زلف دوتا میں نصیر پیٹا کر
نکل گیا ہے وہ سانپ اب لکیر پیٹا کر
(دیکھو، رسائل شبلی "کتب خانہ اسکندریہ"-)

پھر مقوقس کے نام آنحضرت نے جو خط لکھا تھا، اُسکو پنڈت جی نے فتوح المصر واقدی سے نقل کیا ہے۔

مگر صحیح تاریخوں میں وہ خط اس طرح نہیں جسطرح واقدی نے نقل کیا ہے، اور واقدی کے ضعف کا حال تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ اونکی ضعف روایت پر اجماع ہے۔ تاریخ طبری وغیرہ میں وہ خط یوں ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ان الذی (لہٗ ملک) پھر سماوات والارض لا الہ الا ھو یحیی و یمیت (تا آخر آیت) محمد

شہر مصر میں، اور گھیر لیا قصر الشمع کو۔ پس آگے آیا ارجانوس بن راعیل بھائی مقوقس کا اور کہا اے جوانانِ عرب معلوم کرو کہ یہہ اللہ تعالٰے نے مدد کی تمہاری ساتھہ فتح کے، اور خبر خدا کی میں نے تمہاری اسطرح، اور اگر نہ کرتا میں یہہ حیلہ اپنے بھتیجے پر تو نہ پا سکتا وہ تمسے۔ اب جو تم غالب ہوئے، تو ہم دیتے ہیں تمکو شہر اس شرط پر کہ نہ تعرض کرو کچھہ ہمسے، اور نہ دست درازی کرو ہمپر ساتھہ برائی کے، جو شخص ہمارا چاہے رہے اپنے دین پر اور جزیہ دے تمکو اور جو چاہے متابعت تمہاری وہ متابعت کرے۔ کہا حضرت معاذ بن جبل نے اسکے جواب میں کہ فتح دی ہمکو اللہ تعالٰے نے کفار پر بسبب صدق ہماری نیتوں کے اور نیک کاموں اور متابعت حق کے اور نہیں کہتے ہم کوئی بات مگر اسکو پورا کرتے ہیں، اور نہیں عذر اور مکر کرتے ہیں ہم لوگ۔ امان ہے تمکو اوپر جان و مال و ازواج و اطفال کے۔ جو شخص رہے تمہارا اپنے دین پر نہیں زور کرتے ہم اسپر ترک کا، اور جو قبول کرے ہمارا دین، تو نفع اسکا مثل نفع ہمارے اور ضرر اسکا مثل ضرر ہمارے کے ہے۔ جبکہ سنی ارجانوس نے یہ بات، دیں مسلمانوں کو کنجیاں وہاں کی، اور امن پائی اسنے ساتھہ اپنے لوگوں کے، جو وہاں تھے۔ پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ کہا عمرو نے اہل مصر سے کہ تحقیق امن دی ہمنے تمکو اوپر جان اور اولاد اور مال تمہارے کے، اور یہہ احسان ہے ہمارا تمپر، اور معاف کیا ہمنے جزیہ تمہارا اگلے سال، اور آیندہ سے لینگے ہم تم سے جزیہ اسطرح کہ ہر شخص عاقل بالغ تمہارا چار دینار سال میں۔ اور جو ایمان لاوے، وہ بھائی ہمارا ہے۔ پس سنا ارجانوس بھائی مقوقس نے کلام عمرو کا، اور کہا تحقیق انصاف کیا تم نے تحقیق اللہ بسبب انہی کاموں کے فتح دیتا ہے تمکو، اور مطلع ہوا میں اوپر صدق دین تمہارے کے اب میں گواہی دیتا ہوں یہہ کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک وان محمدا عبدہ ورسولہ اور گواہ رہو تم لوگ اس بات پر کہ چھوڑ گیا ہے میرا بھائی مال اور اسباب و متاع، وہ سب یہہ کیا میں نے واسطے تمہارے بالعوض اس تمہارے احسان کے میرے شہر والوں سے کہا راوی نے جبکہ دیکھا اہل مصر نے مسلمان ہونا ارجانوس کا، داخل ہوئے بہت لوگ اسلام میں۔

(دیکھو، فتوح المصر مطبوعہ نظامی کانپور صفحہ ۱۰۔)

آریو! اسکے اپنے ہی حوالے سے بلا جبر و اکراہ مسلمان ہونیکا ثبوت دیکھا؟

گو اس میں کوئی اعتراض نہیں، مگر افسوس ہے کہ ایسے جھوٹے بھی قوم کے لیڈر مانے جاتے ہیں اور قوم کی طرف سے بڑے بڑے خطاب پاتے ہیں! فتوح المصر میں ہرگز ہرگز یہہ نہیں لکھا ہے یہہ صرف پنڈت جی کی غلط بیانی ہے۔ اس ملاقات کا ذکر فتوح المصر مطبوعہ نظامی کانپور کے صفحہ ۱۷ و ۱۸ میں ہے، مگر اُنمیں ایسا کوئی جملہ نہیں۔

پھر فتوح المصر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "صدہا باشندگان مصر بیگناہ سوئے ہوئے قتل کئے گئے۔ اور کچھہ اون میں سے قید کرلئے گئے۔ اون کی بابت لکھا ہے۔ بعد اسکے عرض کیا اُنپر اسلام کو، مگر سبھوں نے انکار کیا۔ پس ماری گئیں گردنیں اُنکی"

اسمیں بھی پرلے درجے کی بے ایمانی سے کام لیا گیا ہے۔ نہ تو سوتے کا ذکر ہے اور اور نہ اسلام نہ لانیکی وجہہ سے اُنکا قتل کیا جانا لکھا ہے، بلکہ اُسکے خلاف اُنکو امن دینا اور مذہبی آزادی بخشنا مذکور ہے؛ اور واقعات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوئے نہ تھے، بلکہ پورے ہوشیار تھے۔ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ہم بلفظہٖ نقل کرتے ہیں:۔

"اور آخیر شب آئے پاس اُسکے بعض خدمتگار، اور کہا اُس سے ماجرا اوس کے چچا کا، تو یقین کیا اُسنے ہلاک ہونا اپنا بسبب خروج ملک مصر کے۔ پس اسی حال میں کہ وہ متحیر تھا اس کام میں، ناگاہ تکبیر کہی بلند حضرت خالد بن ولید نے اور اون کے ساتھیوں نے درمیان لشکر قبطا کے اور نبین عمرو بن عاص اور سب باقی مومنین لشکر نے تکبیریں اُنکی، تو ادھر سے تکبیریں کہیں انہوں نے بھی، اور واقع ہوا زلزلہ کفار میں، اور حملہ کیا مسلمانوں نے اُنپر، اور شروع کیا قتال۔ جبکہ دیکھی ارسطولیس نے خرابی اپنی اور خرابی اپنے لشکر کی، ہمراہ لیا اپنے غلاموں اور اہل کاروں کو، اور بھاگا براہ دریا بجانب مغرب مصر کے اسکندریہ کیطرف، اور گذرا شہر مرلوطا پر کہ تھا اُسمیں موبذال ساقی بادشاہ کا تین ہزار فوج سے۔ پس پکارا پکارنے والے نے مصر میں کہ بادشاہ بھاگا، اور نہ باقی رہا کوئی قبطی لشکر میں؛ غرق ہوئے دریا میں بہت لوگ، اور فتح دی اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو۔ روایت ہے ابن اسحاق سے کہ مارے گئے اُس رات میں قبطی پانچ ہزار، اور لوٹا مسلمانوں نے مال اونکا۔ پھر جب صبح ہوئی، ملے خالدؓ مسلمانوں سے سلام علیک کی آپسمیں، اور مبارکباد دی ایک دوسرے نے سلامتی کی، اور داخل ہوئے

نہیں کیا کہ اس معرکہ میں دونوں سے الگ رہے، بلکہ مسلمانوں کو بہت کچھ مدد دی۔ قسطاط سے اسکندریہ تک فوج کے آگے آگے پلوں کی مرمت کرتے اور سڑکیں بناتے گئے۔ خود اسکندریہ کے محاصرہ میں بھی رسد وغیرہ کا انتظام انہیں کی بدولت ہوسکا۔ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا، تو ہرگز قبطیوں سے ایسی باتیں ظہور میں نہ آتیں۔ ایسے واقعات کے رہتے ہوئے کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اسی زمانہ میں چھ سو قبطی قیدیوں کو تہ تیغ بے دریغ کر ڈالا؟ ان واقعات کے لئے دیکھو مصر کی خاص تاریخ مقریزی۔ جلد اوّل۔

پھر پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں کہ "اسی تاریخ میں اکثر جگہ لکھا ہے۔ کہ جب یوں قتل شروع کیا اور لوگوں کی جورو دختر چھیننے لگے، تو بخوف قتل اور امید رہائی کے ہزاروں لوگ مسلمان ہوگئے"۔

اے جھوٹ! تیرا ستیاناس! میں نے پنڈت جی کے حوالوں کے مطابق بہت کچھ تلاش کیا، اور ادھر ادھر آگے پیچھے بھی بہت دور تک دیکھ ڈالا، مگر ایسا مضمون نہ ملا پر نہ ملا۔

پھر لکھتے ہیں کہ "اگر کوئی مفصل حال مکاری، فریب، دروغگوئی سپہ سالاران لشکر محمدیہ کی دیکھنا چاہے، تو دیکھیے فتوح المصر کے صفحات ۲۶ و ۲۷ و ۶۴ و ۶۶ و ۷۰ و ۷۱"۔

پنڈت جی! بفرض محال میں نے مانا کہ انہوں نے مکاری کی، فریب سے کام لیا، جھوٹ بولے، مگر دین بالجبر کا ثبوت آپکو اس سے کیا ملا-؟

ناظرین! ان حوالجات میں کہیں بھی فریب و مکر و دروغگوئی کا ذکر نہیں۔ صرف ایک جگہ حاطبؓ (جو خط لیکر مقوقس کے پاس گئے تھے) کے بارہ میں تین شخصوں کو (جو آنحضرت کے خفیہ قتل کے درپے تھے، اور چاہتے تھے کہ غفلت میں آپکو قتل کر ڈالیں) دھوکا دیکر مارڈالنے کا ذکر ہے۔ سب تاریخوں میں حاطبؓ کے مقوقس کی طرف بھیجے جانیکا ذکر ہے، مگر اس واقعہ کا سوا واقدی کے اور کسی نے ذکر نہیں کیا۔ پس اس سے اس واقعہ کی حقیقت ظاہر ہے۔

ہاں! پنڈت جی نے مراکو کے اسلام کا کچھ ذکر نہیں کیا؟ پھر ہیڈنگ میں مراکو کا نام لینے کی ضرورت کیا تھی؟ اور وغیرہ کا بھی کچھ ذکر نہیں ہے!-

ع جادو وہ جو سر پر چڑھ کے کھیلے۔

پھر ایک عجیب نا (بولیس قبس) والے انسان کا اسلام سے انکار کرنے کیوجہ سے قتل کیا جانا فتوح المصر کے حوالہ سے پنڈت جی نے تحریر فرمایا ہے۔ مگر ہمنے پنڈت جی کے حوالہ کے مطابق لاکھ تلاش کیا بلکہ بہت دور تک آگے پیچھے بھی دیکھ ڈالا، ایسے واقعہ کا کہیں ذکر نہ پایا۔

پھر فتوح المصر سے تیرہ سو قبطیوں کا محاصرۂ اسکندریہ کے زمانہ میں قید ہونا، اور انمیں سے اکثروں کا بوجہہ انکار اسلام قتل کیا جانا پنڈت جی نے تحریر فرمایا ہے۔

ناظرین یہ واقعہ کسی طرح قابل وثوق نہیں ہے۔

اوّل تو اس لئے کہ یہ واقعہ اور اسکے ساتھہ اور واقعے مسلمانوں کے قید ہونے وغیرہ کے جو بیان ہوئے ہیں کسی صحیح تاریخ میں مذکور نہیں ہیں، صرف واقدی جیسے ضعیف راوی کا بیان ہے جو کسی طرح سند کے قابل نہیں ہو سکتا۔

دوسرے یہہ کہ اس موقع پر واقدی کے بیان میں ایسی غلط بیانیاں ہیں، جو صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ یہہ واقعہ غلط ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اوسوقت (یعنی محاصرۂ اسکندریہ کے وقت) بادشاہ مصر ارسطولیس تھا، اور اسی نے مسلمانوں کو گرفتار کرایا تہا۔ انہیں مسلمان قیدیوں کو دو ہزار قبطی لئے جا رہے تھے، جنہیں سے تیرہ سو گرفتار ہو گئے، حالانکہ کل تاریخوں میں اسوقت بھی مقوقس ہی کا بادشاہ رہنا مرقوم ہے۔ پھر واقدی کا بیان ہے کہ دیوار قلعہ کے دہس جانے سے بادشاہ مصر خوف کھاکر بھاگ گیا، اور سکندریہ صلح سے فتح ہوا یہہ محض غلط ہے۔ کل تاریخوں میں اسکے خلاف لکھا ہے کہ سکندریہ بزور شمشیر فتح ہوا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی غلط بیانیاں ہیں، جس سے یہ کل بیان قابل وثوق نہیں رہتا۔

تیسرے یہہ کہ محاصرہ کے قبل ہی مسلمانوں سے اور مقوقس سے معاہدہ صلح ہو چکا تھا اور چونکہ مقوقس کی مرضی جنگ کی نہ تھی، اسلئے اوسنے عمروؓ سے اقرار لے لیا تھا کہ چونکہ میں رومیوں سے الگ ہوں، اسلئے میری قوم (یعنی قبطی) کو تمہارے ہاتہہ سے ضرر نہ پہونچے۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ مسلمان قبطیوں کو، جنسے صلح ہو چکی تھی، قتل کر ڈالتے؟ قبطیوں نے بھی صرف یہی

تعلق نہیں -

پھر تاریخ فرشتہ سے نقل کرتے ہیں کہ "حجاج بن یوسف از قبل ولید بن عبدالملک حاکم عراقین بلکہ ملک ایران و توران بود - درصدد تسخیر بلاد ہندوستان شدہ نخست محمد ہارون را در اوائل ۸۶ھ باسپاہ مرتہور بولایت مکران فرستاد، واو بدانجا برسیدہ آن مملکت را بحوزۂ تصرف آورد - و بسیارے از ساکنان آن دیار کہ بلوچان ازاں طائفہ اند بشرف اسلام مشرف گشتہ رعایا بادائے مال دیوانی پرداختند - و رواج اسلام دراں طرف ازاں تاریخ بہم رسیدہ مساجد ساختہ شد، واحکام شریعت محمدی جاری گشت"

اسمیں بھی جبر واکراہ کا کچھہ مذکور نہیں، اسلئے یہہ بھی ہمارے دعوی کے خلاف نہیں بلکہ مثبت ہے۔

۲ - افغانستان کسطرح مسلمان ہوا کا جواب

پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں کہ "محمد قاسم فرشتہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "لشکر غور و بادغیس بہ کابل فرستادہ آبائی آنجا را جبراً و قہراً مطیع و منقاد گردانید" (جلد اول صفحہ ۱۷)

ناظرین تم ہی بتاؤ کہ اِن الفاظ کو اشاعت اسلام سے کیا سروکار ہے؟ اسمیں تو صرف مطیع و منقاد ہونے کا ذکر ہے، اسلام لانا (چاہے کسیطرح ہو) کیونکر معلوم ہوا؟ پنڈت جی کی جرأت تو دیکھیئے کہ آپ اِن الفاظ کو نقل کرکے لکھتے ہیں "پس صاف ظاہر ہے کہ یہہ لوگ بھی قرآن کو فصاحت لاثانی جان اور محمد صاحب کو نبی گرداں کر مسلمان نہیں ہوئے، بلکہ بزور شمشیر مسلمان بنائے گئے"

افسوس! ایسی ہی اُلٹی منطق پر آپ دھرم اُپدیشک اور آریہ مسافر بنے تھے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

اسکے بعد پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں "مامون رشید نے جب اس ملک میں چڑھائی کی - جو ۲۰۳ھ کا ذکر ہے، اسکی بابت مولوی محمد شبلی صاحب پروفیسر محمڈن کالج فرماتے ہیں:

بلوچستان کس طرح مسلمان ہوا

کا جواب

پنڈت جی تاریخ فرشتہ سے نقل کرتے ہیں کہ محمود کو جب خبر ہوئی کہ قیرات اور نار دین کے لوگ ابتک مسلمان نہیں ہوئے ہیں، تو اوس نے لشکر جمع کر کے اوس طرف کا قصد کیا اور قیرات کو فتح کیا۔ حاکم وہاں کا اطاعت قبول کر کے مع باشندگان اُس دیار کے مسلمان ہوا۔ پھر بادشاہ نے نار دین کی فتح کے لئے حاجب علی بن ارسلان کو بھیجا، چنانچہ وہ مقام بھی مفتوح ہوا۔ اور بڑے بتخانہ کو وہاں کے توڑ ڈالا، جس سے اوسکو ایک پتھر منقور (یعنی چاندی سے لپٹا ہوا) اور منقوش ملا۔

ناظرین! اگر ہم مان بھی لیں کہ قیرات کے لوگ جو اُسوقت مسلمان ہوئے تھے، وہ جبراً مسلمان کئے گئے تھے، تاہم اسلام پر کوئی الزام نہیں آتا؛ کیونکہ محمودؒ، جو صرف ایک مسلمان بادشاہ تھا، کے اعمال کا اسلام ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ کچھ وہ خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے پیشواؤں میں تو داخل نہیں تھا؟ مگر یاد رہے کہ فرشتہ نے یہہ نہیں لکھا ہے [*] کہ قیرات کے باشندے جبراً مسلمان کئے گئے تھے۔ کیا ممکن نہیں کہ فتح اور اطاعت کے بعد تبلیغ کے ذریعہ سے حقیقت اسلامیہ سے واقف ہو کر مسلمان ہوئے ہوں؟ یا یہہ کہ بادشاہ وہاں کا اپنے کسی فائدہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہو، اور پھر اُسکی وجہہ سے اُسکی رعیت بھی مسلمان ہو گئی ہو؛ مگر جبر کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ اور نار دین کے بتخانہ کے توڑنے سے تو محمودؒ کو دنیاوی فائدہ ہوا کہ سنگِ منقور اور منقوش ہاتھ آیا۔

پھر پنڈت جی نے یہہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ یا تو اہل بلوچستان سام پسر کرشن جی کی اولاد سے ہیں یا خود کرشن جی کی اولاد سے مگر اس بحث سے ہمکو کوئی

[*] فرشتہ نے بھی اطاعت کے بعد اسلام کا قبول کرنا لکھا ہے، چنانچہ اُسکے یہہ الفاظ ہیں:۔ وچوں حاکم آنجا اطاعت کردہ مع متوطنان آن دیار اسلام آوردہ ۱۲

دوئم وہ کسی تلوار کے ڈر سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ سوئم۔ اسکا بُت صفا و مروہ کے درمیان ہرگز نہیں ملوایا گیا، بلکہ اُسنے خود اپنے بُت کے تخت کو بعد مسلمان ہونے کے کعبہ پر نذر چڑھانے کے لئے بھیجدیا تھا، جو صفا و مروہ کی عام گذرگاہ میں رکھا گیا۔

پس اس ڈیڑھ ہی سطر کے مضمون میں پنڈت جی ایک نہیں دو نہیں تین جھوٹ بولے! دیکھو المامون کے خاص الفاظ یہ ہیں:-

"تبت کے رئیسوں میں سے بھی ایک والی ملک اسلام لایا۔ وہ ایک بُت کی پرستش کیا کرتا تھا، جسکی ظاہری صورت سے ایک عجیب اوج و شان کا اظہار ہوتا تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا، جس میں بیش قیمت زمرد و یاقوت لگے تھے۔ ایک تخت سیمیں جلوس کے لئے تھا، اور اُسپر ہر وقت دیبا کا فرش بچھا رہتا تھا۔ بادشاہ تبت جب اسلام لایا، تو بُت اور تخت دونوں مامون کے پاس بھیجدئے اور نامہ لکھا کہ "میں فلاں ابن فلاں حلقۂ اسلام میں داخل ہوا، اور بُت کے تخت کو، جو میری گمراہی کا ایک ذریعہ تھا، کعبہ پر نذر چڑھانے کو بھیجتا ہوں۔ نصیر بن ابراہیم عجمی ۲۰۱ھ میں اس تخت کو لیکر مکہ معظمہ پہونچا، اور حکم دیا کہ صفا و مروہ کی گذرگاہ عام میں رکھا جائے۔ تین دن تک ایک شخص صبح شام دونوں وقت تخت پر کھڑا ہوکر باواز بلند کہتا تھا کہ فرمانروائے تبت اسلام لایا، اور یہ اُسکے پہلے معبود کا تخت ہے عامۂ مسلمانوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اسلام کی توفیق دی۔"

(المامون۔ حصہ اول صفحہ ۸۳)

پھر صفحہ ۴۳ سے ۵۴ تک پنڈت جی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ باشندگان افغانستان قوم کے یہودی (یعنی بنی اسرائیل نہیں ہیں، بلکہ یادو (جادو) ہیں، اور ہندوستان ہی سے جاکر وہاں آباد ہوگئے ہیں اور اون کا مذہب بھی پہلے ہندوں کی طرح بت پرستی تھا

اگرچہ یہہ بات اب بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئی ہے، اور بے انتہا دلیلیں مل گئی ہیں کہ افغان حقیقت میں بنی اسرائیل ہیں، مگر چونکہ یہ بحث میری اس کتاب سے خارج ہے، اس لئے میں اسپر کچھ لکھنا بے موقع سمجھتا ہوں۔



کہ مامون نے لشکر جرار اس ملک کی تسخیر کے واسطے روانہ کیا، چنانچہ اُسی لشکر جرار کے خوف سے بمقابلہ تباہ ہونے کے والی کابل مسلمان ہوا۔

(مفصل دیکھو ہیروز آف اسلام جلد دوم)"

اے بے ایمان! تجھ پر افسوس!! کسی کتاب کی طرف کوئی مضمون جھوٹ منسوب کر دینا پرلے درجہ کی بے ایمانی اور خیانت ہے۔

ناظرین! اس مضمون کو، جو پنڈت جی نے المامون کیطرف منسوب کر کے لکھا ہے (اور جسپر ہمنے لکیر کھینچ دیا ہے) اُس مضمون سے، جو میں بلفظہ المامون سے ذیل میں نقل کرتا ہوں، مقابلہ کرو، اور دیکھو کہ پنڈت جی نے اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے کیسی بے ایمانی اور خیانت سے کام لیا ہے، اور الفاظ پر الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ المامون کے خاص زبان یہ ہیں:۔

کابل پر فوجیں بھیجیں۔ والی کابل اسلام لایا، اور تاج و تخت نذر بھیجا۔ یہ بھی درخواست کی کہ کابل و قندھار دار الخلافت خراسان کے اضلاع میں داخل کرئے جائیں" (المامون حصہ اوّل۔ صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی۔ دہلی۔)

اس سے والی کابل کا جبراً مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا بخلاف اسکے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ تخت و تاج کے لالچ سے مسلمان نہیں ہوا تھا، بلکہ دل سے مسلمان ہو گیا تھا، جب ہی تو مسلمان ہونے کے بعد بھی اُسنے تخت و تاج نذر بھیجدیا، اور اپنے ممالک کے دار الخلافت خراسان میں شامل کر لینے کی درخواست کی۔ ہاں! پنڈت جی نے جلد دوم کا حوالہ دیا ہے، شاید یہ چھاپے کی غلطی ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ "اسی نواح کا ایک اور حاکم بھی اُسکی تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوا، اور اوسکا بُت مکہ میں صفا و مروہ کے درمیان گڑوایا گیا۔ (ہیروز آف اسلام)"

اسمیں بھی پنڈت جی نے سراسر جھوٹ سے کام لیا:۔

اوّل تو وہ اسی نواح یعنی کابل کے نواح کا حاکم نہیں تھا، بلکہ وہ تبت کا حاکم تھا، جہاں سے آریہ بھاگ کر ہندوستان کو آئے ہیں۔

پھر پنڈت جی لیتھرج صاحب کی تاریخ ہندوستان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ محمد غوری نے دلاوری فطری گکھڑوں پر یورش کی۔ اور انہیں ایسا تنگ کیا کہ صرف انہوں نے اطاعت ہی قبول نہ کی، بلکہ مسلمان ہو گئے ؎

لیتھرج کی ہسٹری میں ایسا کچھ ذکر نہیں۔ (دیکھو لیتھرج صاحب کی تاریخ ہندوستان بذکر محمد غوری۔ صفحہ ۷۴ مطبوعہ میکملن اینڈ کو ۱۸۹۹ء) - مگر تاریخ فرشتہ۔ جلد اول مقالہ دوم۔ صفحہ ۵۹۔ کشوری میں بذکر شہاب الدین غوری یہ لکھا ہے کہ گکھڑوں کی قوم ایک مسلمان قیدی کی وجہ سے مسلمانوں کے شعار کو پسند کر کے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئی۔

عالمگیر اورنگ زیب کی سلطنت کے نشانوں میں سب سے زیادہ نشان اس ضلع (بلکہ سارے ہندوستان) میں چند تو مسلم خاندان باقی ہیں۔ اس بادشاہ کی مذہبی طرفداری کا ایک چھوٹا سا نمونہ یہ ہے کہ قصبہ آہار کے نام مسلمانوں نے اشادکھنے کے طومار میں ہمنے ایک پروانہ دیکھا ہے؟ جس میں یہاں کے حاکم کو عالمگیر نے لکھا کہ چودھریان آہار (ضلع بلند شہر) کا خاندان بہت بڑھ گیا ہے اور ہر ایک شخص عہدہ چودھریت کا کام کرنا چاہتا ہے۔ اس سے رعایا کو تکلیف ہوتی ہے۔ آئندہ کو مناسب ہے کہ کل خاندان سے دو آدمی منتخب کر لئے جائیں اور انکے سوا اور کسی کو سرانجام کار چودھریت کی اجازت نہ ہو۔ اور چونکہ حال میں دو شخصوں نے اسلام قبول کیا ہے، اس واسطے انتخاب میں ان سے زیادہ کوئی منتخب نہیں ہیں۔ یہی دونوں آہار کے چودھری مقرر کیے جاویں۔

(تاریخ بلند شہر ۱۸۷۶ء صفحہ ۲۶ و ۲۷) ؎

صاف ظاہر ہے کہ یہ اشاعت اسلام بھی بلا جبر و اکراہ ہوئی۔ اور بعد مسلمان ہونے ان سے سلوک کرنا کوئی اعتراض کی بات نہیں آریو! خود اپنے طرز عمل کو بغور دیکھو۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں قانون گویان سے ایک شخص (بلند شہر کا) مسلمان ہوا اور اسی اولاد اسی پر ... اس قصبہ کے باشندوں میں سرگروہ رہی (تاریخ بلند شہر۔ صفحہ ۲۳۲) ؎

دیکھو ابا جبرا

؎ پنڈت جی کا رسالہ جہاد۔ صفحہ ۴۸۔ ؎ رسالہ جہاد۔ صفحہ ۴۹ و ۵۰۔

؎ رسالہ جہاد صفحہ ۵۰۔

ہندوستان کسطرح مسلمان ہوا کا جواب

اس تحت میں جو پنڈت جی کے حوالجات ہیں، وہ تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنمیں سوا ایک دو کے ہندؤنکا بلا جبر و اکراہ تعلیم اسلام کے اثر سے مسلمان ہونا مذکور ہوا ہے۔ دوسرے حوالجات وہ ہیں، جنمیں مسلمان بادشاہوں کی فتوحات ملکی اور حملوں کا ذکر ہے، اور ایک دو بادشاہوں کے ظلم و زیادتی کا ثبوت، مگر انمیں جبراً اشاعت اسلام کا جو پنڈت جی کا دعوے ہے، کوئی ثبوت نہیں۔ اور تیسرے وہ ایک دو حوالے ہیں، جنمیں ایک دو ہندو اور ایک انگریز مصنف کی رائیں ہیں کہ محمود وغیرہ ہندوں کو جبراً مسلمان کرانے آئے تھے، مگر نہ تو خود اُن مصنفین نے اور نہ پنڈت جی نے اسکا کوئی ثبوت دیا۔ افسوس! اور ان تین قسم کے حوالجات کے علاوہ بعض غیر متعلق باتیں بھی ہیں۔

میں سب سے پہلے اُن مضامین کو نقل کرتا ہوں، جنمیں اشاعت اسلام کا ذکر ہے۔

"ملک ہندوستان میں سب سے اوّل مسلمان، باپا راجپوت والی چتور نے ۸۱۲ء میں ٹھٹھ کے حاکم سلیم کی لڑکی سے شادی کر لی، اور مسلمان ہوا، مگر مسلمان ہو کر مارے شرمندگی کے خراسان چلا گیا، پھر نہ آیا۔ اسکا ہندو بیٹا تخت پر بیٹھا۔ (دیکھو آئینہ تاریخ نما۔ صفحہ ۶۔ ۱۸۸۱ء۔) دیکھو ملاحظہ

"ہندوستان کا دوسرا مسلمان، راجہ سکھپال نام محمود کے نواسہ بسبب طمع حکومت کے مسلمان ہوا مگر لکھا ہے کہ جب محمود بلخ کی طرف گیا، تو اُسنے پھر ہندو ہو کر اسکی اطاعت سے سر پھیرا۔ محمود نے ۱۰۰۸ء میں اُسے پکڑ کر جنم بھر کے لئے قلعہ میں قید کر دیا۔ (صفحہ ۱۹۔ آئینہ تاریخ نما ۱۸۸۱ء اور مفتاح التواریخ صفحہ ۹۔ ۱۸۸۳ء، حصہ اوّل) ٭

اس واقعہ میں بھی جبر کا کچھہ مذکور نہیں۔ اپنی خوشی سے مسلمان ہوا، اپنی خوشی سے پھر ہندو بنا اور قید کیا گیا بوجہہ اطاعت سے پھیرنے کے۔

٭ پنڈت جی کا رسالہ جہاد۔ صفحہ ۴۴۔

دیکھو، بلاجبر یہ سلوک اسلام لانے کے قبل ہی ہوا، اگر بعد بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی۔ سن
بہال راجپوتوں میں سے کیرت سنگھ کی ساتویں پشت میں مسمی لکھمان چند دریا خان
سنبہل کی خوشنودی کے واسطے خضر خاں بادشاہ کے عہد میں مسلمان ہوا، اور اس حکمت سے
اوس نے اپنی موروثی کے علاقہ میں نصف حصہ پایا، حالانکہ اوسکا بہائی کل علاقہ کا دعویدار تھا۔
مسلمان ہونیکے بعد لکھماچند کا نام ملہا خاں رکھا گیا، اور پرگنہ کی چودہریت کا عہدہ پایا۔ انکے
ورثا خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان ابتک چودہری کہلاتے ہیں۔ (دیکھو تاریخ بلندشہر صفحہ ۱۳۱)

دیکھو بلاجبر!

حصار کے ضلع میں بھٹے یا جبیہار۔ جادو زیادہ تر مسلمان اور کمتر ہندو ہیں۔ (تاریخ
بلندشہر صفحہ ۳۲۴) ٭ دیکھو بلاجبر!

تنور یا مرزا راجپوت۔ راجہ سہ پال نے، جو انگپال کی دسویں پشت میں تھا، یہ
موضع سہ ساتہ آباد کیا۔ چنانچہ سہ پال کی اولاد سے ۵۴ گاؤں ابتک آباد ہیں۔ اسکی نسل میں
بلندشہر کے تنور ہیں، لیکن اکثر انہیں مسلمان ہو گئے ہیں۔ مسلمان تنوروں کی روایت ہے کہ
ہمارے مورث اعلےٰ ناگل سنگھ کو کسی جرم میں قطب الدین ایبک بادشاہ نے علاوہ سزا کان کاٹ
کے جبراً مسلمان کیا تہا۔ چنانچہ ناگل سنگھ کا بسایا ہوا موضع پوچانا گل بلندشہر سے چار میل
پر ابتک آباد ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ موضع مذکور میں تنور مسلمان رہتے تھے۔ اب ان تنوروں کی
رشتہ داری چہوچہوں کے ساتھ ہونے لگی، اور چونکہ چہوچہوں کی قوم اونے گنی جاتی ہے، اس لئے
یہ تنور بھی راجپوتوں کی فہرست سے خارج ہیں۔ (تاریخ بلندشہر صفحہ ۳۲۶) ٭

جب ناگل سنگھ پر اسکے جرم کی سزا میں مسلمان ہونے کے لئے جبر کیا گیا، اور وہ مسلمان بھی ہو گیا، تو پھر
کان کسی طرح کاٹا نہیں جا سکتا تھا۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی آدمی ایک مذہب ترک کر کے چاہے کسی طرح
سے ہو دوسرے مذہب میں آجاتا ہے۔ تو اوس مذہب کے پیرو اسکی بڑی خاطر کرتے ہیں، پھر اوس حالت میں کان
کاٹ لینا محض ناممکن ہے۔ اسلئے یہ روایت قابل سند نہیں، جو اپنے واقعات کے رو سے خود غلط ثابت
ہو رہی ہے۔ جب اوسکو مسلمان کرنا مقصود تہا، تو کان ہرگز نہ کاٹا جاتا۔

حاشیہ۔ ٭ رسالہ جہاد صفحہ ۵۱۔ ٭ رسالہ جہاد صفحہ ۵۱ و ۵۲۔

٭ یعنی ڈور مسلمان - یہ لوگ اولاد اسی اجیپال ڈور کی ہیں، جس نے دغا کرکے قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اور شہاب الدین غوری کی فوج کو قلعہ میں دخل دیکر اپنے ولی نعمت! راجہ چندر سین کو قتل کرایا - اس خدمت کے عوض میں مسلمان کیا گیا - سلطان غوری نے اجیپال کو خطاب ملک محمد دراز قد کا بخشا، اور پرگنہ برن کا چودہری مقرر کیا گیا - (تاریخ بلند شہر - صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳) دیکھو، بالجبر!

٭٭ "عالمگیر کے زمانہ میں آہار کے ناگر (برہمنوں سے) دو نے ۱۱۰۱ھ قبول کیا، اور اس ذریعہ سے سبھائی ہندوں کو پرگنہ کی چودہریت کے موروثی عہدہ سے خارج کرکے خود چودہری بنے - اب ہندو ناگروں کی زمینداری صرف دو گانو اور مسلمان ناگروں کی تین گانو میں ہے - ۱۸۵۷ء کے غدر میں مسلمان ناگروں میں بعض نے بغاوت اختیار کی، اور اس جرم کی سزا میں انکی جاگیریں وملکیت ضبط ہو کر راجہ گور سہائی مل رئیس مراد آباد کو انعام دی گئیں - (دیکھو تاریخ بلند شہر - صفحہ ۳۰۲) ٭٭ دیکھو، بالجبر!

٭ "تگا برہمن - سب سے زیادہ خاندان اس قوم کا قصبہ سیانہ میں ہے، لیکن نصف سے زیادہ آدمی اس خاندان کے عالمگیر کے وقت سے مسلمان ہیں - (دیکھو، تاریخ بلند شہر - صفحہ ۱۴۴)" ٭ دیکھو، بالجبر!

لال خانی بڑگوجر ٹھاکر :- اشرف نامہ میں اشرف خان لال خانی نے لکھا ہے کہ پرتاب سنگھ کی نویں پشت میں لال خان ہوا - اگرچہ یہہ نام مسلمانی معلوم ہوتا ہے، لیکن لال خان حقیقت میں مسلمان نہ تہا - اصلی نام لال سنگھہ تھا - اکبرشاہ نے خطاب خانی بخشا - تب اُسنے نام میں بجائے سنگھ کے خاں کا لقب شامل کرلیا - سالباہن پسر لال خاں نے شاہجہان کے حضور سے ہی زمینداری حاصل کی، اور اُسکا پوتا اعتماد رائے عالمگیر کے زمانہ میں مسلمان ہوا (تاریخ بلند شہر - صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۴) ٭

٭ رسالہ جہاد - صفحہ ۵۰ - ٭٭ رسالہ جہاد - صفحہ ۵۰ و ۵۱ - ٭٭٭ رسالہ جہاد - صفحہ ۵۱ -
٭ رسالہ جہاد - صفحہ ۵۱ -

اب دیکھو کہ پنڈت جی کے حوالہ مندرجہ ذیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ اشاعت اسلام جنکا اوپر ذکر ہوا یا جنکا نیچے ذکر آئیگا "تعلیم اسلام کے اثر سے وقوع میں آئیں - وہو ہذا :-

پھر لکہا ہے کہ یہہ ضلع (بلند شہر) مسلمان بادشاہوں کے دائرہ سلطنت (یعنی دہلی) سے قریب تہا - اسواسطے دور کے ضلعوں کی نسبت تعلیم اسلام کا اثر یہاں زیادہ ہوا، اور یہی وجہہ ہے کہ اس ضلع میں نومسلم کثرت سے ملتے ہیں - یہاں کے نومسلموں میں راجپوت سب سے زیادہ معزز ہیں، یہہ لوگ اپنی اصل نسل کو فخر کے ساتہہ قائم رکھتے ہیں، اور دوسرے نومسلموں سے رشتہ داری کرنیسے پرہیز کرتے ہیں - راجپوت مسلمانوں کے سوا اور سب نومسلم اپنی قوم کو اکثر چھپاتے ہیں - نومسلموں میں پہاسو وغیرہ کے لال خانی، اور کیہ کے ثابت خانی بڑگوجروں، اور اکثر جگہہ بانے ... اور خورجہ کے بھالوں، اور تل بیگم نور کے بھٹوں، اور بلند شہر کے ڈوروں، اور آہار کے ناگروں، اور برن کے برلواتوں، اور سیانہ کے تلگوں، اور پرگنات و نکور و سکندرآباد کے برگلوں کے مسلمان ہونیکا ذکر انکے ہندو ذات کے ساتہہ ہوچکا ہے - باقی ماندہ نومسلموں میں قوم چہوجہہ قابل تذکرہ ہے - اس قوم کے لوگ ضلع بلند شہر کے پانچ گانو مسلم کے زمیندار اور چہہ گانو کے حصہ دار ہیں بعضے اپنا گوت مغل، بعضے ترک، بعضے راجپوت بعضے برہمن بتلاتے ہیں -

(تاریخ بلند شہر صفحہ ۲۸۷) ؎ ملخصاً

پنڈت جی نے بڑا احسان کیا کہ خود ہی اس کثرت اشاعت اسلام کی وجہہ بہی تاریخ کے حوالہ سے بتادی کہ "اثر تعلیم الاسلام" سے یہہ اشاعت وقوع میں آئی، اور ساتہہ ہی ہمکو کچھہ لکھنے کے بارے سے بھی سبک دوش کردیا - خدا اسکا پنڈت جی کو اجر دے -!

پھر لکھتے ہیں قوم جولاہے (بافندہ) نومسلموں میں داخل ہیں - جلاہے سوا کپڑا بننے کے اور پیشہ کم کرتے ہیں - اس ضلع میں مسلمان جلاہے کثرت سے ہیں، حالانکہ ہندو جلاہے شاذ و نادر ملتے ہیں - بوجہہ پیشہ حقیر سمجہا جاتا ہے، اسواسطے جولاہے تعظیماً اپنی ذات مومن، نورباف، سفیدباف بتلاتے ہیں - مذہبی تعصب میں جلاہے سب مسلمانوں پر غالب ہیں - ہر شہر قصبہ میں چند جلاہے قرآن کے حافظ ہوتے حالانکہ لکھنا پڑھنا مطلق نہیں جانتے - (تاریخ بلند شہر صفحہ ۲۸۸) ؎ ملخصاً دیکھو، بلا جبر!

؎ رسالۂ جہاد صفحہ ۵۳ -

* چوہان راجپوت کالو کا سر حاکم سکندر آباد نے کٹوایا۔ اس ظلم کے سبب پتھراج نبیرہ کالو نے حاکم مذکور کو قتل کیا، اور سزا سے بچنے کے لئے بادشاہ کے پاس جاکر مسلمان ہوا۔ بادشاہ نے صرف پتھراج کا قصور ہی معاف نہ کیا، بلکہ اوسکو رفیق بنایا، اور خطاب آرک رائے کا بخشا، اور تگون کی ۲۴ گاؤں کی زمینداری عطا کی۔ (صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳ تاریخ بلندشہر)" سلہ

دیکھو، بلاجبر! اور جب حاکم سکندر آباد نے کالو کا سر ظلماً کٹوایا تھا، تو پھر پتھراج کو سزا کیوں دیجاتی؟ اور سلوک کرنا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

* برگلہ راجپوت۔ اورنگ زیب بادشاہ کے وقت سے بہت سے برگلہ مسلمان ہیں۔ (صفحہ ۳۲۹)" ✤ دیکھو، بلاجبر!

* برت دال دلیشوں میں ایک شخص اورنگ زیب بادشاہ کے وقت میں مسلمان ہوا۔ بعد ازاں اسکی اولاد اس قصبہ بلندشہر میں کچھہ عرصہ تک سب سے زبردست رہی۔ اب بھی اونکی ملکیت بلندشہر کے متصل چند قطعات معافی اور موضع چاندپور کی زمینداری ہے۔ (صفحہ ۳۳۵)" ✤ دیکھو، بلاجبر!

* میو شودر۔ مسلمانوں کی ابتدائی آمد میں اس قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مسلمان میو پرگنہ اگوتہ کے چند گاؤں کے زمیندار ہیں، لیکن عادتوں میں اپنے ہندو بھائیوں سے کچھہ بہت بہتر نہیں ہیں۔ (صفحہ ۳۶۳)" ✤ دیکھو، بلاجبر!

* نومسلموں میں ارزل قوم کے لوگ مثلاً جولاہا، قصاب، رنگریز، دھوبی، لوہار وغیرہ اپنے تئیں اکثر شیخ کہتے ہیں۔ (تاریخ بلندشہر۔ صفحہ ۴۷)" ✤ معلوم ہوا کہ یہ سب نومسلم ہیں، اور یہ بھی بلاجبر و اکراہ مسلمان ہوئے، کیونکہ جبر کا کچھہ مذکور نہیں۔

* خاص مغلوں کے علاوہ کچھہ چھوچھے مغل بھی کہلاتے ہیں، لیکن انکی نسبت یہ روایت ہے کہ کسی مغل امیر نے ارزل قوم کے ہندوؤں کو مسلمان کیا تھا، انہیں کی اولاد سے یہ چھوچھے مغل ہیں، اور چونکہ مغل کے ہاتھہ سے مسلمان ہوئے، اسواسطے مغل کہلاتے ہیں۔ (تاریخ بلندشہر صفحہ ۴۸)" ✤ دیکھو، بلاجبر!

سلہ رسالہ جہاد صفحہ ۵۲۔ ✤۔ ✤۔ ✤۔ ✤ رسالہ جہاد صفحہ ۵۲۔
✤ رسالہ جہاد۔ صفحہ ۵۳۔

اسکا جواب اول تو وہی ہے جو ہمنے اُوپر لکھا ۔ اور دوسرے یہ کہ اگر تیمور نے ایسا کیا بھی تو یہ الزام اسلام پر کیونکر ہوسکتا ہے، اور اسی ایک آدھ واقعہ سے، جبکہ تمہارے ہی حوالجات سے معلوم ہوگیا کہ کثرت اشاعت اسلام "تعلیم اسلام کے اثر" سے وقوع میں آئی ہے، یہ کیونکر سمجھا جاسکتا ہے کہ جو کچھہ اسلام کی اشاعت ہوئی، وہ جبر سے ہوئی۔

پھر پنڈت جی صفحہ ۶۰ میں نمر ناشک وغیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "راجہ جسونت سنگھ۔ جودھپور والے جب کابل کی مہم پر ۱۶۷۸ء میں مر گئے، اور اوسکی رانی اور لڑکے دہلی میں آئے بادشاہ اورنگ زیب نے انہیں پکڑ لینے اور مسلمان کر ڈالنے کا حکم دیا۔ راجپوتوں نے اپنے راجہ کے لڑکوں کو تو مٹھائی کے ٹوکروں میں چھپا کر وہاں سے نکال دیا، اور رانیوں کو اپنی عورتوں سمیت بارود پر بٹھلا کر اور کوٹھیوں میں بند کرکے جلا دیا، اور سب اسی جگہ لڑ مرے۔ دہلی کی گلیوں میں انکی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے ساون کی تیسری تھی جو جودھپور میں مانی جاتی ہے "۔

اس واقعہ کو جسطرح پنڈت جی نے نقل کیا ہے محض غلط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ہاشم علی خان خافی نے (جو اورنگ زیب ہی کے عہد کا ایک مورخ ہے) اس واقعہ کو جو لکھا ہے، اور جسکو مصنف تاریخ سیر المتاخرین نے نقل کیا ہے، اس میں اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اسلئے میں اس واقعہ کو سیر المتاخرین سے نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا:۔

مہاراجہ جسونت راٹھور کو، جو ہمیشہ عالمگیر کا دشمن رہا، اور بادشاہ بھی بنسبت دیگر ہندو ؤں کے اسکو زیادہ عدو جانتا تھا، بروقت آنے دارا شکوہ کے گجرات سے اجمیر کو مہاراجہ مذکور کے اشارے اور دوسری بار لڑنے کے عالمگیر سے بوساطت راجہ جے سنگھہ کے عالمگیر نے یہ ترغیب دی کہ دارا شکوہ کی رفاقت چھوڑ دے، اور عفو نامہ تقصیرات اور منصب ہفت ہزاری او رصوبہ داری گجرات کی اسی شرط پر مقرر ہوئی، اور تکلیف حضوری سے بھی معاف رکھا۔ مہاراجہ جسونت سنگھہ بعد تعیناتی دکن اور وہاں کی معزولی سے صوبہ کابل پر مقرر رہا، اور وہیں پر مر گیا۔ سرداران راجپوتیہ، کہ جہالت کیش جلادت پیشہ تھے، اوسکے دونوں لڑکوں کو، جنکا نام اجیت سنگھہ و دلتھمن سنگھ تھا، کابل سے لیکر بدون اخذ دستک عازم وطن ہوئے۔ دریائے اٹک کے گذر پر میر بحر مزاحم عبور ہوا۔ جہالت سے تلوار چل گئی۔ اپنے زور سے پار اُترے۔ چونکہ دار الخلافت شاہجہان آباد راہ پر ہے، ناچار وہاں وارد ہوکر مقیم ہوئے۔ عالمگیر اونکی کیفیت سے مطلع ہوکر اشفقتا

جاٹ مسلمانوں کو پولا اور تگا مسلمان کو مولا کہتے ہیں۔ بھٹھیارے بھی ادنےٰ قسم کے کوم ہیں۔ جنکو شیر شاہ نے مسلمان کیا، وہ شیر شاہی کہلاتے ہیں، اور جو سلیم شاہ کے عہد میں مسلمان ہوئے، وہ سلیم شاہی مشہور ہیں۔ تمیز ان دونوں قسموں میں یہہ ہے کہ شیر شاہیوں کی عورتیں لہنگا پہنتی ہیں، اور سلیم شاہیوں کی عورتیں پائجامہ استعمال کرتی ہیں۔ اِن دو گوتوں کے علاوہ بھٹھیاروں کے دو گوت اور بھی ہیں، ایک چٹا بیمار، دوسرے کھتری۔ لیکن اس ضلع میں یہ دونوں گوت شاذ و نادر ملتے ہیں۔ بھٹھیارنیں شادی کے وقت ہندوؤں کی بعض رسوم اب تک مانی جاتی ہیں۔ (دیکھو تاریخ ملتبد شہر مطبوعہ ۱۸۷۶ء صفحہ ۳۸۸ و ۳۸۹)۔ ❊ دیکھو بلا جبر!

پھر پنڈت جی نے (صفحہ ۷۵ میں) تاج المعاصر کے حوالہ سے قطب الدین ایبک کا میرٹھ فتح کرنا، اور وہاں کے مندروں کو توڑ ڈالنا وغیرہ، اور کوئل میں اسلام نہ قبول کرنیوالوں کو قتل کروا دینا، اور کالنجر کے مندروں کو بھی توڑ ڈالنا لکھا ہے۔

تاج المعاصر کوئی کتاب نہیں، البتہ تاج المآثر قطب الدین ایبک کے حالات میں لکھی گئی تھی، جسکا ذکر ہم تاریخ فرشتہ۔ جلد اوّل مقالۂ دوم صفحہ ۶۲ میں پاتے ہیں، مگر یہہ کتاب باوجود تلاش کے ہم کو نہ ملی، ورنہ ہم اور حوالوں کی طرح اسکو بھی دیکھتے کہ اسمیں پنڈت جی نے کہاں تک سچائی سے کام لیا ہے مگر تاریخ فرشتہ اور سیر المتاخرین جیسی تاریخ کے محقق مورخوں نے جہاں اِن مقاموں کی فتح کا ذکر کیا ہے، وہاں مندر کے توڑنے اور اسلام قبول نہ کرنے والوں کے قتل کئے جانے کا کچھہ ذکر نہیں ہے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ ایسا ہوا۔ تو پھر اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ یہہ کثرت اشاعت اسلام، جو ہندوستان میں ہوئی جبر ہی کے ذریعہ سے ہوئی؟ اور قطب الدین ایبک کی کارروائیوں کا اسلام کیونکر ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ کچھہ وہ خلفائے راشدین اور اسلام کے ماننے والے بزرگوں اور پیشواؤں میں تو داخل نہیں!

پھر ایک بوڑھے برہمن کا بوجہہ اسلام نہ قبول کرنیکے فیروز شاہ کے دربار میں جلایا جانا تمرناشک کے حوالے سے پنڈت جی نے (صفحہ ۸۵ میں) لکھا ہے مگر ہم راجہ شیو پرشاد بنارسی جیسے متعصب مصنف کی بے حوالہ بات کا کیا جواب دیں؟ انمیں اور پنڈت لیکھرام میں کیا فرق ہے؟ جو تعصب اونکو مسلمانوں سے تہا، اوسکو کون نہیں جانتا۔ اسی تعصب کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے تمرناشک جیسی تاریخ لکھی۔

پھر صفحہ ۹۵ میں اسی تمرناشک کے حوالے سے تیمور کا جموں کے راجہ کو جبراً مسلمان کرنا لکھا ہے۔

❊ رسالہ جہاد۔ صفحہ ۳۵ و ۳۶۔

اسکے (یعنی اورنگ زیب کے) ایک جنرل کو معلوم ہوا کہ سمبھوجی سنگلشور علاقہ کوکن میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ پس اسنے فوراً اسپر حملہ کیا، اور قید کر لیا۔ وہ اورنگ زیب کے سامنے لایا گیا، جسنے اسکو کہا کہ اسلام قبول کر لو۔ اسپر سمبھوجی نے ایسے سخت اور تضحیک آمیز الفاظ میں جواب دیا کہ اورنگ زیب نے فوراً اسکے قتل کئے جانے کا حکم صادر فرما دیا۔" سلہ

پھر پنڈت جی تاریخ فرشتہ کے حوالے سے صفحہ ۶۶ کے نوٹ میں محمد قاسم کا دیبل (یعنی ٹھٹھہ) کے مندر کو توڑنا، وہاں کے باشندوں کو اسلام لانے کے لئے کہنا، اور انکار کے بعد عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لینا، اور برہمنوں کو سات سال کی عمر سے سو برس کی عمر تک قتل کروا دینا تحریر فرمایا ہے۔ مگر چونکہ پنڈت جی نے عجیب حوالہ دیا ہے (یعنی مقام ہشتم فرشتہ صفحہ ۲۱۲) اسلئے میں خاص کتاب سے اس کی تصدیق نہیں کر سکا۔ نہ تو تاریخ فرشتہ میں کوئی مقام ہے، اور نہ تاریخ فرشتہ کی کسی جلد کسی جلد کے صفحہ ۲۱۲ میں اسکا کچھ ذکر ہے۔ میں نے وہی تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور دیکھا، جس سے پنڈت جی نے اس رسالہ جہاد میں حوالے دئے ہیں، اور میں صفحہ وغیرہ حوالے مطابق پاتا گیا ہوں۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تاریخ فرشتہ میں کہیں ایسا لکھا بھی ہے، تو بھی وہ تاریخ ابن خلدون اور تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ جیسی نہایت معتبر اور مستند تاریخوں کے خلاف قابل سند نہیں ہو سکتی۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:- محمد بن قاسم نے (ارمائل پر) قبضہ حاصل کرکے دیبل (ٹھٹھہ) پر چڑھائی کی۔ شہر دیبل کے وسط میں ایک بہت بڑا رفیع الشان بت خانہ تھا، جسمیں ایک بت رکھا ہوا تھا، اور بت خانہ کے گنبد پر ایک نہایت طویل منارہ تھا، اور منارہ پر ایک بلند نیزہ گڑا ہوا تھا جسمیں سرخ حریر کا پھریرہ اُڑ رہا تھا، جو تمام شہر پر اپنا سایہ کئے ہوئے تھا۔ محمد بن قاسم نے شہر پر سنگ باری شروع کر دی۔ اتفاق سے سب سے پہلے یہی نیزہ ٹوٹ کر گرا، جس سے اہل دیبل کو اپنی شومی کا یقین ہو گیا۔ شہر سے نکل کر صف آرا ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے انکو ہزیمت دی۔ اہل دیبل بھاگ کر شہر میں آ رہے، اور شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ بالآخر بزور تیغ کھولا گیا۔ محمد بن قاسم نے باتوں بات چار ہزار لشکر شہر میں اتار دیا۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک جامع مسجد بنوائی، اور دو چار روز قیام کرکے نیرون کی طرف کوچ کر دیا۔" سلہ

سلہ دیکھو، تاریخ ابن خلدون۔ کتاب ثانی جلد پنجم ذکر فتح سندھ ۱۲-

ہوا۔ حکم توقیف صادر فرمایا۔ اون کے گرد لشکر کوتوال کی حفاظت ہوئی۔ چند دنوں کے بعد انکے دوسالشکر سپاہ نے رخصت وطن کے وہاں سے رخصت چاہی۔ عالمگیر نے جھٹ رخصت دی، اس ارادہ سے کہ اگر یہ چلے جاویں، عیال واطفال راجہ مرحوم کے قید ہوجائیں گے۔ وہاں پر راجپوتوں نے یہہ چال کی کہ لڑکوں کو غلامانہ اور عورتوں کو مردانہ لباس میں بناکر اونکی جگہ یہ لونڈیوں کو رانیوں کی شکل پر اور دوغلام مجہول الاحوال کو اطفال مہاراجہ کی جگہہ پر بٹھلاکر سفارش کی کہ اگر کشف راز ہوجائے، ان ... نیوں کی پاسداری کرکے آپکی حراست میں اچھی طرح استقامت کریں کہ پانچ چھہ گھڑی کا فاصلہ بہاری نہضت کو ہوئے۔

واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ عالمگیر کا مطلب تھا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ کے اہل وعیال پر قبضہ کرکے اسکے راج پر بھی خود قبضہ کرلے۔ جس میں اوسکو کامیابی نہیں ہوئی، ورنہ اس واقعہ کو اشاعت اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ جبکہ خود اوس نے اپنے باپ کو اور پھر اپنے بیٹے کو بھی ۱۶۸۷ء سے ۱۶۹۴ء تک قید رکھا تو پھر ان بیچاروں کو کون پوچھے!

پھر صفحہ ۱۶ میں تمرناشک کے حوالہ سے ایک جوگی کا بوجہہ انکار اسلام کے عالمگیر کے دربار میں قتل کیا جانا لکھا گیا ہے۔ مگر ہم راجہ شیو پرشاد صاحب کی بے حوالہ بات کو کسی طرح قبول نہیں کرسکتے۔ ہم تحقیق دستیں میں دکھا چکے ہیں کہ جیسا متعصب عالمگیر کو سمجھا جاتا ہے، ویسا وہ متعصب نہ تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ اسکی کارروائی خواہ ہندوؤں، یا اپنے بھائی بندوں، یا عام مسلمانوں کے خلاف میں ظاہر ہوئی، وہ صرف حکومت اور مال و دولت کی بے حد خواہش کی وجہہ سے ظاہر ہوئی۔ ایک جوگی کے قتل سے اسکو کیا ملتا!

پھر صفحہ ۱۶ میں مفتاح التواریخ سے عالمگیر کا سنبھوجی سیواجی کے بیٹے کو، جبکہ وہ قید ہوکر آیا تھا، مسلمان ہوجانے کے لیے کہنا، اور اوسکا انکار کرنا، اور پھر اوس کے (سخت) جواب کی وجہہ سے اورنگ زیب کا اوسکو بے رحمی کے ساتھ مروا دینا نقل کیا گیا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ عالمگیر نے جو اسکو قتل کرایا، وہ اوسکے سخت جواب کی وجہہ سے قتل کرایا اور جب اور جب سنی بیجاپور گولکنڈہ وغیرہ اسلامی ریاستوں کو برباد وتباہ کرچھوڑا، تو پھر سنبھوجی کی کیا خصوصیت تھی؟

پنڈت ہراپرشاد شاستری صاحب نے بھی اسکا قتل کیا جانا اسکی بدزبانی اور سخت کلامی کی وجہ سے لکھا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

اسمیں بھی جبر واکراہ کا کچھ ذکر نہیں۔ پس یہ ہمارے ہی دعوی کی مصدق ہے۔
۲ب میں کل حوالے جو اشاعت اسلام کے متعلق تھے ناظرین کے سامنے پیش کر چکا ہوں
ناظرین خود دیکھ سکتے ہیں کہ خاص پنڈت جی کے زیادہ تر حوالوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان
میں بھی اشاعت اسلام بلا جبر ہوئی۔ اور بعض حوالوں میں جو جبر کا ذکر تھا، اوسکو بھی ناظرین
ملاحظ فرما چکے کہ وہ قابل وثوق نہیں ہیں۔ اور اگر ہم مان لیں کہ وہ ایک دو حوالے بھی قابل وثوق ہیں
تب بھی یہی ثابت ہوگا کہ کثرت اشاعت بلا جبر واکراہ "تعلیم اسلام کے اثر" سے ہی ہوئی، جیسا کہ
پنڈت جی نے خود نقل کیا ہے۔
۲ب میں پھر شروع سے دوسرے تیسرے قسم کے حوالوں اور دوسری غیر متعلق باتوں
کو ایک طرف سے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔
صفحہ ۵۴ میں "تاریخ ہند" مولوی ذکاء اللہ صاحب کے حوالے سے پنڈت جی لکھتے ہیں
کہ یہاں آدھے مسلمان نو مسلم ہیں، مگر اون کی حالت اچھی نہیں ہے۔
اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو قابل جواب ہو
پھر صفحہ ۶۴ میں پنڈت جی نے "آئینہ تاریخ نما" اور "مفتاح التواریخ" کی سی کچی کتابوں کے حوالے
سے نقل کرتے ہیں کہ "۸۱۲ء میں خلیفہ مامون رشید نے بڑے لشکر کے ساتھ ہندوستان پر چڑھائی
کی۔ باپا کا پوتہ اسوقت چتوڑ کا حاکم تہا۔ نام اسکا راجہ کہمان تھا۔ اس سے اور مامون سے
چوبیس لڑائیاں ہوئیں، لیکن آخر کار مامون شکست کہا کر بہاگ گیا"
گو اس غلط بیان سے میری اس کتاب کو کوئی سروکار نہیں تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے
شمس العلماء مولانا مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی سلمہ الرحمٰن کی تحقیقات درج ذیل ہے:۔
"اردو کی بعض کم رتبہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ مامون نے خاص ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور
متعدد لڑائیوں میں راجپوتوں سے شکست کہا کر واپس گیا۔ مگر کسی معتمد تاریخ میں اسکا ذکر نہیں ہے
فتوح البلدان میں صرف اسقدر لکھا ہے کہ فضل بن ماہان نے سندان کو فتح کیا ہے، اور مامون
کی خدمت میں ایک ہاتھی بطور یادگار فتح روانہ کیا۔ اسنے سندان میں ایک جامع مسجد بھی بنوائی۔
(دیکھو کتاب مذکورہ صفحہ ۴۲۶) لیکن یہ امر خود مشتبہ ہے کہ سندان کہاں ہے، اور اب کس نام سے

اب دیکھو کہ علامہ موصوف نے مندر کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، مگر اوس کے توڑے جانیکا اشارہ تک نہیں ہے پھر جامع مسجد کے توڑے جانے کا ہی ذکر ہے، مگر وہاں کے باشندوں کا مسلمان نہونیکی وجہہ سے قتل ہونا اور لونڈی غلام بنایا وغیرہ کچھہ بھی نہیں لکھا ہے۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے جسطرح علامہ ابن خلدون، اور مندر کے توڑنے اور مسلمان نہونے کی وجہہ سے وہاں کے باشندوں کے قتل کئے جانے وغیرہ کا انہوں نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر انہوں نے لکھا ہے کہ لڑائی تین روز تک جاری رہی، اور والی دیبل شہر چھوڑکر بھاگ گیا۔ سلہ

اور علاوہ بریں محمد بن قاسم کے بارہ میں ایسی باتوں کا کیونکر یقین کیا جائے، جبکہ ہم مخالف وموافق کی مستند تاریخوں میں یہہ لکھا دیکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم نے سندھ کے باشندوں کو پوری مذہبی آزادی بخشی، اور صرف یہی نہیں، بلکہ مندروں کی مرمت کی اجازت دے دی، اور انکے متعلق جو اوقاف وروزینے مقرر تھے اونکو برقرار رکھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

برہمن آباد پر جب اہل عرب سخت حملہ کرکے قابض ہوگئے، تو وہاں کے لوگوں کو مندروں کی مرمت کی اجازت دیدی، کیونکہ انہیں مندروں سے برہمنوں کا گذارا ہوتا تھا۔ اور کسی شخص کو اوسکے مذہب کی پیروی سے منع نہ کیا۔ (دیکھو، ایلیٹ۔ پہلی جلد۔ صفحہ ۱۸۶)

محمد بن قاسم نے برہمنوں کو جو بتخانوں کے متعلق اختیارات دئے، اوسکو مورخ علی بن حامد نے اپنی تاریخ سندھ میں ان الفاظ سے لکھا ہے:۔

"پس اکابر ومقدماں وبراہمہ را فرمود کہ معبد خود را عبادت کنند وفقرائے برہمناں را باحسان وتعہد تیمار دارند واعیاد ومراسم خود را بشرالطِ آباواجداد قیام نمایند، وصدقاتیکہ ازیں ورحق براہمہ می دادند برقرار قدیم بدہند"

پھر اسی نوٹ میں تاریخ فرشتہ۔ جلد اول صفحہ ۱۶ سے پنڈت جی نقل کرتے ہیں کہ "مہلب بن (ابی) صفرہ کہ از امراء کبار عرب بود از حوالی مرو بکابل وز ابل آمدہ در ہندوستان درآمدہ بالغاد غزا کرد ودوازدہ ہزار جواری وغلماں اسیر ساخت ودراں مدت بعضے از مردم ہند جستہ جستہ بوحدانیت الٰہ ونبوت رسالت پناہ اقرار نمودہ مسلمان شدند"

سلہ ابن اثیر [illegible] صفحہ ۴۷۵۔

محمود غزنوی کے متعلق اتنے ہی حوالے ہیں اور ان میں سے کسی میں بھی جبراً مسلمان کرنے کا ذکر نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دولت کا بڑا خواہش مند تھا، اور اکثر ناجائز طریقہ سے بھی حاصل کر لیتا تھا۔ مگر اوس کے افعال کا اسلام ذمہ دار نہیں ہو سکتا، وہ کچھ اسلام کا مانا ہوا پیشوا تو نہیں تھا، تاہم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ محمود کو جیسا ظالم اور بے رحم ہندو خیال کرتے ہیں، ویسا نہیں تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے۔ اپنی تاریخ ہند[1] انگریزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

محمود اپنے وقت کا بہت بڑا بادشاہ تھا، اور شاید کل بادشاہوں سے زیادہ دولت مند بنے ملک کی حکومت میں ایسا ہی انصاف ور تھا، جیسا کہ جنگ میں بہادر، وہ ہمیشہ اپنی رعیت کی بہتری و بہبودی کا آرزومند رہتا، اور کبھی اپنے دشمنوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش نہیں آتا تھا۔ یہ کسی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کبھی حکومت کے باغیوں تک کو بھی وحشیانہ سزا دی ہو، اور یہ کہیں بیان نہیں ہوا ہے کہ اس نے کسی ہندو کو سوا جنگ اور محاصرہ کے کبھی قتل کیا ہو۔ اسکا شجاع اور فیاض ہونا اوس کے قنوج کے بلا مضرت چھوڑ دینے سے۔ جبکہ راجہ اپنے کو اوس کے رحم کے حوالے کر چکا تھا، صاف ظاہر ہے۔ صرف لوٹ ہی اوسکا مقصد ہوتی، جیسا کہ بعضوں کا خیال ہے، تو وہ کبھی قنوج کو نہ چھوڑتا جو کہ ہند کی بڑی دولت مند حکومت تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ روپیہ کو بہت عزیز رکھتا تھا، اور اکثر ناجائز طریق سے بھی حاصل کر لیتا تھا۔ [1]

پھر اسی صفحہ ۸۹ میں "تاریخ ہندوستان" کے حوالے سے محمد غوری کا شہر بنارس کو لوٹنا اور بت خانوں کو خاک میں ملانا، اور بختیار خلجی کا گور کے مندروں کی سنگ و خشت وغیرہ سے مساجد و مدارس و کاروانسرائے تیار کرانا تحریر ہوا ہے،

اسکا بھی وہی جواب ہے، جو محمود کے ذکر میں گذر چکا۔

پھر اسی صفحہ ۴۸ و شروع صفحہ ۹۹ میں علاؤالدین خلجی کا بتخانہ سومنات کے بجائے مسجد تعمیر کرانا، شہر پٹن کو تباہ کرنا۔ کتابوں کو جلانا، کافور غلام کو زمرہ نوکران اور کولا دیوی اور دیولدیوی کو حرم سرا میں داخل کرنا تحریر ہوا ہے۔

[1] ہسٹری آف انڈیا مصنفہ مولوی عبدالکریم صاحب۔ بی۔ اے۔ انسپکٹر آف اسکولس۔ صفحہ ۲۲۶۔

پکارا جاتا ہے۔ یاقوت حموی نے معقول طریقہ سے ایک مصنف کے اس خیال کو ردکیا ہے کہ وہ ہندوستان کا شہر ہے یاقوت نے اسکو سندھ کے حدود کے قریب خیال کیا ہے۔ سندان کہیں ہو مگر راجپوتوں سے شکست کھانا شاید نری گڑھاہٹ ہے، گو ایک ہندو مصنف نے اپنی بے سر و پا تاریخ میں اسکا تذکرہ علانیہ کیا ہے۔ ۱۲" [1]

پھر اسی صفحہ میں پنڈت جی نے لتھبرج صاحب کی رائے نقل کی ہے کہ محمود کی آرزو ہند کی دولت حاصل کرنیکے علاوہ راجپوتوں کو جبراً مسلمان کرنیکی بھی تھی۔

دولت حاصل کرنے کی آرزو کا تو ثبوت ملتا ہے کہ اسنے شہروں کو تاراج کیا مندروں کو جنمیں ہر جگہ سے زیادہ دولت جمع رہتی تھی لوٹا وغیرہ وغیرہ مگر جبراً مسلمان کرنیکی آرزو کا کیا ثبوت ہے؟ اور بلا ثبوت رائے کی عقلمندوں کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے اسکا ثبوت نہ تو لتھبرج صاحب دے سکے اور نہ پنڈت جی سر سبز ہو سکا کہ لتھبرج صاحب کا ہاتھ بٹاتے۔

پھر صفحہ ۳۴ میں ہندو مصنفین آئینہ تاریخ نما و مفتاح التواریخ کی یہی رائے جو اوپر گذری نقل کی ہے۔ جسکا وہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔

پھر اسی صفحہ میں آئینہ تاریخ نما لتھبرج کی تاریخ ہندوستان اور مفتاح التواریخ کے حوالہ سے محمود کا گنگا کے کنارہ مندروں کو تڑوانا، اپنے سپاہیوں کو لوٹنے اور قید کرنے کی اجازت دینا متھرا کے تمام بتوں کو پامال کرنا، اور طلائی و نقرئی اصنام کو گلا ڈالنا، سو اونٹ نری ٹوٹی ہوئی چاندی کی مورتوں سے بھر کے لے جانا۔ پانچ مورتیں خالص سونیکی بھی لیجانی، پانچ ہزار تین سو آدمیوں کو قید کر کے غزنین لیجانا، اور بارہ دفعہ ہندوستان پر حملہ کرنا لکھا ہے۔

ان باتوں سے اشاعت اسلام کو کوئی سروکار نہیں۔ اور مندروں کے توڑنے سے تو صاف ظاہر ہے کہ جواہرات بے قیاس اور سونے چاندی کی مورتیں ہاتھ آتی تھیں۔

پھر صفحہ ۴۴ میں تاریخ ہندوستان کے حوالہ سے محمود کا قلعہ بھیم کے کل مال کو غارت کرنا غزنین کو ساتھ غنیمت بیقیاس کے مراجعت کرنا، وہاں جاکر بڑی ضیافت کرنی، رعایا کو غنائم بے بہا سے خبردار کرنا، تھانیسر کے بتخانہ کو لوٹنا، دو لاکھ ہندوؤں کو قید کرنا، اور ان کی قیمت دو دو روپیہ ہو جانی لکھی ہے اور اسکا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔

---

[1] المامون صفحہ ۸۲۔

پھر اسی صفحہ میں "تاریخ بلند شہر" کے مصنف کی رائے پنڈت جی نقل کرتے ہیں کہ جبراً اسلام قبول کرانے کا جوش محمد تغلق کے بعد فرو ہوگیا تھا، پھر سکندر لودی کے وقت میں ترقی پر آیا، مگر اسی کی زندگی تک رہا۔

سکندر لودی ہی تک کہا اگر آپ بہادر شاہ ثانی تک بھی لکھدیتے تو آپ کو کون منع کرتا؟ مگر اس کا ثبوت بھی تو ہو۔ خود تاریخ بلند شہر سے جتنے حوالے آپنے نقل کیئے ہیں، اون سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام بلا جبر ہوئی، بلکہ خود مصنف "تاریخ بلند شہر" کی رائے ہے کہ اشاعت اسلام "اثر تعلیم اسلام سے وقوع میں آئی"، جسکو آپنے ہی نقل کیا ہے، پھر یہ دوسری رائے کیسی؟

پھر صفحہ ۵۰ میں شکست مندروں کی فہرست دیکھنے کے لئے رسالہ مخزن العلوم بریلی کے ایک پرچہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مگر میں اس فہرست میں بدھ مذہب کے شکستہ مندروں کی فہرست بھی شامل کرلینے کی صلاح دیتا ہوں، جنکو وید مقدس کے پیرو، بہادر راجپوتوں نے توڑ پھوڑ کر درست کردیا ہے، جسکا ذکر اسی کتاب کے باب دہم میں آتا ہے۔

پھر اسی صفحہ میں تیمور کے قتل و غارت کا ذکر ہے۔ ان قتل و غارت کے واقعات میں مسلمان اور ہندو برابر کے شریک ہیں، اور جو مصیبت آئی وہ دونوں پر آئی۔ تیمور کے قتل و غارت سے بیچارے مسلمان کب بچے ہیں جو ہم ہندوؤں کا رونا روئیں! نہ معلوم ایسے حوالوں سے پنڈت جی نے کیا فائدہ سوچا تھا؟ سوا کتاب کا حجم بڑہانے کے اور تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

پھر اسی صفحہ میں "سیر المتاخرین" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "اکبر کا ہندو راجپوتوں سے جبراً بیٹیاں لینا بھی ایک اسلامی ظلم کا نشان ہے" اور حوالہ صفحہ ۲۳ کا دیا ہے۔ مگر سیر المتاخرین کی کسی جلد کے صفحہ ۲۳ میں یہہ مضمون ہمکو نہیں ملا، اور نہ اون مقاموں میں ہونا ممکن تھا، کیونکہ اون مقاموں میں ذکر ہی اور ہے۔ اکبر کے ذکر میں ہندو راجاؤں کی لڑکیوں کا محلسرائے شاہی میں داخل ہونا مذکور ہوا ہے، مگر وہاں تو یہ لکھا ہے کہ "جب شاہ اکبر نے راجاؤں کی لڑکیوں سے رسم مناکحت پیدا کی، باوجود تخالف مذہب کے یہہ لوگ اپنا فخر سمجھنے لگے" [1]

جب فخر ہی سمجھتے تھے، تو ظلم کہاں رہا؟

[1] اردو سیر المتاخرین۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۱۴۔

یہہ معمولی باتیں ہیں، جو دنیادار اور شخصی حکومت کے بادشاہوں کی فتوحات میں ہوا ہی کرتی ہیں - اِن باتوں سے اشاعتِ اسلام کو کیا سروکار سکندر نے جو فارس کے آتشکدوں کو ویران کیا، اور وہان کی کل کتابوں کو تلاش کر کرکے جلادیا، تو اوسکا یہہ مطلب تہا کہ اہل فارس یونانی عقاید کو مان لیں ؟ اور کیا کوئی اسکا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی پارسی نے آتشکدوں کے ویران ہوجانے اور کتابوں کے جل جانے کی وجہہ سے اپنا مذہب ترک کر دیا تہا ؟ افسوس ہے اِن جاہلوں پر جو اِن باتوں کو اشاعتِ اسلام کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ! اور علاءُالدین کے افعال کا اسلام کیوں ذمہ دار ہونے لگا - ؟

پھر صفحہ ۴۹ میں پنڈت جی نے "تاریخ فرشتہ" - صفحہ ۱۰۱ - مقالہ دوم کے حوالے سے ذمی کی یہ تعریف لکھی ہے کہ " غایت درجہ اطاعت کرے، اور اپنے مذہب کی اہانت ہونے پر ہی محصل کا حکم بجالاوے - اور جزیہ کی یہ تعریف لکھی ہے کہ وہ " قتل کا معاوضہ ہے "

مذہب کی اہانت کا ہرگز " تاریخ فرشتہ" میں ذکر نہیں ہے - وہاں تو یہ لکھا ہے کہ " اگر از محصل ادائے صادر شود کہ موجب اہانت او باشد الخ " اہانت او سے اہانت مذہب سمجھہ لینا - پنڈت جی ہی کا کام تہا ! مگر کل باتوں کے جواب کے لئے میں اسی کتاب کے " جزیہ اور " حقوق ذمئین " کے مضامین کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتا ہوں، جنمیں ہر طرح ثابت کر دیا گیاہے کہ جزیہ قتل کا بچاؤ نہ تھا، بلکہ محافظت کا ایک ٹیکس تھا، اور ذمیوں کو ہر قسم کے حقوق عطا ہوئے تھے، اور مذہبی آزادی اُنکو حاصل تھی، اور ہرگز اونکی اہانت و تحقیر نہیں چاہی گئی تھی، بلکہ عام اعزاز و اکرام میں وہ مسلمانوں کے برابر سمجھے جاتے تھے اور جبکہ ہم نے اِن باتوں کو علاوہ اور ثبوتوں کے خود آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے احکام و نصوص سے ثابت کردیا، تو پھر اب اسکے خلاف کسی دوسرے کی رائے کیا حقیقت رکھتی ہے -

پھر اسی حوالہ میں قاضی مغیث الدین، درباری سلطان علاءُالدین کا اپنے سلطان کو یہہ کہنا کہ تیرے عہد سلطنت میں ہندو اس ذلت و مصیبت کو پہونچے ہیں کہ اُنکے زن و بچے مسلمانوں کے دروازوں پر بہیک مانگتے پھرتے ہیں، اسلئے میں تیری ساری زندگی کے گناہوں کی معافی کا کفیل ہوتا ہوں " تحریر ہوا ہے - مگر اس قابل مضحکہ بات کا حوالہ متذکرہ بالا میں کوئی ذکر نہیں - افسوس ہے ایسے صریح جہوٹ پر !

فضل سے اردو میں بھی بہت سی ایسی کتابیں ہوگئی ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں نے کیا کیا جدید تحقیقاتیں کی ہیں اور کس شوق و ذوق سے جہاں کہیں علوم ملے حاصل کیا ہے۔

آر یو اکم سے کم مسائل شبلی" اور تمدن عرب" ہی کو دیکھو، اور اپنے پنڈت اور اوس کے ساتھیوں پر لعنت بھیجو۔

پھر صفحہ ۴۵ سے شروع کر کے صفحہ ۵۵ تک "تہذیب الاخلاق" سے کچھ مضامین نقل کئے گئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل سوائے ٹرکی، مصر اور ٹیونس کے ایشیا کے مسلمان عموماً سیاست و مدن میں ابتری کی حالت میں ہیں، اور جس طرح اونکی حکومتیں قواعد عقل و انصاف کے خلاف ہیں اسی طرح "شرع کے بھی خلاف" ہیں۔

نہ معلوم ایسے مضامین کے نقل کرنے سے پنڈت جی کو کیا فائدہ ہوا!

پھر "ٹمر ناشک" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عربوں نے ملک ہسپانیہ کے "قصبوں کو لوٹا، ملک کو برباد و تباہ کیا، گرجاؤں کو ناپاک کیا، اور جلا وطنوں کی تکلیف نے فتح کنندوں کو آرام دیا"۔

ماشاء اللہ! اب تو راجہ شیو پرشاد صاحب بنارسی ہند کے تو ہند کے اسپین کے بھی مورخ ہوگئے، مگر واقعات ایسے غلط کہ جنکا کہیں نام و نشان تک نہیں۔ گو ہند کے ذکر میں اسپین کا ذکر چھیڑنا محض بے موقعہ ہے، مگر چونکہ پہلے پنڈت جی نے یہ بے موقعگی اختیار کی ہے، اسلئے میں بھی ناظرین کی دلچسپی کے لئے راجہ شیو پرشاد صاحب کی مورخانہ قابلیت ناظرین کو دکھلاتا ہوں:—

مسٹر واشنگٹن ارونگ اپنی کتاب "گرینڈا اینڈ اسپین" میں بذکر کردار فاتحین ہسپانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "عرب بے دھڑک سنگدلی یا ویرانی کے ملزم نہیں ہیں، بلکہ اسکے خلاف وہ ایسے تحمل و بردباری کے ساتھ رہے، جو تہذیب یافتہ سے تہذیب یافتہ فاتحوں میں بھی بہت کم پائی جاتی ہے۔ طارق (فاتح اسپین) اگرچہ محض ایک جنگی آدمی تھا۔ جسکے کل خیالات محاربانہ تھے تاہم اوس سے تعجب انگیز عقل و دانائی ظاہر ہوئی اوس نے اپنے زبردست ہاتھوں سے اپنی فوج کی غارتگری روکی اونکو صلح اندیش اور بے پناہ شہروں کو نقصان پہونچانے یا غیر مسلح یا غیر مزاحم لوگوں کو، جو اپنے گھروں میں چپ بیٹھے ہوں" تکلیف دینے اور ستانے سے الگ

پھر صفحہ ۱۰ میں اکثر چڑ کوجر مسلمانوں کا ابتک ہندوؤں کی رسموں کو ماننا، اور اپنے لڑکوں کے ... نام، ایک ہندو اور ایک اسلامی رکھنا تحریر ہوا ہے - یہ ایک غیر متعلق بات ہے، جس سے میری اس کتاب کو کوئی سروکار نہیں -

پھر صفحہ ۲۰ میں بھی یہہ ایک غیر متعلق اور لچر دعوی تحریر ہوا ہے کہ "مغلوں کی بعض قوموں کی نسبت بھٹی جادوان دعوے کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں ہمارا راج غزنین زابلستان میں تھا یہہ لوگ ہماری قوموں سے نکل کر مغلوں میں داخل ہو گئے"

چاہے یہ دعوے سچ ہو یا جھوٹ اس کتاب سے اسکو کوئی تعلق نہیں -

پھر صفحہ ۴۳ میں بھی ایسا ہی دعوی کیا گیا کہ مغلوں کا مورث اعلے منگل نام چھتری تھا - نہ معلوم جاہل اکثر ہندو ایسی قابل مضحکہ باتیں لکھہ کر اپنے کو بڑا محقق مشہور کرانا چاہتے ہیں، یا کیا اگر ایسی تحقیق سے وہ اور بھی جاہل ثابت ہوتے ہیں -

پھر صفحہ ۴۸ میں پنڈت جی اپنا خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ بھٹھیارے جو ہیں وہ ہندو کمہاروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور پورب کی طرف جو کہار مسلمان ہوئے وہ ماشکی سقہ اور بہشتی کہلاتے ہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ پنڈت جی کا یہ خیال ہی غلط ہے، ہوسکتا ہے کہ اون کا خیال صحیح ہو -

پھر اسی صفحہ میں "آئینہ تاریخ نما" کے حوالے سے پنڈت جی تحریر فرماتے ہیں کہ سکندر لودی کے عہد میں ایک برہمن کو اس کہنے پر کہ ہندو اور مسلمان دونوں کا دین سچا ہے، قتل کیا گیا - ہندوؤں کے جاتروں کو بند کیا گیا - مندر توڑے گئے اور متھرا میں ہندوؤں کی حجامت موقوف کی گئی -

"آئینہ تاریخ نما" کوئی ایسی تاریخ نہیں جو قابل سند ہو علاوہ اسکے سکندر لودی کے ظلموں کا اسلام ذمہ دار نہیں ہوسکتا - اور یاد رہے کہ (جیسا ہمنے اوپر ثابت کیا ہے) ان باتوں کو اشاعت اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے -

پھر راجہ شیو پرشاد صاحب بنارسی کی طرف سے مسلمانوں پر یہہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے کسی جدید (علم) کی تحقیق نہیں کی -

ان جھوٹے جاہلوں کو ہم کیا کہیں - عربی زبان سے تو واقف ہیں ہی نہیں اردو کتابوں کو بھی یہ پڑھنا نہیں چاہتے اور بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند اعتراضات کرنے کو طیار! اب تو خدا کے

اب ناظرین راجہ شیوپرشاد صاحب بنارسی اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی غلط بیانیوں کا اندازہ خود کرلیں۔

پھر اسی صفحہ ۵۵ میں ہندوؤں کی ہتک کے ثبوت میں امیر خسرو کا یہہ مصرع

"زاغ روزاغ چہرہ زاغ سرشت"

پیش کرتے ہیں۔ نہ معلوم امیر خسرو نے کس موقع پر اس مصرع کو لکھا ہے۔ اور اگر ہم مان بھی لیں کہ انہوں نے یہہ مصرع قوم کی قوم کے لئے لکھا ہے، پھر بھی اس سے ہندوؤں کی عام ہتک کا اندازہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ اسکے خلاف بہت سے ثبوت موجود ہیں، جنمیں سے کچہہ مثالاً ہمنے "حقوق ذمیین" میں درج کیا ہے۔

پھر صفحہ ۵۵ اور ۶۵ میں راجہ شیوپرشاد صاحب کے الفاظ میں ہند کے مسلمان بادشاہان کی اصطلاح تقسیم کی گئی ہے:۔ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی سے لیکر بابر اور ہمایوں تک جتنے بادشاہ گذرے وہ مذہبی لڑائی کے نام سے، لیکن اصل میں لوٹ کے مال اور لونڈی غلام کے لالچ سے" ہند پر حملہ کرنیوالے ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور اکبر سے اورنگ زیب تک جو بادشاہ ہوئے وہ "ملک کا انتظام کرنے والے بنائے گئے ہیں۔ اور اون کے بعد کے بادشاہ محض بیکار بنائے گئے ہیں" جنکے وقت میں مسلمانوں کا زور گھٹا اور سلطنت کو زوال آگیا۔

سبحان اللہ! خود ان مخالفوں کے بیان سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں کسی بادشاہ نے دین کے پھیلانے میں کوشش نہ کی۔ اور بات بھی یہی ہے کہ جو کچہہ ہند میں اشاعت اسلام ہوئی ہے، وہ اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام اور علماء عظام کی کوشش سے ہوئی ہے۔ چنانچہ پنڈت روپش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"محمد (صلعم) کے پہلے جانشین اشاعت اسلام اور کل کافر قوموں کے دین محمدی میں لانے کی انتہا درجہ کی گرم جوشی رکھتے تھے وہ گرم جوشی ایک صدی تک رہی اور محمد (صلعم) کی وفات سے ایک صدی کے اندر اندر آپ کا مذہب فارس اور خراسان سے ہسپانیہ تک پھیلگیا تھا پانچ صدیوں کے بعد یہ گرم جوشی بہت ہی کم باقی رہی اور جب ہندوستان ۱۱۹۳ء میں فتح ہوا، تو فاتحین ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی نسبت اپنی سلطنت کی وسعت، اپنی خراج کی ترقی

منع کیا گیا اور اس کے لئے سخت سزائیں تجویز ہوئیں کوئی غنیمت سوائے موقعہ جنگ، شکست کہائے ہوئے دشمنوں کے پڑاؤ یا بزور فتح کئے ہوئے شہروں کے جائز نہیں رکھی گئی" - طارق کو اپنی سختی کے کام میں لانیکی بہت ہی کم ضرورت تہی - اوسکے احکام خوف کی نسبت زیادہ تر محبت کی وجہہ سے مانے جاتے تہے، کیونکہ وہ اپنے لشکر کا صنم تہا [۱]

ٹی - ڈبلیو - آرنلڈ صاحب اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں بذکر ہسپانیہ ملک جگہہ نوٹ میں مذہبی آزادی کی نسبت نقل فرماتے ہیں -

"الوگئوس پہلی کتاب - فقرہ ۳۰ - مذہبی معاملات میں بغیر کسی کی دست اندازی کے ہم اونمیں (یعنی مسلمانوں میں) آباد ہیں (صفحہ ۱۷۶)

ایضاً - ایضاً - فقرہ ۱۰۸ - اسلامی گورنمنٹ کی طرف سے کسی طرح کی سختی ایسی نہ تہی کہ عیسائی اپنے مذہب سے انکار کرتے یا اپنے مقدس دین کی پیروی سے علیحدہ کئے جاتے (صفحہ ۱۷۵) یحیٰ گورزی (جس نے دسویں صدی عیسوی کے وسط میں ہسپانیہ کا سفر کیا) اپنی کتاب کے فقرہ ۱۲۴ میں لکہتا ہے" اوسکی حکومت میں عیسائی آزادی سے اپنے مذہب کے پابند تہے، اور اپنے مال سے نفع اٹھاتے تہے، ایک ہسپانی اسقف نے یحیٰ گورزی سے عیسائیوں کی حالت اس طرح بیان کی " ہم اپنے گناہوں سے اسدرجہ کو پہونچے کہ اب کفار (یعنی مسلمانوں) کی حکومت ہمپر ہے - ہمکو پولوس رسول کے کے حکم سے حاکم وقت کا مقابلہ کرنا منع کیا گیا ہے" لیکن صرف ایک بات تسکین کی ہے - جو ہمارے لئے باقی رہ گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام مصیبتوں میں بہی ہمکو اپنے دین و آئین کی پیروی سے مسلمان منع نہیں کرتے، بلکہ وہ ایسے عیسائی پر جو اپنے مذہب کے سخت پابند ہیں مہربانی کرتے ہیں اور اون سے رسم دوستی پیدا کرتے ہیں، اور بلکہ خوش ہوتے ہیں پس جب تک یہ وقت ہمپر ہے، ہم نے اسبات کو مصلحت جانا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہمارے دین کو کچہہ نقصان نہیں پہونچایا تو باقی باتوں میں ہم بہی اون کی فرمانبرداری کریں، اور اونکے احکام کی جہانتک وہ ہمارے مذہب میں مخل نہ ہوں، تعمیل کریں" (فقرہ ۱۲۳ - صفحہ ۳۰۲) " [۲]

---

[۱] دیکھو "گرینا ڈا - اینڈ - اسپین" مصنفہ واشنگٹن ارونگ - جلد ۲ - صفحہ ۴۲۸ -

[۲] "اردو پریچنگ آف اسلام" صفحہ ۱۴۹ - ۱۲

پھر صفحہ ۷۵ میں جزیہ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ہم اس پر ایک الگ باب میں بحث کر چکے ہیں یہاں پر کچھہ لکھنا فضول ہے۔

پھر اسی صفحہ میں مسلمان بادشاہوں کا اپنی بیگموں کے قابو میں رہنا اور محمود کا اپنی بیگم مہد جگل کے خلاف کچھہ نہ کر سکا جبرًا اشاعت اسلام کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

صدقے ایسی قوت استدلالی رکھنے والے مصنف پر!

پھر بہار میں بختیار خلجی کا سرمنڈے برہمنوں کو قتل کرنا تحریر ہوا ہے۔

اگر مذہبی حیثیت سے وہ قتل کرتا تو خاص سرمنڈے برہمنوں کی کیا خصوصیت تھی، کل برہمنوں کو قتل کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سرمنڈے برہمنوں کا ایک جتھا ہوگا۔ اور یہ بغاوت کرنے یا کرا دینے کی کوشش میں ہونگے، یا کچھہ اسی قسم کا اندیشہ بختیار کو خوف ہوگا۔ جس وجہہ سے یہ قتل کئے گئے۔

پھر صفحہ ۷۵ میں جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے بارہ میں "تمرناشک" کے حوالے سے پتھر کی مورتوں کا قلعہ کے دروازہ پر رکھنا، اور مالوہ کو دو دفعہ لوٹنا تحریر ہوا ہے۔

یہہ باتیں اشاعت اسلام سے کوئی سروکار نہیں رکھتیں۔

پھر صفحہ ۷۸ میں علاؤالدین خلجی کا کھمبات کی طرف فوج بھیجنا، اور بہت کشت و خون ہونا، اور بہت سامال، بیس ہزار عورتوں، بہت سے لڑکوں اور لڑکیوں کا ہاتھہ آنا تحریر ہوا ہے

ان باتوں سے اشاعت اسلام کو کیا سروکار ہے؟ اور علاؤالدین کے افعال کا اسلام کیونکر ذمہ دار ہے۔؟

پھر اسی صفحہ ۷۸ میں سلطان فیروز شاہ کی نسبت "تمرناشک" کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ فتح کانگڑا کے وقت مورتوں کو توڑ کر گئو ماس کے ساتھہ برہمن پوجاریوں کے گلے میں لٹکا دیا، اور تمام بازار میں پھرایا۔ راجہ شیو پرشاد صاحب نے اس واقعہ کو "تاریخ فرشتہ" سے نقل کیا ہے، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔

یہہ باتیں صرف مفتوحوں کی تذلیل کے لئے سخت مزاج باد[illegible]ہوں سے ظہور میں آتی ہیں، ورنہ انکو اشاعت مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر ہمکو ابھی یہ[illegible] علم ہے کہ یہہ واقعہ حقیقت میں ہوا بھی ہے یا نہیں۔ مصنف "تاریخ فرشتہ" کے الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ واقعہ صحت کو

اور اپنی مسجدوں اور محلوں کی تعمیر کے زیادہ خواہشمند تھے - تشدد اور سختی کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں، لیکن ہند کے مسلمان حکمرانوں نے کوئی باضابطہ کوشش یہاں کے باشندوں کو مذہب اسلام میں لانے کی نہیں کی تھی - جنگیں سلطنتوں کی فتح اور دولت کے ہاتھ آنے کے لئے کی گئی تھیں لیکن تاریخ مذہب ہنود کے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کسی جنگ، کسی باضابطہ کوشش کا پتہ نہیں دیتی' اسلامی قوموں کے بڑے مرکز - اضلاع دہلی و آگرہ، اضلاع احمدنگر و بیجاپور و گولکنڈہ آجتک ہندو آبادیوں سے بھرے پڑے ہیں - شاہی قوت کافر قوموں کے کرنے کے لئے کسی باضابطہ طریق سے کام میں نہیں لائی گئی، اور ہندو ہندو ہی رہے -

تاہم جسکا پتہ تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا (لیکن جواب خوب معلوم ہے' (اور سارا جہان مانتا ہے)، ہندو مذہب گھٹتا گیا اور مذہب اسلام کی ترقی ہوتی گئی " اور اسی طرح پانچ کرور ہندوں کا ملاؤں اور جاگیرداروں کی تبلیغی کوششوں سے رفتہ رفتہ مسلمان ہوجانا مانتے ہیں ؎۵۱

پھر تمرناشک کے حوالے سے تیمور کے ہندوستان میں آنیکی دو وجہ بتائی گئی ہے - ایک اسلام کے دشمن سے لڑنا، دوسرے لوٹ کے مال سے فائدہ اٹھانا - اور ان دونوں مقصدوں کو خود تیمور کی تحریر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ اُسنے خود یہ مقصد لکھے ہیں -

مگر یہہ محض غلط ہے - اُسنے اپنی سوانح عمری میں، جو اُسنے خود لکھی ہے، یہہ لکھا ہے، کہ "میں ہند پر فوج کشی کرنے کے لئے بوجہ اُن خانہ جنگیوں کے، جو کمزور سلطان محمود اور اُسکے امرا میں ہورہی تھیں، مجبور ہوا" ؎۵۲

پھر صفحہ ۵۶ سے ۵۷ تک محمد بن قاسم کی سندھ کی فتوحات کا "تمرناشک" کے حوالے سے بہت سی غلط بیانیوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے - محمد بن قاسم کے بارہ میں جو کچھ ہم اوپر لکھ آئے ہیں وہی ان غلط بیانیوں کے جواب میں کافی ہیں - اور دیبل کے مندر ڈھائے جانے کا رد بھی ہم کر چکے ہیں

؎۵۱ دیکھو - اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" مصنفہ پنڈت رومیش چندر دت صاحب مولف ومترجم "رگ وید سنہتیا" وغیرہ - صفحہ ۳۴۴ - ؎۵۲ "تاریخ ہند" مصنفہ سر راوپر - لتھبرج نے - سی - آئی - ٹی - ام - اے مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء - صفحہ ۴۷ -

اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ واقعات سچے ہیں، تاہم اس سے اشاعتِ اسلام کو کیا سروکار ہے؟ مگر بادشاہ موصوف کی بے تعصبی دیکھکر ان واقعات کی صحت پر یقین نہیں ہوتا "فتوحات فیروز شاہی" تو ہم کو نہیں ملی مگر اور تاریخوں سے خاصکر ضیاء برنی کی "تاریخ فیروز شاہی" سے جو اسی بادشاہ کے نام سے لکھی گئی، اور مستند تاریخ ہے، اس بادشاہ کا اکدم غیر متعصب ہونا صاف ظاہر ہوتا ہے، اور مذکورۂ بالا واقعات سے بھی اسکی بے تعصبی آشکارا ہے۔

اب دیکھو کہ ضیاء برنی کی تاریخ سے اسکی سلطنت میں ہر قوم و ملت کو مذہبی آزادی حاصل رہنی، اور ہر فرقہ کا آرام وچین سے زندگی بسر کرنا صاف ثابت ہوتا ہے۔

"ضابطہ اوّل سلطانی فیروز شاہی از برائے استقامت مصالح جہانداری ترک سیاست (بود) کہ از عہد دولت روز افزون فیروز شاہی ہیچ موحدے و مسلمانے و مو منے و سنی و مطیعی و ذمی و مظلومی و صاحب دینی و مسکینی و بے دینی را در پیش حولی دار السلطنت سیاست نشد۔ آدمیاں از زمین رستند و از آسمان باریدند۔ و جمیعتہائے فراواں وانبوہ ہائے آباداں بے پایاں از ہر طایفہ و طبقہ در دار الملک دہلی پیدا آمدہ، و ممالک بہ نوی آباداں و معمور گشت واماں بر عالمیاں جلوہ کردہ شد[۵۱]"

نظام الدین احمد نے بھی اپنی تاریخ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ جسکو فرشتہ ان الفاظ میں نقل کرتا ہے "نظام الدین احمد در تاریخ خود مسطور ساختہ کہ ازاں بادشاہ ضوابط عدل و احسان و قواعد امن واماں بسیار در میان خلایق ماندہ۔ و از جملہ ضوابط سہ ضابطہ عمدہ است ضابطۂ اوّل آنکہ سیاست کہ جزو اعظم بادشاہی ست مطلقاً ترک دادہ ہیچ مسلمان و ذمی را سیاست نکرد، و بسبب کثرت انعامات و ادرارات و تالیف قلوب خلایق محتاج سیاست نشد۔ وضابطۂ دوم اینکہ خراج را موافق حاصل و قوت رعایا طلب کردے، و اضافۂ توفیر را معاف داشتے سخن کسے را در حق رعایا گوش نکردے، و ایں ضابطہ باعث آبادنی ملک در فاہیت رعایا و سپاہ گشتہ۔ الخ[۵۲]"

---

[۵۱] تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیاء الدین المعروف بضیاء برنی مطبوعہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۵۷۲ و ۵۸۲۔

[۵۲] تاریخ فرشتہ، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۰۔

پہونچا ہوا نہیں ہے کہ "دربعضے کتب مسطور است الخ" اور دوسرے یہہ کہ خود اُن واقعات بے تعصبی کو، جو اِس بادشاہ سے فتح کانگڑا کے وقت ظہور میں آئے بنظر غور دیکھا جائے، تو یہہ واقعہ صاف غلط معلوم ہوتا ہے:۔ اوّل تو یہہ کہ راجہ نگرکوٹ کے ساتھہ اوس نے بہت عمدہ سلوک کیا اور اسکی نوازش فرمائی۔ دوم یہہ کہ وہاں کے بُت خانہ میں جو بہت کتابیں پائیں، تو اُنکو برہمنوں سے پڑہوا کر سنا، اور پسند کیا، بلکہ بعض کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا۔ چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے کہ "دریں وقت بعرض بادشاہ سانیدند کہ .... یکہزار و سی صد کتب از براہمن دریں بتخانہ است کہ بجالامکہی اشتہار دارد، و بادشاہ علمائے آن طائفہ را طلب کردہ بعضے از آن کتب را ترجمہ فرمود، ازآن جملہ اعز الدین خالد خانی کہ از شعرائے آن عصر بود کتابے در حکمت طبعی و شگون و تفادلات در سلک نظم کشیدہ" دلائل فیروز شاہی "نام کردہ است۔ والحق آن کتابے است متضمن اقسام حکمت علمی و عملی۔" مورخ "سیر المتاخرین" لکھتا ہے۔ "پس بادشاہ نے کانگڑا سے بارہ کوس پر جوالامکہی میں پہونچکر دیکھا ایک پتھر کا حجرہ وہاں پر بنا ہے، اور ہر درو دیوار سے شعلۂ نور خیزاں ہے۔ علاوہ اسکے بہت سی پرانی کتابیں اس بتخانہ میں پائیں۔ جکا مضمون برہمنوں سے پڑہوا کر پسند کیا، بلکہ بعض کتب کا زبان فارسی میں ترجمہ کرایا۔ چنانچہ مولانا اعز الدین نے چند کتابوں کو منتخب کرکے علم طبعی کا بیان نظم کیا، اور اوس کا نام" (دلائل) فیروز شاہی "رکھا۔ بادشاہ نے نہایت پسند کیا، اور اسکے صلہ میں جاگیر و نقد و جنس عطا فرمایا۔" ایسے غیر متعصب بادشاہ کی نسبت کسی طرح متذکرۂ بالا سختیوں کا گمان نہیں ہوسکتا۔ تیسرے یہہ کہ مورخ سیر المتاخرین نے باوجودکہ بتخانہ اور اوسکی کتابوں کا ذکر کیا ہے، بت توڑنے وغیرہ کا کچھہ ذکر نہیں کیا۔ اور جبکہ راجہ سے صلح ہوچکی تہی تو یہ امر کیونکر کرسکتا تہا؟ [۱]

پھر صفحہ ۵۸ و ۵۹ میں اسی بادشاہ سلطان فیروز شاہ کی نسبت "ٹمرنا شک" کے حوالے سے (جسمیں یہ لکھا ہے کہ اِن واقعات کو خود فیروز شاہ نے اپنی فتوحات میں لکھا ہے) چند مندروں کے دوڑنے، کچھہ کتاب وغیرہ کے جلانے اور بعض سرگروہان مذہب ہنود کے قتل کرانے کا الزام لگایا گیا ہے

[۱] - اِن واقعات کے لئے دیکھو، "تاریخ فرشتہ" جلد ۔ مقالہ دوم۔ صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸ ۔ مطبوعہ نولکشور اور ترجمہ "سیر المتاخرین" جلد ۔ صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰ ۔

مارے تین بار ڈیروں کی جگہہ بدلنی پڑی "

آریہ! یہہ ثبوت اشاعت اسلام اور بھی بیّن ہو جاتا ہے، جب یہہ دیکھا جاتا ہے کہ بابر ہندوستان میں بھی جہاں کہیں لڑا صرف پٹھانوں اور انکے معاونوں سے لڑا ایرین!

پھر اِسی صفحہ میں پنڈت جی "تمر ناشک" کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں " اکبر کے وقت میں امرکوٹ میں راناسنگ راج کے مرنے پر اُسپر چڑہائی ہوئی ۔ سندر ٹرہا ڈالے، گو کو ذبح ہونے کا حکم دیا، اور ناپاک کافروں کی کثیف مورتوں کو بھرشٹ کر دیا ۔ جہاں بت پرستی ہوتی تہی اسلام کا دین پکارا گیا ۔ ابوالقاسم نے عیش اور عشرت کا خوب مزہ اُڑایا "

مندر کے ڈھانے، گائیوں کے ذبح کرنے ۔ بتوں کے توڑنے وغیرہ کا کسی تاریخ میں ہم ذکر نہیں پاتے ۔ یہہ خاص راجہ شیو پرشاد صاحب کی گڑاہت معلوم ہوتی ہے، ورنہ لتھبرج صاحب، اور پنڈت رومیش چندر دت اور پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحبان نے بہی اپنی اپنی ہند کی تاریخوں میں اِن واقعات کا کچھہ ذکر نہیں کیا ہے، اور نہ پُرانی تاریخوں مثل اکبر نامہ، تاریخ فرشتہ، سیر المتاخرین وغیرہ میں کچھہ انکا ذکر ہے، اور کیونکر ہو سکتا تہا کہ اکبر جیسا غیر متعصب بادشاہ ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ۔ اکبر کی بے تعصبی کو کون نہیں جانتا، جس نے ٹوٹی ہوئی مندروں تک کو دوبارہ بنوا دیا، اور توڑنے والوں کو باوجودیکہ وہ مسلمان تہا ۔ سخت سزائیں دیں پھر کیونکر ممکن تہا کہ وہ خود مندروں کو توڑتا ۔

مورخ "سیر المتاخرین" لکھتا ہے " جب بادشاہ نے دکہن کو کوچ فرمایا، پٹیالہ کے قریب خبر آئی کہ مکان جال میں مسلمان فقرا اور سنیاسیان ہندی کے باہم ہاتھا پائی ہوگئی، اور مسلمانوں نے غالب ہو کر اُنکے بتخانہ کو منہدم کر دیا .... یہہ خبر پاکر اکثر فقرائے مسلمان کو قید کیا، اور حکم دیا کہ نئے سر سے اُس ٹوٹے ہوئے مندر کی ترمیم و تعمیر کریں " [له]

پھر ملتان کی فتح کا ذکر کرتے ہیں، اور وہاں کی قتل و غارت دین بالجبر کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے ۔

مارے تو گئے فریقین سے مسلمان اور ثبوت ہو گیا دین بالجبر کا!

پھر سکندر لودی تک ہندوؤں میں فارسی کا رواج نہ ہونا اشاعت اسلام نے

[له] دیکھو، ترجمہ "سیر المتاخرین" ۔ جلد ۱ ۔ صفحہ ۴۴۴ ۔

اور والی سنگرہ رائے سدہن کی لڑکی کا اوسکے قبضہ میں آنا، اور اوسکا اوسکو بیٹی بناکر اپنی محافظت میں رکھنا بھی اوسکی نیک دلی اور بے تعصبی کا ثبوت ہے۔ دیکھو "تاریخ فرشتہ" جلد اول صفحہ ۱۴۷۔

پھر صفحہ ۵۹ میں ایک مورخ کا جیرپہ کی دھائی کو کلمات "پر لعنات" لکھنا اشاعت اسلام کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

بخدا مجکو عجیب جاہل سے پالا پڑا ہے!

پھر اسی صفحہ میں "تاریخ فیروزشاہی" کے حوالے سے دو ہندو صرافوں کا بوجہہ سکۂ سرکاری کی چاندی کو کم وزنی بنانے کے جلا وطن کیا جانا اسی ثبوت میں درج فرمایا گیا ہے۔

واللہ پنڈت جی عجیب جاہل تھے۔!

پھر اسی صفحہ میں غیاث الدین تغلق کا اپنے بہائی رجب کی شادی کے لئے رانامل بھٹی کی لڑکی کا چھین لینا "تمر ناشک" کے حوالے سے تحریر ہوا ہے۔

اس سے اشاعت اسلام کو کیا سروکار! مگر تاریخوں مثلاً "فرشتہ" "سیر المتاخرین" وغیرہ میں اس واقعہ کا کچہہ ذکر نہیں ہے، اور نہ رجب کوئی اس بادشاہ کا بہائی تھا۔ یہہ نئی گڑہت معلوم ہوتی ہے۔

پھر اسی صفحہ میں "تمر ناشک" کے حوالے سے فیروز شاہ کے زمانہ میں بہت سی ہندو عورتوں کا جیسلمیر کی چڑھائی کے وقت خودکشی کر لینا تحریر ہوا ہے۔

نہ معلوم ایسے واقعات کو پنڈت جی نے کیا سمجہہ کر نقل کیا ہے!

پھر صفحہ ۶۰ میں بابر کا لاہور کے بازار میں چنگیزیوں کی رسم کے مطابق شگون کے طور پر بازار میں آگ لگانا تحریر ہوا ہے۔

یہہ ہے ثبوت جبراً اشاعت اسلام کا! اور اوسپر طرفہ یہہ کہ حملہ کرنیوالا بھی مسلمان، اور جو حملہ روکنے والے ہیں وہ بھی مسلمان! شرم! شرم!! شرم!!!

پھر "توزک بابری" سے اسی صفحہ میں نقل کیا گیا ہے کہ "لڑائی میں جو قیدی ہاتہہ لگتے تھے اسکے ڈیرہ کے سامنے ذبح کئے جاتے تھے۔ ایک لڑائی کے بعد اتنے ذبح کئے گئے کہ خون اور لاشوں کے

بارہ میں ہم "حقوق الذمیین" میں دکھلا چکے ہیں کہ عالمگیرؒ کے دربار میں بھی ہندو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز تھے، اور دفاتر تو ہندوؤں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور اسی مضمون میں ہم خاص اُسکے فرمان سے ثابت کر چکے ہیں کہ اوس کے وقت میں بھی نوکریوں کے ملنے میں مذہب و ملت کا کچھہ خیال نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ صرف قابلیت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔

پھر اسی صفحہ ۱۶ میں "خلاصہ تاریخ مسعودی" کے حوالہ سے **سالار مسعود غازی** کا ہندوستان کو لوٹنے کے لئے آنا، اور راجپوتوں کا اُسکو اور اسکے ساتھیوں کو مقابلہ کر کے مار ڈالنا تحریر ہوا ہے۔

نہ معلوم ان حوالوں سے پنڈت جی کو کیا فائدہ ہوا۔

پھر **پنڈت جی** صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں **مثنوی معنوی** سے ایک بزدل صوفی کا قصہ نقل کرتے ہیں، جو ایک قیدی کو باوجودیکہ اُسکا ہاتھہ بندھا ہوا تھا، قتل نہ کرسکا، اور اُسکی رعبناک آنکھوں کو دیکھکر خود بیہوش ہوگیا، اور اُس قیدی نے اُسکو اپنی دانتوں سے زخمی کیا۔

نہ معلوم اس قصہ کو کیوںکر درج فرمایا ہے۔ کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا!

پھر اسی **مثنوی** کے دفتر اول سے **پنڈت جی** دو شعر نقل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں ؎

لاجرم کفار را خون شد مباح — ہمچو وحشی پیش نشاب و رماح
جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل — زانکہ بے عقل اند و مطرود و ذلیل

اگر **مولوی جلال الدین رومیؒ** کا یہہ خیال بھی ہوتا کہ کافروں کا خون بلا وجہ بلا سبب بھی اگرچہ وہ مسلمانوں کو نہ بھی ستاتے ہوں مباح ہے، تب بھی اون کھلی کھلی **قرآنی** آیتوں کے سامنے جنمیں صاف صاف لکھا ہے کہ جو کافر تمکو ستاتے نہیں اور تمہاری آزادی میں خلل انداز نہ ہوں، اون سے ہرگز ہرگز نہ لڑو، اور تمکو کوئی حق اُن سے لڑنے کا نہیں، یہہ خیال کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اور جبکہ ہمنے **قرآنی** آیتوں اور **آنحضرتؐ** اور **صحابہ کرامؓ** کے افعال و اقوال سے ثابت کر دیا کہ نہ قرآن کریم، نہ آنحضرت صلعم، نہ صحابہ کرام اس بات کو جائز رکھتے ہیں کہ بلا وجہ بلا سبب کافروں کا خون کیا جائے، تو پھر کسی دوسرے کا قول کب قابل سماعت ہے۔ مگر "کامل علم کے لئے ہر بات کا مقدم موخر اور موقع مناسب دیکھنا اور سوچنا ضرور ہے" (بھومکا صفحہ ۵۲) اور "جو لوگ موقع و محل مناسب نہ دیکھیں، آگے کو پیچھے سے ربط اندیں ایسے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا"

کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

پنڈت جی بھی عجیب انسان تھے! اور کیا کہیں۔

پھر علاء الدین کا مندروں کے پتھر سے قلعہ بنوانا تحریر ہوا ہے۔ ایسے حوالوں کا بہت دفع جواب ہو چکا، حاجت اعادہ کی نہیں ہے۔

پھر پنڈت جی صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ "تاریخ فرشتہ" میں لکھا ہے کہ گلبرگہ کے بادشاہ محمود نے تلنگ دیش کے راجہ کے لڑکے کی زبان کٹوا کے اسے جیتا آگ میں بھنوا ڈالا، اور پانچ لاکھ ہندوؤں کا گلا کاٹا۔ ۲ احمد جہاں جس دن بیس ہزار کے اوپر ہندو مارے جاتے خوشیاں مناتا، اور مقام کر کے گانے بجانے ناچنے کا جشن دیکھتا۔ (دیکھو تمر ناشک) صفحہ ۷ حصہ سوم ۱۸۷۳ء

ایسے حوالوں سے کیا ہوتا ہے! ان سے اشاعت اسلام کو کیا سروکار! مگر ناظرین کو یہ معلوم ہو کہ احمد بہمنی کا بیس ہزار ہندوؤں کے مارے جانے سے خوشیاں مناتا تو "تاریخ فرشتہ" میں مذکور ہوا ہے، مگر محمود بہمنی حاکم گلبرگہ کے بارہ میں جو کچھ پنڈت جی نے لکھا ہے، یہ ہرگز "تاریخ فرشتہ" میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہانتک کہ میں نے احتیاطاً دوسرے محمود بہمنی حاکم بیدر کے حالات میں بھی دیکھا، مگر اوس میں بھی کچھ ایسا ذکر نہ پایا۔ اسمیں پنڈت جی کی یا راجہ شیو پرشاد صاحب بنارسی کی سخت غلطی ہے۔

پھر "مفتاح التواریخ" کے حوالے سے عالمگیر کا ہندوؤں کو تمام بڑے بڑے عہدوں سے نکال دینا، مندروں کو توڑنا، اور رسومات مذہبی میں مزاحم ہونا تحریر ہوا ہے۔

ایسے حوالوں سے، جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں، اشاعت اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا کہا جاتا ہے کہ عالمگیر نے بنارس میں بارہ سو مندریں توڑیں۔ مگر کوئی ان بارہ سو مندروں کی توڑنے کی وجہہ سے صرف بارہ ہی ہندو کا مسلمان ہو جانا ثابت کر دے، تو ہم مان لیں گے کہ مندروں کے توڑنے کی وجہہ سے ہندوستان میں کثرت سے اشاعت اسلام ہوئی۔ یا کم سے کم کوئی بھی ثابت کر دے کہ سکندر نے جو فارس کے آتشکدوں کو ویران کیا، اور وہاں کی کل کتابوں کو تلاش کر کر کے جلا ڈالا، تو اسی وجہہ سے فارسی آتش پرستوں نے اپنا مذہب ترک کر کے یونانی عقاید کے معتقد ہو گئے۔

عالمگیر کا رسوم مذہبی میں مزاحم ہونا کسی پرانی مستند تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور نوکریوں کے

جو کفار، قریشیوں اور یہود ان یثرب و خیبر کی طرح مسلمانوں کو ایذا دیں، اُنکی آزادی میں خلل انداز ہوں، اون کو قتل کریں، ایذا اون سے لڑیں، انکو ضرور قتل کرنا چاہیے تاکہ امن قایم رہے، چنانچہ "لاجرم کفار را - الخ" کے حاشیہ میں ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "دریں بیت اشارت بآیت کریمہ کہ در سورۂ انفال در سیپارہ واعلموا واقع شدہ ان شر الدواب الآیۃ یعنی بدرستیکہ بدترین جنبندگاں برروے زمین نزدیک خدا آنانند کہ راسخ شدند در کفر مراد معاندانِ قریش اند چوں ابو جہل و عتبہ و نضر و امثال ایشاں با مکابران یہود ۱۲" سله

پھر اسی صفحہ میں "روزنامہ تیمور" سے دو اشعار نقل کیے گئے ہیں گو اِن اشعار میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو قابل اعتراض ہو، مگر نہ معلوم پنڈت جی کو کیا ہوگیا ہے کہ اشعار پر اشعار اگلتے چلے جاتے ہیں وہ اشعار یہ ہیں :-

خدنگش بکورئے دشمن رواں + رباید ز اعدائے ملت رواں

نبرد انتقامش ز کیفار حیف + قوی داشت دست نبوت بسیف

مطلب یہ کہ دشمنان دین جنہوں نے مذہبی مخالفت کیوجہ سے آپکو ستایا، آپکے قتل کے درپے ہوئے، گھر بار سے الگ کیا، اور آپ کے بہت سے ساتھیوں کو جان سے مار ڈالا، اونکے انتقام کے لئے افسوس ہی کرتے نہ رہ گئے، بلکہ انتقام لیکر چھوڑا، (یہہ بات الگ ہے کہ قابو پاکر معاف بھی کردیا) اور تلوار کے زور سے امن قایم کرکے نبوت کے کام یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام کو تکمیل تک پہونچایا، اور لوگوں کو اسلام لانے پھر کوئی روک نہ سکا۔

پھر صفحہ ۲۶۴ میں اسی "روزنامۂ تیمور" سے دکھلاتے ہیں کہ تیمور کا ہندوستان آنا اسلام کے لئے تھا۔ یہہ مصنف "روزنامۂ تیمور" کا اپنا خیال ہے، مگر واقعات اوسکے خلاف گواہی دیتے ہیں، کیونکہ جو کچھہ اوس کے ہاتھہ سے نقصان پہونچا، اُسکے نشانہ زیادہ تر مسلمان ہی تھے۔ اگر اس مصنف کا یہہ خیال ہو کہ انہیں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آیا تھا، تو ہوسکتا ہے کہ یہہ خیال درست سمجھا جائے۔

پھر لکھتے ہیں کہ "نظامی سکندر نامہ میں محمد صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے

محیطے چہ گویم چو بارندہ میغ + بیکدست گوہر بیکدست تیغ سله

سله [illegible] صفحہ ۱۹۸ [illegible]

(بھولکا صفحہ ۵۲)

اِن دونوں شعروں کے قبل مولانا رومیؒ فرماتے ہیں :- ؎

عزت وحشی بدین ساقط شد است کہ مر انسان را مخالف آمد ست

ترجمہ :- وحشی کی عزت اس سبب سے ساقط ہوئی ہے کہ وحشی انسان کا دشمن ہے یہ مطلب یہہ کہ وحشی جانوروں کو جو قتل کیا جاتا ہے، وہ اس لئے کہ وہ انسان کے دشمن ہیں، اور نقصان پہونچاتے ہیں، مثلاً شیر ہے کہ کھاجاتا ہے، سانپ ہے کہ ڈس لیتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ :- ؎

خر نشاید کشت از بہر صلاح ✤ چوں شود وحشی بود خونش مباح

ترجمہ :- گدہے کو اوسکی نیکی اور غیر مضرت ہونے کی وجہہ سے نہیں مارنا چاہئے، مگر جب وحشی ہوجائے (یعنی گورخر ہو) تو اُسکا خون مباح ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ خر تو دونوں ہیں مگر ایک کو اُسکی وحشت اور ضرر رسانی کیوجہہ سے مارنا چاہئے، اور دوسرے کو اوسکی نیکی اور غیر مضرت ہونے کیوجہ سے نہیں مارنا چاہئے۔

پھر فرماتے ہیں کہ :- ؎

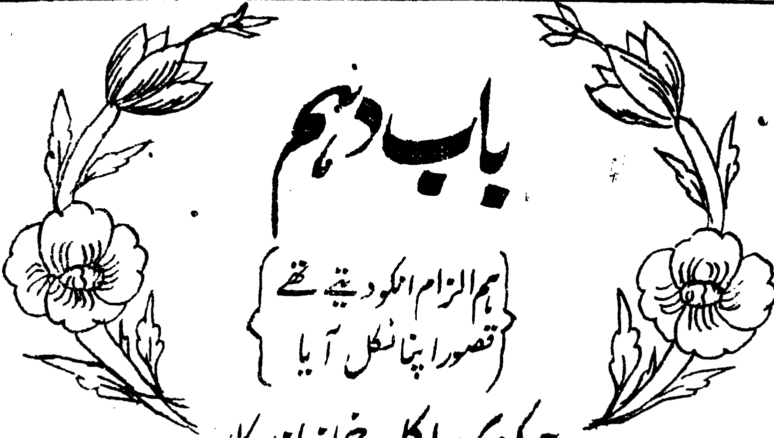
پس چو وحشی شد ازاں دم آدمی ✤ کے بود معذور اے یار سمی

ترجمہ :- پس جبکہ آدمی وحشی کی طرح ہوگیا، تو اوسوقت ہے وہ کب معذور ہوسکتا ہے اے یار بلند مرتبہ! مطلب یہ کہ جب انسان بھی وحشیوں کی طرح نقصان پہونچانیوالا اور ستانے والا ہوجائے، تو وہ بہی کیونکر قتل ہونے سے معذور ہوسکتا ہے، یعنی نہیں ہوسکتا ہے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں :- ؎

لاجرم کفار را شد خوں مباح ✤ ہمچو وحشی پیش نشاب و رماح

پس ثابت ہوا کہ اون کفار کا خون مباح تہا جو وحوش کی طرح مسلمانوں کو نقصان پہونچاتے ستاتے اور قتل کرتے تہے، ورنہ اون کافروں کا، جو غیر مضرت ہیں، خون مباح نہیں۔ تیسرے اور چوتھے شعر میں چو اور ہمچو قابل لحاظ ہیں۔ پس ان شعروں سے بہی وہی ثابت ہوا، جو ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ بلا وجہ بلا سبب کافروں کو قتل کیا جائے۔ ہاں



باب دہم

ہم الزام انکو دیتے تھے
قصور اپنا نکل آیا

چو کردی با کلوخ انداز پیکار
سر خود را بنادانی شکستی



اب ہم آریوں ہی کی مستند کتب سے اُن الزاموں کو ثابت کرتے ہیں جنکو پنڈت لیکھرام نے اپنے رسالہ میں محض ہٹ دہرمی سے اسلام پر ثابت کرنا چاہا تھا جسکا غلط ہونا اظہر من الشمس ہو گیا - اور اِن الزاموں میں کچہہ اور باتیں بھی محض اتفاقی طور پر آ گئی ہیں، جسکے لکھنے میں میں اپنے کو معذور سمجھتا ہوں - ہم کو ضرورت نہ تھی کہ اس طرح وید اور تعلیم وید کا بھانڈا پھوڑتے، مگر چونکہ آریوں کی عادت ہے کہ جو اعتراضات خود انکے وید اُنکے دہرم پر عاید ہوتے ہیں، اُنہیں اعتراضوں کو محض بدیانتی کے ساتھہ دوسرے مذہبوں پر تھوپتے ہیں، اسلیئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان ہزلوں کا جواب دیجیے اور اونکا غلط ہونا ثابت کرنیکے بعد خود اُنکے وید اور تعلیم وید پر اِن الزاموں کا ہونا پبلک پر ظاہر کیا جائے، ممکن ہے کہ اب ہی وہ اپنی اس بیہودہ عادت کو چھوڑیں - اور ہمنے جو کچھہ وید وغیرہ مستند کتب کا ترجمہ لکھا ہے، وہ آریوں اور ہندؤں کا ہی ترجمہ لکھا ہے، تاکہ کوئی یہہ نہ کہدے کہ یہہ ترجمہ تمنے غلط کیا ہے - اور ہم یوروپین محققوں کے ترجمے وغیرہ ہی پیش کر سکتے تھے، مگر اسی خیال سے ہم نے اون کو بہی ترک کیا - ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

بگوہر جہاں را بیا راستند ✣ بہ تیغ از جہاں داد دیں خواستند

ان اشعار کا یہہ مطلب ہے کہ گوہر یعنی قرآن کی تبلیغ سے اور اُسکے قبول کرنے سے باز رکھنے والوں کو تلوار سے باز رکھا، اور دین کو جو جبراً روکا جاتا تھا، اُسکا انصاف تلوار سے چاہا، اور قرآنی تعلیم کے فیوض سے جہان کو آراستہ اور فیض یاب کر دیا۔ پھر اسمیں اعتراض کیا ہے؟

پھر لکھتے ہیں کہ اندھا دھند کسی مذہب پر اعتراض کرنا اپنا شیوہ نہیں، اور نہ فضول اور طول لکھکر کاغذ سیاہ کرنے سے مطلب ہے۔

یہہ تو ناظرین کو اب خود معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ کیسا اندھا دھند اعتراض کرتے ہیں، اور کیسا فضول اور طول لکھکر کاغذ سیاہ کرتے ہیں!

پھر صفحہ ۶۴ و ۶۵ میں قنوج کی تباہی، متھرا کے مندر کی ویرانی، جھلستا کے مندر کی خرابی اور دکھن کے شوالہ کے تاراج کا ذکر کرتے ہیں۔ ان باتوں کا جواب ہو چکا، حاجت اعادہ کی نہیں۔

پھر صفحہ ۶۵ میں ہندؤں کی اخلاقی و تمدنی خرابیوں کا رونا رو کر یہہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ کہ یہہ سب خرابیاں مسلمانوں کی وجہہ سے ہوئیں۔

اسکا جواب سوا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا دیا جائے۔

آخری التماس کا جواب میں یہاں پر نہیں دیتا ہوں، بلکہ میں نے اُسکو معاوضہ بالقلب کے لئے رکھہ چھوڑا ہے، جو آخر کتاب میں ناظرین کی نظر سے گذریگا۔

توڑتے ہیں، ویسے ہی آدھرمی (بے دین) دشٹ شتروؤں کے انگوں (اعضاء) کو چھن بھن کر دنیرات دہرم آتما پر جاجنوں کے پالن میں تت پر ہوں، جس سے شترو جن ان پر جاؤں کو دُکھ دینے کے سامرتھیہ نہ ہو سکیں ٥١

پھر وید لکھتا ہے کہ "جو لوگ اندر یعنی پرمیشور میں پرچہ یا (عبادت) کو قائم کرتے ہیں، اور جو تمام علوم، دہرم اور پُرشارتھیہ (محنت و تدبیر) میں قائم ہیں، وہ بالتحقیق سچ ہیں تمام علوم کا اُپدیش کریں اور جو دوسرے ناستک نندا کرنے والے جاہل اور مکار ہیں، وہ سب اس جگہ سے کسی دوسری جگہ دور چلے جاویں۔ یعنی ادھرمی لوگ کہیں بھی نہ رہنے پاویں" (رگوید - منڈل ۱ - ادھیائے ۴ - سوکت ۴ - منتر نمبر ۵) ٥٢

آریو! دیکھو دین بالجبر کی کیسی صاف صاف تعلیم ہو رہی ہے - نوٹ میں ہے کہ منوسمرتی میں وید کی نندا کرنیوالے کو ناستک بتایا ہے -

دین بالجبر کا اور بھی ثبوت لو:-

"اندر اپنے آریہ بھگت کو جنگوں میں بچاتا ہے - وہ جو اُسکو انگنت موقعوں میں محفوظ رکھتا ہے کل جنگوں میں بھی محفوظ رکھتا ہے - وہ اون لوگوں کو جو یگیہ نہیں کرتے آدمیوں یعنی آریوں کے فائدہ کے لئے مفتوح و مقہور کرتا ہے" (رگوید - ۱: ۱۳۰: ۸) - ٥٣

"اے اندر! رشی اتبک اُس قدیم دلیری کے کام کی تعریف کرتے ہیں! تونے بہت سے لٹیروں کو جنگ کا خاتمہ کرنے کے لئے ہلاک کیا - تونے بہت سے اُن دشمنوں کے شہروں پر چڑہائی کی ہے، جو دیوتاؤں کی پرستش نہیں کرتے - اور تونے اون دشمنوں کے اسلحہ کو، جو دیوتاؤں کو نہیں پوجتے، نیچا کر دیا" (رگوید - ۱: ۴: ۱۷۴: ۸ -) ٥٤

٥١ دیانندی بھاشی - صفحہ ۹۹ - سوکت - ۲۶ - ۷ - ٥٢ مہرشی دیانند جی کا ترجمہ دیباجہ مترجم (بابو بہال سنگھ کرنال نواسی آریہ) رگوید آدی بہاشیہ بہومکا صفحہ ۴۸ - ٥٣ دیکھو، اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا مصنفہ پنڈت رمیش چندر دت مترجم و مولف بنگالی ترجمہ رگوید سنہیتاؤ وغیرہ - صفحہ ۵۴ -

٥٤ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا مصنفہ پنڈت رمیش چندر دت صفحہ ۵۴:

فصل اوّل

دین بالجبر، قتل و غارت، تباہی و بربادی اور جنگ و جدل وغیرہ کے احکام و دعا، تعلیم و ترغیب وغیرہ کا وید وغیرہ مستند کتب سے ثبوت

حسب وید مقدس آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک شر یشٹ اور دوسرے دسیو اور دشٹ ۔ ۵۱

دیانند جی لکھتے ہیں کہ "آریہ نام دہرم پر چلنے والے، عالم، راست باز آدمیوں کا" اور ان کے خلاف لوگوں کا نام دسیو یعنی ڈاکو، بداعمال، دہرم پر چلنے والا، اور جاہل ہے " ۵۲ پھر لکھتے ہیں کہ "آریہ ورت ملک سے علاوہ جو ملک ہیں، وے دسیو دلیش اور ملیچھ دلیش کہلاتے ہیں" ۵۳

"منوسمرتی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ براہمن اور کشتری اور ویشیہ اور شودر، ان چار و ورنوں کی کریاؤں کے لوپ ہو جانے سے جتنی ذات ہوئیں، انکا نام ملیچھ بھاشا میں ہو خواہ آری نام بھاشا میں ہو، یہہ سب ذات دسیو کہلاتی ہے " ۵۴

پس ان حوالجات سے ثابت ہو گیا کہ آریہ ورت میں نہ رہنے والوں، غیر آریوں، وید کے دہرم پر نہ چلنے والوں کا نام وید مقدس وغیرہ کتب میں دسیو وغیرہ ہے، چنانچہ اوپر جو مضمون "آریہ نام دہرم پر الخ" ستیارتھ پرکاش" سے نقل کیا ہے، اسکو لکھکر سوامی جی لکھتے ہیں کہ "جب وید ایسا کہتا ہے، تو دوسرے غیر ممالک کے رہنے والوں کی من گڑھت باتوں کو عقلمند لوگ کبھی نہیں مان سکتے "

۲ ب سنئے کہ ان دہرم پر نہ چلنے والوں، بے دین بدمعاشوں کے بارہ میں وید کہتا ہے :۔

"سیناد ہیکش آدمی لوگ (سپہ سالار) جیسے لوہے کے گھن سے لوہے اور پاشان (پتھر) آدکو

۵۱ دیکھو، منتر ۸ ۔ رگوید منڈل نمبر ۱ ۔ سوکت نمبر ۵ ۔ اور تکذیب مصنفہ پنڈت لیکھرام ۔ صفحہ ۹ ۔

۵۲ و ۵۳ "ستیارتھ پرکاش" ترجمہ پنڈت رین داس جی آریہ اور لالہ آتمارام جی آریہ ۔ صفحہ ۲۹ ۔

۵۴ "منوسمرتی" (مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب) ۔ ادھیائے ۔ ۱۰ ۔ منتر ۴۵ ۔

ہلاک کرنیوالی! قتل کر انکو، اور داسہ قوم کو برباد کردے" (رگوید-۱۰ : ۲۲ : ۸) سلہ

دین بالجبر کی تعلیم وید میں، تمکو معلوم ہو چکی؛ اب وید سے اخذ کی ہوئی کتاب "منوسمرتی" سے بھی کچھ سنو:-

"جو وید کے احکام کو بذریعہ علم منطق غلط سمجھکر وید شاستر کی توہین کرتا ہے، وہ ناستک یعنی کافر ہے، اُسکو سادہ لوگ اپنی منڈلی سے باہر کردیں" منوسمرتی - ادھیاے ۲- اشلوک نمبر ۱۱-سلہ

"اس سبب سے دھشٹ انشٹ میں وید کے موافق ... قائم کرے، اس سے انحراف نکرنا چاہئے۔

ایشور نے اُس راجہ کے واسطے سب جانداروں کی حفاظت کے لئے اپنے بیٹے برہم تیج روپ ڈنڈ (سزا) کو پہلے ہی پیدا کیا۔

اُس ڈنڈ کے خوف سے جانداران ساکن و متحرک بھوگ کرنے کے لئے سمرتھ ہوتے ہیں، اور اپنے دھرم سے منحرف نہیں ہو سکتے" (منوسمرتی - ادھیاے ۷- اشلوک ۱۳-۱۴-۱۵) سلہ

"دھرم مٹجانے کی حالت میں زمانہ کی تحریک سے براہمن، کشتری، ویشیہ تینوں ورن ہتھیاروں کو دھارن کریں" (منوسمرتی- ادھیاے ۸- اشلوک ۳۴۸) سلہ

اب عام قتل و غارت وغیرہ کے احکام و دعا وغیرہ کو ملاحظہ فرماؤ۔

"اچھے گن کرم اور سبھاؤ والے سبھادھیکش راجہ کو چاہئے کہ راج کی رکھیا نیتی اور ڈنڈ (سزا) کے بھے سے سب نشٹوں کو باپ سے ہٹا، سب شترؤں کو مار، اور وہ وان کی سب پرکار سیوا کرکے پرجا میں گیان اور سکھ اور اوستھا بڑھانے کے لئے سب پرانیوں کو شبھ گن یکت سدا کیا کرے" سلہ

اب دیکھئے کہ وید نے دشمنوں کے جلانے کا بھی حکم دیا ہے :-

"سبھادھیکش آدمی راج پرشوں اور پرجا کے نشٹوں کو چاہئے کہ جس پرکار اگنی آدمی پیدا ہوتا ہن آدمی کو بھسم کر دیتے ہیں (جسطرح آگ جنگل کو جلا دیتی ہے) ویسا ہی دُکھ دینے والے شترو جنوں

سلہ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵ - سلہ "منوسمرتی" مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب مطبوعہ منشی نولکشور صاحب کانپور-۱۲ - سلہ سلہ "منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۱۲ سلہ رگوید بھاشن مصنفہ پنڈت دیانند جی- صفحہ ۷۶۲-

یہہ معلوم ہوچکا ہے کہ وید وغیرہ کتب میں کل غیر آریوں کو جو وید کے دہرم کو قبول نہیں کرتے
دسیو کہتے ہیں - اِن دسیوؤں کے بارہ میں وید مقدس فرماتا ہے -

"اندر نے جس سے بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں، اور جلکے ساتھ اسکے چالاک ساتھی ہیں، دسیوؤں
کو جو زمین پر رہتے تھے، اپنے برق سے ہلاک کر ڈالا، اور تب اوسنے کھیتوں کو اپنے گورے رنگ کے دوستوں
یعنی آریوں میں تقسیم کردیا - وہ کڑکنے والا آفتاب کو چمکاتا اور پانی برساتا ہے" (رگوید - ۱ : ۱۰۰ : ۱۸) سلہ

"اندر نے اپنے سلاح (برق) سے اور پوری طاقت سے دسیو کے شہروں کو تباہ و برباد کردیا
اور اپنی خواہش سے گشت لگایا - اے برق کے مالک ! تو (ہمارے بھجنوں سے) واقف ہو، اور اپنا
سلاح دسیو کے خلاف چلا، اور آریوں کی طاقت اور شہرت کو بڑھا" (رگوید - ۱ : ۱۰۳ : ۳ -) سلہ

"بہت ہی مشہور اور خوش ادا اندر آدمیوں یعنی آریوں پر مہربان ہے - ہاں کو اور طاقتور اندر
نے بد اندیش داسہ کے سر کو دے مارا ہے" {ہے مہاراج، اتنی خفگی !} - (رگوید - ۲ : ۲۰ : ۶ -) سلہ

"تب چالاک کرشنہ اسیومتی ندی کے کنارے چمکتا ہوا ظاہر ہوا - اندر نے بریہسپتی
کو اپنا شریک بنایا، اور اوس چالاک اور کافر فوج کو ہلاک کردیا" (رگوید - ۸ : ۹۶ : ۵) سلہ

پس صاف ظاہر ہے کہ وید کے رشی اور اونکے ساتھی، جو قتل و غارت، خون خرابا کرتے تھے، اسکو
اندر وغیرہ دیوتاؤں کی مدد سے سمجھتے تھے، اسلئے اُن افعال کو انہیں کی طرف منسوب کردیتے تھے، چنانچہ
لکھا ہے کہ :-

"وہ اندر تھا جسنے سوداس※ کو ان افعال کے کرنیکے قابل بنایا - اندر نے بکرے کو زور آور
شیر کے قتل کے قابل بنایا - اندر نے یگ کے ستون کو سوئی سے گرادیا - اُسنے کل مال و دولت سوداس
کو عنایت فرمائی" (رگوید - ۷ : ۱۸ : ۱۷) شہ

پھر لکھتا ہے :-

"ہم ہر چہار طرف سے دسیو قوموں سے گھرے ہوئے ہیں - وہ یگ نہیں کرتے، وہ کسی چیز کا
اعتقاد نہیں رکھتے - اُنکے مراسم دوسرے ہیں - وہ (گویا) انسان نہیں ہیں ! اے دشمنوں کے

سلہ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" مصنفہ پنڈت رومیش چندر دت - صفحہ ۵۳ - سلہ اے
ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵۳ - سہ ایضاً صفحہ ۵۵ - سہ ایضاً صفحہ ۵۶ -
※ سوداس آریوں کا ایک بڑا بہادر لڑکا تھا - (دیکھو - کتاب مذکور صفحہ ۵۸)
شہ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵۹ -

(جیساکہ محمود غزنوی مرحوم اور محمد غوری مغفور نے نیچا دکھایا ۔ کیوں ؟) ۔ (رگوید ۔ اشٹک اوّل ادھیائے ورگ ۱۸ ۔ منتر ۲ ۔) سلہ

ایک جگہ پرمان ہے ۔

" اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف و ہراس ، پرجاد ڈھلال عزیز و اور جوانمردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو ، پرمیشور کے حکم پر چلو ، اور بدفرجام دشمن (اے مہاراج آپنی غفلت ۔) شکست دینے کے لئے لڑائی کا سرانجام کرو ۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے تم نے حواس کو مغلوب اور دوسرے زمین کو فتح کیا ہے ، تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو ، اپنے زور و شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو ، تاکہ تمہارے بازو اور ایشور کے لطف و کرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو " (اتھروید کانڈ ۶ ۔ انواک ۱۰ ۔ ورگ ۹۷ ۔ منتر ۳ ۔) سلہ

دیکھو کیسے کیسے پُر جوش الفاظ میں قتل و غارت ، جنگ و جدل کی ترغیب دی گئی ہے ۔ پھر کہو کہ ہر ایک فرد کو خواہ وہ فوج میں داخل ہو یا نہ ہو ، جنگ و جدل کی ترغیب دی گئی ہے ۔

" راج سبھا اور رعایا کو چاہیے کہ صفات بالا سے موصوف مہاراج ادھیراج پرمیشور کو اور لائق تخت نشین سبھا دھیکش (میرانجمن) کو راجہ سمجھیں ، اور اُسکے جھنڈے نیچے جنگ میں شامل ہوں فوج کے بہادر جوان بھی پرمیشور سبھا دھیکش ، سبھا اور اپنے سینانی (سپہ سالار) کے زیر حکم جنگ کریں (اتھروید ۔ کانڈ ۱۵ ۔ انواک ۲ ۔ ورگ ۹ ۔ منتر ۲ ۔) سلہ

پھر ایک جگہ ایک ظالم خونخوار آریہ کا ذکر کرکے قتل و غارت کی ترغیب دی ہے ۔

" سوداس نے دونوں ملکوں کے اکیس ۲۱ آدمیوں کو قتل کرکے ناموری حاصل کی ، جس طرح نوجوان پروہت کوس کے گھاس کو یگیہ کے مکان میں کاٹتا ہے ۔ اسی طرح سوداس اپنے دشمنوں کو قتل کرتا ہے ہیرو اندر نے ماروتوں کو اُسکی مدد کے لئے بھیجا " (رگوید ۔ ۷ : ۱۸ : ۱۱) سلہ

سلہ اردو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا ۔ صفحہ ۱۴۲ ۔ سلہ ۔ " " " " صفحہ ۱۴۳
سلہ اردو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا ۔ صفحہ ۱۴۳ ۔ سلہ ۔ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان اینشنٹ انڈیا مصنفہ پنڈت رومیش چندر دت ۔ صفحہ ۵۸ ۔

کو بناش کے لئے اس پرکار پرتین کریں " سلہ

قتل و غارت، جبر و تعدی کا اور بھی ثبوت لو:۔

" جیسے بجلی میگھ کے اُدَیوعہ بدلیوں کو تیکھن بیگ سے چھن بھن اور بھومی پر گرا کر اسکو وش میں کرتی ہے، ویسے ہی سیناپتی سپاہی شتروں کو چاہیئے کہ بدھی شریر بل و اسینا کے بیگ سے شتروں کے بیگ چھن بھن اور شتروں کی اچھی پرکار پر نارسے پرتھوی پر گرا کر اپنے سمتی میں لاویں " سلہ

" اے فرمانبردار لوگو! تمہارے اسلحہ آتشیں وغیرہ از قسم توپ و تفنگ، تیر و تلوار وغیرہ ششتر مخالفوں کو مغلوب کرتے اور اونکو روکنے کے لئے قابل تعریف یا مستحکم ہوں، تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو، تاکہ تملوگ ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہو " (رگوید۔ منڈل اوّل۔ سوکت ۳۹۔ منتر ۲۔) سلہ

ایک مقام پر دعا یوں مرقوم ہے:۔

" میں اوس محافظ کائنات، صاحب جاہ و جلال، نہایت زور آور، فاتح کل، تمام کائنات کے راجہ، قادر مطلق، اور سب کو قوت عطا کرنیوالے پرمیشور کو، جسکے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں، اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنیوالا اندر (قادر مطلق پرمیشور) ہے، ہر جنگ میں فتح پانے کے لئے مدعو کرتا ہوں، اور پناہ لیتا ہوں ۔ وہ اعلےٰ دولت و حشمت کا عطا کرنیوالا قادر مطلق ایشور ہمارے تمام کاروبار سلطنت میں امن و امان، فتح و نصرت، اور خیر و عافیت قایم رکھے " (یجروید۔ ادھیائے ۲۰۔ منتر ۵۰)۔ سلہ

ایک جگہ پرمیشور دعا دیتا ہے۔

" اے انسانو! تمہارے آیدھ، یعنی توپ، بندوق وغیرہ آتشگیر اسلحہ، اور تیر و کمان، تلوار وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں ۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو، تم مضبوط، طاقتور اور کارنمایاں کرنیوالے ہو + تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر انہیں رکو دل واپس کرو۔ تمہاری فوج جرار و کارگذار اور نامی گرامی ہو، تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قایم ہو، اور تمہارا حریف نابکار (ایسی خفگی آغا! تلوار میاں کن۔) شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے "!۔

سلہ رگوید۔ دیانندی بھاشیہ صفحہ ۷۰۔ سلہ ایضاً صفحہ ۲۱۶ ۔ سلہ اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۸۱۔
سلہ اردو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مصنفہ پنڈت دیانندجی صفحہ ۱۴۱۔

" اپنے راج کے پاس کا راجہ دشمن ہے اور اوس کی سیوا کرنے والا بھی دشمن ہے اوس راجہ کے ملک کے آگے جو راجہ ہے ۔ ۔ ۔ اور دوست سے آگے جو راجہ ہے وہ اداسین ہے " (منو۔ ۷ : ۱۵۸) ۵۱

پس صاف ظاہر ہے کہ سارا جہان آریوں کا دشمن ہے اور اون کا قتل کرنا، اون کے ملک کو چھین لینا جایز اور واجب ۔ ہم سرحد راجہ کو دشمن بتایا گیا ہے، تو ان کو قتل کرنا اوس کے ملک کو فتح کر لینا اوس کی سیوا کرنے والی رعایا کو تیغ بے دریغ کرنا لازم ٹھہرا؛ اور جب وہ ملک فتح ہو گیا تو جو دوست تھا وہ بھی دشمن ہو گیا ۔ اس طرح سارا جہان دشمن ہوتا جائیگا ۔ اور آریہ خوب خوب قتل و غارت، لوٹ مار کرتے جائینگے ۔ واہ یہ خوب قاعدہ کلیہ ہے، مختصر الفاظ میں اپنا مطلب حاصل ہو گیا، اور عام قتل و غارت کی اجازت مل گئی اور آریوں کے گل چہرے اڑنے لگے !

پھر لکھا ہے :—

" نیتی جاننے والا راجہ سب تدبیروں سے اپنے کو ایسا کرے کہ جس میں دوست و اداسین و دشمن یہ سب اپنے سے بڑے نہ ہونے پاویں ۔ (منو۔ ۷ : ۱۷۷) ۵۲

آریو ! دیکھو کیسا اخلاق کا خون ہو رہا ہے !! پھر لکھا ہے کہ :— ۔ ۔ ۔ ۔ " فتح کی خواہش کرنے والا راجہ خوف چھوڑ کر جب سب گرہ وشا اچھے ہوں تب لڑائی کرے " (منو۔ ۷ : ۱۹۷) ۵۳

" آتما اور بگیہ کے سامان اور استری اور براہمن انہوں کی حفاظت کرنیمیں اور میدان جنگ میں دھرم سے مارنے والے کو دوش نہیں ہوتا ۔ (منو۔ ۸ : ۳۴۹ ۔) ۵۴

" سزا سے حاصل کی ہوئی تمام دولت کو براہمن کو دیکر اور ملک بیٹے کو دیکر جنگ میں ترک قالب کرے " (منو۔ ۹ : ۳۲۳) ۵۵

آریو آنکھ پھاڑ کر دیکھو کیسی جنگ و جدل، مار دھاڑ کی ترغیب ہو رہی ہے ۔ پھر دیکھو لکھا ہے کہ :— " شستر یعنی ہتھیار و استر یعنی جو نشتر پکڑ کر چلایا جاوے، ان دونوں کا دھارن کرنا کشتریوں

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ اور ۱؎ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن انشنٹ انڈیا " مصنف پنڈت رمیش چندر دت صاحب صفحہ ۲۸۵ ۔ ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ اور ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۲۰۷ ۔ ۵۳ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ۵۴ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ۵۵ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب

چونکہ ہم کو جنگ و جدل، قتل و غارت کے تاریخی ثبوت میں ویدک شرتیں بھی نقل کرنی پڑینگی، اسلئے یہاں پہ اتنا ہی لکھکر "منوسمرتی" کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جسکو پنڈت دیانند جی قابل سند او معتبر مانتے ہیں۔

"جو راجہ لوگ میدان جنگ میں ایک دوسرے کو جوہر تیغ دکھلانے کی خواہش میں بے خوف و خطر بلاپشت نمائی اپنی تمام طاقت سے جنگ کرتے ہیں اور راحت پاتے ہیں۔ اس سے کبھی ہٹنا نہیں چاہئیے ہاں کبھی کبھی دشمنوں کو معلوم کرنے کی غرض سے اوس کے سامنے سے چھپ جانا واجب ہے۔ کیونکہ جس ڈھنگ سے دشمن کو مغلوب کرسکیں ویسے ہی کام کرنے چاہئیں جیسے شیر غضب ناک ہوکر سامنے آتا ہے۔ اور اسلحہ شعلہ زن سے فوراً ہلاک ہوجاتا ہے ویسے بیوقوفی کرکے نیست و نابود نہ ہوجائیں" (منو ۷-۸۹) ۵۱

"مطلب براری کے لئے سپہ سالار اور سپاہ کے دو حصہ کرکے فتح حاصل کرنا دو ٹیڈہ کہلاتا ہے" (منو ۷-۱۶۷) ۵۲ — واہ خوب مطلب براری ہے۔ :- پھر لکھا ہے :-

جو دھارمک راجہ ہو اوس سے کبھی مخالفت نہ کرے بلکہ اوس سے ہمیشہ میل رکھے اور بدکردار اگر طاقتور بھی ہو تو اوسکو مغلوب کرنے کے واسطے مذکورہ بالا تدابیر کو عمل میں لانا چاہیے" ۵۳

وید پہ عمل کرنے والے سے بڑھکر بدکردار اور کون ہوسکتا ہے۔ اور وید پہ عمل کرنے والے کے سوا اور کون دھارمک کہلا سکتا ہے۔

"جس راجہ کی خوشی میں لکشمی رہتی ہے اور پراکرم میں فتح اور غصہ میں موت وہ راجہ تمام تیجوں کا دھارن کرنے والا ہے" (منوسمرتی۔ (دھیائے ۷۔ اشلوک ۱۱۔) ۵۴

غصہ میں موت۔ واہ خوب! اندھی نگری چوپٹ راج !! اور طرفہ یہ کہ ایسے راجہ سے دشمنی کرنے والا ناش ہوجاتا ہے۔ اور ناش کرنے کا حکم بھی ہے۔

"جو آدمی موہ سے ایسے راجہ کے ساتھہ دشمنی کرتا ہے وہ ضرور ناش ہوجاتا ہے۔ ایسے آدمی کے ناش کے لیئے راجہ بہت جلد دل لگاتا ہے" (منو۔ ۷: ۱۲) ۵۵۔

الغرض مندرجہ بالا ویدک شرتیوں اور منوسمرتی کے حوالوں میں دشمنوں کے قتل و غارت کا عام حکم گذر چکا ہے اور آئیندہ بھی آئیگا۔ اسلئے دشمنوں کی آریئن تعریف سے بھی ناظرین کو آگاہ ہونا چاہیئے۔

---

۵۱ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۱۹۵ - ۵۲ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۲۰۶ - ۵۳ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰
۵۴ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۵۵ ״ ״ ״ سوامی دیال صاحب

جرّار اور کارگذار اور نامی گرامی ہو، تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قایم ہو اور تمہارا حریف ناہنجار شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے ...." (رگوید - اشٹک ۱ - ادھیائے ۳ - ورگ ۱۸ - منتر ۲ -) سلہ

"..... اے بھگوان! آپ کی عنایت سے ہماری تمام خواہشیں ہمیشہ سچی یا پوری ہوں یعنی تسخیر عالم اور اقبال وحشمت حاصل ہونیکی خواہش یا مراد بے اثر نہ ہو" (یجروید - ادھیائے ۲ - منتر ۱۰ -) سلہ

"ہمیں پُرزور شجاع کیجئے تاکہ ہم کشتری کے وصف وکمال اور خصلت کو حاصل کرکے عالمگیر حکومت پائیں ....." (یجروید - ادھیائے ۳۸ - منتر ۱۴) سلہ

وید کے بہت کچھ حوالے میں دیکھ چکا، اب براہمن کیطرف متوجہ ہوتا ہوں جو ویدوں کی مستند شرح اور تفسیر ہے ؛-

" میں پرمیشور کی عنایت سے سبہادھیکش (میر انجمن) کا رتبہ حاصل کروں، مانڈلک (ملک ملک کی) راجاؤں پر میری حکومت قایم ہو، تمام روئے زمین میری زیر نگیں ہو، میں درم اور الضاف سے سلطنت کی حفاظت کرتا ہوا اقبال و شوکت حاصل کروں، اپنی قوت بازو سے سلطنت فتح کروں، اور تمام راجاؤں کے درمیان اعلےٰ رتبہ اور شہرت پاؤں، اپنی سلطنت عظیم کے قیام کے لئے عمدہ انتظام کروں - اور عالمگیر حکومت کا سکھہ بھوگوں، اور تسخیر عالم کرکے رعایا کو قابو میں رکھتا ہوا نہایت اعلےٰ درجہ کے عالموں سے (دربار کو) آراستہ کروں، اور ہر قسم کے وصف وکمال اور عیش وراحت کو ترقی دیتا رہا پھلوں اور پھولوں" (انیتریہ برہمن - پنچکا ۸ - کنڈکا ۶ -) سلہ

" جس انسان کو راج کرنے کی اُمنگ ہو وہ مذکورہ بالا جملہ سامان حشمت واقدار سے سلطنت حاصل کرلے، اور بطریق ابھشیک تخت نشین ہوکر حفاظت رعایا میں مشغول ہو، ایسا شخص تمام لڑائیوں میں فتح پاتا ہے اور سب جگہ فتح وکامرانی اور اعلے لوک (سکھ یا مقام) کو حاصل کرتا ہے، تمام راجاؤں میں شرف عزت اور دشمنوں پر فتح پاکر خوشی اور دشمنوں کو زیر کرکے رعب حاصل کرتا ہے، اور اپنی مشیر ومعاون سبھاؤں کے ذریعہ سے بطریق مذکور تسخیر عالم سے سامان راحت، حفاظت رعایا، پُر رعب وداب اعلےٰ حکومت اور مہاراج ادھیراج کا درجہ حاصل کرتا ہے، اور ملک کو فتح کرکے اس دنیا میں چکرورتی یعنی تمام

سلہ رگوید آدی بہاشیہ بھومکا صفحہ ۹۵ - سلہ رگوید آدی " " " " صفحہ ۹۵ -
سلہ " " " " صفحہ ۹۶ - سلہ " " " " صفحہ ۱۲۴ :

کا کرم ہے ۔۔۔۔" (منو ۔ ۱۰ : ۷۹) ؎۱

"اسلحون سے فتح کا حاصل کرنا لڑائی میں نہ بھاگنا یہہ دو نو کام راجہ کا دہرم ہے ۔۔۔۔" (منو ۔ ۱۰ : ۱۱۹) ؎۲ ۔

اَئیتریہ براہمن میں لکھا ہے :۔

"۔۔۔۔ کل جانداروں کا پر شجاعت کشتری حاکم یعنی سبھا دھیکش (میر انجمن) پاپی یا جرائم پیشہ رعیت کے لوگوں کو کھانے یا فنا کرنے، دشمنوں کے شہر کو غارت، بدوں کو قتل ویدوں کی حفاظت اور دہرم کی حمایت کرنیکے لیئے پیدا ہوا ہے ۔۔۔۔" (اَئیتریہ براہمن پنجکا ۸ ۔ کنڈکا ۱۴) ؎۳

فصل دوم

(تمام عالم کے فتح کرنیکی ترغیب)

تمام عالم کے فتح کرنے کی ترغیب دیکر ویدنے ایک عام کشت و خون قتل و غارت کا دروازہ کھول دیا ہے

"۔۔۔۔ میں تجھے پرمیشور کی غیر متناہی قدرت اور علم و معرفت کے خزانہ سے جاہ و جلال اور عالمگیر حکومت اعلےٰ ناموری اور نیک سیرت حاصل کرنے اور فرائض سلطنت کو انجام دینے کے لئے مقرر کرتا ہوں" (یجروید ادھیائے ۲۰ ۔ منتر ۴ ۔) ؎۴

"اے مہاراج ادھیراج پرمیشور! یہہ قدیم اور اٹل راج دھرم سے ہمو لازوال اور گونا گوں تیرا ہی ہے آپ کے فضل و کرم سے یہہ ہمیں حاصل ہو" (اسطرح التجا کرنے پر ایشور آشیرباد دیتا ہے کہ) "ہمیری پیدا کی ہوئی تمام روئے زمین تمہارے تابع ہو" (اتھروید ۔ کانڈ ۶ ۔ انواک ۱۰ ۔ ورگ ۶۸ ۔ منتر ۲) ؎۵

"اے انسانو! تمہارے آیدھ یعنی توپ بندوق وغیرہ آتش گیر اسلحہ اور تیر، کمان، تلوار وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں، بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو، تم مضبوط، طاقتور اور کارنمایاں کرنیوالے ہو، تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر انہیں روگرداں و پسپا کرو، تمہاری فوج

؎۱ منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ؎۲ منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ؎۳ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۴۵ ۔ ؎۴ ،، ،، صفحہ ۱۴۰ ۔ ؎۵ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا ۔ صفحہ ۱۴۲ ۔

"ہم لوگ کمان سے مویشیوں کو جیتینگے، ہم لوگ کمان سے فتح کرینگے، ہم لوگ کمان سے وحشی اور مغرور دشمن کو فتح کرینگے! ایسا ہو کہ کمان دشمن کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دے، ہم کمان سے اپنی تسخیر کو ہر طرف پھیلائینگے!" (رگوید۔ ۶ : ۷۵ : ۲) سلہ

اب دیکھو کہ شت پتھ براہمن میں اس کے متعلق کیا لکھا ہے :۔

"کشتری کی بہادری اور شجاعت یہی ہے کہ جنگ کرے کیونکہ اوس کے بغیر اعلےٰ دولت اور عزت حاصل نہیں ہو سکتا" (شت پتھ براہمن۔ کانڈ ۱۳۔ ادھیائے ۱۔ براہمن ۵) سلہ

پھر پنڈت دیانند جی لکھتے ہیں کہ "نگھنٹو ادھیائے ۲۔ کھنڈ ۱۷ میں سنگرام (جنگ) اور مہادھن (دولت عظیم) کو مترادف بنایا ہے۔ چونکہ جنگ سے بیشمار دولت حاصل ہوتی ہے، اسلئے اوسکا نام مہادھن ہے۔ جنگ کے بغیر اعلےٰ عزت اور دولت کثیر حاصل نہیں ہوتی" سلہ

اب دیکھو کہ منوجی کا بھی یہ فرمان ہے کہ "بگلا کی طرح اپنے مال پر غور کرے، شیر کی مانند پراکرم کرے، بھیڑیا کی طرح چیزوں کو لیوے اور خرگوش کی طرح بھاگے" (منو۔ ۷ : ۱۰۶) سلہ

آریو! اب شرم کے مارے منہ چھپا لو اور ہرگز اسلام پر اعتراض کرنے کا نام نہ لو تم ہرگز اسلام پر کوئی الزام ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اولٹا تمہارے ہی وید مقدس پر الزام ہو جائیگا اور وید کا پول ظاہر ہو جائیگا۔

فصل چہارم

(لوٹ کے مال کی تقسیم)

پنڈت رمیش چندر دت صاحب لکھتے ہیں کہ "رتھ، گھوڑے، ہاتھی، غلہ، مویشی اور عورتیں جو جنگ میں لوٹی جائیں وہ لوٹنے والے ہی کا انعام ہیں" سلہ

چنانچہ منوسمرتی میں بھی لکھا ہے کہ "رتھ، گھوڑا، ہاتھی، چھتری، دھن دھانیہ، چارپایہ، عورت اور تمام دولت سوائے سونا اور چاندی کے سیسا پیتل وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے۔

سلہ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا۔ مصنفہ پنڈت رمیش چندر دت صفحہ ۷۰ سلہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۴۶ سلہ رگوید آدی رر صفحہ ۱۴۶ سلہ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔ سلہ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن

آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا مصنفہ پنڈت رمیش چندر دت صفحہ ۱۷۵

روے زمین کا شہنشاہ بنجاتا ہے، اور جسم چھوڑنے کے بعد سورگ لوک یعنی عین راحت، قائم بالذات اور نور مطلق پرمیشور کو پاکر موکش کا سُکھ اور تمام مرادیں حاصل کرتا ہے، اوس کی سب مرادیں بر آتی ہیں، اور اوسے موت اور بڑھاپا نہیں ستاتا۔۔۔۔۔۔ " ۔ (اتیریہ برہمن۔ پنچکا ۸۔ کنڈکا ۱۹۔) ۵۱

پھر تیتریہ آرنیک میں لکھا ہے کہ " اے قادر مطلق پرمیشور! اپنے ظلِ حمایت میں ہم آپ کی مدد وعنایت سے باہم ایک دوسرے کی حفاظت کریں، اور ہم سب بڑی محبت سے ملکر اعلیٰ درجہ کی حشمت واقبال یعنی تسخیر عالم وغیرہ سامان (راحت) حاصل کرکے ہمیشہ آپکے فضل وکرم سے آنند بھوگیں۔۔۔۔ " (تیتریہ آرنیک ۔ پر پاٹھک ۹ ۔ انواک ۱) ۵۲

منو سمرتی میں بھی بلاوجہ تسخیر ممالک کا حکم ہے:۔

" راجہ اس طریق سے کاربائے مشمولۂ دھرم کو اچھی طرح سے کرتا ہوا اُن ملکوں کے فتح کرنے کی خواہش کرے جو کہ فتح نہیں ہوئے، اور پھر ممالک مفتوحہ کی پرورش کرنے کی خواہش کرے " (منو۔ ادھیائے ۹۔ اشلوک ۲۵۱) ۵۳

فصل سوم

{لوٹ مار کی ترغیب}

" جسطرح لوگ چور کے پیچھے، جسنے کوئی لباس چرایا ہو، غل وشور کرتے ہیں اوسی طرح دشمن دَدِھکر (مقدس جنگی گھوڑے) کو دیکھکر چیختے اور چلاتے ہیں۔ جسطرح چڑے باز کو اُڑتے دیکھکر چلاتے ہیں، اسیطرح دشمن دَدِھکرے (مقدس جنگی گھوڑے) کو چارا اور مویشی کی لوٹ کی تلاش میں سرپٹ دوڑتے ہوئے دیکھکر شور مچانے لگتے ہیں " ۔ (رگوید۔ ۴۔ ۳۸: ۵) ۵۴

پھر فاضل پنڈت رمیش چندر دت صاحب لکھتے ہیں کہ " چوتھے منڈل کی سولھویں رگ میں لکھا ہے کہ اندر نے وسیو کو جو دغاباز اور کافر تھا، " کتا کو دولت مرحمت فرمانے کے لئے قتل کرڈالا " ۔ (منتر ۹) ۵۵ ۔

---

۵۱ رگویاد ی بھاشیہ بھومکا ۔ صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ ۔ ۵۲ رگویدآدی بھاشیہ بھومکا ۔ صفحہ ۱ ۔ ۵۳ منوسمرتی مترجمہ منشی ۔۔۔ صاحب ۔ ۵۴ و ۵۵ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا ۔ مصنفہ پنڈت رمیش چندر دت ۔ صفحہ ۵۵ ، ۵۶ اے ہسٹری آف " " " " " " صفحہ ۵۵

یا دوسرے کا دیا ہوا، بزرگوں سے چلا آیا ہوا غلام، سزا کے طور پر غلام بنایا ہوا۔(منو-۸-۴۱۵) ہمارا نوٹ ۵۱

قیدیان جنگ کے غلام و کنیز بنانے کا حکم تمکو معلوم ہو چکا، اب اس ظلم کو بھی ذرا نظر انصاف دیکھو کہ جو کچھہ وہ کما کما کر حاصل کریں وہ بھی برہمن اور اونکے مالک لیلیویں، اسمیں کچھہ بچار نہ کریں اور اسکو اپنی ماں کا دودھ سمجھیں:۔

"براہمن داس شودر سے دولت لے لیوے، اوسمیں کچھہ بچار نہ کرے، کیونکہ وہ دولت کچھہ اوس کی ملکیت نہیں ہے، وہ بے زر ہے، وہ جو دولت فراہم کرے اوس دولت کا مالک اسکا سوامی ہے" (منو-ادھیائے ۸-اشلوک ۴۱۷) ۵۲

فصل پنجم

(چارا، لکڑی، خوراک وغیرہ اسباب خراب و برباد کرنیکا حکم)

اب ذرا ویدک اخلاق کو بھی ملاحظہ فرماؤ کہ کیسی قابل شرم اور وحشیانہ کارروائی کا پرمان (حکم) دیتا ہے:۔

"کبھی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ کرکے روک رکھے اور اُس کے ملک کو تکلیف پہونچا کر چارا (مار اج! گئو ماتا کیا کھائیگی؟) خوراک پانی اور ہیزم کو تلف اور خراب کر دیوے (ہے! ارحم مجسم سماجیو! ایسا غضب مت کرو۔) -(منو-۷-۱۹۵)" ۵۳

عام رعیت کو تکلیف دینا ظلم اور چارا، لکڑی، پانی وغیرہ کو خراب و تلف کر دینا وحشت اور جہالت ہے۔

لالہ سوامی دیال صاحب نے اشلوک نمبر ۱۹۵ و ۱۹۶ کا اسطرح ترجمہ کیا ہے:۔

"دشمن قلعہ میں رہے یا باہر رہے اور جنگ بھی نکرتا ہو لیکن اوسکو گھیرے رہے، اور اُسکی

۵۱ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا - صفحہ ۵۹۲ - ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب
۵۳ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۲۱۱ -

وہی اوسکا مالک ہوتا ہے - سونا چاندی، زمین وغیرہ جو عمدہ چیزیں فتح ہوں اُنکا فتح کرنیوالا اپنے راجہ کو دیوے، یہہ وید میں لکھا ہے - اور راجہ اوس چیز کو اون سب پہلوانوں کو تقسیم کرے جنہوں نے ملک فتح کیا ہوئے (منو - ۷: ۹۶ و ۹۷) ۵۱

اسکو پنڈت دیانند جی نے بھی کچھہ تغیر کے ساتھہ یوں نقل کیا ہے :-

"اس آئین کو کبھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھوڑا، ہاتھی، چھتر، دولت، رسد، گائے وغیرہ جانور نیز عورات (ہیں، پنڈت جی! یہہ کیا؟) اور دیگر سب قسم کا مال ومتاع اور گھی تیل وغیرہ کے کپّے فتح کئے ہوں وہی اوسکو لیوے - لیکن فوج کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیویں، اور راجہ بھی اوس دولت میں سے جو سب نے ملکر فتح کی ہو سولہواں حصہ فوج کے سپاہیوں کو دیوے - اور اگر کوئی لڑائی میں مر گیا ہو تو اوس کا حصہ اُسکی عورت اور اولاد کو دیوے ..... " (منو - ۷ - ۹۶ و ۹۷) ۵۲

پھر اس تقسیم کا دہرم سے ہونا بھی لکھا ہے :-

"تقسیم میں، ملازمین میں، دفینہ ملا، جو خرید کیا گیا، جو فتح سے ملا، جو بیوہار کرنے سے ملا، جو کام کرکے ملا، جو اچھے آدمیوں سے دان لینے سے ملا - اِن سات قسم کی دولت کا ملنا دہرم سے شامل ہے" (منو - ادھیائے ۱۰ - اشلوک ۱۱۵) ۵۳

قیدیان جنگ غلام ہیں

اب ذرا آنکھہ پھاڑ کر دیکھو کہ قیدیان جنگ کے غلام و کنیزک بنانے کا کیسا صاف حکم ہے -

"دھوجا ہرت (جسکو جنگ سے فتح کرکے لائے)، بھگت داس (یعنی بھوجن کے واسطے داس کرم کو منظور کرنے والا)، گھرج داسی سے پیدا ہوا، مول لیا ہوا، دان میں ملا ہوا، بزرگوں سے چلا آیا، ڈنڈ داس (یعنی کسی قصور کی سزا کے عوض میں داس بھاؤ کو منظور کرنے والا)، یہہ ساتو بھی داس ہی ہیں" (منو - ۸: ۴۱۵) ۵۴

چنانچہ پنڈت رو میش چندر دت صاحب لکھتے ہیں کہ "غلام سات قسم کے مانے گئے ہیں، یعنی قیدیان جنگ، روزانہ بھوجن کے لئے کام کرنیوالا، گھر میں پیدا ہوا غلام، غلام خرید اہوا

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۵۲ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۶ - ۵۳ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۵۴ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب -

پھر لکھا ہے کہ " راجہ سمبہ مہینہ اگھن میں دشمن کے اوپر جاترا کرے خواہ پھاگن یا چیت میں اپنی فوج کے موافق جاترا کرے ۔ دوسرے وقت پر بھی جب یقیناً اپنی فتح جانے تب بگاڑا کرکے جاوے اور دشمن کے اوپر جب دکھہ دیکھے تب بھی جاوے " (منو ۔ ۷ : ۱۸۲ و ۱۸۳) ؂۵۱

فصل ہفتم

{شہوت رانی اور جانوروں سے بدفعلی کی اجازت و ترغیب}

" کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھہ محل میں بہار کرے ، اُسکے بعد بوقت موقع پھر امور سلطنت کو دیکھے " (منو ۔ ۷ : ۲۲۱) ؂۵۲

ناظرین! یہ نہ سمجھو کہ یہہ کل عورتیں راجہ صاحب کی اپنی بیوئیاں ہیں نہیں ، بلکہ یہ شہوت رانی ہی کی غرض سے محل میں رکھی گئی ہیں ، کیونکہ راجہ صاحب کو سوا ایک عورت کے اور کسی سے بیاہ کرنے کی اجازت نہیں ۔ دیکھو لکھا ہے کہ :۔

" اسقدر کام کرنے یعنی برہم چریہ سے تحصیل علم کرنے اور یہاں تک راج کے کام کو انجام دینے کے بعد خوبصورت نیک اوصاف ، نہایت دلکش ، عالی خاندان ، نیک خصائل ، اچھے کشتری گھرانے کی لڑکی سے جو علم وغیرہ اوصاف عمل اور مزاج میں اُسکے مانند ہو شادی کرے ، اور ایسی ایک ہی عورت کے ساتھہ شادی کرے ۔ ۔ ۔ ۔ " (منو ۷ ۔ ۷۷) ؂۵۳

خیر ، پھر لکھا ہے کہ " جو عورت خوبصورت اور صاف زیور پہننے والی اور ایک دل رہنے والی اور استحان کی ہوئی ہو وہ پنکھا اور پانی اور دھوپ اور اسپرس یعنی چھونا ان سب کاموں کو کرے " (منو ۔ ۷ : ۲۱۹) ؂۵۴

صاف زیور رکھنے کے ساتھہ خوبصورت بھی ہے ا پھر تو مزا ہی مزا ہے اور چین ہی چین لکھتا ہے !!

؂۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ؂۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔
؂۵۳ ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۱۹۲ ۔ ؂۵۴ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔

راج کو تکلیف دے، اور گھاس اور لکڑی اور پانی انہوں میں ناکارہ چیز ڈالکر خراب کرے۔
تالاب و قلعہ و بالاخانہ و کھائیں ان سب کو کھود ڈالے۔ بے خوف دشمنوں کو باخوف کرے، اور برچھی لیکر ران کو دھکا نام باجہ کی آواز سے زیادہ تکلیف دے" (منو۔ ۷: ۱۹۵ و ۱۹۶) ۵۱

آریو! بایں وحشت و جہالت، ظلم و تعدی تم دعوی کرتے ہو کہ ہم تہذیب یافتہ اور سیویلائیزڈ تھے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

فصل ششم

(صلح میں دھوکا دینا، دغابازی و فریب کرنا)

تم دیکھ چکے ہو کہ قرآن کریم صلح کا حکم دیکر کس شد و مد سے اُسپر قایم رہنے کی تاکید کرتا ہے، اب اُسکے مقابلہ میں ذرا ویدک اخلاق کو بھی ملاحظہ فرماؤ۔

"جب یہ معلوم ہو جاوے کہ فوراً لڑائی کرنیسے کسی قدر تکلیف ہوگی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ضرور ہوگی تب دشمن سے میل کرکے وقت مناسب تک صبر کرے۔ جب اپنی تمام رعایا یا فوج کو غایت درجہ خوشحال، ترقی پذیر سعادتمند جانے اور ویسا ہی اپنے کو بھی سمجھے تب دشمن سے جنگ یعنی وگرہ کر لیوے" (منو۔ ۷۔ ۱۶۹ و ۱۷۰) ۵۲

سماجیو! منہ نہ چھپاؤ، صاف کہدو کہ یہ حد درجہ کی بے ایمانی ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا دغابازی ہوگی کہ جب خود کمزور ہو جائے، تو میل کرے، اور جب پھر طاقتور ہو جائے، تو سارے عہد و پیمان پر خاک ڈالکر اپنی مطلب برآری کے لئے لڑنے کیلئے تیار ہو جائے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

لالہ سوامی دیال صاحب ان اشلوکوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

"جب لڑائی کے پیچھے اپنی لڑائی کو یقیناً جانے اور اسوقت تھوڑے ہی دھن وغیرہ کا نقصان دیکھے تب صلح کرے۔ جب اپنی پرکرت کو بلوان دیکھے اور اپنے کو نہایت اونچا دیکھے تب بگاڑ کرے (منو۔ ۷۔ ۱۶۹ و ۱۷۰) ۵۳۔

۵۱ منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔ ۵۲ ستیارتھ پرکاش۔ صفحہ ۲۰۲۔ ۵۳ منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔

پاک کرے "(منو۔ ۹: ۲۰) ؎۱

استغفراللہ! کیا بری تعلیم ہے!

اب ذرا مسئلہ نیوگ کو دیکھو، جو کھلی زناکاری اور دلیرانہ زناکاری ہے۔ وید مقدس کا فرمان ہے کہ:۔

अन्यमिच्छस्व सुभगे पतिं मत् ॥ ऋ० मं० १०

१० । सू० १० । मं० १० ॥

(ترجمہ دیانندجی)

"جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو، تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت! تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہیں ہو سکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے، لیکن اوس بیاہے مہاشے خاوند کی خدمت میں کمربستہ رہے۔ ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ امراض میں مبتلا ہو کر تولد اولاد کی خواہش مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجئے۔"

(رگوید۔ منڈل ۱۰۔ سوکت ۱۰۔ منتر ۱۰) ؎۲

دیکھو، اس منتر میں جو رگوید کے دسویں منڈل کا منتر ہے آریہ صاحبوں کا پرمیشور بڑی دیا اور کرپا سے ارشاد فرماتا ہے کہ جب تم میں اولاد جنانے کی طاقت نہ رہے یا نطفہ کی خرابی وغیرہ کی وجہ سے اولاد نہ ہو، تو اپنی بیوی کو کہدو کہ پتر لینے کے لئے کسی دوسرے شخص سے ہمبستر ہو۔ استغفراللہ کیا بری تعلیم ہے۔ کہ اولاد کی خاطر اپنی بیاہی بیوی سے زنا کراتے رہو۔!!

ناظرین! تم دیکھ سکتے ہو کہ یہ اولاد کے بہانہ سے کیسی کھلی زناکاری اور دیوثانہ زناکاری کی تعلیم ہے۔ شوہر کے جیتے جی اوسکے گھر میں، اوسی کی بیوی رہ کر، اوسکی سیوا کرتے ہوئے دوسرے

؎۱ منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔ ؎۲ ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ پنڈت رحیم داس جی آریہ سبھا سدو لالہ آتما رام جی سابق منتری و اُپدیشک سبھا مذکور الذیل۔ حسب تجویز شرمنی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب۔ صفحہ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔

راجہ صاحبوں کا بھوگ تو ملاحظہ فرما چکے، اب دیکھو کہ عام شہوت رانی کی کیسی صاف صاف ترغیب دی گئی ہے:۔

"اپنی ذات سے اونچی ذات کو چاہنے والی کنیا تھوڑا بھی ڈنڈ نہیں پا سکتی ...." (منو۔ ۸: ۳۶۵) ۵۱۔

پھر لکھا ہے کہ "۔۔۔۔ خواہش کرنے والی ہم قوم کنیا کو کچھہ دیکر اُس سے جماع وغیرہ (وغیرہ شاید کہیں خلاف وضع فطری کے لئے نہ ہو!) کرنیوالا سزا کے لائق نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کنیا کا باپ راضی ہو تو کچھہ معاوضہ دیکر شادی کرے" (منو۔ ۸: ۳۶۶) ۵۲

آریو! ذرا غور تو کرو کہ یہ کیسی کیسی گندہ تعلیمیں تمہاری مقدس کتابوں میں درج ہیں! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان گندہ تعلیموں کو ایک دفعہ ترک کرکے صاف اور سیدھے راستہ پر چلے آؤ؟ مگر نہیں، تم تو اور اڑتے ہو، اور نیوگ کے مسئلہ پر بے جا ضد کرتے ہو! خیر پھر لکھا ہے کہ:۔

"۔۔۔۔ نفسانیت و بدچلنی ان سب کو منو جی نے شروع پیدائش میں عورتوں کو دیا، اسلئے تدبیر سے حفاظت کرنا چاہیے" (منو۔ ۹: ۱۷) ۵۳

"بدفعلی کرنا عورتوں کی عادت ہے۔ یہہ وید میں پہلے لکھا ہے، ...." (منو۔ ۹: ۱۹) ۵۴

بدفعلی و بدچلنی کو عورتوں کی فطرت و عادت میں داخل کرنا محض غلط اور بدفعلی کی ترغیب ہے جب بیچاری عورتوں کی فطرت ہی میں یہ داخل ہے کہ وہ بدفعلی کریں" تو وہ ضرور بدفعلی کرنے میں معذور ہیں۔ یہ گندہ ترین تعلیم اور سخت ترین ترغیب اس امر کی ہے کہ عورتیں بلا دریغ بدفعلی کیا کریں۔

پھر لکھا ہے کہ "اپنی والدہ کی بدفعلی باطنی دیکھکر کہنا چاہیئے کہ میری والدہ نے غیریت برتا ہو کر غیر مرد میں رغبت کیا، تو والد کے رُج روپ (یعنی صورت نطفہ) اور غیر مرد کو میرا الد

---

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔ ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب۔
۵۳ " " " " ۵۴ " " " "

سے گندھرو جو دوسرے پیچھے تیسرا خاوند ہوتا ہے، وہ بہت حرارت رکھنے سے اگنی نام والا، اور جو تیسرے چوتھے سے لیکر گیارہویں تک نیوگ سے خاوند ہوتے ہیں وے منش نام سے موسوم ہوتے ہیں ۔ (رگوید۔ منڈل ۱۰۔ سوکت ۸۵ منتر ۴۰۔)

اور جیسے اس منتر سے گیارہویں مرد تک عورت نیوگ کرسکتی ہے، ویسے مرد بھی گیارہویں عورت تک نیوگ کرسکتا ہے "۵۱

واہ! اس نیوگ میں تو خوب لطف ہے کہ ہر ایک نئی رات میں نیا آشنا موجود ہوسکتا ہے۔ اس ہدایت کی رو سے جو اوپر گذر چکی یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی آریہ کی عورت اپنے شوہر سے اولاد نہ ہونے کی حالت میں اولاد حاصل کرنے کے لئے صبح کو کسی غیر مرد سے ہمبستر ہو کر اسکی منی ہتھیلی اور ناقابل اولاد پاوے، تو دوپہر کو کسی اور بیرج داتا کے ساتھ سوئے، اور اگر دوپہر والا بھی اس نقص سے خالی نہ ہو، اور ایسی تسلی نہ کرسکا ہو، جس سے اولاد کی امید ہوسکتی ہو، تو شام کو کسی اور سے ہمبستر ہوجاوے، اور اگر شام والا بھی ناتمام نکلے تو رات کو اسی آزمائش کے لئے کسی اور جوان کے آگے پڑے۔ اے ناظرین! ذرا دیکھو تو کہ اس میں اور بیسوا کے پیشہ میں کیا فرق ہے؟

پھر پنڈت دیانندجی تحریر فرماتے ہیں کہ " (سوال) جب ایک بیاہ ہوگا، ایک مرد کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کے لئے ایک مرد رہے گا۔ اس عرصہ میں عورت حاملہ دائم المریض ہوجائے، اور دونوں کا عالم شباب ہو اور رہا نہ جائے، تو پھر کیا کریں؟

(جواب) اسکا جواب نیوگ کے مضمون میں دیچکے ہیں۔ اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے نرہا جائے تو کسی سے نیوگ کرکے اسکے لئے اولاد پیدا کردے" ۵۲

آریو! یاد رہے کہ پنڈت صاحب کی اس تحریر سے یہ بھی ظاہر ہوگیا ہے کہ صرف اولاد ہی کے بہانہ سے نیوگ کی اجازت نہیں، بلکہ محض جوش شہوت کے فرو کرنے کے لئے بھی نیوگ جائز ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کیونکر جائز ہوتا کہ ایک مرد، باوجودیکہ اُسکی عورت حاملہ ہے۔ پھر غیر عورتوں سے نیوگ کرتا پھرے؟ پس صاف ظاہر ہے کہ نیوگ ایک بہت بڑا ذریعہ شہوت رانی کا ہے اور کھلی شہوت رانی ہے

۵۱ ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۱۵۴۔ ۵۲ ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۱۵۷۔

مردوں سے ہمبستر ہونا زنا نہیں تو اور کیا ہے ؟ اور دوسرے کی بیاہتا عورت سے اولاد بخشی کے بہانہ سے ہمبستری کرنا کھلی زنا کاری نہیں تو اور کیا ہے ؟ اور طرفہ یہ کہ یہ زنا کاری اسوقت تک جاری رہیگی، جبتک لڑکا نہ پیدا ہو جائے، کیونکہ بہانہ تو لڑکے ہی کا ہے، اور صرف ایک بچہ نہیں، بلکہ جبتک دس بچے نہ ہولیں یہی کارروائی جاری رہے گی ۔ دیکھو غور کرو اس منتر پر:-

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترجمہ دیانندجی

اے ویرج سینچنے کے قابل طاقتور مرد! تو اس بیاہی عورت یا بیوہ عورتوں کو نیک اولاد والی اور خوش نصیب کر ۔ اس بیاہی عورت میں دس اولاد پیدا کر، اور گیارہواں عورت کو مان ۔ اے عورت! تو بھی بیاہے مرد یا نیوگ شدہ مردوں سے دس بچے پیدا کر اور گیارہواں خاوند کو سمجھ۔ (رگوید ۔ منڈل ۱۰ ۔ سوکت ۸۵ منتر ۴۵ ۔) ستھ

اور صرف ایک ہی مرد سے نیوگ کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ اپنے حقیقی مرد کے سوا دس غیر مردوں سے بھی وہ ہمبستر ہو سکتی ہے:-

(سوال) ایک عورت بامرد کتنے نیوگ کر سکتے ہیں، اور بیاہے اور نیوگ شدہ خاوند کے نام کیا ہوتے ہیں؟

{ جواب (وید مقدس دیتا ہے) }

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اے عورت! تجھکو جو تیرا پہلا بیاہا خاوند ملتا ہے اسکا نام کنوارپن وغیرہ اوصاف والا ہونے سے سوم ہے جو دوسرا نیوگ سے حاصل ہوتا ہے وہ گندھرو ۔ ایک عورت سے ہمبستری ہو چکنے

ستھ ستیارتھ پرکاش ... نوٹ ... تحریر میں اگر کوئی لفظ صحیح ہو تو آریہ صاحبان مطلب سے غرض رکھیں

قوت سے نا قابل ہو جس سے اولاد پیدا ہو سکے تو وہ اپنی بیوی کو اجازت دیدے کہ وہ کسی دوسرے سے اولاد حاصل کرے، تب ایک غیر شخص اُسی گھر میں جہاں اوس عورت کا خاوند رہتا ہے، اُسکی بیوی سے ہمبستر ہووے، اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی سال تک اور جبتک کہ دس نرینہ بچے پیدا نہ ہو جائیں وہ اوس سے ہمبستری کرتا رہے، اور نہ صرف ایک ہی غیر مرد بلکہ دس غیر مردوں سے وہ عورت حسب ضرورت و حسب خواہش بدفعلی کرتی رہے؟ مگر ساتھہ ہی یہہ بھی حکم ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت اور سیوا میں بھی لگی رہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُسی گھر میں اوس دیوث خاوند کا رہنا بھی ضروری ہے، جسکی عورت سے دن رات ایک اجنبی اُسکی آنکھوں کے سامنے بدکاری کر رہا ہے۔ اے آریو! کیا تم ایسی دیوثی قبول کرتے ہو؟ شاید تم قبول کرتے بھی ہو، کیونکہ تمہارے ہی آبا و اجداد تو تھے جو بڑی خوشی سے بیرج داتاؤں سے اپنی عورتوں کو خراب کرایا کرتے تھے، مگر باغیرت قوم ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتی، اور ایسی تعلیموں اور ایسی کتابوں اور ایسے مہاشاؤں پر لعنت بھیجتی ہے۔

اور کیا تم یہ قبول کرتے ہو کہ اگر تمہاری عورت کو صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوں، یا بچے پیدا ہو کر مرجایا کریں، اور اوس میں تمہاری قوت کا قصور ہو، تو تم اپنی بیوی کو اجازت دو کہ نیوگ کرا دے، اور کسی بیرج داتا کو بُلاوے، اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے یعنی اوسی گھر میں جس گھر میں تم رہتے ہو تمہاری عورت سے صحبت کرے، اور ایک دراز مدت تک کرتا رہے؟

اور کیا تمہاری انسانی حمیت اور غیرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ تم اگر تجارت و دھرم وغیرہ کے لئے کسی اور ملک میں جاؤ، تو تمہاری بیوی کچھہ مدت صبر کر لینے کے بعد دوسرے غیر مرد سے آشنائی جوڑ لے، اور بچے پیدا کراتی اور اپنی شہوت کو بجھاتی رہے، اور تم کو اپنی اور اپنے حرامی بچوں کی خیریت سے مطلع کرتی رہے، اور تم اوس پر اظہار مسرت کرتے رہو، اور جب تم آؤ تو اون بچوں کو بڑی فیاضی، خوشی اور عالی حوصلگی سے اپنا بچہ سمجھو؟ شاید تم ان باتوں کو موروثی حصہ ہونے کی وجہ سے قبول کرلو اور خفیہ قبول کرتے بھی ہو، مگر باغیرت قوم ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔

اے آریو! کیا تمہاری غیرت اسبات کو قبول کرتی ہے کہ تم اگر اپنی یا اپنی بیوی کی بدمزاجی کی وجہ سے اپنی بیوی کو تکلیف دو، تو وہ تمہیں فوراً چھوڑ کر دوسرے غیر مرد اور مردوں سے ہمبستری کرنے، اور کرتی ہی رہے، جبتک دس نرینہ بچے نہ ہو لیں، اور اون حرامی بچوں کو تمہارے سر تھوپتی جائے، اور

پھر اور سنو کہ بغیر بیماری و حمل وغیرہ کے بہانہ کے صرف شوہر و بیوی کے الگ ہو جانے اور بدزبانی اور اولاد نرینہ نہ ہونے وغیرہ کے بہانہ سے بھی نیوگ جائز ہے:-

" اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے ملک میں گیا ہو، تو بیاہی عورت آٹھ برس، اور اگر علم و نیکنامی کے لئے گیا ہو، تو چھ برس، اور دولت وغیرہ بھوگ کے لئے گیا ہو، تو تین برس تک انتظار کر کے پھر نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے " (منو - ۹ : ۷۶) ۵۱

خوب! بہت اچھی ترکیب ہے! دھرم، علم، اور دولت بھی حاصل ہو گئی، اور کھیت بھی پڑتی نہیں رہا۔ جب گھر آئے تو مفت کا لڑکا بھی موجود ہے۔ واہ کیا کہنے ہیں !!

پھر پنڈت دیانند جی لکھتے ہیں کہ " ایسے ہی مرد کے لئے بھی قاعدہ ہے کہ۔

" عورت بانجھ ہو تو آٹھویں برس (بیاہ سے آٹھ برس تک عورت کو حمل نہ ٹھہرے) اولاد ہو کر مر جائے تو دسویں برس، جب جب اولاد ہو تب تب لڑکیاں ہی ہوں لڑکے نہ ہوں، تو گیارہویں برس تک اور جو بدکلام بولنے والی ہو، تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے " (منو - ۹ : ۸۱) " ۵۲

آریو! تم تو اسکو بدکلامی وغیرہ کے بہانہ سے چھوڑ کر دوسری عورت سے اپنی شہوت فرو کر لو گے، مگر وہ بیچاری کیا کرے گی؟ ہاں! ہاں!! تمکو اسکے لئے بھی ایک بدکلام مرد تلاش کرنا ہو گا۔ پھر کیا بات ہے، نو ہی مہینہ میں دو دو بچے، اور لطف یہ کہ نان و نفقہ صرف ایک ہی عورت کا!۔

پھر لکھتے ہیں کہ " ایسے ہی اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو، تو عورت کو چاہئے کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرا اولاد پیدا کر کے اسی بیاہے خاوند کے وارث اولاد کرے " ۵۳

شرم! شرم!! شرم!!! تف ہے ایسی تعلیموں اور ایسی تعلیم دینے والوں پر!

آریو! تم دیکھتے ہو کہ پنڈت دیانند جی، تمہارے ریفارمر نے وید وغیرہ مستند کتب کے حوالہ سے کیا کچھ لکھا ہے؟ کیا تمہارا کانشنس، تمہاری غیرت اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ تم ایسی کتابوں اور ایسی تعلیموں کو خدا کی طرف سے سمجھو؟ کیا تم اس بات کو قبول کرتے ہو کہ اگر تم میں کا کوئی مرد اس مرد کی

۵۱ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۱۵۵ - ۵۲ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۱۵۵ -
۵۳ ستیارتھ پرکاش - صفحہ ۱۵۵ -

نہیں چاہتا کہ اُسکے بندوں میں زنا پھیلے اور حرامی اولاد پیدا ہو۔ ایسے بیٹے کی خواہش پر بھی ہزار لعنت ہے جسکی والدہ اپنا عزیز خاوند چھوڑ کر دوسرے کے آگے پڑتی ہے، اور تُف ہے اوس اولاد پر جو حرامکاری کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ عزیزو! ذرا سوچو، کہاں ہے تمہاری شرافت، کہاں ہے تمہاری انسانی حمیت، کہاں ہے تمہارا کانشنس؟ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہوگا، وہ تمہاری خو بو کہاں سے لائیگا؛ وہ تمہارے جوہر بدن سے حصہ کیونکر پائیگا، جو تمہارا بیٹا ہوسکیگا؟ ایسی تعلیم دینے والی کتاب کو ست ودیاؤں کی کتاب کیونکر کہہ رہے ہو! یہہ سچے علوم کے الدم خلاف ہے کہ دوسرے کے نطفہ کا بچہ اپنا بچہ ہوجائے۔ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا کبھی نہیں ہوسکتا، پھر ناحق بیحیائی سے اپنی عورتوں کی پاکدامنی کو گندگی میں کیوں ڈال رہے ہو! دنیا میں کنجر سب سے زیادہ بے شرم اور فاسق قوم ہے، مگر وہ بھی اپنی بیٹی اور بہو سے حرامکاری نہیں کراتے؛ مگر تم پر افسوس کہ جائز رکھتے ہو کہ تمہاری بیوی اور بہو بھی تمہارے اور تمہارے بیٹے کے سوا کسی اور کے پاس جاوے!

قیدیان جنگ میں آئی ہوئی شوہر دار عورتوں سے بدفعلی کی آریوں کو اجازت ہے

یادداشت:۔ ناظرین خوب یاد رکھو کہ نیوگ کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ خاوند بیوی سے الگ ہوجائے، تو بیوی غیر مردوں سے صحبت کرکے اپنے سوامی کے لئے بچے پیدا کرالے، جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

اب دیکھو کہ آریوں کو جو جنگ کرنیکا حکم ہے وہ عموماً مال و دولت ہی کے لئے ہے، چنانچہ تم دیکھ چکے ہو کہ شت پتھ براہمن میں صاف صاف لکھا ہے کہ جنگ کے بغیر اعلےٰ دولت اور سکھ حاصل نہیں ہوسکتا، اور نگھنٹو میں بھی جنگ (سنگرام) اور دولت عظیم (مہا دھن) کو مترادف بتایا گیا ہے۔ اور تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ جنگ میں عورتوں کے قید کرنیکا اور اونکی تقسیم کا بھی حکم ہے؛ تو جب عورتیں قید ہوئیں اور اون کے شوہر میدان جنگ سے بھاگ گئے، تو جدائی ہوگئی، اور یہ جدائی دولت ہی کی وجہ سے ہوئی۔ پس اوس آریہ عورت پر فرض ہوگیا کہ دوسرے غیر مرد سے بدفعلی کرکے بچہ پیدا کرالے۔ اور فاتح آریوں کو بھی مزہ ہے کہ جنگ کی بدولت مال و دولت کے علاوہ مفت میں عورتیں بھی بدفعلی کے لئے ہاتھ آگئیں اور یہاں تین برس صبر کرنے کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ قیدیان جنگ کو غلام و لونڈی بنانے کا حکم ہے۔ پس جسوقت وہ قید ہوئیں اُسی وقت لونڈیاں بنیں، اور شوہروں سے ملنے کی امیدیں منقطع ہوگئیں اور فاتح آریوں کے لئے اُن مفتوح آریہ عورتوں سے بدفعلی کرنے کی راہ کھل گئی۔ واہ رے نیوگ اپنی

تم بڑی خوشی سے اُن بچوں کو اپنا حقیقی اور وارث بیٹا سمجھو؟

اے آریو تمہاری غیرت کیا ہوئی؟ تمہاری حمیت کہاں گئی؟ جو تم ایسی تعلیموں کو پرمیشور کی طرف سے سمجھ بیٹھے! باوجود اسکے کہ وید میں ایسی ایسی گندہ تعلیمیں ہیں، پھر بھی تم نے ابتک اس کتاب کے خدا کی طرف سے ہونیکا انکار نہیں کیا! جس سے صاف ظاہر ہے کہ تم نے اِن اور ایسی تعلیموں کو بڑی خوشی سے قبول کرلیا ہے، اور خفیہ ایسی کارروائیاں کرنے اور کرانے لگے ہو۔ اے آریو! تمہاری غیرت نے اسبات کو کیونکر قبول کیا کہ تمہارے جیتے جی نیوگ کے بہانہ سے تمہارا چھوٹا بھائی یا برادری میں سے کوئی مسٹنڈا تمہاری پیاری بیوی پر صحبت کی غرض سے حملہ کرے، بلکہ باجازت وید کام بھی کر جاوے، یا کوئی برہمن تمہاری عورت کے ساتھ ایسی حرکت کا مرتکب ہو، اور تم باوجود موجود ہونے اور قوت شہوانی رکھنے کے، صرف اسوجہ سے کہ تمہارے نطفہ میں اولاد یا نرینہ اولاد پیدا کرانے کی قوت نہیں ہے، یا ہے بھی تو بچے مرجایا کرتے ہیں، یا سب کچھ ہے مگر بیوی کو تکلیف دیا ہے، الگ ہو بیٹھو اور کچھ چوں نہ کرو، بلکہ پاس کی کوٹھری میں خاموش بیٹھے رہو، اور اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ایک اجنبی تمہاری سہروں کی منکوحہ اور برات کی بیاہتا سے جو ننگ و نام لے خاندان سے آئی تھی، ہمخواب اور بغلگیر ہے، اور صرف بوس وکنار پر بس نہیں کرتا بلکہ حرکت زنا سے تمہاری ساری پت اور عزت کو خاک میں ملا رہا ہے، اور تمہاری غیرت ذرا جوش نہیں مارتی؟

اے آریہ صاحبو! تمہاری مردانہ غیرت اور شریفانہ حمیت نے اسبات کو کیونکر برداشت کیا کہ یہ بے شرمی کا کام تمہارے گھر میں تمہاری نظر کے سامنے ہو اور تم چپکے اوسکو دیکھتے رہو، اور ایسی تعلیموں سے بیزار نہ ہو جنہوں نے یہہ دن تمہیں دکھلائے اور لعنت کا طوق تمہارے گلے میں ڈالا؟

میں نہیں سمجھہ سکتا کہ آپ لوگوں کا وید یہہ کیسی ہدایت لایا جو انسانی فطرت کی طبعی شرم اور حیا اور حمیت کے برخلاف ہے۔ کیا کوئی شریف الفطرت اسبات پر راضی ہوسکتا ہے کہ اولاد کی خواہش سے یا لڑکیوں کی کثرت کے بعد لڑکا پیدا ہونیکی تمنا سے یا خود تکلیف دہندہ ہونیکی وجہہ سے ایک اجنبی کو اپنے گھر میں آپ بلا لاوے، اور اپنی عورت کو اُس سے ہمبستر کرادے، اور آپ الگ بیٹھا جوشِ شہوت کی حرکات دیکھتا ہے؟ کیا ایسی تعلیم بھی خدا کی طرف سے ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اے میرے پیارے صاحبو! اُس خدا سے ڈرو جو ان گندی راہوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہرگز

ادھیائے ۱۲۰، شلوک ۳۴ و ۳۵ ؛ و ادھیائے ۱۱۱ و ۱۱۳ ۔ وشانتی پرب، ادھیائے ۲۷، شلوک ۱۲ و ادھیائے ۳۴، شلوک ۲۷) ۔ آدی پرب کے ادھیائے ۱۰۴ میں دیرگھ تما کی نظیر آتی ہے، جنے راجہ بل کی اجازت سے اسکی رانی سودیشنا سے بطریق نیوگ پانچ اولاد پیدا کیں ۔ عورت کا کئی خاوندوں سے نیوگ کرنا بھی ثابت ہے، مثلاً کنتی نے تین مختلف براہمن رشیوں سے تین اولاد حاصل کیں ۔ (دیکھو آدی پرب ۔ ادھیائے ۱۲۳) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ ازیں مہابھارت میں نیوگ کی اور بھی نظیریں پائی جاتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ سسُو داس کی بیوی مدینتی نے اپنے خاوند کی اجازت سے وشسٹھ کے ساتھ نیوگ کیا (آدی پرب ۔ ادھیائے ۱۲۲) ۔ راجہ کلماش پاد کی رانی بھادنی نے اپنے خاوند کی اجازت سے بطریق نیوگ ایک اولاد حاصل کی (آدی پرب ۔ ادھیائے ۱۲۲) ۔ راجہ پانڈو کی دوسری رانی مادری نے اشونی کمار سے نکل اور سہدیو فرزندان توام حاصل کئے ۔ (آدی پرب ۔ ادھیائے ۱۲۴) ۔ اتتھیہ رشی کی بیوی ممتا نے نیوگ کیا (آدی پرب ۔ ادھیائے ۱۰۴) [1] اُوّالک رشی کی بیوی نے نیوگ سے شویت کیتو پیدا کیا (شانتی پرب ۔ ادھیائے ۳۴ شلوک ۲۲) وغیرہ

---

[1] اس نیوگ کے ذکر میں یوں لکھا ہے کہ اس رشی کی جورو ممتا کے پاس ایک روز اس رشی کا بھائی برہسپت جماع کرنے کو آیا ۔ اُس عورت نے کہا کہ مجھہ کو تیرے بھائی سے حمل ٹھیر رہا ہے اور اوس کا لڑکا جو میرے پیٹ میں ہے وید پڑہتا ہے، اور ساتھہ ہی تیرا نطفہ ٹھہر جاوے گا (یعنی جماع کا تو مضائقہ نہیں، لیکن پیٹ میں ایک پنڈت جی تشریف رکھتے ہیں، اون کا لحاظ چاہئے ! (مولف عفی عنہ)) لیکن برہسپت شہوت کے غلبہ کو ضبط نہ کر سکا اور اوس سے صحبت کرنے لگا، جب نطفہ گرنے لگا وہ لڑکا پیٹ میں سے بولا میری جگہہ کو تنگ مت کر ۔ برہسپت نے کچھہ نہ مانا اور تخم ریزی کی ۔ اُس بچہ نے اپنا قدم آگے بڑہا کر بچہ دان کا منہ بند کیا اور برہسپت کا نطفہ ضائع کر دیا ۔ برہسپت نے خفا ہو کر کہا کہ تو نے میرا عیش بے مزہ کر دیا میں بھگوان سے چاہتا ہوں کہ تو مادر زاد اندھا ہو چنانچہ اوس کی دعا قبول ہوئی، لڑکا اندھا ہی پیدا ہوا ۔ سُبحَانَ اللہ !! ایسے ناکارہ شہوت پرست کی دعائیں زنا کے وقت بھلا وید کے پرمیشور کے یہاں سے کیوں قبول نہ ہوتی ! اس نیوگ کی کوئی وجہ نہیں لکھی، ضرور برہسپت کو اپنی بیوی سے لڑکے پیدا نہ ہوتے ہونگے جب ہی تو وہ اپنی بھاوج سے جماع کر کے اولاد حاصل کرنے آیا تھا مگر وہ بھی اس شے لڑکا (؟)

بدولت تو آریہ کی پُر ہُنر اُگی ہی ہیں!!

ناظرین! یہ نہ سمجھو کہ اس مسئلہ نیوگ کے بانی صرف منوجی اور پنڈت دیانند جی ہیں، اور یہ یہیں تک محدود ہے ورنہ اسکا عمل درآمد کبھی نہیں ہوا، نہیں، بلکہ یہ مسئلہ آریوں کے بزرگوں کا بہت بڑا عزیز مسئلہ رہا ہے، اور وہ بڑی خوشی اور عالی حوصلگی سے اپنی پیاری بیاہتا عورتوں کو اپنے جیتے جی اپنے ہاتھوں غیر مردوں سے خراب کراتے رہے ہیں۔ گو یہ فعل ناجائز پردہ میں ہوتا رہا ہے، تاہم تاریخ کی کتابوں سے، جو ہندؤں کی کم توجہی سے بہت ہی کم ہیں، بہت کچھ پتہ چل ہی جاتا ہے۔

پنڈت دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں صرف پانڈو راجہ کی عورتوں کنتی اور مادری کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے اپنے دیوث خاوند کے حکم سے غیر مردوں سے بدفعلی کر کے بچے پیدا کرائے تھے[۱]۔ مگر "گویہ آدی بھاشیہ بھومکا" مصنفہ پنڈت دیانند جی مترجمہ بابو نہال سنگھ کرنال نواسی آریہ سماجی کے صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸ کے نوٹ میں اور بھی بہت سے ثبوت درج ہیں، جنکو میں بلفظہ نقل کرتا ہوں۔

"زمانہ قدیم میں نیوگ کا رواج ہونا مہابھارت وغیرہ اتہاس (تواریخ) کی کتابوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ آدی پرب۔ ادھیائے ۱۲۰۔ شلوک ۲۶ میں لکھا ہے کہ پانڈو راجہ نے (بوجہ مریض ہونے کے) خلوت میں اپنی رانی کنتی سے کہا کہ تو آپت کال کے قاعدہ سے بذریعہ نیوگ اولاد حاصل کرنے کی تدبیر کر[۲]۔ نیوگ کی اجازت مہابھارت میں حسب ذیل موقعوں پر پائی جاتی ہے۔ (دیکھو آدی پرب۔

[۱] دیکھو، ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۵۔ [۲] اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ صاحب نے نیوگ کی ہدایت اپنی بیوی کو کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ "میں نے سنا ہے کہ لاولد سُرگ میں نہیں جاتا"٭۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ کنتی نے کہیں کہیں سے تین بیٹے حاصل کئے، ایک جدہشٹر، دوسرا بھیم، تیسرا ارجن۔ راجہ پانڈو اس بات سے خوش ہوا اور کہا کہ جیسی تو نے اولاد حاصل کی اسیطرح مادری کے لئے بھی اولاد حاصل کر۔ مادری راجہ پانڈو کی دوسری بیوی تھی۔ چنانچہ مادری کے بھی اسیطرح دو بیٹے ہوئے، ایک نکل اور دوسرا سہدیو۔ اور یہ پانچ بھائی پانڈو کہلاتے ہیں کہ اس دیوث بے غیرت کی حرامی اولاد ہیں۔ اور ان پانچوں حرامیوں کی صرف ایک ہی بیوی تھی، جسکا نام دروپدی تھا۔ سات سات دن ہر ایک بھائی اپنی اپنی نوبت پر اس سے کامرانی کرتا تھا۔ یہ بھی گندہ ترین نمونہ بدکاری ہے غیرتی نیوگ ہی کی بدولت ہے۔ ۱۲

٭ سبحان اللہ! سرگ [illegible] گویا سرگ کی کنجی زنا اور دیوثی ہے۔ ۱۲

[illegible]

تبت میں ہی کیوں نہ ہو۔ پنڈت دیانند جی لکھتے ہیں :۔

" (سوال) ۔ انسانوں کی ابتدائی پیدائش کس مقام پر ہوئی ؟

(جواب) تری وشٹپ میں جسکو تبت کہتے ہیں " ۔ ۵۱

پھر پنڈت جی موصوف لکھتے ہیں :۔ " (سوال) پھر وے (یعنی آریہ) یہاں کیسے آئے ؟

(جواب) آریہ اور دسیوں میں یعنی عالموں (دیو) اور جاہلوں (اسر) کے درمیان ہمیشہ لڑائی بکھیڑا ہوتا رہا ۔ جب بہت فساد ہونے لگا تب آریہ لوگ تمام کرۂ زمین میں اس قطعۂ زمین کو سب سے عمدہ جانکر یہاں آبسے ۔ اسی وجہ سے اس ملک کا نام آریہ ورت ' ہوا " ۔ ۵۲

پنڈت رومیش چندر دت صاحب لکھتے ہیں کہ " آریوں کے جانباز گروہ متفرق وقتوں میں اپنے وسط ایشیا کے وطن کو خوراک یا چراگاہ اور بادشاہت یا لوٹ کی تلاش میں چھوڑتے رہے " ۔ ۵۳

پھر لکھتے ہیں کہ ایشیائی شاخ دکن کی طرف بڑھی ، اور جیسا کہ میکس مولر نے لکھا ہے ہندو اور ایرانی آریہ دونوں ملے ہوئے دریائے سندھ تک ساتھ رہا ور یا دس کے ملک یعنی پنجاب میں آئے یہاں ، دریائے سندھ اور اوس کے معاون ندیوں کے پاس جنوب مشرقی آریہ جو زبان بولتے تھے وہ سنسکرت اور ژند سے کہیں قدیم تھی " تب مذہبی اختلاف نے اون کو الگ کیا ۔ دیوتاؤں کے پوجنے والے یعنی ہند و پنجاب ہی میں رہے اور اسر دن کے پوجنے والے یعنی ایرانی فارس کو چلے گئے " ۔ ۵۴

نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ " مگر جو خیال اسوقت تک عموماً مانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوؤں اور ایرانیوں میں جو افتراق ہوا وہ دریا سندھ تک آنے کے پہلے ہوا تھا ' اور یہ کہ ہندو آریہ مذہبی اختلاف [illegible] آئندہ فسادوں کی وجہ سے ہند کو آئے تھے " ۔

غرضکہ آریہ قوم کا ہند کو دوسری جگہ سے آنا ہر طرح ثابت ہے ' اور پنڈت دیانند جی نے بھی سبب تو تسلیم کیا ہے [illegible] جب [illegible] یہاں آئے تو یہاں کے اصلی باشندوں کو [illegible]

سے [illegible] ستیارتھ پرکاش ۔ سمولاس [illegible] صفحہ ۲۲۵ ۔ ۵۲ ستیارتھ پرکاش ۔ صفحہ ۲۲۵ ۔ ۵۳ [illegible] [illegible]

[illegible] ۔ ۵۴ [illegible] صفحہ [illegible] [illegible]

ناظرین! اب ذرا جانوروں سے بدفعلی کی ترغیب کو بھی ملاحظہ فرماؤ۔ منوجی لکھتے ہیں :-

"अस्माद्धि मनुष्या ये गावो गर्भाः स्थिताः सा ब्राह्मणाः पूजिता स्युः अशस्ता अतस्माद्धि जनशस्यते"

(मनुस्मृति: १०:७२-)

ترجمہ: "تخم کی فضیلت سے ہرنی سے پیدا شدہ رگی رشی وغیرہ برہم رشی پوجنے کے لائق ہوئے۔ اس وجہ سے تخم بڑا ہے۔" (منوسمرتی - ۱۰:۷۲) [1]

ہرنی سے پیدا شدہ بچوں کو رشی اور برہم رشی وغیرہ بتانا جانوروں سے بدفعلی کی ترغیب نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے تخم کی فضیلت پر بھی لعنت ہے جو تخم بے زبان، قابل رحم جانوروں سے بدفعلی کرنے میں ضائع ہو۔ افسوس ایسی تعلیموں اور ایسی تعلیموں کے دینے والوں پر!

فصل ہشتم

آریوں کے قتل و غارت، لوٹ مار
اور بیحد ظلم اور زیادتیوں کے تاریخی ثبوت

میں اس ہیڈنگ کے نیچے صرف ان واقعات کا ذکر کروں گا جو آریوں کے ہاتھوں سے غیر قوموں، غیر مذہب والوں کے مقابلہ میں وقوع میں آئے ہیں، اور اون واقعات کو میں ہرگز بیان نہیں کروں گا جو سخت سے سخت ظلم و زیادتی ان لوگوں نے آپس میں کی ہے۔ میں سکھوں کے مظالم بھی بیان کرتا مگر شاید آریہ بھائی یہہ کہدیں کہ وہ وید مقدس کے پیرو نہیں، اسلئے میں نے اون کو بھی نظر انداز کیا۔

موجودہ ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کے آباؤ اجداد، قوم آریہ خاص اس ملک کی رہنے والی قوم نہیں تھی۔ اس قوم کا اصلی وطن وسط ایشیا میں کہیں تھا، چاہے حسب قول پنڈت دیانندجی

[1] ستیارتھ پرکاش۔ صفحہ ۲۹۔

پنڈت رومیش چندر دت صاحب قدیم آریوں کی جنگوں اور فسادوں کا مضمون شروع کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے قدیم ہندوؤن نے دریائے سندھ اوراوس کے معاون ندیون کے زرخیز قطعہائے سواحل پنجاب کے قدیم اصلی باشندون سے چھین لئے - لیکن آدی نواسیون (قدیم باشندون) نے بھی اپنے حق ولادت کو بغیر جنگ وجدل کے ہاتھ سے نہ دیا" ۵۱

پھر لکھتے ہین کہ "یہ بات بیان کرنی بیکار ہے کہ فاتحین قدیم باشندون کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، جو کل فاتح قوموں کی چال چلن مین پائی گئی ہے چاہے دریائے سندھ کے ساحل پر سترہ سو برس قبل مسیح ہو یا دریائے مسیسپی کے ساحل پر سترہ سو برس بعد مسیح ہو! تاریخ دور کرتا ہے پنجاب ٹھیک اسیطرح غیر آریہ قدیم باشندون سے خالی کیا گیا تھا جیساکہ یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ حال کے زمانہ مین بہت سے زور آور اور دلیر امریکہ کے خاص باشندون سے خالی کیا گیا، جو اوس کے قدیم جنگلون مین رہتے سہتے، شکار کھیلتے اور حکومت کرتے تھے" ۵۲

مگر مبارک ہے اسلام کہ اوسنے مفتوحین کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے کبھی نہین دیکھا، اور ایسا سلوک اون سے ہرگز نہین کیا کہ ملک سے اکدم نکال دیا اور اونکی زمینون پر خود قابض ہو بیٹھے -

پھر لکھتے ہین کہ "ان آدی نواسیون کے ساتھ جنگون کے حوالے رگ وید مین کثرت سے ملتے ہین، اور ان شرتیون مین سے بعضوں کا ترجمہ کر دینا ان بے انتہا جنگ وجدل کے تصور کے لئے زیادہ عمدہ ہوگا بنسبت اس کے کہ ہم اونکو بیان کرین - حوالے اس کثرت سے ہین کہ انتخاب کرنا بھی مشکل ہے" ۵۳

اسکے بعد وہ چند شرتیون کا ترجمہ درج کرتے ہین، جسکو مین بھی نقل کرتا ہوں - وہو ہذا :-

"اندر نے، جس سے بہت سے لوگ دعا کرتے ہین اور جسکے ساتھ اوسکے چالاک ساتھی ہین، دسیون اور سمیون کو جو زمین پر رہتے تھے اپنے برق سے ہلاک کر ڈالا ہے، اور تب اوس نے کھیتوں کو اپنے گورے رنگ کے دوستون (آریوں) مین تقسیم کر دیا ہے - وہ کڑکنے والا آفتاب کو چمکاتا اور پانی برساتا ہے" (رگوید ۱:۱۰۰:۱۸) ۵۴

۵۱ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵۲ - ۵۲ " " " " " صفحہ ۵۲-۵۳

۵۳ " " " " " " صفحہ ۵۳ -

۵۴ " " " " " " صفحہ ۵۴

اتبک جنگلوں اور پہاڑوں میں مثلاً بھیل، سنتال، کول وغیرہ رہتی ہے) قتل کرنا، اونکے اسباب وغیرہ لوٹنا شروع کیا آخر اون کو مار بھگایا، اون کی زمینیں چھین لیں یا اور جو نہ بھاگ سکے وہ لونڈی غلام بنائے گئے، اور اونپر فاتحیں کی غلامی کرنی فرض ہوئی گو کوئی کا [illegible] ہی یادہ میں نہیں ہے تاہم رگوید سے بہت کچھہ معلوم ہو جاتا ہے۔

پنڈت رومیش چندر دت صاحب رگوید کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "عموماً اشعار سادے اور صاف ہیں، اور دیوتاؤں کے ساتھہ طفلانہ اور احمقانہ اعتقاد ظاہر کرتے ہیں، جنپر چڑہاوے چڑہائے جاتے اور سوم کے عرق کی شراب کے چڑہاوے اونڈیلے جاتے ہیں، اور جن سے اولاد، مویشی اور دولت کی ترقی کے لئے استدعا کی جاتی اور پنجاب کے سیاہ رنگ کے آدمی نواسیوں (اصلی باشندوں) کے ساتھہ ہنوز مشتبہہ جھگڑوں میں آریوں کی مدد کے لئے التجا کیجاتی ہے" ۵۱

پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "رگ وید کے رشی ہمیشہ ایک سیاہ رنگ کی قوم سے (جو اس ملک کی اصلی رہنے والی تھی) لڑنے میں مشغول رہتے تھے، اور اون کی دعائیں انپر فتح پانے کے لئے اتبک رگوید میں بھری پڑی ہیں۔ یہہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہاں کے وہ اصلی باشندے جنہوں نے اطاعت قبول نہ کی وہی اب جنگلی قومیں ہیں، جو جنگل اور پہاڑوں میں گذر کرتے ہیں اور جنہوں نے اطاعت قبول کی وہی اب ہندو سوسائٹی میں ادنے ترین ذات کے لوگ یعنی شودر اور انتیا جا ہیں" ۵۲

پھر لکھتے ہیں کہ "صدیوں کی متواتر اور پیہم لڑائیوں کے بعد شمالی اور جنوبی ہندوستان سیاہ رنگ۔ قدیم باشندوں سے حاصل کیا گیا" ۵۳

---

۵۱ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا" صفحہ ۲۵۔

۵۲ "اے اسکول ہسٹری آف انڈیا" مصنفہ پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب، سینیر پروفیسر آف سنسکرت پریسی ڈینسی کالج کلکتہ۔ وغیرہ وغیرہ صفحہ ۳۔

۵۳ "اے اسکول ہسٹری آف انڈیا" صفحہ ۸۔

کے لیئے قتل کیا ہے " (رگوید۔ ۱: ۱۷۴: ۷) ۵۱

اے اندر! رشی اتبک اُس قدیم دلیری کے کام کی تعریف کرتے ہین! تو نے بہت سے لوٹیرون کو جنگ کا خاتمہ کرنے کے لیئے ہلاک کر ڈالا ہے، تو نے بہت سے اُن دشمنون کے شہرون پر چڑہائی کی ہے، جو دیوتاؤن کی پرستش نہین کرتے، اور تو نے اُن دشمنون کے اسلحہ جو دیوتاؤن کو نہین پوجتے نیچا کر دئے ہین" (رگوید ۔ ۱: ۱۷۴: ۸) ۵۲

" اے اسونو! ہلاک کر دو اُنکو جو کتون کیطرح کراہت آمیزی کے ساتہہ چلا رہے ہین! قتل کرو اُنکو جو ہمسے لڑنا چاہتے ہین! تم اون کے ہلاک کرنے کا طریقہ جانتے ہو ۔ اون کو جو تمہاری تعریف کرتے ہین اون کے ہر ایک لفظ کے بدلہ مین دولت عنایت کرو ۔ اے صادقو! ہماری دعا قبول کرو" (رگوید ۔ ۱: ۱۸۲: ۴) ۵۳

" بہت ہی مشہور اور خوش ادا اندر آدمیون (یعنی آریون) پر مہربان ہے ۔ تباہ کرنے والے اور طاقتور اندر نے بداندیش داس کے سردار کو دے مارا ہے!" (رگوید۔ ۲: ۲۰: ۶) ۵۴

" اندر جسنے ورترا کو قتل کیا تہا اور شہرون پر چڑہائی کی تہی اُسنے سیاہ رنگ کے داسوں کی فوجون کو ہلاک کر دیا ہے، اور زمین اور پانی کو منو کے لیئے بنایا ہے ۔ ایسا ہو کہ وہ بلیدان کرنیوالے کی خواہشون کو پورا کرے" (رگوید۔ ۲: ۲۰: ۷) ۵۵

یہان پر نوٹ مین پنڈت رومیش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہین کہ " منو یہان اور دوسری جگہ آریون کا مورث اعلے ظاہر کیا گیا ہے، بہت سے موقعوں مین وہ شائستگی اور آگ کی پرستش کا بانی بنایا گیا ہے" ۵۶

پھر دوھکرے یعنی متبرک جنگی گھوڑے کا ذکر کر لینے کے بعد لکھتے ہین کہ " رگوید کی بہت ساری شرتیون سے معلوم ہوگا کہ کُتّا ایک زبردست جنگجو اور قدیم سیاہ رنگ کے باشندون کا زبردست ہلاک کرنیوالا تہا رگوید کے چوتھے منڈل کی سولہوین سوکت مین یہ ذکر ہے کہ اندر نے دسیو کو جو دغا باز اور کافر ہے کُتّا کو دولت بخشنے کے لیئے قتل کیا ۔ (منتر ۹) اور یہ کہ اوس نے کُتّا کی مدد کی اور دسیو کے قتل کی متفقہ

۵۱ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا صفحہ ۵۴ ۵۲ ″ ″ ″ ″ ″ صفحہ ۵۴
۵۳ ″ ″ ″ ″ ″ صفحہ ۵۴ و ۵۵ ۵۴ ″ ″ ″ ″ ″ صفحہ ۵۵
۵۵ ″ ″ ″ ″ ″ صفحہ ۵۵ ۵۶ ″ ″ ″ ″ ″ صفحہ ۵۵

"اندر نے اپنے ہتھیار (برق) سے پوری طاقت کے ساتھ وسیٹوں کے شہروں کو تباہ و برباد کردیا، اور اپنی خواہش سے گشت لگائی۔ اے برق کے مالک! تو (ہمارے بھجنوں سے) واقف ہو، اور اپنا ہتھیار دسیو کے خلاف چلا، اور آریوں کی طاقت اور شہرت کو بڑھا" (رگوید۔ ۱: ۱۰۳: ۳) ۵۱

"اندر اپنے آریہ بھگت کو جنگوں میں بچاتا ہے؛ وہ، جو اسکو اگنت موقعوں میں محفوظ رکھتا ہے، کل جنگوں میں بھی محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اون لوگوں کو، جو یگیہ نہیں کرتے، آدمیوں (یعنی آریوں) کے فائدہ کے لئے مفتوح و مقہور کرتا ہے" (رگوید۔ ۱: ۱۳۰: ۸) ۵۲

"اے دشمنوں کے غارت کرنے والے! ان لوٹیری فوجوں کے سرداروں کو جمع کر اور اپنے چوڑے تلوے سے انکو کچل ڈال! تیرا تلوا چوڑا ہے" (رگوید۔ ۱: ۱۳۳: ۲) ۵۳

"اے اندر! ان لوٹیری فوجوں کی قوت کو برباد کردے! انکو قعر ذلت میں پھینک دے۔ کشادہ اور ذلت کا قعر!" (رگوید۔ ۱: ۱۳۳: ۳) ۵۴

"اے اندر! تو ایسے ایسے پچاس تین گونا فوجوں کو غارت کرچکا ہے! لوگ تیرے اس فعل کی تعریف کرتے ہیں، لیکن تیری طاقت کے لئے یہہ کچھہ بھی نہیں ہے!" (رگوید۔ ۱: ۱۳۳: ۴) ۵۵

"اے اندر! پیشیچوں کو، جو سرخ سے نظر آتے ہیں اور خطرناک شور مچاتے ہیں، ہلاک کردے۔ ان کل راکشسوں کو ہلاک کردے" (رگوید۔ ۱: ۱۳۳: ۵) ۵۶

یہاں پر نوٹ میں پنڈت رومیش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "پیشیچوں اور راکشسوں سے خیالی بہوت بھی مراد ہوسکتے ہیں، لیکن ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہاں ان دونوں لفظوں سے ہندکے قدیم باشندے ہی مراد ہیں" ۵۷

"اے اندر شاعر تجھسے خوش آیند غذا کے لئے دعا کرتا ہے۔ تو نے زمین کو داسوں کا بستر (قبرستان) بنا رکھا ہے۔ اندر نے تین اقلیموں کو اپنی بخششوں سے زیب و زینت بخشی ہے۔ اُسنے کویاو اچ کو راجہ دیوو دی

۵۱ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۳۔ ۵۲ ” ” ” ” صفحہ ۵۴
۵۳ ” ” ” ” صفحہ ۵۴۔ ۵۴ ” ” ” ” صفحہ ۵۴
۵۵ ” ” ” ” صفحہ ۵۴۔ ۵۶ ” ” ” ” صفحہ ۵۴
۵۷ ” ” ” ” صفحہ ۵۴۔

گئے ہین بلکہ دوسرے مقامون مین وہ انسان ہی مشکل سے خیال کئے گئے ہین - ایک جگہ لکہا ہے :-

"ہم ہر چہار طرف سے دسیو قومون سے گہرے ہوئے ہین - وہ یگ نہین کرتے، وہ کسی چیز کا یگ نہین کرتے، وہ کسی چیز کا اعتقاد نہین رکہتے، اونکے مراسم مختلف ہین، وہ انسان نہین ہین! اے دشمنون کے ہلاک کرنیوالے! قتل کر انکو، اور داسہ قوم کو ہلاک کردے"! (رگوید - ۱۰: ۲۲: ۸) [۱] پھر لکھتے ہین کہ "رگوید - ۱۰: ۴۹ - مین اندر ظاہر کرتا ہے کہ اُسنے دسیو قوم کو آریہ نام سے محروم کردیا ہے (منتر ۳) - اور یہہ کہ اوس نے داسہ قوم کے نو واستو اور بر بہدرتھ کو ہلاک کردیا ہے (منتر ۶) - اور یہہ کہ وہ داسون کو جفت جفت قتل کردیتا ہے - وہ اسی انجام کے لئے پیدا کئے گئے ہین! (منتر ۷) " [۲]

اسکے بعد فاضل پنڈت رومیش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "ایسے تھے قدیم باشندے جنکے ساتہہ قدیم ہندؤن نے ختم نہ ہونیوالی جنگ قایم رکھی، اور ایسا تھا انجام جس انجام کو قدیم ہندؤن نے اپنے کم آراستہ ہمسایون یعنی ملک ہند کے قدیم مالکون کو پہونچایا! یہہ اظہر من الشمس ہے کہ فاتحون اور مفتوحون کے درمیان محبت و رحم کا کوئی شعبہ بھی ظاہر نہین ہوا - - - - - وہ (یعنی فاتحین) حقیر وحشیون سے خوف کہاتے اور فطری حقارت کے ساتہہ نفرت کرتے تھے - جب موقع ملتا انکو کثرت سے قتل کرتے، اپنے رسالون سے اُنکی صفون کو درہم برہم کردیتے، اور انکو جنگہاڑنی والے شکاری کتے، بے زبان بشر، اور انسان کے درجہ سے گرے ہوئے جنگلی کہا کرتے - اور یہان تک کہ اونکو یقین تھا کہ وہ قتل کئے جانے ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہین! - - - - (بیچارے) وحشی کچھہ تو الدم نیست و نابود کردئے گئے اور کچھہ آریون کی ہمیشہ بڑھتی چلی آنیوالی تربیت یافتہ فوجون سے شکست کہا کہا کر اُن جنگلون اور محفوظ مقامون مین بہاگ بہاگ کر جاتے رہے، جہان اون کی اولادین ابتک رہتی ہین " [۳]

لیکن یہہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کم و بیش کمزور وحشیون نے پائیمالی اور جلا وطنی سے ذلیل تابعداری کو ترجیح دی، چنانچہ ہمکو رگوید مین اُن دسیون کا بھی پتہ ملتا ہے، جنہون نے آغوش زبردست

[۱] اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۰ - [۲] اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۷ و ۵۸ - [۳] اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۸ -

غرض سے اُسکے گھر آیا۔ (منتر ۱۰) اور یہہ کہ اُسنے پچاس ہزار سیاہ رنگ کے دشمنون کو جنگ مین قتل کیا (منتر ۱۳) سلہ

" اور رگوید۔ ۴ : ۲۸ : ۴ ۔ مین یہہ بیان ہے کہ اندر نے دسیون کو کل خوبیون سے محروم کر رکھا ہے اور کل آدمیون کی نفرت کے لایق بنایا ہے۔ اور رگوید۔ ۴ : ۳۰ : ۱۵ ۔ مین یہہ ذکر ہے کہ اندر نے ایکہزار اور پانچسو داسون کو ہلاک کر ڈالا " ۵۲

پھر لکھتے ہین کہ " ایسے ہی حوالے دسیون اور داسون کو فتح اور غارت کرنیکے رگوید۔ ۵ : ۷۰ : ۳ + ۶ : ۱۸ : ۳ + اور ۶ : ۲۵ : ۲ ۔ مین بہی ہین " ۵۳

پھر آگے چلکر تحریر فرماتے ہین کہ " قدیم باشندون کے ایک دوسرے زورآور سردار کا ذکر بہی کثرت سے پایا جاتا ہے جو کرشنہ غالباً اپنے سیاہ رنگ کی وجہہ سے موسوم ہے ۔ اسکے متعلق چند شرتیون کا ترجمہ ذیل مین درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے " ۵۴

اسکے بعد چند شرتیون کا ترجمہ درج کرتے ہین جنکو مین بہی نقل کرتا ہون :-

چالاک کرشنہ دریائے اسومیتی کے کنارے دس ہزار فوجون کے ساتھہ رہتا تہا۔ اندر نے اپنی عقلمندی سے اس پرشور جنگہا لڑنے والے سردار کو معلوم کرلیا۔ اُسنے انسانون کے فائدہ کے لئے اُس لوٹیری لشکر کو غارت کردیا " (رگوید ۔ ۸ : ۹۶ : ۱۳) ۵۵

اندر نے کہا مین نے چالاک کرشنہ کو دیکہا ہے جو وہ دریائے اسومیتی کے نزدیک پوشیدہ گہات مین ہے، جیسے آفتاب ابر مین ہو ۔ اے مارو تو! مین تم سے چاہتا ہون کہ تم لڑائی مین شریک ہو اور اُسکو ہلاک کردو " (رگوید ۔ ۸ : ۹۶ : ۱۴ ۔) ۵۶

" تب چالاک کرشنہ اسومیتی ندی کے کنارے چمکتا ہوا ظاہر ہوا ۔ اندر نے برہسپتی کو اپنا شریک بنایا اور اوس چالاک اور کافر فوج کو ہلاک کردیا " (رگوید ۔ ۸ : ۹۶ : ۱۵ ۔) ۵۷

پھر لکھتے ہین کہ " قدیم باشندے صرف غل و شور کرنیوالے اور زبان سے ناواقف ہی نہین ظاہر کئے

سلہ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن اِن انشنٹ انڈیا ۔ صفحہ ۵۵ ۵۲ " " " " صفحہ ۵۶ ۔
۵۳ " " " " " " صفحہ ۵۶ ۵۴ " " " " " صفحہ ۵۶
۵۵ " " " " " " صفحہ ۵۶ ۵۶ " " " " " صفحہ ۵۶
۵۷ " " " " صفحہ ۵۷ ۔

"وہ اندر تھا جسنے سوداس کو ان افعال کے قابل بنایا - اندر نے بکرے کو زور آور شیر کے قتل کرنیکے قابل بنایا - اندر نے یگ کے ستون کو سوئی سے گرا دیا - اُسنے کل مال و دولت سوداس کو عنایت فرمائی" (رگوید - ۷ : ۱۸ : ۱۷) لہ

اسکے بعد لکھتے ہین کہ وہ شاعر جو سوداس کی اِن نام آوریون کی تعریف کرتا ہے، اپنے غیر فانی اشعار کے بدلے میں بے اجر نہین رہا، کیونکہ بائیسوین اور تیئسوین منتر مین وہ شکرگذاری کے ساتھہ اسبات کا اقرار کرتا ہے کہ اُس شجاع فاتح اور فیاض بادشاہ نے اوسکو دو سو گائین، دو بہلیان اور چار گھوڑے سونے کے ساز و سامان کے ساتھہ انعام مین عنایت فرمائے تھے ! ؎ ۲ ؎

غرضکہ "جب پہلے پہلے ہندو آریے ہند کو آئے تو قبل اسکے کہ وہ شمالی ہند کو فتح کرسکے، اور سارے ملک مین اپنا مذہب پھیلا سکے، صدیون تک ختم نہ ہونے والی اور تباہ و برباد کردینے والی جنگون کو قایم رکھا" ؎ ۳ اور اسطرح بلا وجہ، بلا سبب دوسری جگہ سے آکر ظلم و زیادتی کے ساتھہ اس ملک کو فتح کیا، یہان کے باشندون کو تباہ و برباد کردیا، لونڈی غلام بنالیا، اور اپنے مذہب کو پھیلایا -

یہہ تو خاص وید کے رشیون اور اونکے چیلے چاٹون کا ذکر تھا : اب انکے اون مقدس اولادون کا بھی ذکر سنئے جنہون نے بیچارے بدھ مذہب کے پیرؤن پر ہاتھہ صاف کیا اور اُنکو بجبر و اکراہ اُنکے دین سے برگشتہ کیا -

پنڈت رومیش چندر دت صاحب بدھ مذہب کے ہندوستان سے مٹ جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "وہ ڈسکوریان (دریافتین)، جو بمقام سرناتھہ قریب بنارس کے ہوئی ہین، ظاہر کرتی ہین کہ "کل لوٹے اور جلا دئے گئے ہین :- پروہت، بت خانے اور بت کل کے کل - اور ایسے واقعات کئی دفعہ ہوئے ؎ ۴ - دسوین صدی عیسوی مین راجپوت شمالی ہند کے مالک ہوئے، اور وہ سرگرم اور نو معتقد ہندو تھے - اُنکی جابرانہ طرز حکومت کی وجہ سے ہندؤن کے مندر بدھ مت کے معبدون اور خانقاہون کی بہت تیزی کے ساتھ جگہ لینے لگے" ؎ ۵

لہ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۹ ؎ ۲ اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۵۹ ؎ ۳ " " " " " " " " صفحہ ۱۴۲ ؎ ۴ میجر کیٹو - درکننگہم ریورٹس - ۳ ؎ ۵ اے ہسٹری سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا، صفحہ ۴۲۹ -

قوم کی حکومت قبول کی اور اُنکے دہرم، اُنکے مراسم اور اون کی زبان کو بھی اختیار کر لیا - اُنہون نے کاشتکاری اور شایستہ زندگی کے ہنر سیکھے، اور آریون کی بستی مین داسون یا غلامون کیطرح آباد ہوئے اور اپنے مالکون - گورے آدمیون - کی ضرورتون کو پورا کرتے رہے ایسے داسون کے کثرت سے حوالے ہین جنکو آریون نے مفتوح کیا تھا - پس یہہ پہلے ہند کے قدیم باشندے تھے جو ہندو بنائے گئے ہین [۵۱]

پھر یہہ لکھکر کہ "قدیم باشندون کے ساتھہ جنگ کے مضمون بکثرت سے حوالے ہوگئے ہین،" مگر ہم زبردست فاتح سوداس کی جنگون کے متعلق ایک دو شرتیون کو نقل کئے بغیر نہین رہ سکتے، [۵۲] چند شرتیون کا ترجمہ درج کرتے ہین، جنکو مین بہی نقل کرتا ہون :-

"دغاباز دشمنون نے تباہی کی تجویز کی اور دریائے آدینہ کے بند کو (طغیانی لانیکے لئے) توڑ دیا - لیکن سوداس نے زمین کو اپنی بہادری سے بھر دیا، اور کاوی چیامن کا بیٹا قربانی کے جانور کی طرح گرا" (رگوید - ۷ : ۱۸ : ۸) [۵۳]

"کیونکہ دریا کا پانی پُرانے ہی دہار پر بہتا تھا، اور نئی راہ اختیار نہین کرتا تھا۔ سوداس کا گہوڑا اُس ملک پر چڑھ گیا، اور اندر نے مخالف اور بسیار گو آدمیون اور اون کے بچون کو سوداس کے ہاتھہ سے مفتوح و مقہور کرا دیا" (رگوید - ۷ : ۱۸ : ۹) [۵۴]

"سوداس نے دونون ملک کے اکیس آدمیون کو قتل کرکے ناموری حاصل کی - جسطرح نوجوان پروہت کوس کے گہاس کو یگیہ کے مکان مین کاٹتا ہے اُسیطرح سوداس اپنے دشمنون کو قتل کرتا ہے ہیرو اندر نے ماروتون کو اُنکی مدد کے لئے بہیجا" (رگوید - ۷ : ۱۸ : ۱۱) [۵۵]

"انُو اور درہیا چھیاسٹھ ہزار چہہ سو چھیاسٹھ جنگجوؤن نے نیچا دیکھا، جنہون نے مویشیون کی خواہش کی تھی اور سوداس کے مخالف تھے - یہہ مہمات اندر کے جلال کو ظاہر کرتے ہین!" (رگوید ۷ : ۱۸ : ۱۴) [۵۶]

---

[۵۱] اے ہسٹری آف سیویلیزیشن اِن انشنٹ انڈیا - صفحہ ۵۔ [۵۲] اے ہسٹری آف سیویلیزیشن اِن انشنٹ انڈیا - صفحہ ۵

[۵۳] " " " " " " " " - صفحہ ۵۸ [۵۴] " " " " " " " " - صفحہ ۵۸

[۵۵] " " " " " " " " - صفحہ ۵۸ [۵۶] " " " " " " " " - صفحہ ۵۸

اب مین اون مظالم اور زیادتیون اور لوٹ مار کا ذکر کرنا چاہتا ہون جو قوم مرہٹہ نے ہندمین عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً کی ہیں۔ ناظرین خوب یاد رکھو کہ مرہٹہ وہ قوم ہے جسکے اکثر افراد ویدون کو ورد زبان رکھتے[۵۱] اور اونپر حتی الوسع عملدرآمد کرنا چاہتے ہین، یہانتک کہ سیواجی مالگذاری بھی آریون کے قدیم طریقہ کے مطابق وصول کرتا تھا اور اوس کے پردہانون مین ایک پنڈت بھی ہوتا تھا جو ویدون اور شاشترون کا پورا عالم ہوتا[۵۲]

اب دیکھو کہ اسی سیواجی کے حال مین لکھا ہے کہ "جب ابھی وہ محض نوجوان ہی تھا کہ چند کوٹیرے گروہون کا سردار بنا، اور قرب وجوار مین ٹرا کا ڈالنے لگا۔ اسکے مہمون کی شہرت نے بہت سے مرہٹون کو اسکی طرف مائل کیا جو اوسکی پیروی سردار مانکر کرنے لگے"[۵۳]

پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب لکھتے ہین کہ "اُسنے (یعنی سیواجی نے) خزانہ بیجاپور اسٹیٹ کی بدرقہ رسانی لوٹنے کی جرأت کی"[۵۴]

پھر لکھتے ہین کہ "اپنے باپ کے آزاد ہوتے ہی سیواجی نے پہلے پہل سلطنت مغلیہ کو لوٹا اور تین لاکھ روپیہ اور تین سو گھوڑے جمع کر لئے"[۵۵]

ناظرین! اب ذرا سیواجی کی دغابازی اور قابل شرم دغابازی کو بھی ملاحظہ فرماؤ۔ پنڈت جی موصوف لکھتے ہین:۔

"مگر اُسنے (یعنی سیواجی نے) افضل خان کے ایک براہمن افسر کو رشوت دی، اور اُسکے ذریعہ پرائیوٹ ملاقات کا بندوبست کیا، جسمین اُسنے دغابازی سے اوسکو ایک خطرناک سلاح باگھ نکھ سے قتل کر ڈالا، جسکو وہ اپنے ساتھ چھپا کرلے گیا تھا"[۵۶]

اس واقعہ کو مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے۔ سابق انسپکٹر آف اسکولس بہار کچھہ تفصیل کے ساتھہ یون لکھتے ہین:۔

"۱۶۵۹ء مین سلطان (بیجاپور) نے اپنے جاگیردار کے بیٹے (سیواجی) کی لوٹ مار کے روکنے کیلئے

---

۵۱ ماسٹر آتما رام جی آریہ سماجی نے بھی اپنے لکچر مین بمقام قادیان آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ ۱۹۰۸ء کے موقع پر بڑی خوشی اور تعریف کے ساتھہ بیان کیا تہا کہ یہ فخر دکھنیون اور صرف دکھنیون کو ہے کہ وہ وید حق کو ورد زبان رکھتے ہین ۱۲۔ ۵۲ دیکھو تاریخ ہند مصنفہ پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب صفحہ ۱۴۵۔ ۵۳ دیکھو انگریزی تاریخ ہند مصنفہ مولوی عبدالکریم صاحب بی۔ اے صفحہ ۷۶۔ ۵۴ و ۵۵ دیکھو تاریخ ہند مصنفہ پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب صفحہ ۵۲ و ۵۳۔ ۵۶ تاریخ ہند مصنفہ ہرا پرشاد شاستری صفحہ ۵۳

جنوبی ہند کی بھی یہی حالت ہوئی، وہان بھی بدھ مت والے راجاؤن کی جگہہ ہندو حاکمون نے اڑا جھگڑا کر لے لی، اور وہ بیچارے بیدخل کر دیئے گئے۔ ۵۱

یہی زمانہ تھا کہ بیچارے بدھ مت والون کے اخراج کے لئے قانون تک بنا۔ پنڈت رومیش چندر دت صاحب "منو سمرتی" ادھیائے نو، شلوک ۲۲۵ کے حوالے سے لکھتے ہین کہ "کافر فرقے کے پیروؤن یعنی بدھ مت والون" کے اخراج کا حکم ہے۔ ۵۲

پھر بدھ مت کی تاریخ کے آخر مین پنڈت جی موصوف تحریر فرماتے ہین۔

"یہہ ہے ہند مین بدھ مت کی تاریخ"، اور یہہ تاریخ بہت سے عظیم تصورات وخیالات کو ہندوؤن کے پیش نظر کر دیتی ہے۔ ایک نئے مذہب کا ایک قدیم قوم مین ظہور پکڑنا اور پھر اُسکا پہلو بہلو اوسوقت تک، جبتک کہ وہ ظلم وزبردستی سے موقوف نہ کیا گیا، قایم رہنا تاریخ دنیا مین بے مثل و بے نظیر ہے (یعنی اس کی کوئی نظیر پائی نہین جاتی)" ۵۳

پھر لکھتے ہین کہ "تب ایک بڑے پالٹیکل انقلاب کا زمانہ آیا۔ قدیم قومین کمزور ہوگئین، پُرانی سلطنتین برباد کر دی گئین، اور دسوین صدی آتے آتے راجپوت شمالی ہند کے مالک ہو بیٹھے۔ کچھہ تو ذاتی فردگی اور کچھہ (ہندوؤن کی) ستمگری اور ظلم وزیادتی کی وجہہ سے بدھ مت ہندوستان سے اکدم نیست ونابود ہوگیا" ۵۴

بیچارے جینیون کے ساتھہ بھی ایسے ہی ظلم وزیادتی کو کام مین لایا گیا، اور اُنکے بتون کے توڑنے مین اسقدر مبالغہ اور سعی کی گئی کہ بیچارے جینی اُنکو زمین مین خود گاڑنے لگے تاکہ کسی طرح ٹوٹنے سے بچ جائین۔ چنانچہ پنڈت دیانندجی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مین خود تحریر فرماتے ہین کہ:۔

"شنکر اچاریہ کے وقت مین جین و دھولنس (ہوئے)، اب جتنے بُت جینیون کے نکلتے ہین وے شنکر اچاریہ کے وقت مین ٹوٹے تھے۔ اور جو بغیر ٹوٹے نکلتے ہین، وہ جینیون نے زمین مین گاڑ دئے تھے کہ توڑے نہ جائین، وے ابتک کہین کہین زمین مین سے نکلتے ہین۔ (دیکھو اُردو ستیارتھہ پرکاش" صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۵)

---

۵۱ "تاریخ ہند" مصنفہ پنڈت ہرا پرشاد شاستری صاحب۔ صفحہ ۵۲۔ ۵۲ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن اِن انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵۹۔ ۵۳ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن اِن انشنٹ انڈیا" صفحہ ۲۹۴ و ۳۰۴۔ ۵۴ "اے ہسٹری آف سیویلیزیشن ان انشنٹ انڈیا۔ صفحہ ۳۲۶۔

مرأة الجہاد

گواسد فعہ خان دوران اور سعادت علی کی متفقہ فوج نے کچھ دیر کے لیئے باجی راؤ کو بڑھنے سے روکدیا، مگر وہ پھر بار بار آیا اور دہلی کے قرب وجوار کو لوٹتا رہا۔[1]

مرہٹون نے روز شنبہ ۱۶ شوال ۱۱۴۷ھ کو قصبہ سانبہر مین، جو کہ شاہجہان آباد سے سو کوس پر ہے، ڈانکا مارا اور اوسیوقت وہان کے فوجدار فخرو نام نے چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ کے قریب مال واسباب مرہٹہ کو دیکر امان چاہی۔ مرہٹہ نے اُسپر التفات نکرکے جیسا چاہا غارت کیا۔[2]

راؤ ملہار، جو عمدہ سردار باجی راؤ کا تھا، پایاب کی راہ دریائے جمن سے اُترکر غفلت مین برہان الملک کے عقب مین آکر ضلع اٹاوہ سے سوتی باغ واقع اکبر آباد تک جہان آبادی پائی آتش نادانی مین جلادی اور قصبہ سعد آباد اور جالیسر کو لوٹ لیا۔[3]

شنبہ ہشتم ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ کو باجی راؤ سپہ سالار مرہٹہ نے تغلق آباد مین پہونچکر شاہجہان آباد کے آدمیون کو، جو ہندو مسلمان معبد کالکا مین واسطے تماشا کے جمع ہوئے تھے، خوب لوٹا، اور خواجہ قطب الدین کے مزار پر رات کاٹ کر بدھ کی صبح کو میٹا بازار اور دیگر دوکانات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، اور دوپہر کے قریب قصبہ پالم کو تاراج کیا۔[4]

مرہٹے جب تاب مقابلہ نہ لاسکے، تو بیتاب ہوکر قصبہ ریواڑی اور پاٹوڈی کیطرف چلے، اور اور دونون قصبون کو من مانا لوٹا۔[5]

مہابت جنگ کے زمانہ مین مرہٹون نے بنگال پر چڑھائی کی، اور بردوان کے اوسی موضع مین، جہان مہابت جنگ آباد تھا، پہونچکر بعض آبادیون مین آگ لگادی۔[6]

اسی زمانہ مین جب مرہٹون سے مہابت جنگ لڑ رہا تھا، ایک دن مرہٹون نے شام کے وقت نشان دھرم دوار محصورون کے مقابلہ مین نصب کرکے منادی کی کہ جو کوئی اسکے نیچے آئیگا سلامت جان پائیگا۔ نامردون نے حیلہ اور بہانہ سے اُسکے زیر سایہ جاکر پناہ لی، اور مرہٹون نے اونکو غارت کر دیا۔[7] یہہ بیچارے سیدھے ...... مسلمان اس دغاباز قوم کے فریب مین آگئے، جنکی مقدس کتابین دغابازی کی تعلیم دیتی ہین۔

۱ تاریخ ہند۔ پنڈت ہرا پرشاد صاحب شاستری۔ صفحہ ۱۶۱۔ ۲ ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد دوم۔ صفحہ ۹۰۔
۳ ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۹۸۔ ۴ ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۹۹۔
۵ ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۰۔ ۶ و ۷ ترجمہ سیر المتاخرین۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۷۔

ایک فوج افضل خان کی ماتحتی میں بھیجی ۔ اس دغاباز مرہٹی نے اپنے میں بیجاپور کے جنرل کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی قابلیت نہ دیکھکر اپنی بازگشت دغابازی کیطرف دیکھی جسنے اُسکے نام کو کبھی نہ مٹنے والا دھبّہ لگایا ۔ اوسنے اطاعت کی عاجزانہ باتیں کہلا بھیجیں اور افضل خان کو تنہا ملنے پر راغب کیا ۔ اپنے ماتحتوں کو سب کچھ تعلیم دیکر اس آئیوالے غمناک ماجرہ میں کیا کیا کرنا ہوگا سیواجی نے باگہہ نکھہ سے اپنے کو مسلح کیا اور ایک پیش قبض اپنے کپڑوں میں چھپا رکھا ۔ جب افضل خان ملاقات کے مقررہ مقام کو آیا، تو دغاباز مرہٹی اُسکے قدموں پر گر پڑا ۔ اور جب وہ نیک گمان جنرل اُس سے بغلگیر ہونے لگا، تو اوس نے اپنے ہیبت ناک باگہہ نکھہ سے اُسپر وار کیا، اور پھر پیش قبض سے قتل کر ڈالا ۔ مرہٹی بیجاپور کے سپاہ پر جا گرے، جو (بیچارے) بھاگ چلے ۔ اُنکا تعاقب کیا گیا اور لوٹا اور تلوار پر دہر لیا گیا " ۵۱

پھر پنڈت ہراپرشاد شاستری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ " اسکے بعد سیواجی نے سورت کو لوٹا، اور بارسیلور کو بھی، جو سلطنت بیجاپور کا مشہور بندرگاہ تھا، سمندر کی راہ سے تاخت و تاراج کیا، اور اپنے راج دہانی کو لوٹ کے مال سے لدا ہوا واپس آیا " ۵۲

" اُسنے سورت کو دوبارہ سنہ ۱۶۷۰ء میں بھی لوٹا " ۵۳

فرخ سیر کے زمانہ میں بندر سورت کے قریب مرہٹی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر بطور قزاق اُنمیں رہتے تھے، اور جو قافلہ ادہر سے گذرتا، اُس سے کل قافلہ کی مالیت کا چہارم حصہ وصول کیا کرتے اور اگر دینے کو انکار کرتے تو سارا قافلہ لوٹ لیا جاتا ۔ علاوہ اسکے مردمان قافلہ فی نفر کچھہ روپیہ دیکر رہائی پاتے ۔ ۵۴

محمد شاہ کے عہد سلطنت میں مرہٹوں نے صوبہ گجرات و مالوہ کو خوب خوب لوٹا، اور بڑھتے ہوئے گوالیار تک چلے آئے اور جاگیرات امیرالامرا اور خالات خالصہ کی لوٹ مار میں بھی جرأت کی ۵۵

پنڈت ہراپرشاد شاستری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ باجی راؤ ایک بہت بڑی فوج کے ساتھہ مالوہ میں داخل ہوا ۔ جہاں سے اُسنے محمد شاہ کو لکھا کہ گجرات اور مالوہ کی حکومت ہمکو دیدیجائے ۔ اور خط روانہ کرنے کے ساتھہ ہی ہندوستان کو لوٹتا ہوا دہلی کے دروازوں تک پہونچ گیا، اور جواب کا انتظار تک نہ کیا

۵۱ تاریخ ہند انگریزی ۔ مولوی عبدالکریم صاحب ۔ بی ۔ اے ۔ صفحہ ۷۷ ۔ ۵۲ تاریخ ہند ۔ پنڈت ہراپرشاد صاحب ۔ صفحہ ۱۴۵ ۔ ۵۳ تاریخ ہند ۔ پنڈت ہراپرشاد صاحب ۔ صفحہ ۱۵۵ ۔ ۵۴ ترجمہ سیرالمتاخرین صفحہ ۴۴ ۔ جلد دویم ۔ ۵۵ ترجمہ سیرالمتاخرین ۔ صفحہ ۹۰ ۔ جلد دویم ۔

اسکے بعد جب مہابت جنگ باقی پور (پٹنہ) سے مرہٹون کے تعاقب مین چلا، تو مرہٹہ روبرو نہ آئے۔ اطراف کے دیہات لوٹ جلا کر لشکر اور مال و متاع عاجزان غارت کرکے لشکر منصورہ سے دور دور راہ پیما تھے تا آنکہ تالاب رانی متصل محب علی پور پر لشکر منصورہ پہونچا ؎ ۵۱

جب متصل محب علی پور سے شکست کھا کر رگھوجی بھوسلہ مرشد آباد کو آیا، تو اطراف مرشد آباد کے دیہات کو مانند چہار پارہ تنی اور میر جعفر خان کے باغ کی تاراج کرکے جلا دیئے ؎ ۵۲

• غرضکہ بادشاہان دہلی اور نواب مرشد آباد وغیرہ کو جو مرہٹون کی وجہ سے مشقت و نقصانی، خرابی و بربادی نصیب ہوئی اُسکے علاوہ اکثر غربا اور رعایا ملک جنوبی گنگا کے دکھنیون کی قتل و غارت سے پراگندہ اور پامال ہو گئے تھے، اور ہمیشہ اپنی جان و مال کے فکر مین زندگی بسر کرتے تھے ؎ ۵۳

جنت نصیب ہوا احمد شاہ ابدالی کو، کہ اُسنے پانی پت کی تیسری لڑائی مین مرہٹون کا اچھی طرح قلع قمع کرکے اون کی نخوت کو الکدم توڑ دیا اور ہندوستان کے مسلمان مرہٹون کے ظلم و تعدی سے کچھ مطمئن ہو گئے۔

مگر پانی پت کی تیسری لڑائی کے بعد بھی وہ اکثر فساد مچاتے اور طرح طرح سے لوگون کو خصوصًا مسلمانون کو ستاتے رہے، مثلاً ۱۷۶۸ء کے بعد لبسواجی گرشنہ سپہ سالار مادہو راؤ نے سارے روہیلکھنڈ کو لوٹکر وہان کے مسلمان رئیسون کو برباد و پریشان کر دیا ؎ ۵۴ اور سندھیا نے دہلی مین اپنا سکہ جما کر طرح طرح کی خرابیان پیدا کین۔ تا آنکہ گورنمنٹ برطانیہ نے مرہٹون کے مقابلہ مین قابل قدر سپاہیون اور بہادر [illegible] زر کثیر خرچ کرکے مرہٹون کی قوت کو الکدم توڑ دیا اور تیسری لڑائی کے بعد گویا اونکا خاتمہ ہی [illegible] مسلمانان ہند پر تا قیامت رہیگا۔ اُدھر پنجاب مین سکھون کے ظلمون سے آزادی بخشی، ادھر مرہٹون کا ناقابل برداشت جوا انکی گردنون سے الگ کیا۔ گورنمنٹ برطانیہ ہمارے لئے سایۂ رحمت ہے۔ اگر آج گورنمنٹ برطانیہ ہماری مددگار نہ کھڑی ہوتی تو نہ معلوم ہم مسلمانان [illegible] کی کیا حالت ہو گئی ہوتی [illegible] اے گورنمنٹ برطانیہ! خدا تجھے ہمارے سرون پر ہمیشہ قایم رکھے!

۵۱ ۔۔۔۔۔ ار ۲ صفحہ ۱۸۱ ۔ ۵۲ ترجمہ سیر المتاخرین ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۱۸۳ ۔ ۵۳ ترجمہ ۔۔۔۔ ۵۴ تاریخ ہند پنڈت [illegible] شاستری صاحب ۔ صفحہ ۱۶۷ ۔

جس زمانہ مین مہابت جنگ کی فوج مرہٹون کا تعاقب کر رہی تھی کٹک کیطرف جاری تھی مرہٹہ روزمرہ دیہات گرد و نواح کو لوٹتے اور دس دس کوس تک چار و نطرف سے آگ لگا کر خاک کر دیتے اور غلہ اور آبادی کا نام باقی نہ رکھتے تھے " سلہ

ناظرین تم دیکھہ سکتے ہو کہ یہہ سب کچھہ مقدس کتابون کی پاک ہدایتون کے بموجب ہو رہا تھا۔ دیکھو اسی باب کی پچھلی فصلون کو۔

اس لشکر نے بدین خیال کہ کٹوہ مین غلہ وغیرہ ہر قسم کی چیز میسر آئیگی قطع راہ مین جلدی کی، لیکن مرہٹہ نے قبل اون کے ورود کے پہونچکر اس گاؤن کو قرار واقعی تاخت و تاراج کر دیا، اور غلہ کے انبار مین، جن کا اٹھانا دشوار تھا، آگ لگا دی " سلہ

ماہ صفر ۱۱۵۵ھ مین مرہٹون نے خاص مرشدآباد پر ڈاکا ڈالا، اور جگت سیٹھہ کی کوٹھی سے جو جین مت کا پیرو تھا، تین لاکھہ روپیہ کے قریب نقد اور کسیقدر جنس لوٹ لیا، اور نیز دریا کے محلون مین بھی دست بردی کی۔ سلہ

پنڈت ہر پرشاد شاستری صاحب اپنے کامل تحقیقات کے رو سے اس لوٹ کی رقم کی تعداد ڈھائی کرور روپیہ بتاتے ہین۔ سلہ

اس واقعہ کے بعد بھاسکر پنڈت مع اپنی مرہٹہ فوج کے کٹوہ مین مقیم رہا۔ مرہٹہ کی فوج کبھی پلاسی و داؤد پور تک اور گرد دیہات اطراف کو جلا کر کٹوہ کو چلے جایا کرتے۔ ایک مہینہ کے بعد بھاگیرتی نے طغیانی کی اور چونکہ کٹوہ ... دیہات ... مرہٹون کی تاخت و تاراج سے ...

[illegible]

لو

پٹنہ

مالوہ مین داخل ہوا ...

کرنے کے ساتھ ...

بلکہ ہمیشہ اون کی ذلت و تحقیر اور حق تلفی کے در پے رہے ۔ اب مین وہ حق تلفیان دکھلانا چاہتا ہون، جو فاتح آریون نے شُدروں یعنی مفتوحون کے ساتھہ کی ہین، اور صرف کی ہی نہین بلکہ قانون مین داخل کر چھوڑا ہے ۔

(قانونی حق تلفیان)

سب سے پہلے **قانونی حق تلفی** ہے ۔ تم دیکھہ چکے ہو کہ **اسلام** نے قانون مین کوئی بھی امتیاز فاتح ومفتوح، اسلام وکفر کا نہین رکہا ہے، مگر یہان اس کے خلاف ہے، بات بات مین فرق بات بات مین امتیاز ہے ۔

(قصاص مین بے انصافی)

اگر فاتح (برہمن) کسی برہمن کو قتل کرے، تو اوسکو راجہ صرف پیشانی داغ کر اپنے راج سے نکال دے، اور اگر وہ کسی مفتوح (شُدر) کو قتل کرے، تو صرف دس گائیان جرمانہ دیدے ۔ اور اگر بیچارہ مفتوح (شدر) کسی فاتح (برہمن وغیرہ) کو مار ڈالے، تو وہ قتل کیا جائے اور اوس کی کل جائداد ضبط کر لی جائے ۔ [۵۱]

جب ایسے ہی قانون مین اندھیر ہے، تو اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ کسقدر بیچارے مفتوح بیگناہ مار ڈالے گئے ہونگے !! اور صرف قتل ہی پر کیا موقوف ہے، ہر بات مین بے انصافی، ہر جگہ بیجا طرفداری موجود ہے ۔

(زنا کی سزا مین بے انصافی اور قابل شرم طرفداری)

اگر فاتحون (برہمن، کشتری وغیرہ) مین سے کوئی مفتوح (شدر) کی عورت سے زنا کرے، تو صرف جلاوطن کیا جائے، اور اگر بیچارہ مفتوح (شدر) کسی فاتح آریہ کی عورت سے زنا کرے، تو جان سے مارا جائے ۔ [۵۲]

منو سمرتی مین بھی ایسے ہی بے انصافی کا قانون ہے کہ اگر شدر (مفتوح) کسی برہمن وغیرہ (فاتح) کی محفوظ عورت سے جماع کرے تو اوسکا عضو تناسل قطع کیا جائے، تمام دولت چھین لی جائے، اور سزائے قتل بھی دیجائے ۔ اور اگر وہ عورت غیر محفوظ ہو تب بھی قطع عضو تناسل اور تمام دولت چھین لینا چاہئے ۔ (منو ۸: ۳۷۴) ۔ اور اگر فاتح (برہمن) کسی مفتوح (شدر) کی عورت سے زنا کرے تو صرف پانچ سو پن ڈنڈ دینا چاہئے ۔ (منو ۔ ۸: ۳۸۵) [۵۳]

---

[۵۱] بودہیانہ ۔ ۱: ۱۰ ۔ ۱۸ ۔ ۱۹ ۔ اور انشنٹ انڈیا ۔ پنڈت رومیش چندر دت صاحب ۔ صفحہ ۲۸۴

[۵۲] الیتمبا ۔ ۲: ۱۰ ۔ اور انشنٹ انڈیا ۔ پنڈت آر سی ۔ دت ۔ صفحہ ۲۸۴ ۔ [۵۳] منو سمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔

فصل نہم

(مفتوحون کے ساتہہ آریون کا سلوک)

جسطرح آریون نے ہند کے اصلی باشندون کو تہہ تیغ بیدریغ کیا، وہ ناظرین کو معلوم ہوچکا، اور یہہ بھی معلوم ہوچکا کہ اکثر اون بیچارے ہندیون کو جنگل اور پہاڑون مین بھگا چھوڑا، اور جن بیچارون نے مفتوح ہوکر رہنا قبول کیا، اونکو اپنے فاتحون کی غلامی کرنی پڑی - اب اِنہین مفتوحون کے ساتہہ آریون نے جو سلوک کیا اسکو مین کچہہ مفصل لکہنا چاہتا ہون -

ہند کے اصلی باشندے جنکو آریون نے فتح کیا وہی شدر بنائے گئے اور ہین[1]، اسلئے جو کچہہ شدرون کے بارہ مین قوانین ہین[2] - آہ! اِن بیچارے مفتوحون کو ایسا ذلیل کیا گیا کہ خود اونکو شدر کے لقب سے عار نہین رہا - دنیا مین شاید ہی کوئی ایسی قوم ہوگی جسنے مفتوحون کو ایسا ذلیل کر چھوڑا ہو! -

دوسری کل قومین بھی، جو وید مقدس کی منکر ہین اور آریہ اون سے واقف تہے، شدر گنی گئی ہین[2] پس اون کے ساتہہ جو سلوک آریون نے کیا ہوگا یا اگر فتح پاتے تو کرتے، وہ وہی سلوک ہوگا یا ہوتا جو عام شدرون کے حق مین ظاہر ہوا -

آریون نے ہند کے اصلی باشندون کے ساتہہ مفتوح کر لینے کے بعد بھی کچہہ اچھا سلوک نہین کیا،

---

[2] منوجی فرماتے ہین کہ رفتہ رفتہ عدم تعمیل فرائض سے، اور براہمن کے نہ دیکھنے سے معضلہ ذیل کشتری دنیا مین شدر ہو گئے -

(منوسمرتی - ۱۰: ۴۴) پونڈرک، اوڈر، درڈر، کامبوج (کابل)، یون (یونان)، شک (توران)، پارد، پہلو (فارس)، چین، کرات ور دکھش اِن ملکون کے رہنے والے کشتری لوگ جنیو وغیرہ سنسکار اور ویدخوانی وغیرہ اعمال کے نہ کرنے سے شدر ہو گئے (منو - ۱۰: ۴۴)

پنڈت رومیش چندر دت صاحب نے بھی ان دونون اشلوکون کو اپنی کتاب انشنٹ انڈیا کے صفحہ ۵۶۳ مین یہہ لکھکر نقل کیا ہے کہ اس بڑے مقنن نے کل معلوم شدہ قومون کو (شدر مین) شامل کرنیکی عام کوشش کی ہے"

بعض ملکون کا موجودہ نام جو ہم نے بریکٹ مین لکھا ہے وہ اسی مصنف کی تفصیل کے مطابق لکھا ہے - ۱۲

حاشیہ درحاشیہ: - منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲

مذہبی حق تلفیان غیر مذہب والون کے اخراج بالجبر وغیرہ کا ثبوت تم سن چکے ہو اور یہہ بھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ بدھ مت والون کے اخراج کے لیئے بھی قانون بنا تہا - اب بیچارے عام مفتوحون کی مذہبی حق تلفیون کو بھی ملاحظہ فرماؤ :-

پنڈت رومیش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہین کہ " آریون کی ذات ناقابل اشتمال ہے اور انہون نے شدرون کو ظلم و زیادتی کے ساتھہ الگ رکھا، اور مذہبی معلومات اور مذہبی مراسم کو ادا کرنے سے بتزور باز رکھا، اور اون کے لیئے بے انصافانہ اور ظالمانہ دیوانی اور فوجداری قوانین بنائے " [51]

پھر لکھتے ہین کہ " بیتیس[*] صدیان گذر گئین جبکہ پنجاب کے آریون نے (بیچارے) مفتوح داسون کو کل مذہبی عقاید و مراسم سے باز رکھا تھا ...... بیچارے شدرون کی اس ذلت و تحقیر کا خیال بد قسمتی سے موجودہ زمانہ تک قایم ہے " [52]

پھر یہہ بھی حکم ہے کہ اگر شدر (مفتوح) وید مقدس کو سنے، تو سیسا یا لاہن گلا کر اسکے کان مین ڈالا جائے اور اگر وہ وید پڑہے تو زبان کاٹی جائے، اور اگر وہ وید کے مضامین کو یاد کرے تو اسکا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے - (گوتم - ۱۲) [53]

پھر لکھا ہے کہ " جو شدر برہمنون کو غرور سے دہرم کا اپدیش کرنیوالا ہے اُسکے منہ اور کان مین گرم تیل راجہ ڈلوائے " (منو - ۸ : ۲۷۲) [54]

جب کل غیر مذہب والی قومون کو شدر کیا گیا ہے تو وہ بیچارے بھی اپنے مذہب کی اشاعت و تبلیغ ہندو آریون کے راج مین مطلقاً نہین کر سکتے، اور اونکو کچھہ بھی مذہبی آزادی حاصل نہین ہو سکتی -

تمدنی اور عام حق تلفیان تمدنی حقوق مین بھی حد سے زیادہ حق تلفی کی گئی ہے، اور جہانتک ممکن ہوا ہے اونکی تحقیر و تذلیل سے باز نہین رہا گیا ہے -

مفتوحونکو سوا اپنے فاتحونکی غلامی کے اور کوئی کام کرنیکی اجازت نہین سب سے پہلے شدرون پر اپنے فاتحون کی غلامی کرنا فرض ہوئی، اور اُن کے لیئے آزادانہ زندگی بسر کرنا اور حسب خواہش دنیا کے کامون مین مشغول ہونا ناممکن ٹھہرایا گیا اور فاتحون کی غلامی اور سیوا کے سوا اُنکو کچھہ چارا نہ رہا، اور اُنسے جبراً غلامی کرایا جاتا رہا -

---

[51] انشنٹ انڈیا - صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱ - [52] انشنٹ انڈیا - صفحہ ۲۴۴ - [53] انشنٹ انڈیا - پنڈت رومیش چندر دت صاحب - صفحہ ۲۴۹ - [54] منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب -

[illegible]

یہی جابرانہ امتیاز چھوٹے چھوٹے جرموں کی سزا میں بھی ہے ؛ مثلاً اگر بیچارہ شدر (مفتوح) کسی (فاتح) برہمن ، کشتری وغیرہ سے سخت زبانی کرے تو اُسکی زبان میں سوراخ کیا جائے - اور اگر "ارے تو فلانے برہمن سے نیچ" ایسا آواز بلند برہمن وغیرہ (فاتحین) کے نام اور ذات کو کہے تو اُسکے منہ میں بارہ انگل کی میخ آہنی جلتی ہوئی ڈالی جائے - (منو-۸: ۲۷۰ و ۲۷۱) - اور اگر فاتح (برہمن) کو چور کہے تو زبان کاٹ لیجائے - (منو-۸: ۲۶۷) - اور اگر خود فاتح (برہمن) سخت بات مرقومہ بالا (یعنی چور) کسی شدر کو کہے تو صرف ڈنڈ پاوے اور وہ بھی صرف بارہ پن - (منو-۸: ۲۶۸) [1]

اگر مفتوح (شدر) کسی فاتح (برہمن ، کشتری وغیرہ) کو بُرے ناموں سے یاد کرے تو اُسکی زبان کاٹ ڈالی جائے - اور اگر فاتحوں کی برابری کا دعویٰ کرے تو بید لگائے جائیں - (اپستمبا-۲: ۱۰ و ۲۷) اور اگر فاتح برہمن کسی شدر مفتوح کو گالی دے تو اُسکے لئے کوئی سزا نہیں - (گوتم-۱۲: ۱۳) [2]

[illegible]

جو شدر براہمن (فاتح) کے بال و پاؤں و داڑھی و گلا و فوطہ کو غرور سے پکڑنے والا ہو ، اُس کا ہاتھ کاٹنا چاہئے ، یہہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ اُسکو تکلیف ہوگی - (منو-۸: ۲۸۳) [3] - اور فاتحوں کے لئے ایسے جرموں میں کوئی سزا نہیں -

قانون دیوانی میں بھی بیجا طرفداری موجود ہے

قانون فوجداری کی بے انصافیوں ، بیجا طرفداریوں اور حق تلفیوں کو تو مختصراً دیکھ چکے - اب دیکھو کہ قانون دیوانی میں بھی ایسی ہی طرفداری موجود ہے - جہاں فاتحوں سے ۲۴ ، ۳۶ اور ۴۸ فی سیکڑا سود سالانہ لینے کا حکم ہے وہاں بیچارے مفتوح شدروں سے ۶۰ سیکڑا سالانہ - (منو-۸: ۱۴۲) [4]

اور پھر اس طرح سود کو اُلٹ پلٹ کرنیسے ناجائز طریق ہو جاتا ہے - منوجی لکھتے ہیں کہ :-

" سود مندرجہ شاستر سے زیادہ سود نہیں ہوتا - اور جس ورن سے جو سود لینا لکھا ہے اُس کو اُلٹ پلٹ کرنیسے ناجائز طریق کہلاتا ہے ...." (منو-۸: ۱۵۲) اور منو-۸: ۱۵۲ میں ہے کہ " خلاف شاستر کے سود نہ لیوے ، اگر لیوے تو ادھرم ہوتا ہے " [5]

[1] منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - [2] انشنٹ انڈیا - پنڈت رومیش چندر دت صاحب - صفحہ ۲۴۹ -
[3] منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - [4] انشنٹ انڈیا - پنڈت رمیش چندر دت صاحب صفحہ ۵۸ - اور منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - [5] منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب -

پھر لکھا ہے کہ "شدر براہمن کی سیوا سے اوقات گذاری نہ کرسکے اور دوسری جیوکا کی خواہش کرے تو کشتری کی سیوا یا دولتمند ویشیہ کی سیوا کرکے اوقات بسر کرے" (منو ۔ ۱۰ : ۱۲۱) ۵۱

پھر یہہ بھی کہا گیا ہے کہ شدروں کے لئے فاتحون کی غلامی کرنی ہی بڑے ثواب کی بات ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

(مفتوحون کیلئے فاتحون کی غلامی کرنا ثواب کی بات بتائی گئی ہے)

" شدر سورگ یا جیوکا دُسرگ دونون کے واسطے براہمن کی سیوا کرے ۔ یہہ شودر براہمن کی سیوا کرنے والا ہے " اس طرح عالم مین مشہور ہونا ایسا ہے کہ گویا شدر کرنے کے لائق سب کامون کو کرچکا " (منو ۔ ۱۰ : ۱۲۲) ۵۲

پھر لکھا ہے کہ " براہمن کی سیوا شدر کا بڑا کرم ہے اوسکو چھوڑکر اور جو کچھہ کرتا ہے وہ نِسپھل ہے " (منو ۔ ۱۰ : ۱۲۳) ۵۳

اللہ اللہ ! اپنی مطلب برآری کے لئے کیسی کیسی ترکیبین سوچی جاتی ہین ! اونکو بھی ترغیب دی جاتی ہے کہ تمہارے لئے یہی ثواب کی بات ہے کہ میری غلامی کرو ، میری سیوا کرو ، ٹہل کرو ، اسمین تمہاری بھلائی ، اس مین تمہاری بہتری ہے ۔

(مفتوحون کو پرانی اور بیکار چیزین کھانے پینے اور رہنے سہنے کیلئے دیجاتی تھین)

ایک تو بیچارے مفتوحون سے بلا وجہ بلا سبب زبردستی غلامی کرائی جاتی ہی ہے اوسپر جو اون کو کھانے پینے ، رہنے سہنے کے لئے چیزین دیجاتی ہین اُسکا یہہ حال ہے کہ :۔

" جو شدر اپنا خدمت گذار اور اپنی پناہ مین ہے اُسکو جوٹھا غلہ اور پرانا کپڑا اور بغیر سار کا دھانیہ و پرانی چارپائی و گھر کا پرانا اسباب دینا چاہیئے " (منو ۔ ۱۰ : ۱۲۵) ۵۴

(مفتوح داس اور داسیان رہن بھی رکھی جاسکتی تھین)

ہِن مفتوح داس اور داسیون کو ایسا ذلیل سمجھا جاتا تھا کہ اور چیزون کی طرح یہہ بھی رہن ہوسکتی تھین ۔ چنانچہ منوسمرتی ۔ ادھیائے ۸ ، شلوک ۱۴۹ سے صاف ظاہر ہے کہ کل چیزون کی طرح داسی بھی رہن رکھی جاتی تھی ۔ ۵۵

---

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔
۵۳ ″ ″ ″ ″ ″ ۔ ۵۴ ″ ″ ″ ″ ″ ۔
۵۵ انشنٹ انڈیا آر ۔ سی ۔ دت ۔ صفحہ ۵۸ اور منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔

پنڈت رومیش چندردت صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "راجہ پر فرض تھا کہ دوجیماؤن (یعنی آریہ فاتحون) کی سیوا شدرون سے کراوے - ایک برہمن (فاتح) ہر شدر سے چاہے خریدا گیا ہو اپنے لئے داس کا کام کرا سکتا تھا - کیونکہ "برہم (یعنی پرمیشور) نے شدرون کو برہمن (فاتح کا غلام پیدا کیا ہے" - (منو - ۸ : ۴۱۳) ۵۱

گوتم - ۱۰ : ۴۲ مین بھی بیچارے شدرون پر اپنے فاتح برہمن، کشتری، ویشیہ کی غلامی کرنی فرض بتائی گئی ہے - ۵۲

(مفتوحون سے مہینہ مین ایک دن مفت کام کرانیکا حکم بھی ہے) بیچارے شدرون سے علاوہ غلامی عامہ کے ایک دن مہینہ مین فاتح مفت کام کرا سکتا ہے، مزدوری دینے کی اجازت نہین، وہی کام کرانا اون کی مزدوری ہے - (منو - ۷ : ۱۳۸) ۵۳

(غلامی سے مفتوح الگ نہین ہوسکتے) پھر لکھا ہے کہ "جو مالک داس کرم سے داس کو آزاد نہین کرتا، وہ داس داس کرم سے آزاد نہین ہوتا، کیونکہ داس کرم شدر کے سوبھاؤ سے پیدا ہے، اس کرم کو کون چھڑا سکتا ہے" - (منو - ۸ : ۴۱۴) ۵۴

پھر منو سمرتی - ۸ : ۴۱۸ مین یہہ ہدایت کی گئی ہے کہ شدر (مفتوح) اپنے کام (یعنی غلامی) سے بیکار نہ ہونے پاوین، کیونکہ اگر ایسا ہوا، تو زمانہ کو پر آشوب کرینگے - ۵۵

(اگر غلامی کا موقع نہ ملے تب بھی [illegible]) اگر بیچارے شدر اپنے فاتحون کی خدمت نہ کر سکین، اور اونکو غلامی کرنیکا بھی موقع نہ دیا جاوے تب بھی کوئی اعلےٰ کام نہ کرین، چاہے بھوک کیون نہ مرین، بلکہ ذلیل ہی کامون مین لگے رہین - لکھا ہے کہ "شدر دوجیماؤن کی سیوا نہ کر سکے اور اوس کے زن و فرزند بھوک سے دکھی ہون، تو رسوئی اینیوالون کے کام سے اوقات بسر کرے - جن کامون سے دوجیماؤن کی سیوا ہو سکے وہ کام کرے" - (منو - ۱۰ : ۹۹ و ۱۰۰) ۵۶

[illegible]

[illegible]

پنڈت رومیش چندر دت صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "راجہ پر فرض تھا کہ دوجنماؤن (یعنی آریہ فاتحون) کی سیوا شدرون سے کراوے ۔ ایک برہمن (فاتح) ہر شدر سے چاہے خرید اگیا ہو اپنے لئے داس کا کام کرا سکتا تھا ۔ کیونکہ برہم (یعنی پرمیشور) نے شدرون کو برہمن (فاتح) کا غلام پیدا کیا ہے" (منو ۔ ۸ : ۴۱۳ و ۴۱۴) سلہ

گوتم ۔ ۱۰ : ۴۲ مین بھی بیچارے شدرون پر اپنے فاتح برہمن، کشتری، ویشیہ کی غلامی کرنی فرض بتائی گئی ہے ۔ سلہ

(مفتوحون سے مہینہ مین ایک دن مفت کام کرانیکا حکم بھی ہے) بیچارے شدرون سے علاوہ غلامی عامہ کے ایک دن مہینہ مین فاتح مفت کام کرا سکتا ہے، مزدوری دینے کی اجازت نہین، وہی کام کرانا اون کی مزدوری ہے ۔ (منو ۔ ۷ : ۱۳۸) سلہ

(غلامی سے مفتوح الگ نہین ہو سکتے) پھر لکھا ہے کہ "جو مالک داس کرم سے داس کو آزاد نہین کرتا؛ وہ داس داس کرم سے آزاد نہین ہوتا، کیونکہ داس کرم شدر کے سوبھاؤ سے پیدا ہے، اس کرم کو کون چھڑا سکتا ہے" (منو ۔ ۸ : ۴۱۴) سلہ

پھر منوسمرتی ۔ ۸ : ۴۱۸ مین یہہ ہدایت کی گئی ہے کہ شدر (مفتوح) اپنے کام (یعنی غلامی) سے بیکار نہونے پاوین، کیونکہ اگر ایسا ہوا، تو زمانہ کو پرآشوب کرینگے ۔ سلہ

(اگر غلامی کا موقع نہ ملے تب بھی اعلیٰ کام کرنیکا مفتوحون کو حکم نہین) اگر بیچارے شدر اپنے فاتحون کی خدمت نہ کر سکین، اور اونکو غلامی کرنیکا بھی موقع نہ دیا جاوے تب بھی کوئی اعلےٰ کام نہ کرین، چاہے بھوک کیون نہ مرین، بلکہ ذلیل ہی کامون مین لگے رہین سکھایا گیا ہے "شدر دوجنماؤن کی سیوا نہ کرسکے اور اوس کے زن و فرزند بھوک سے دکھی ہون، تو رسوئی کرنیوالون کے کام سے اوقات بسر کرے ۔ جن کامون سے دوجنماؤن کی سیوا ہوسکے وہ کام کرے" (منو ۔ ۱۰ : ۹۹ و ۱۰۰) سلہ

سلہ "انشنٹ انڈیا" صفحہ ۵۹۱ و ۵۹۲ ۔ سلہ "انشنٹ انڈیا" صفحہ ۲۶۹ ۔

سلہ منوسمرتی ترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ۱۲ ۔ سلہ منوسمرتی ترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب ۔ ۱۲

سلہ " " " " ۔ ۱۲ ۔ سلہ " " " " ۔ ۱۲

نام مین لفظ دھن یعنی دولت اور شدر کے نام مین لفظ نندا یعنی تحقیر شامل کرنا چاہئے " (منو - ۲: ۳۱) - ۵۱

پھر لکھا ہے " کہو، اسطرح براہمن سے پوچھے - سچ کہو، اسطرح کشتری سے پوچھے - گو - اور بیج اور سونا کی قسم دیکر ویشیہ سے پوچھے - اور جھوٹ بولنے سے سب پاپون کے بھوگ کرنیوالے ہوگے، ایسا کہکر شدر سے پوچھے " (منو - ۸: ۸۸) ۵۲

(مفتوحون سے ہمکلام ہونا منع ہے)

یہہ تحقیر و تذلیل یہانتک ترقی کرگئی کہ برت مین بیچارے مفتوح شدرون سے ہمکلام ہونا منع فرمایا گیا اور اس کو برت کا ایک لازمی رکن قرار دیا گیا - (منو - ۱۱: ۲۲۴) ۵۳

(مفتوحون کا جوٹھا غلہ کھانا اور پانی پینا منع ہے)

مفتوح بیچارون کا جوٹھا غلہ کھانا اور پانی بینا بھی گناہ عظیم ٹھہرایا گیا، اور اسکے لئے پرائشچت (یعنی کفارہ) کی ضرورت بتائی گئی - (منو - ۱۱: ۱۴۸ و ۱۵۲) ۵۴

(فاتح مفتوح کا کام نہین کرسکتے)

ایک تو مفتوح شدرون پر فاتحون کی غلامی کرنی فرض تھی ہی، اوسپر طرفہ یہ ہے کہ فاتح کبھی بھی مفتوحون کی سیوا نہین کرسکتے :-

" ...... شدر کا سیون کرنا، جھوٹ بولنا یہہ سب اپاتری کرن کہلاتے ہین " (منو - ۱۱: ۶۹) ۵۵

پھر لکھا ہے کہ " خلاف کام یعنی شدر کی سیوا کرنے والا اور وید کو نہ پڑھنے والا برہمن، کشتری، ویشیہ پرائشچت کرنا چاہین تو اونکو بھی تین کرچھر برت کا اپدیش کرنا چاہئے " (منو - ۱۱: ۱۹۲) ۵۶

ہر جگہ خود غرضی، ہر جگہ بے جا طرفداری، ہر جگہ ظلم و زیادتی، ہر موقع پر تھسیٹ و ذلت! شرم! شرم! شرم! آریو! ان ساری حق تلفیون، بدسلوکیون اور بیجا طرفداریون کو " حقوق الذمیین " کے روبرو رکھکر دیکھو اور اپنے دلمین شرماؤ -

---

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲ - ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲
۵۳ " " " " " " - ۱۲ - ۵۴ " " " " " " " - ۱۲
۵۵ " " " " " " - ۱۲ - ۵۶ " " " " " " " - ۱۲

فاتحون کو ان بیچارے مفتوحون کی دولت چھین لینے کا بھی پورا اختیار حاصل ہے - ایک تو سارے مفتوحون کو غلام بنا رکھنا ہی بڑا ظلم تھا، اسپر طرفہ یہ کہ جو کچھہ وہ حاصل کرین وہ بھی اون کے قبضہ مین نہ رہنے دو - منوجی فرماتے ہین کہ :-

"براہمن داس شودر سے دولت لیوے اسمین کچھہ بچار نہ کرے کیونکہ وہ دولت کچھہ اوس کی ملکیت نہین ہے - وہ بے زر ہے، وہ جو دولت فراہم کرے اوس دولت کا مالک اُسکا سوامی ہے" (منو - ۸ : ۴۱۷) ۵۱

مفتوح بیچارون کو دہرم کا اپدیشک ہونیکی اجازت نہین - منوجی فرماتے ہین -

"جو ذات ہی مین براہمن ہو اور براہمن کا کرم کچھہ بھی نہ کرتا ہو اور مورکھہ ہو تو بھی وہ راجہ کو دہرم کا اپدیش کر سکتا ہے - اور شودر کیسا ہی ہو وہ اپدیش نہین کر سکتا" (منو - ۸ : ۲۰) "جس راجہ کے دہرم کا بچار شودر کرتا ہے اُس راجہ کا راج اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے" (منو - ۸ : ۲۱) ۵۲

مفتوح بیچارون کو حکومت مین بھی کچھہ اختیار نہین ملسکتا - دیانندجی لکھتے ہین کہ "جو لوگ پیدایش سے ہی برہمچریہ اور ریاست گوئی وغیرہ کے عہد واثق سے یا علم اور غور سے بے بہرہ مثل شودر کے چلے آتے ہون - ایسے ہزارون شخصون کی فراہمی بھی انجمن[۱] نہین کہلاتی" (منو - ۱۲ : ۱۱۵) - ۵۳

مفتوحون کو فاتح کا لباس پہننے اور اُنکا نشان دھارن کرنیکی بھی اجازت نہین - اگر کوئی ایسا کرے تو اوس کے نابود کرنیکا حکم ہے :-

"..... اور جو شودر کہ براہمن و کشتری (فاتح) کے نشان کو دھارن کرنیوالا ہے اُسکو راجہ نابود کرے" (منو - ۹ : ۲۲۴) - ۵۴

اب عام تذلیل جو مفتوحون کی روا رکھی گئی ہے اُسکو ملاحظہ فرماؤ :-

"براہمن کے نام کے ساتھہ لفظ منگل یعنی خوشی، اور کشتری کے نام مین لفظ بل یعنی طاقت اور ویشیہ کے

ان مفتوحون کی دولت فاتحون کا مال ہے

مفتوح دہرم کا اپدیشک نہین ہو سکتا

مفتوحون کو حکومت مین کوئی اختیار نہین

مفتوحون کو فاتح کا لباس اور نشان دھارن کرنیکی اجازت نہین

عام تذلیل و تحقیر

۵۱ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲ - ۵۲ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲ - [۱] یہان انجمن سے انجمن شوری مراد ہے - ۱۲ - ۵۳ ستیارتھ پرکاش مترجمہ آریہ پرتی ندہی سبہا پنجاب - صفحہ ۱۸۵ -
۵۴ منوسمرتی مترجمہ لالہ سوامی دیال صاحب - ۱۲ -

سوتے ہو؟ براہ مہربانی سوچو اور غور فرماکر قرآن کریم کی تعلیم پر دھیان دو۔ کیونکہ تمام غیر متعصب فاضل اور محقق عالم عالم کے چار و نطرف سے تصدیق کر رہے ہین کہ قرآن اعلےٰ درجہ کی توحید کا معلم، اخلاق و محبت کا ہادی فلاسفی (سائنس) الہیات کا گرو ہے۔ تمام دنیا مین جو کچھہ سچائی کا بیج ہے اُسکا باغبان قرآن ہے۔ جو کام علم کرسکتا ہے وہ تلوار اور گندہ دہنی سے نہین ہوسکتا۔ اور یہی بڑا بھاری سبب ہے کہ وید باوجود وید (علم) کہلانے کے بہی ناکامیاب رہا، کیونکہ اُسکی ترقی کا سامان علم نہین تھا، بلکہ خوف پر!! اور تلوار چلانا تہا۔

پیارے بہائیو! آؤ، محبت سے ملکر بغض اور کینہ کو دلسے دور کرکے ایک پرماتما کی بھگتی کرین، ارواح اور ذرّاتِ عالم کو ازلیت اور ابدیت وغیرہ مین اوسکا شریک نہ سمجہین، ایک ہی قرآنی نور سے دلکو پوتر کرین۔ رجوع کا دروازہ کہلا ہے؛ جبر کا جوا گردن سے اتار کر آؤ، صداقت سے میل کرو، اور ست دہرم کے پہیلانے مین ہمارے سہایک بنو۔ کیونکہ خدا اوس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد خود کرتا ہے، اور جو اپنے اوپر دکہہ کو بلاتا ہے وہ رحمتِ الٰہی سے دور بہاگتا ہے۔

سچ ہے بارش کی بوندون سے کھیتون کو ہرا بھرا کرتے ہو، اور گوناگون نعمتون کے داتا ہو۔ ہم آپکی کس کس نعمت کا دھنیاد دین۔ پس آپ مہا شکتیمان سے ہماری بھی پرارتھنا ہے کہ جنکے دل مین ہمسے نفرت اور دویش ہے، اُنمین اور ہم مین محبت اور پریم ہوکر دویش کا ناش اور ست کا پرکاش ہو۔ آمین ثم آمین!

{آریہ سماج کی خدمت مین آخری التماس}

سماج سے عموماً اور اوس کے لیڈرون سے خصوصاً میری یہ عرض ہے کہ اس کتاب کے بغور پڑہ لینے کے بعد اگر انمین سے کسی کا ارادہ جواب لکھنے کا ہو، تو وہ ضرور جواب لکہین۔ مجکو اون کے جوابات سے بڑی خوشی حاصل ہوگی۔ مگر ایسا ظلم نہ کرین کہ میری کتاب کی ایک آدہ بات لیکر بحث کر دین، کیونکہ میری کتاب کی اکثر بحثون کو ایک دوسرے سے اشد تعلق ہے، اور کل باتون کو پبلک مین پیش کئے بغیر صداقت کا اظہار ناممکن ہے۔ اسلئے اُمید وار ہون کہ اگر وہ جواب دین تو ساری کتاب کا جواب دین اور ہر ہر بات پر بحث کرین، جیسا کہ مین نے بفضل خدا پنڈت لیکہرام جی آریہ مسافر کے رسالہ جہاد کا اسی کتاب مین جواب دیتے ہوئے کیا ہے۔ گو اس کتاب کی دوسری جلد کے شائع کرنیکا بھی بہت جلد ارادہ ہے، جسمین اشاعت و تبلیغ اسلام وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ مگر جواب دینے والون خصوصاً آریہ سماجیون کو اوسکا انتظار کرنیکی ضرورت نہین، کیونکہ اوس جلد کو اس جلد

{ آریہ بھائیون کی خدمت مین التماس }

بجواب

"محمدی بھائیون کی خدمت میں التماس"

(بطور معارضہ بالقلب)

خلق خدا کے ساتھہ جو سلوک وید کے رشیون اور اُن کے پیرؤن نے کئے ہین وہ ہمنے مشتے نمونہ از خروارے خاص وید اور دوسری آریہ سماج کی مسلمہ کتابون اور مستند تاریخون کے حوالون اور لایق مورخون کی شہادتون سے خدمت والا مین پیش کردیئے۔

ان تمام کے لکھنے سے ہمارا مدعا یہہ ہے کہ آپ لوگ خدا کو حاضر ناظر جانکر اور کتب تواریخ وغیرہ مطالعہ فرماکر اور اوننہین بیگناہ خلق اللہ کے حق مین اپنی خونریزی کو پڑھکر دلمین سوچین کہ جس دین نے لاکھون کیا کرورون کو لونڈی غلام بنایا، کرورون کے خانہ خراب کئے بیشمار مخلوق کی بے حرمتیان کین، اور جتنے قتل کئے اُنکا شمار تو سوائے عالم الغیب پرمیشور کے صحیح کوئی نہین بتاسکتا، کیا ایسا دین اُس مالک کل جگدیشر رب العالمین کیطرف سے ہوسکتا ہے؟ اور کیا اسقدر تباہیان اور خانہ خرابیان خدا کے خوشنود کرنے یا دین حق پھیلانے یا خدا کی مرضی کے مطابق واقع ہوئین؟ ہرگز نہین! ہرگز نہین!!

پیارے رفیقو! ملکی محبو! اور خصوصًا تعلیم یافتہ بھائیو! درحقیقت سوچنے کا مقام ہے کیونکہ سچے دہرم اور دین حق کو اسطرح کی باتون اور ایسی تعلیمون سے بہت ہی نفرت ہے۔ سچے دیالو اور عادل پرمیشور کا دہرم وہ ہے جسمین سب کے ساتھہ انصاف کا برتاؤ ہو جبر اور قہر کا کوئی لگاؤ نہ ہو۔ تعصب اور بیجا طرفداری سے کام کرنا عادل حقیقی پر الزام ہے، اور جس مذہب مین ایسی باتون سے پرہیز نہین وہ درحقیقت بدنام ہے اور اوس کے ماننے والے کا بخیر انجام ہونا نہایت ہی ناممکن ہے۔

یہہ بات ہرطرح آپ لوگون پر ظاہر ہے اور اسلام خصوصًا اس زمانہ مین اوس کا امام ہمام مہدی علیہ السلام ڈنکے کی چوٹ سے کہکر پکار رہا ہے ؎ " اٹھو سونے والو سحر ہوگئی "

مگر آپ لوگ ابھی تک اُس مقدس دہرم سے کیون بے پروا ہین؟ کیون محبت اور نیکی کے طریق مین راہ روان منزل (ـا ازبزرگان اسلام خصوصًا مسیح موعود علیہ السلام) کے رفیق نہین ہوتے اور ابھی تک غفلت کی نیند مین پڑے

ریویو آف ریلیجنز (یعنی) دنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible] اسلام کے خلاف [illegible] خوب [illegible] ہے [illegible] مذہبی [illegible]

بحث [illegible] دنیا کے مشہور مذاہب [illegible]

[illegible] انگریزی ایڈیشن کثرت سے یورپ و امریکہ میں بھی شائع ہوتی ہے [illegible]

تہذیب یافتہ قوموں میں عجیب اثر پیدا کر رہی ہے۔

چندہ سالانہ انگریزی ایڈیشن - للعہ (ہندوستان کیلئے) - چندہ سالانہ اردو ایڈیشن - [illegible]

[illegible] - شلنگ (غیر ممالک کیلئے) - [illegible]

ایک پرچہ کی قیمت [illegible] - نمونہ کا پرچہ مفت [illegible] - ایک پرچہ کی قیمت [illegible]

منیجر - ریویو آف ریلیجنز - قادیان (ضلع گورداسپور - پنجاب)

سے چنداں سروکار نہین ہے اور پنڈت لیکھرام جی کے رسالہ جہاد کا جواب اسی جلد مین ہو چکا ہے اور یہی جلد اسکے جواب کے لئے کافی ووافی ہے۔

خاتمۃ الکتب

الٰہی الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اوس نے اس عاجز کے ہاتھ سے وہ کام لیا جسکا خواب وخیال مین بھی گمان نتھا اور پھر جس چیز کے شروع کرنیکی ہمت دلائی اُسکو تمام بھی کرا دیا۔ اور اوسکی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ اس کتاب کو کامیاب بھی کرا کر رہے گا، اور اس سے بہت سے لوگون کو فائدہ پہونچائیگا۔ مین امید کرتا ہون کہ ملک وقوم کے خیرخواہ اس کتاب کو ہاتھون ہاتھ لینگے، اور بجائے خود اس کی اشاعت مین کوشش کرینگے اور ساتھ ہی اس عاجز کو بدعائے خیر یاد فرمائینگے۔۔

غرض تفتیش کز من یاد ماند — کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت — کند در کار این مسکین دعائے

وصلے اللہ تعالےٰ علےٰ حبیبہ محمد وعلےٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین۔ آمین ثم آمین!

عاجز
سید وزارت حسین احمدی
اورینی مونگیری

بانکی پور (پٹنہ)
۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء